BURAQ READER

میں تیرے قربان

تحریر :زینب خان

کل سے مراد صبح قیامت سہی مگر
اب تم کہاں ملو گے دوبارہ، جواب دو!

دیکھا جو شرم سار، الٹ دی بساط شوق
یوں تم سے کوئی جیت کے ہارا، جواب دو

میں ہو گیا تباہ، تمہارے ہی سامنے
کیونکر کیا تم نے یہ گوارہ، جواب دو

اس جنت نظیر وادی کے شان و شوکت سے کھڑے فلک شگاف پہاڑوں کی چوٹیاں سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔
دور تک پھیلی ہریالی اور آبشاروں کو دیکھ کر وہ وادی جنت کا ایک حسین ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی۔
جہاں گزرتا ہوا پانی میٹھے گیت کی طرح شور کرتا ہوا سا تھا۔
ہواوں کی سر مستی میں جھومتے رنگ برنگے ہر طرح کے پھولوں کی چھب ہی نرالی تھی۔
اس خوبصورت اور پہاڑی علاقے میں ایک قدیم طرز کی بڑی سی حویلی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی الگ ہی سحر سا اس ماحول میں پھونک رہی تھی۔
جانے کتنے ہی راز اپنے اندر دفن کئے کتنی ہی کہانیوں کی رازدار تھی۔
جس کا آہنی بڑا سا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔
ہر سو خوشی کا سماں تھا۔
اولین چاند کے دن تھے۔
ہر طرف اندھیرا اور خاموشی کا راج تھا۔
لیکن برقی قمقموں اور روشنیوں سے جگ مگ کرتی سعدین حویلی دور سے ہی جگمگاتی ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی تھی۔

وہاں تو مانو ایک جشن کا سماں تھا۔ خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔

وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کے رنگ تھے۔

کئی مرلے پر پھیلی حویلی کے اطراف میں عام دنوں میں جو جگہ خالی پڑی رہتی تھی وہاں گاڑیوں کی ایک بڑی قطار موجود تھی۔

کافی بڑی تعداد میں وہاں مہمان مدعو تھے۔

باہر کی طرح اندر کا ماحول بھی کافی شوخ سا تھا۔

بڑے سے لاؤنج کو گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ لکڑی کا بڑا سا جھولا بھی پھولوں سے لدا تھا۔

ملازمین مستعدی سے کام نمٹاتے پھر رہے تھے وہیں ساری لڑکیاں لاؤنج میں ہی ڈھولک سنبھالے شادی کے گیت گانے میں مصروف تھیں۔

کسی کام سے اندر آتے سالار غازی نے جب وہ ماحول دیکھا تو ایک دلکش سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

اس کی دلی خوشی آج اس کے چہرے سے بخوبی چھلک رہی تھی۔

اس نے صرف ایک نظر ہی جھولے پر موجود اس وجود کو دیکھا تھا جس نے مایوں کا زرد لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

وہ باوجود کوشش کے اس کا لمبے سے گھونگھٹ میں چھپا چہرہ دیکھنے میں ناکام رہا تھا۔

"سالار بیٹا، اب تم بھی جلدی سے آجاو رسم کے لئے۔۔پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے"

حمنہ چاچی نے اسے دوبارہ باہر کی جانب جاتے دیکھا تو اسے روک کر کہا۔

"بس دو منٹ چاچی۔۔ ابھی آرہا ہوں"

وہ ان سے کہہ کر باہر فاز کے پاس آیا تھا تاکے اسے ٹیریس کی لائیٹس سہی کروانے کے لیے بھیج سکے۔ لیکن تمام مرد حضرات کو اس نے دروازے کی جانب کھڑے دیکھا تو تعجب میں گھرے اس نے وہیں قدم بڑھا دیے۔

بڑا سا آہنی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔

جہاں بلکل سامنے دو پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

سعدین حویلی کے دروازے پر پولیس کی آمد؟

وہاں موجود ہر شخص کو حیرانی میں مبتلا کر گئی تھی۔

"کیسے آنا ہوا ایس ایچ او صاحب؟"

وجاہت تایا نے لہجے کی ناگواری کو چھپانے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں معذرت خواہ ہوں وجاہت صاحب کے۔۔۔اس موقع پر آپ کے در پر آنا پڑا۔۔لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کے ہمیں مجبورا آنا پڑا۔"

"آپ کھل کر بتائیں گے اپنے یہاں آنے کی وجہ؟"

چھوٹے تایا نے بھی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

مہمانوں کی توجہ بھی اسی جانب تھی۔

"اصل میں میرے پاس ایف آئی آر درج کروائی گئی تھی کے سعدین حویلی میں ریشام ضمیر غازی کی زبردستی شادی کروائی جا رہی ہے۔۔"

وہ الفاظ وہاں موجود ہر شخص کو الجھانے کے ساتھ ساتھ غصہ دلا گئے تھے۔

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ کیا فضول بات کر رہے ہیں آپ؟"

حویلی کی بیٹی کا نام ایک پولیس والے کی زبان پر سب کو ہی طیش دلا گیا تھا۔

"ہماری بیٹی کی شادی اس کی مرضی و منشا سے ہو رہی ہے۔۔۔"

"کس نے ایف آئی آر درج کروائی ہے؟ نام بتائیں گے آپ؟"

سالار کا انداز سخت ناگوار تھا۔

"جی بالکل۔۔"

ایس ایچ او اس کی جانب دیکھ کر بولا۔

"یہ ایف آئی آر ریشام ضمیر غازی کے شوہر نے درج کروائی ہے۔۔ میرے پاس کورٹ کا نوٹس بھی موجود ہے۔۔ آپ کسی کی منکوحہ کا زبردستی نکاح کروائیں گے تو مجھے مجبورا آپ کو اریسٹ کرنا پڑے گا"

وہ کوئی الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ تھا؟

جو وہاں موجود ہر شخص کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔

رات کی تاریکی چھٹنے کے بعد ہلکا ہلکا سا اجالہ پھیلنے لگا تھا۔

مسجدوں میں فجر کی نماز کی ادائیگی ہو چکی تھی۔

ٹیرس کی ریلنگ پر دونوں ہاتھ رکھے وہ ٹھنڈی ہواوں کو اپنے چہرے سے ٹکراتا محسوس کر رہا تھا۔

پورے دن میں اسے سب سے پر سکون وقت یہی لگتا تھا۔

اس ٹیریس سے نظر آتے دلکش مناظر کو دیکھتے ہوئے اس کی سوچ کے تانے بانے پھر اسی سے جڑنے لگے تھے جس کے ایک خیال آنے سے ہی اس کے دل کا اضطراب بڑھنے لگتا تھا۔

اچانک ہی ریلینگ سے ہاتھ ہٹا کر اس نے سینے پر دل کی جگہ رکھا تھا۔

جہاں محسوس ہوتا درد اسے یاد دلا رہا تھا کے آج پھر کوئی شدت سے اس کے نام کو یاد کر رہا ہے۔

ایک آسودہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

گہری سانس بھرتے ہوئے وہ پرسکون اور شفاف سے آسمان کو دیکھنے لگا تھا۔

سعدین حویلی میں معمول کے جیسی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔

کئی مربے زمین پر پھیلی ہوئی اس حویلی کی شان ہی نرالی تھی۔

اس کے در و دیوار سے صاف معلوم ہوتا تھا کے یہ کتنی قدیم ہے۔

اس حویلی کے سربراہ سعادت غازی اپنے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے ساتھ وہاں خوشحال زندگی گزار رہے

تھے۔ جہاں اب ان کی اولادیں بھی پروان چڑھ رہی تھیں۔
حویلی جتنی قدیم تھی۔ اتنی ہی زیادہ خوبصورت بھی تھی۔
سعادت غازی کے بڑے بیٹے وجاہت غازی اور سفینہ کے دو ہی بچے تھے۔ سالار غازی اور عبیر غازی۔
ان سے چھوٹے وہاج اور حمنہ غازی کی دو اولادیں تھیں۔ بریزے اور فاز
اور سب سے چھوٹے بیٹے ضمیر غازی اور زاریہ غازی کی ایک ہی بیٹی تھی۔
ریشام ضمیر غازی۔۔
جو بریزے اور عاشر کی ہم عمر تھی۔
سعادت غازی کی ایک ہی بیٹی تھیں رائمہ مرزا۔
جو شوہر کی وفات کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے عاشر کے ساتھ وہیں رہائش پذیر تھیں۔

وسیع ڈائننگ ہال میں لمبی سی میز کے گرد کافی ساری کرسیاں پڑی تھی۔
جہاں ایک ایک کر کے حویلی کے مکین اپنی نشستیں سنبھالنے لگے تھے۔
ملازموں کی ایک فوج ہونے کے باوجود بھی کھانا اور ناشتے کی ذمہ داری گھر کی خواتین پر ہی تھی۔
حویلی کے بڑے بیٹے عبیر غازی کی شادی کی تیاریاں زور شور سی جاری تھیں۔
جس سے ایک الگ ہی چہل پہل کا سماں بندھا ہوا تھا۔

"کراچی والی فیکٹری کی کیا صورتحال ہے؟"
سربراہی کرسی پر براجمان سعادت غازی نے اپنے دائیں طرف بیٹھے بڑے بیٹے وجاہت غازی سے استفسار کیا۔
"سالار سے بات ہوئی تھی میری۔۔ آرڈر تقریباً مکمل ہے۔ کچھ دن تک لاہور ڈلیوری بھی ہو جائے گی۔"
انھوں نے ناشتہ کرتے ہوئے سرسری سے انداز میں جواب دیا۔

"ہمم سالار کب تک آنے کا کہہ رہا ہے؟"
لاڈلے پوتے کی کمی کافی محسوس ہو رہی تھی انھیں۔
"ایک دو دن تک کا کہہ رہا تھا۔ لاہور والے آرڈر کے بعد ملتان برانچ پر وزٹ کرنے کا ارادہ تھا اس کا۔۔ لیکن میں نے فلحال منع کر دیا ہے۔۔ عبیر کی شادی کے بعد ہی جانے کا کہا ہے میں نے۔"
چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے انھوں نے تفصیل سے ذکر کیا۔
ان دونوں کی آوازوں کے علاوہ وہاں کسی تیسرے فرد کی آواز نہیں گونج رہی تھی۔
"اور یوسف؟ اسے واپس بھیجنے کے لئے کہا تم نے؟"
"جی کہہ دیا تھا میں نے اسے۔ اس کے بغیر تو سارے ہی کام ادھورے پڑے ہیں"
وہ کہتے ہوئے چیئر کھسکا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
روزانہ ناشتے کی ٹیبل پر ان باپ بیٹے کی یہ ہلکی پھلکی سی باتیں معمول کا حصہ تھیں۔
باقی سب خاموشی سے ناشتہ کرنے کے ساتھ ان کی یہ معمول کی باتیں سننے کے عادی تھے۔

-______________________

"اس وقت سعدین حویلی کے سرخ اینٹوں والے بڑے سے پورچ میں وائٹ کرولا داخل ہوئی تھی۔
جس کی ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والے نووراد کے چہرے پر تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی۔
پرانی سی جینز پر بلیک شرٹ پہنے اس نے آستینوں کو کہنیوں تک موڑ رکھا تھا۔
اس کی صاف جلد پر سرخی سی گھلی تھی۔
ماتھے پر بکھرے بالوں کو الٹے ہاتھ سے پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اس کا ارادہ سعادت غازی سے ملنے کے بعد اپنی انکیسی میں جانے کا تھا۔
جبھی کوئی عجلت میں چلتا وہیں آرہا تھا۔
"کب سے انتظار کر رہی ہوں تمہارا۔ جلدی نہیں آسکتے تھے؟"

گلابی لباس پر سیاہ چادر کو اپنے وجود کے گرد لپیٹے اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کے لب و لہجے میں مالکانا غرور ہی تھا۔

بیگ کندھے پر ڈالے اور فائل ہاتھوں میں پکڑے وہ یونیورسٹی کے لئے تیار تھی۔

کہنے کو تو یوسف صرف سالار کا خاص ملازم تھا۔

لیکن ملازموں کی ایک بڑی تعداد ہونے کے باوجود صرف وہی تھا جو حویلی والوں کے لئے قابل اعتبار تھا۔

پہلے اس کے والد ہمیشہ سعادت غازی کے جان نثار اور وفا دار ملازم رہے تھے۔ ان کے بعد یہ ذمہ داری اب یوسف نے سنبھال لی تھی۔

کہنے کو تو اس کے والد سعادت غازی کے دور پار کے کزن لگتے تھے رشتے میں۔

لیکن رتبے اور حیثیت میں وہ ان سے کافی پیچھے تھے۔

ان کے بیوی بچے بھی ایک چھوٹے سے گاوں میں رہتے تھے۔

روزگار کی تلاش میں جب سعادت غازی سے ذکر کیا تو انھوں نے اپنے ساتھ ہی زمینوں کے حساب کتاب کے لئے رکھ لیا۔

کیوں کے اس وقت انھیں بھی کسی قابل اعتماد شخص کی ضرورت تھی۔

جب بچے بڑے ہوئے تو انھوں نے پھر زمینوں کے ساتھ ساتھ دوسرے کام شروع کرتے ہوئے فیکٹریز بھی لگا لی۔

جس میں اللہ نے برکت بھی بہت ڈالی تھی۔

ان کا کپڑے کا کاروبار اب ملک کے ہر شہر تک پہنچ چکا تھا۔

جو دن رات دگنی چگنی ترقی کرتا جا رہا تھا۔

جس میں ساری محنت سعادت غازی کے بیٹوں اور پوتوں کی ہی تھی۔

یوسف کے والد کی زندگی پھر سعادت غازی کے ذاتی کاموں کو نمٹاتے ہی گزر گئی تھی۔

ان کی حیثیت ملازم جیسی نہیں تھی۔ لیکن اس سے زیادہ بھی نہیں تھی۔

بیماری کے باعث انھوں نے سعادت غازی سے اجازت لے کر اپنی باقی ماندہ زندگی گاوں میں گزارنے کا فیصلہ کرکے اپنی جگہ اپنے بیٹے یوسف کو سعدین حویلی بھیج دیا تھا۔

خاموش سا لیا دیا رہنے والا۔ ہر کام کو پوری جانفشانی سے تکمیل دینے والے یوسف کو پھر سالار نے اپنے ساتھ ساتھ رکھنا شروع کر دیا تھا۔

وہ اس کی ذہانت اور ایمانداری کا قائل تھا۔

لیکن حویلی کے بھی کئی کام نمٹانا اسی کی ذمہ داری تھی۔

سب سے بڑھ کر تو حویلی کی تمام خواتین کو جہاں بھی جانا ہو انھیں لے جانے اور واپس لانے کی ذمہ داری صرف اسی کی ہی تھی۔ باقی جو ڈرائیور تھے وہ صرف مرد حضرات کے ساتھ ہی ہوتے تھے۔

ریشام کے ایگزامز ہونے والے تھے۔ یوسف کی غیر موجودگی میں چھوٹے تایا ہی اسے لاتے لے جاتے تھے۔

آج جب انھیں یوسف کی واپس کا علم ہوا تو وہ بھی آفس جلدی چلے گئے تھے۔

"میں بڑے صاحب سے مل لوں پہلے؟ آپ تب تک گاڑی میں ویٹ کر لیں۔"

دونوں ہاتھ پشت پر باندھے وہ مخاطب اس سے ہی تھا لیکن نظریں اپنے جوتوں پر تھیں۔

"ویٹ کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ گاڑی نکالو جلدی۔۔ اگر میں لیٹ ہو گئی تو اسائنمنٹ سبمٹ نہیں کروا پاوں گی۔۔ اور اگر ایسا ہوا تو اس کے ذمہ دار صرف تم ہوں گے۔۔"

اس کا انداز سخت تھا۔

اس نے جو ایک بار کہہ دیا تو بس کہہ دیا۔

اس کی مجال نہیں تھی کے وہ اسکی بات کی نفی کر سکتا۔

"جی بہتر۔۔"

وہ اپنی ساری تھکن بھلائے، سر کو ہلکی سی جنبش دے کر وہ گاڑی دوبارہ باہر نکالنے کے لئے مڑ گیا تھا۔

"ابھی ہی تو واپس آیا تھا وہ کراچی سے۔۔ بیٹی اسے پانی تو پی لینے دیتیں"
ملازموں کی انچارج خالدہ بوا نے افسوس سے ریشام کو کہا تھا۔
"گاڑی میں ہی پی لے گا بوا۔ آپ اس کی اتنی فکر نہ کیا کریں۔۔ آپ بس میرے لئے دعا کریئے گا
کے میں وقت پر پہنچ جاوں۔۔"
وہ عجلت میں کہتی ہوئی چہرے کے گرد چادر سے نقاب کرتی یوسف کی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی۔
جو اس کا ہی منتظر تھا۔
اسائمنٹ جمع کروانے کی کل لاسٹ ڈیٹ ہے۔۔اور عبیر بھائی کی مایوں بھی۔۔
اسی لئے میں آج جا رہی ہوں کیوں کے کل ٹائم نہیں ملے گا۔"
گاڑی روڈ پر آتے ہی اس کی کھنکتی سی آواز گاڑی میں گونجی تھی۔
لیکن یوسف کی خاموشی پر آبرو کو ترچھا کرتے ہوئے وہ پھر بولی تھی۔
"تم نے بنا لی تھی اپنی اسائمنٹ؟"
"وقت نہیں ملا"
اس کے سوال پر یوسف نے سامنے ونڈ اسکرین کو دیکھتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔
جب وہ حویلی آیا تھا تو پرائیویٹ گریجویشن کر چکا تھا۔
اس کا پڑھائی کی طرف رجحان دیکھ کر سالار نے اس کا آگے ایڈمشن کروا دیا تھا۔
جو اب ریشام کی ہی یونیورسٹی سے اس کے ساتھ ہی ایم۔ بی۔ اے کر رہا تھا۔
سعادت غازی کی جانب سے ان دونوں کو ہی یہ ڈگری سلیکٹ کرنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔
یوسف کی تو وہ پڑھائی کے حق میں تھے ہی نہیں کے ایک ملازم کو پڑھانے ہی تک ہی آخر کیا بنتی
ہے۔
لیکن یہاں سالار نے انھیں یوسف کے پرائیویٹ ماسٹرز کرنے کے لئے قائل کر لیا تھا۔
اور رہی بات ریشام کی تو وہ چاہتے تھے کے ریشام میڈیکل پڑھے۔

ان کی نسل میں کوئی ایک تو ڈاکٹر ہو۔

لیکن عبیر اور سالار کا مائنڈ بزنس کی طرف تھا۔

بریزے نے گریجویشن کے بعد ہی پڑھائی کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

فاز کو الیکٹرکل انجینئرنگ میں انٹرسٹ تھا تو اس نے اسی فیلڈ کر ترجیح دی۔

سعادت غازی کے اکلوتے نواسے عاشر مرزا کا رجحان پڑھائی کے علاوہ ہر چیز میں تھا۔

انجینئرنگ یونیورسٹی میں ایڈمشن تو تھا اس کا۔

لیکن وہاں وہ شاذ و نادر ہی قدم رکھتا تھا۔

اور رہی ریشام ضمیر غازی۔۔

تو اس نے بزنس کی فیلڈ کو چنا تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کے ڈگری مل جانے کے بعد بھی وہ کسی آفس میں جاب نہیں کر سکے گی۔

نہ ہی اپنے خاندانی کاروبار میں حصہ لے سکے گی۔

"پھر تو تم ایگزامز بھی نہیں دو گے یہ بہانہ کر کے کے تمہیں وقت نہیں مل سکا یونی جانے کا"

اس کا لہجہ تھوڑا تلخ تھا۔

اس بار بھی وہ جواب میں صرف شانے اچکا کر رہ گیا تھا۔

"کل لاسٹ ڈیٹ ہے۔ تم نے اسائنمنٹ بنائی بھی ہے یا نہیں؟"

ریشام کی نظریں بیک ویومر پر تھیں۔

جہاں یوسف کی آنکھوں پر لگے ڈارک گاگلز ہی نظر آرہے تھے۔

معلوم نہیں اب وہ اسے دیکھ بھی رہا تھا یا نہیں۔

ویسے تو اس کا دھیان صرف ڈرائیونگ کی جانب مبذول تھا۔

"میں کل سبمٹ کروا دوں گا"

"یعنی کے نہیں بنائی۔۔ اور اب پوری رات بیٹھ کر بناو گے"

وہ بڑبڑاتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

اسے بہت کھلتا تھا یوسف کا حویلی والوں کے لئے خود کی ذات کو نظر انداز کرنا۔

حویلی کے کشادہ صحن میں مایوں کے فنکشن کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔

دور و نزدیک کے سب ہی رشتے دار بھی ایک ایک کر کے وہاں آنے لگے تھے۔

حویلی کے جو کمرے استعمال میں نہیں تھے ان کی صفائی اور آرائش کروا کر مہمانوں کے لئے تیار کروائے جا رہے تھے۔

وہ اپنے کمرے میں پیپر کی تیاری کر رہی تھی لیکن زاریہ غازی نے اسے بھی باہر بھیج دیا تھا کیوں کے وہ لگے ہاتھوں اس کے کمرے کی بھی تھوڑی بہت سیٹنگ چینج کروا رہی تھی۔

ایک تو وہ پہلے ہی دھیان سے نہیں پڑھ پا رہی تھی۔

اوپر سے اسے کمرے سے ہی بے دخل کر دیا گیا تھا۔

وہ جھنجھلاتی ہوئی کتابیں پکڑے سیڑھیاں اتر کے نیچے کی جانب جانے لگی تھی۔

جہاں ملازموں کے ساتھ ساتھ پتا نہیں کون کون سے رشتے دار موجود تھے۔

"یہ سب بھی پتا نہیں کب تک یہاں رکیں گے۔۔"،

نیچے کا ماحول تو پڑھائی کے لئے ہر گز سازگار نہیں تھا۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ ایسے کون سے کونے میں جا کر بیٹھے جہاں کوئی اسے ڈسٹرب کرنے والا نہ ہو۔

"آج تو پڑھائی کی جان چھوڑ دو۔"

عبیر نے اچانک ہی اس کے ہاتھ سے بکس چھینتے ہوئے کہا۔

"عبیر بھائی۔۔۔"

اس نے ناراضگی سے انھیں دیکھا۔

"آپ کو میرے ایگزامز کے دن ہی ملے تھے شادی کرنے کے لئے ؟"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔

"اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے بھئی۔۔ تمہیں تو معلوم ہے سارے فیصلے دادا جان کے ہوتے ہیں"

عبیر نے پھولوں سے لپٹی ہوئی ریلینگ سے ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک تو دادا جان ---"

گھٹنوں کے گرد بازو باندھے وہ ناراضگی سے نیچے کی چہل پہل کو دیکھ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو۔۔ سالار آجائے گا تو وہ تیاری کروادے گا تمہیں پیپرز کی"

"وہ کیا تیاری کروائیں گے ؟۔۔"

اس نے پھولے منہ سے کہا۔

" ان کے پاس کچھ پوچھنے چلی جاوں تو انھیں کافی پینے کا دل چاہنے لگتا ہے۔ یا پھر انھیں ڈھیروں ڈھیر پریس ہوئے کپڑوں کو چھوڑ کو وہیں شرٹ پہننی ہوتی ہے جو پریس نہیں ہوئی وی ہوتی۔۔ اور پھر اپنے سارے کام کروانے کے بعد کہتے ہیں کے تم کتنی کند ذہین ہو جو اتنا سا سوال نہیں سمجھ آرہا"

سالار کی طرف سے تو وہ کافی تپی بیٹھی تھی۔

"میں بتاوں گا سالار کو کے کتنی شکایتیں ہیں تمہیں اس سے"

عبیر نے شرارت سے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"ضرور بتائیے گا۔۔ تاکے انھیں بھی تھوڑا احساس ہو"

اس کے سرخ سفید چہرے پر ناراضگی سی تھی۔

"یوسف بھی تو تمہاری کلاس میں ہی پڑھتا ہے۔۔ اور وہ بے چارہ تو تم سے کئی گناہ زیادہ کام کرتا ہے۔۔ لیکن وہ تو کبھی کمپلین نہیں کرتا۔۔ اور اس کے باوجود بھی اچھے نمبرز سے پاس ہوتا ہے"

"اچھے نمبرز سے پاس ہونے میں اور بہت اچھے نمبرز سے پاس ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے عبیر بھائی۔۔

یوسف کے ساتھ بھی سالار بھائی ایسے ہی کرتے ہیں۔ اسے بھی اپنے نا ختم ہونے والے کاموں میں لگا کر رکھتے ہیں۔۔ اسے تو پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔"

سیاہ کڑھائی والے سوٹ پر بڑے سے دوپٹے کو پیشانی تک لئے وہ سیڑھیوں پر بیٹھی شکایتوں پر شکایتیں کیئے جا رہی تھی۔

جبکہ اس کے پاس کھڑا عبیر مسکراتے ہوئے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

صرف ایک وہی تھا جس سے وہ اپنی ساری باتیں شئیر کرتی تھی۔

فاز اس سے چھوٹا تھا۔ بریزے اور اس کی نیچر میں کافی فرق تھا۔

اور رہی بات عاشر کی تو۔۔

وہ اپنے آپ میں ہی مگن رہتا تھا۔

وہ شروع سے ہی الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا۔

"ریشام بیٹا اٹھو۔۔ میرے روم میں جا کر پڑھ لو سکون سے"

رائمہ پھوپھو نے اس کی پریشان سی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو پھوپھو۔۔آپ سچ میں بہت اچھی ہیں۔"

وہ فوراً سے پرجوش سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اور اگر آپ نے سالار بھائی سے میری کوئی شکایت لگائی تو اچھا نہیں ہوگا عبیر بھائی"

وہ دھونس سے کہتی اس کے ہاتھ سے اپنی کتابیں لیتی دوبارہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

"پیچھے وہ دونوں اس کے انداز پر مسکرا کر رہ گئے تھے۔

تارکول کی صاف شفاف سڑک رات کی تاریکی میں بھی روشن دکھائی دے رہی تھی۔

جہاں روڈ کے بیچ و بیچ ایک فنشنگ لائن لگی ہوئی تھی۔ جس کے پاس ہی کچھ تعداد میں لوگ بھی کھڑے بے چینی سے ریس کے اختتام کے منتظر تھے۔

جبھی دفعتا دور سے اٹھتا دھواں وہاں کسی کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔

شائقین کا جوش و خروش قابل دیدی تھا۔

بلند آواز سے اپنے امیدواروں کے نام پکارتے وہ سنسان روڈ پر تہلکہ مچائے ہوئے تھے۔

دیکھتے دیکھتے ہی ایک بائیک سوار، دونوں ہاتھوں کو اڑنے کے سے انداز میں سیدھا پھیلائے نہایت ہی تیزی سے فنشنگ لائن کراس کر گیا تھا۔

فضا میں اس کے نام کے ترانے بجنے لگے تھے۔ مائیک پر اس کی جیت کی خبر دی جارہی تھی۔

اس کے گرد اس کے دوستوں نے جھمگٹا لگا لیا تھا۔

جس نے گلوز اتارنے کے بعد ہیلمٹ بھی اتار کر اپنے بکھرے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا تھا۔

"کہا تھا ناں۔۔ نہیں ہاروں گا"

آئی برو کو خفیف سی حرکت دیتے ہوئے اس نے اپنے دوست کو دیکھا تھا۔

خود کی ذات پر جو اس کا یقین تھا وہ اس کی گہری آنکھوں میں بخوبی دکھائی دے رہا تھا۔

اور اس کی مسکراہٹ۔۔

ایک بار اسے مسکراتے ہوئے دیکھنے والے ہزار بار اس کے صدقے اتاریں۔۔

"عاشر۔۔۔ عبیر بھائی کی کال"

ایک لڑکا اس کا فون پکڑے اس کی اسکرین سامنے کیے بولا۔

"بوتل سے پانی پیتے ہوئے وہ گھونٹ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔

ہاتھ کی پشت سے لب صاف کرتے ہوئے وہ بائیک سے اتر کر اپنا فون لیتا ایک طرف آچکا تھا۔"

"جی عبیر بھائی؟"

"کیا وقت ہو رہا ہے ؟"

"امم--"

اس کے سپاٹ و سرد لہجے پر عاشر نے سوالیہ انداز میں اپنے دوستوں کو دیکھتے ہوئے سمیع کا ہاتھ پکڑ کر اس کی کلائی سامنے کی۔

""""ایک بجنے میں پندرہ منٹ ہیں"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا

"اور تم مجھ سے وعدہ کر کے گئے تھے کے دس بجے گھر پر موجود ہوں گے--- دادا جان کے پاس جاوں میں پھر؟"

"غصہ مت کریں یار -- میں نکل رہا ہوں-- بس ابھی نکل رہا ہوں--"

فون کو کان اور کندھے کے بیچ دبائے اس نے بائیک اسٹارٹ کی تھی۔

"جانی ٹریٹ؟"

اس کے سارے دوست اس انتظار میں تھے کے ریس کی انعامی رقم کے بعد اچھی سی دعوت اڑائیں گے۔

لیکن عاشر کو عجلت میں نکلتے دیکھ اس کی بائک کے سامنے آگئے تھے۔

"ٹریٹ سے زیادہ اس وقت میرا گھر پہنچنا ضروری ہے۔ ورنہ دادا جان میرا قتل کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گے -"

فون کو جیکٹ کی جیب میں رکھ کر وہ ہیلمٹ پہنتے ہوئے ان دے معذرت کر رہا تھا۔

تاریکی میں ڈوبی ہوئی حویلی کے ایک کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔

جہاں سے باہر آتی روشنی دور تک گئی تھی۔

سیاہ شال کو اچھی طرح خود پر لپیٹے وہ روم سے نکل کر دبے قدموں کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ویسے تو حویلی کی لڑکیاں کچن میں ذرا کم ہی قدم رکھتی تھیں۔

لیکن رات کے اس پہر بریزے کے لئے کافی بنانے کے لئے کوئی ملازم نہیں جاگ رہا تھا۔

اس لئے ناچار اسے خود ہی آنا پڑا۔

کچن میں بنی بڑی سی کھڑکی سے باہر لان اور پورچ کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔

جو رات کے اندھیرے میں اور بھی سنسان سا لگ رہا تھا

کافی پھینٹتے ہوئے وہ چونک کر کھڑکی کے پاس آئی ۔ جہاں یوسف کسی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔

اس کی سیاہ آنکھوں میں اچانک ہی حیرت ابھری تھی۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے اس وقت؟"

وہ خود کلامی کے انداز سے میں بولی۔

اور پھر کچھ منٹ بعد ہی ایک کال ریسیو ہونے پر

اس نے چھوٹا گیٹ کھول دیا۔

جہاں سے وہ اپنی بائیک اندر لے آیا تھا۔

اپنے الٹے کاموں میں وہ ہمیشہ یوسف کو ہی اپنا رازدار بناتا تھا۔

"کیا بنا ریس کا؟"

اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے استفسار کیا۔

"وہی جو ہمیشہ بنتا ہے۔۔ جیت کر آیا ہوں آج بھی"

اس کے سنجیدہ انداز میں فخر نمایاں تھا۔

"اس جیت کی خوشی تو صبح سیلیبریٹ کریں گے دادا جان۔"

تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ قریب چلی آئی تھی۔

شال کو اپنے گرد لپیٹے۔ تمسخر سی مسکان کے ساتھ وہ عاشر کو سخت ناگوار لگی تھی۔

"کیوں جاگ رہی ہو تم اس وقت؟"

اسکی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے۔

ان دونوں کو آمنے سامنے آتے دیکھ یوسف نے وہاں سے چلے جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔
ان دونوں کی تلخ کلامی سے تو سب ہی حویلی والے پناہ مانگتے تھے۔
لہجے میں بھی تلخی سی گھلی تھی۔
"میں تو کافی پینے کے لیے جاگ رہی تھی۔۔ لیکن تم۔۔"
اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔
انداز حیرت بھرا طنزیہ سا تھا۔
عاشر کچھ سخت کہنے لگا تھا جبھی اس نے کافی کا مگ اس کے سامنے کر دیا تھا۔
"پیو گے؟ ۔۔میری طرف سے تمہاری جیت کی ٹریٹ"
اس نے بس ایک نظر اس کی ہاتھ میں پکڑے مگ کو دیا تھا۔
کافی کی خوشبو اور بھاپ اڑاتا بڑا سا سیاہ مگ۔۔
جس پر کوئین کے الفاظ کندہ تھے۔
"تمہارے ہاتھ کی بنی کوئی چیز کھانے، پینے سے بہتر ہے میں زہر کھا لوں"
زہر خندہ لہجے میں بولتا وہ وہاں رکا نہیں تھا۔
پیچھے وہ شانے اچکا کر رہ گئی تھی۔
"زہر نے تم پر کیا اثر کرنا ہے۔۔ تم خود ایک چلتے پھرتے زہر ہو۔۔"

"رات کا جانے کون سا پہر تھا۔
گہرے ہولناک سناٹے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف گھنے درختوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔
صاف شفاف آسمان پر چودھویں کا پورا چاند اپنی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔
لیکن اس خالی روڈ پر اسے نیم اندھیرا نظر آرہا تھا۔

آس پاس نظریں دوڑاتا وہ سیدھ میں قدم بڑھاتا جا رہا تھا۔
اچانک سے اسے شدید دھند سی اپنی آنکھوں میں چھبنے لگی تھی۔
اسے ٹھیک سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
جبھی اپنے پیچھے اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔
وہ چونک کر پلٹا۔
لیکن خاموشی اور دھند کے سوا اسے نا کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔
"کون ہے وہاں؟---"
اس کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔
خون اس کی رگوں میں جمنے لگا تھا۔
شدید ہوا کے تھپیڑے اس کے چہرے پر پڑتے اسے سن کر رہے تھے۔
کھانسی کا ایک شدید دورہ اسے پڑا تھا۔
اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔
اس حالت میں بھی وہ چلتا جا رہا تھا۔
اس کے قدم خود بخود اٹھ رہے تھے۔
جب آہستہ آہستہ وہ دھند اس کے سامنے سے چھٹنے لگی۔
وہ شاک کے عالم میں سڑک کے بیچ میں کھڑے اس وجود کو دیکھے جا رہا تھا۔
جس کا خوبصورت چہرہ اس وقت انتہائی سفید تھا۔
اس کے لمبے سیاہ بال ہوا سے اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔
اس کے لب ---
ایک مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔
پر درد سی مسکراہٹ--

اس کی آنکھیں زندگی کی رونق سے عاری تھیں۔

ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈالتی وہ مڑ گئی تھی۔

"رکو۔۔۔ میں نے کہا رکو"

کھانستے ہوئے وہ بمشکل اسے روکنے کے لیے چیخ رہا تھا۔

"وہ اٹھ کر اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ لیکن قدم تھے کے جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے۔

اس کے سر میں ضربیں لگنے لگی تھی۔

درد کی شدت سے بلبلاتا وہ وہیں روڈ پر گر گیا تھا۔

جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔

اس کا پورا وجود پسینے میں شرابور تھا۔

اس کے چہرے سے بھی پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے اس کی سانس دھونکی کی مانند چل رہی تھی۔

اس کی سرخ پڑتی نم آنکھوں میں گہرا کرب تھا۔

لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے وجود کو تیز دھار آلے سے کاٹ رہا ہو۔

گہری سانسیں بھرتے ہوئے وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن اس کا ذہن ابھی تک اسی منظر میں قید تھا۔

جو اس کے لئے جتنا دردناک تھا۔ اتنا ہی اسے عزیز بھی تھا۔

زمین پر بیٹھے اس نے سر کی پشت بیڈ سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔

بند پلکوں میں ہلکی سی لرزش ہو رہی تھی۔

آنسو اس کی آنکھ کے کنارے سے پسھلتے جا رہے تھے۔

''ہزار دفعہ تم دونوں سے کہا ہے کے وقت سے گھر پہنچ جایا کرو۔۔ لیکن تم لوگوں نے تو قسم کھا رکھی ہے میری کسی بات پر کان نہ دھرنے کی۔۔''

یہاں سے وہاں چکر کاٹتے فرمان درانی کا غصہ آج حد سے سوا تھا۔

''اور کتنی بار میں تم دونوں کو بتاؤں اور کس زبان میں سمجھاوں کے شارٹ کٹ کے چکر میں اس راستے کو استعمال مت کیا کرو۔۔ تمہیں کیوں نہیں سمجھ آتی میری بات؟''

ان کے غصے کا نشانہ اس وقت مہد تھا جو چپ چاپ سر جھکا کر سننے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

''بس کر دیں فرمان۔۔''

دائم کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی عیشہ نے ملتجی نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا تھا۔

''تم تو ان دونوں کی سائیڈ ہرگز مت لینا عیشہ''

وہ سختی سے اسے خاموش کروا گئے تھے۔

''اور تم سے کہا تھا میں نے داریان کو بلانے کے لئے؟''

''جج جی بھائی میں گیا تھا''

عیشہ کے بعد فرمان کا رخ اپنی جانب ہوتے دیکھ وہ ہڑبڑا کر بولا۔

''میں گیا تھا بلانے۔ لیکن وہ نماز پڑھ رہے تھے۔۔ وہ بھی ڈیڑھ بجے۔۔ شاید تہجد کی پڑھ رہے تھے۔۔ کیوں کے ازانیں تو ہوتی نہیں اس وقت ''

اپنی سوچ و بچار کے مطابق اس بے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

''تم سے تفصیل میں جانے کو نہیں کہا میں نے۔۔خاموشی سے بیٹھو''

ان تیز لہجے میں کہنے پر اس نے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''بخار نہیں اترا اس کا ابھی تک؟''

روم میں نووارد کی آواز ابھری تھی۔

سیاہ قمیض شلوار زیب تن کئے وہ آستیوں کے کف پلٹتے ہوئے محو سوال تھا۔

''میں نے اپنی ساری کوششیں کر کے دیکھ لی ہیں۔۔ لیکن اس کا بخار کسی طور کم نہیں ہو رہا''

تشویش سے کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھیں۔

''صرف تمہاری شے دینے کا نتیجہ ہے یہ داریان۔۔''

وہ اس سے بھی خفا تھے۔ لیکن وہ اس پر مہد اور دائم کطرح غصہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی اسے ڈانٹتے تھے۔

''بھائی آپ پریشان نہ ہوں۔۔ صبح تک بلکل ٹھیک ہو جائے گا''

دائم کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر مخصوص انداز میں کچھ دعائیں پڑھ کر دم کرنے کر بعد وہ اب ان سے مخاطب ہوا تھا۔

''ان کے نائٹ میچ کا فائنل تھا اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر مجبوراً میں نے انھیں جانے دیا۔۔۔آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔آئیم سوری ۔۔''

نظریں جھکائے ہوئے وہ شرمندہ سا بولا۔

''خیال رکھنا آئندہ۔۔''

گہری سانس بھر کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے وہ اسے باور کرواتے ہوئے روم سے باہر چلے گئے تھے۔

فرمان درانی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کا فن صرف اسے ہی آتا تھا۔

''توبہ ہے بھابھی ۔۔کتنا ڈانٹے ہیں آپ کے شوہر نامدار''

ہوش تو اسے کب کا آچکا تھا۔

آنکھیں موندے لیٹا صرف فرمان کے وہاں سے جانے کا منتظر تھا۔

ان کے جاتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے عیشہ سے مخاطب ہوا۔

''تم لوگوں کی وجہ سے آج مجھے بھی ڈانٹ پڑ گئی ان سے۔۔ اور تمہیں ضرورت ہی کیا تھی اس راستے سے آنے کی؟۔۔معلوم بھی ہے کے کتنا خطرناک راستہ ہے''

"کوئی خطرناک نہیں ہے بھابھی۔۔ کوئی جنات ونات نہیں رہتے وہاں پر۔۔۔کسی نے ایسے ہی افواہ پھیلا دی۔ اور آپ نے اور فرمان بھائی نے اس کو سچ مان لیا۔۔"

مہد نے لاپرواہی سے کہا۔

"یقین مانیں فرمان بھائی کے سخت آرڈرز کی وجہ سے ہم اس راستے کو استعمال ہی نہیں کرتے۔ صرف آج ہی جلدی کی وجہ سے وہاں سے شارٹ کٹ لیا تھا۔ ہمیں تو نہ کوئی جن نظر آیا اور نہ کوئی اس کی آل اولاد"

دائم کا انداز بھی مہد جیسا تھا۔

"وہ تو صاف ہی دکھ رہا ہے۔۔پورے تین گھنٹے بعد جاگے ہو تم۔۔جب گھر آئے تھے معلوم تھا کے کیا حالت ہو رہی تھی تمہاری؟"

"وہ تو میچ جیتنے کی خوشی میں الٹا سیدھا کھا لیا تھا دوستوں کے ساتھ۔۔شاید اسی سے فوڈ پوائزن ہوا ہوگا۔۔ لیکن آپ اور فرمان بھائی نے تو ایسے مان لیا جیسے نا جانے کتنے جناتوں کا مجھ پر سایہ ہو گیا۔"

دائم کا انداز اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔

"تمہیں ہم پر یقین نہیں ہے تو داریان سے پوچھ لو۔ "

عیشہ کے کہنے پر وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جو سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔

ہتھیلی کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے وہ انھی کو سن رہا تھا۔

"آئندہ پرفیوم کا استعمال کر کے اگر تم اس راستے سے گزرے تو پھر ۔۔۔ تم دونوں کے سارے پرفیومز اٹھا کر میں باہر پھینک دوں گا"

خلاف معمول اس کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ڈونٹ ٹیل می داریان بھائی کے اس پر واقعی میں کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے؟ "

عدیم کا انداز حیران کن تھا۔

"نہیں ہوا کوئی سایہ۔۔۔ لیکن ہر جنات اتنے نیک نہیں ہوتے کے آسانی سے پیچھا چھوڑ دیں"

"آپ تو ڈرا رہے ہیں بھائی--- دائم کے بچے کون سے لیڈیز پرفیومز استعمال کیے تھے تو نے جو وہ جنات تیرے پیچھے پیچھے چلتے گھر تک آگئے؟"

کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ جو بیڈ پر نیم دراز تھا۔

"لیڈیز پرفیومز تو مت بول-- اتنے پیارے اور مہنگے سینٹ ہیں میرے"

وہ ناراض ہی ہو گیا تھا۔

"جو بھی ہیں-- لیکن آئندہ انھیں استعمال کرتے ہوئے احتیاط کرنا-- "

داریان نے آج سے پہلے کبھی ان دونوں کو اس طرح سے نہیں روکا تھا۔

"جب تمہیں پتا ہے کے تمہیں وہاں جانے کی اجازت کبھی نہیں ملنی تو کیوں ضد کر رہی ہو بریزے؟"

حمنہ غازی اس کی ایک ہی رٹ سے اب زچ ہو چکی تھیں

"ہانی میری بیسٹ فرینڈ ہے مما--آج سے پہلے کبھی میں نے کہیں جانے کی ضد نہیں کی-- آج جانے دیں بس۔ اس کا برتھ ڈے ہے۔ میں نہیں جاوں گی تو وہ ناراض ہو جائے گی"

وہ کب سے انھیں منانے کی کوشش کر رہی تھی

"رات کو مہندی کی رسم ہے اور پھر بھی تمہیں اپنی دوست کے گھر جانا ہے؟"

کچن میں ملازموں کو کام سمجھاتے ہوئے وہ ساتھ ہی اس سے محو گفتگو تھیں۔

"فنکشن اسٹارٹ ہونے سے پہلے آجاوں گی۔پلیز مما جانے دیں ناں"

"تمہارے دادا جان کبھی نہیں مانیں گے"

"میں ان سے خود اجازت لے لوں گی-- بس آپ ایک بار ہاں کر دیں"

گہری سانس بھر کر حمنہ غازی نے اپنی ضدی بیٹی کو دیکھا تھا۔

جسے اپنی ضد منوانے میں کمال حاصل تھا۔

"ٹھیک ہے جاو۔۔ لیکن دو گھنٹے میں حویلی واپس پہنچ جانا۔۔"
جان چھڑانے والے انداز میں انھوں نے اجازت دے دی تھی۔
انھیں معلوم تھا کے دادا جان نے کسی طور اجازت نہیں دینی۔

سینے کے بل لیٹے ہوئے وہ کچی نیند میں تھا جب مستقل ہونے والی دستک سے اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔
تکیہ اٹھا کر اس نے سر پر اس طرح سے رکھا تھا کے کوئی آواز اس کے کانوں میں نہ جائے۔ لیکن دروازے پر شاید کوئی ڈھیٹ طبعیت کا انسان ہی کھڑا تھا۔
جو جواب نہ ملنے پر بھی مستقل بجائے جا رہا تھا۔
ایک تو وہ پہلے ہی حویلی میں ہو رہے شور و ہنگامے کی وجہ سے اپنی نیند ٹھیک سے پوری نہیں کر پا رہا تھا اوپر سے یہ دستک ایک عذاب مسلسل کی طرح اس کی سماعتوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔
تکیے کو ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ اٹھا تھا۔
جارحانہ انداز میں لاک کھولا تو سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر اس کا دل چاہا تھا اس کا سر ہی پھاڑ دے۔
"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟۔۔ کیوں میری نیند خراب کر رہی ہو؟"
نیند کے خمار کے باعث اس کی آنکھیں سرخ ڈوروں سے سجی تھیں۔
چہرے پر سخت غصے کے تاثرات تھے۔
"وہ۔۔ مجھے اپنی دوست کے گھر جانا ہے کچھ گھنٹوں کے لئے۔۔ دادا جان نے کہا ہے کے عاشر کے ساتھ چلی جاو"
اس کے غصے کا اثر لیے بغیر اس نے جلدی سے کہا تھا۔

"عاشر تمہارا باڈی گارڈ نہیں ہے-- دفع ہو جاو یہاں سے "
چبا کر کہتے ہوئے وہ اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا تھا-
"ہاو ڈئیر یو؟"
بریزے کی شفاف پیشانی پر کتنے ہی بل نمودار ہوئے تھے-
اس نے پھر سے دروازہ بجانا شروع کر دیا تھا-
لگاتار دس منٹ تک بجانے کے بعد پھر سے دروازہ کھلا تھا-
اس کا غصے سے تنا ہوا چہرہ سامنے تھا-
عاشر کا بس چلتا تو ابھی اس کی جان لے لیتا-
"دیکھو تمہیں بھی پتا ہے کے مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری شکل دیکھنے یا تمہاری منتنیں کرنے کا-- لیکن دادا جان نے کہا ہے کے اگر تم نہیں لے کر جاو گے تو وہ مجھے اکیلے نہیں جانے دیں گے--صرف آدھے گھنٹے کا کام ہے- مجھے میری دوست کے گھر ڈراپ کر دو ورنہ پھر--"
اس کے دوبارہ دروازہ بند کر دینے کے ڈر سے وہ ایک ہی سانس میں بول گئی تھی-
"کیا ورنہ؟"
"اگر نہیں لے کر جاو گے تو بتا دوں گی دادا جان کو کے رات کو کس وقت گھر آتے ہو تم"
اس کے اکڑ کے کہنے پر اس کا دماغ ہی تو گھوم گیا تھا-
"دھمکی دے رہی ہو تم مجھے؟"
دروازہ دھکیل کر پورا کھول کے وہ دو قدم بڑھ کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا-
انداز جارحانہ تھا-
"نن نہیں بھئی--- دھمکی نہیں دے رہی صرف بتا رہی ہوں-- اگر نہیں لے کر جاو گے تو---"
دنیا جہاں کی معصومیت لہجے میں سموتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی-
نچلا لب دانتوں تلے دبا کر اس نے کتنے ہی سخت الفاظوں کو لبوں پر آنے سے روکا تھا-

حویلی میں سب کو ہی معلوم تھا کے دادا جان نے اس کے واپس آنے کا وقت دس بجے کا مقرر کر رکھا ہے۔

اس کے باوجود بھی وہ ہمیشہ بارہ بجے کے بعد ہی واپس آتا تھا جب ساری حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی۔

ملازموں اور مکینوں کے علم میں ہوتے ہوئے بھی وہ کبھی سعادت غازی سے اس کی شکایت نہیں کرتے تھے۔

وہ ہر ایک کو شیشے میں اتارنے میں ماہر تھا۔ لیکن سوائے بریزے غازی کے---

ویسے تو وہ بھی جلدی سو جانے کی عادی تھی۔

لیکن جس دن جاگ رہی ہوتی تھی اس دن اگر عاشر کو وہ دیر سے گھر آتے ہوئے دیکھ لیتی تھی تو پھر صبح ناشتے کی ٹیبل پر لازمی اس کی شکایت دادا جان سے لگایا کرتی تھی۔

جس کے بعد ایک طویل لیکچر اور ڈانٹ عاشر کو سننے کو ملتی تھی۔

کھڑکیاں کھلی ہونے کے باعث ٹھنڈی اور خنک ہوائیں سیدھی اس کے کمرے میں آرہی تھیں۔

جنھیں بند کرنے کی نیت سے اس نے ایک پٹ کو تھاما ہی تھا کے نظریں بے ساختہ ہی اس انیکسی کی جانب اٹھیں۔

حویلی کے سامنے کافی سارے خالی رقبے کے بعد ہی بیرونی دروازہ آتا تھا۔

جس کے دائیں جانب بنی اس سفید رنگ کی چھوٹی سی انیکسی کی بتیاں آج روشن تھیں۔

ورنہ تو عموماً اس وقت وہ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں۔

چادر اٹھا کر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے وہ بغیر چاپ کیۓ قدم اٹھاتی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔

چوکنے انداز میں یہاں وہاں دیکھ کر چلتے ہوئے اس کا رخ اس انیکسی کی جانب تھا۔
جو یوسف کے زیر استعمال تھی

اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر وہ کافی مہارت سے گاڑی دوڑا رہا تھا۔
خاموشی سے بیٹھے ہوئے اس کی پوری توجہ اپنی ڈرائیونگ کی جانب مرکوز تھی۔
وہ بھی کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے قدرتی مناظر کو دیکھنے میں مگن تھی۔
یہ تو طے تھا کے جب بھی وہ دونوں تنہا ہونگے یا تو ان کا جھگڑا ہوگا یا پھر دونوں ہی خاموش رہیں گے۔
نارمل گفتگو ان کے درمیان جیسے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔
عاشر کو تھکن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی نیند کی کمی کے باعث سرخی سی تھی۔
لیکن ہر بار ایسا ہی ہوتا تھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھوں بلیک میل ہو جایا کرتا تھا۔
"بریزے کی دوست کا گھر ساتھ والے گاوں میں تھا۔ جس کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا۔
کچھ عاشر کی رش ڈرائیونگ نے بھی ان کو جلدی پہنچا دیا تھا۔
"اب تم جا سکتے ہو۔۔ واپسی پر میں یوسف کو فون کر دوں گی وہ آجائے گا لینے۔"
بیگ کا اسٹریپ کندھے پر ڈال کر وہ چادر کا کونہ ٹھیک کرتے ہوئے سرسری سا بولی۔
ابھی یوسف کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ عاشر کے ساتھ آنے پر مجبور ہوئی تھی۔
"تم نے تو کہا تھا آدھے گھنٹے کا کام ہے"
اس کا انداز چبھتا ہوا تھا۔
"ہاں لیکن مجھے دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔۔ تم یقیناً یہاں بیٹھ کر میرا انتظار نہیں کرنا چاہو گے۔۔
اس لئے واپس حویلی چلے جاو۔۔ میں آجاوں گی بعد میں۔"
بریزے کا اتنا لاپرواہ انداز اسے آگ لگانے کے لئے کافی تھا۔

لب بھنچے وہ اسے گاڑی سے اتر کر اس گھر کی جانب بڑھتے دیکھ رہا تھا جہاں باہر ہی اس کی دوست کھڑی اس کی منتظر تھی۔

خود پر بے پناہ ضبط کرتے ہوئے وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کرنے لگا تھا۔

لیکن پھر بھی اسنے شکر ہی کیا تھا۔

وہاں آدھا گھنٹہ بھی اس کے انتظار میں بیٹھنا محال تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے سونا۔۔"

وہ گرم جوشی سے اس سے گلے ملی۔

"تھینک یو سوچ۔۔مجھے لگا تھا تم نہیں آو گی۔۔"

"ایسے کیسے نہیں آتی۔۔ اب تو تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کے تم مجھے کتنی عزیز ہو کے تمہارے لئے میں اس عاشر کے ساتھ سفر کر کے یہاں آئی ہوں"

اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ویسے حیرت ہے مجھے۔۔ تم دونوں نے بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اتنا سفر کیسے کر لیا۔

سونا نے حیرانگی سے پوچھا۔

ان دونوں کے لڑائی جھگڑے سے وہ اچھے سے واقف تھی۔

"بس کرو۔۔ اب اس کا ذکر کر کے موڈ خراب نہیں کرو۔۔ اور یہ رہا تمہارا گفٹ۔"

بریزے نے ساتھ ہی گولڈن ریپر میں ریپ ہوا گفٹ اس کی جانب بڑھایا

"تھینک یو تو میں ہر گز نہیں بولوں گی۔۔۔ اب چلو اندر۔۔ تمہاری پسند کی ڈشز بنوائی ہیں میں نے۔"

اس کا بازو پکڑے وہ گھر کے اندر لے آئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کھانا کھا کے وہ دونوں باہر نکل آئی تھیں۔

یہ پہاڑی علاقہ بھی کافی سر سبز اور شاداب سا تھا۔

وقت کا تو انھیں احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں کافی دور نکل آئی تھیں۔

''کچھ دیر اور رک جاتی ناں یار۔۔''

اس نے جیسے ہی یوسف کو فون کر کے آنے کے لئے کہا سونا نے ناراضگی سے بولی۔

''پہلے ہی بہت ٹائم ہو گیا ہے۔۔ رات کو عبیر بھائی کی رسم بھی ہے۔ اور مجھے ریڈی بھی ہونا ہے۔۔''

جانے کا تو اس کا دل بھی نہیں کر رہا تھا۔

اگر جانا ضروری نہ ہوتا تو میں ضرور رک جاتی۔۔''

''حویلی میں تو رونق لگی ہوئی ہوگی ناں۔۔ آخر کو اتنے رشتے دار ہیں تم لوگوں کے۔۔''

''ایسی ویسی رونق؟۔۔وہاں تو ایسا لگتا ہے جیسے ایک چھوٹا گاوں آباد ہو گیا ہو۔۔''

وہ ہنستے ہوئے کہتی چلتے چلتے ایک دم رکی تھی۔

لگا جیسے اس کا سر کسی سخت چیز سے ٹکرایا ہو۔

''کیا ہوا؟''

سونا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا جو اپنی پیشانی مسل رہی تھی۔

''پتا نہیں۔۔ ایسے لگا جیسے کسی دیوار سے ٹکرا گئی ہوں۔۔''

''دیوار سے؟''

سونا اس کی بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑی۔

''یہاں دور دور تک تمہیں کوئی دیوار نظر آرہی ہے؟''

بریزے نے چاروں جانب نگاہ دوڑائی۔ جہاں دور تک خالی زمین تھی۔۔کسی در و دیوار کا تو نام و نشان نہیں تھا۔

''کوئی وہم ہوا ہوگا تمہیں''

''مجھے کوئی وہم نہیں ہوا سونا۔۔''

وہ نروٹھے سے انداز میں بولی۔

اس علاقے کا موسم آج خشک اور سرد تھا۔

صبح سے سورج اور ہوا کا نام و نشان نہیں تھا۔

لیکن بریزے کے سر سے ڈھلکی ہوئی چادر اور اس کے بال ہوا سے لہرانے لگے تھے۔

"ایک تو یہاں موسم کا بھی کچھ پتا نہیں ہوتا۔ صبح کچھ ہوتا ہے اور شام میں کچھ۔"

سونا نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے پھر سے چلنا شروع کر دیا تھا۔

"تم ہمیشہ کی طرح لیٹ مت کر دینا۔۔شادی میں وقت سے پہنچ جانا۔۔"

"تم فکر ہی مت کرو۔۔ سب سے پہلے مہمانوں میں تم مجھے ہی پاو گی۔۔"

واپسی کے راستے پر گامزن ان کے قدم مٹی پر نقش ہوتے جا رہے تھے۔

یوسف کے ساتھ جب وہ حویلی پہنچی تو وہاں تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔

سورج ڈھلتے ہی فنکشن بھی اسٹارٹ ہو چکا تھا۔

علاقائی گانوں اور رقص نے ایک الگ ہی سماں باندھا ہوا تھا۔

حویلی کے باہر کھلے احاطے میں کھانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔

جہاں اشتہائی انگیز خوشبوئیں فضاؤں میں بکھر رہی تھیں۔

وہ تیار ہونے کی نیت سے اپنے روم میں آئی۔

لیکن وہاں موجود اس کی کچھ کزنز کو پہلے سے وہاں تیار ہوتے دیکھ اسے شدید کوفت ہوئی تھی۔

اسے عادت نہیں تھی کسی کے ساتھ اپنا روم شئیر کرنے کی۔

اپنی ماں کی تنبیہ کرتی نظروں کو خاطر میں نہ لا وہ انھیں وہاں سے جانے کا کہہ ہی دیتی لیکن رائمہ پھوپھو نے اس کی صورت دیکھ کر اسے ریشام میں روم میں جا کر تیار ہونے کے لیے کہہ دیا تھا۔

اور پھوپھو کی تو وہ کوئی بات ٹال ہی نہیں سکتی تھی۔

ناچار اپنے کپڑے، میک اپ اور جیولری وغیرہ اٹھا کر ریشام کے روم میں بغیر دستک دئے داخل ہو گئی۔

جہاں وہ مکمل تیار ہو کر بیڈ پر کچھ کتابیں بھلائے بیٹھی جلدی جلدی فائل پر کچھ لکھتی جا رہی تھی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

بریزے نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اسائمنٹ بنا رہی ہوں"

مصروف سے اندا میں اس کا جواب آیا۔

"لیکن تم نے تو کل ہی سبمٹ کروا دی تھی۔"

بریزے کے سوالیہ انداز میں کہے گئے جملے پر اس کا چلتا ہوا رکا۔

"یہ دوسری ہے۔۔"

سرسری سے لہجے میں کہنے کے بعد وہ پھر سے اسے، ختم کرنے میں لگ گئی تھی۔

بریزے کو صرف اس پر ترس ہی آیا تھا۔

جو اتنی محنت کرنے کے بعد ایک دن بھی کہیں جاب نہیں کرنے والی تھی۔

سر جھٹک کر وہ تیار ہونے چل دی۔

کچھ دیر بعد اس نے لکھنا بند کر کے فائل اٹھا کر پھر سے اس کا جائزہ لیا تھا۔

پھر شکر کا سانس بھرتے ہوئے بکھری ہوئی چیزوں اور کتابوں کی سمیٹ کر اس نے فائل بھی رائٹنگ ٹیبل کی ڈرا میں رکھ دی تھی۔

ٹخنوں تک آتی سبز اور سنہری فراک زیب تن کئے اس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی بڑے سے دوپٹے کو سر پر اوڑھ رکھا تھا۔

عام دنوں میں بھی وہ روم سے باہر کبھی خالی سر نہیں رہتی تھی۔ اور آج تو پھر دور و نزدیک کے جانے کون کون سے لوگ وہاں جمع تھے۔

فل سلیوس ہونے کی وجہ سے اس نے صرف پھولوں سے بنے کنگن کی کلائی میں پہنے تھے۔
ہلکے پھلکے میک اپ اور کانوں میں جھمکے پہننے کے بعد وہ تیار ہو کر نیچے چلی آئی۔
جہاں مہندی کی رسم شروع ہونے والی تھی۔
مرد حضرات کا الگ سے انتظام کیا گیا تھا۔
لیکن کزنز وغیرہ بھی وہاں دکھائی دے رہے تھے جن کے اندر آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔
چند ایک لوگوں سے مل کر وہ اپنی جامعہ کی دوستوں کے پاس آ بیٹھی تھی۔
زرا دیر کو نظریں اس کی جانب بھی اٹھی تھیں جو انتہائی مصروف سا کام نمٹائے جا رہا تھا۔
عام دنوں سے ہٹ کر اس نے تقریب کی مناسبت سے سیاہ کرتا شلوار پہن رکھا تھا۔
اس کے گھنے بال ہمیشہ کی طرح پیشانی پر بکھرے تھے۔
وہ جانے کتنی دیر تک اسے ہی دیکھتی رہتی جب کسی نے اس کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔
وہ چونک اٹھی۔
"سالار بھائی۔۔!!"
چہرے پر فوراً خفگی کے رنگ ابھرے۔۔

"

"آئی رئیلی سوری ریشام۔۔ مجھے معلوم تھا کے تمہاری اسائمنٹ بنانے میں ہیلپ کرنی ہے۔۔ لیکن باوجود کوشش کے نہیں آسکا۔۔"
وہ شرمندگی سے معذرت کر رہا تھا۔
"اس کی ضرورت نہیں۔۔ میں آپ کی ہیلپ کے بغیر بھی بنا سکتی ہوں۔۔ بلکے میں نے بنا کر سبمٹ بھی کروا دی ہے۔"
سینے پر بازو باندھے وہ اب بھی خفا تھی۔
"ارے۔۔ اتنی بڑی کب ہو گئیں تم ؟"

مصنوعی حیرانگی سے کہتے ہوئے سالار نے اس کی چھوٹی سی ناک کھینچی تھی۔

''میں بچی نہیں ہوں۔۔آپ مجھے اس طرح سے ٹریٹ نہیں کیا کریں۔''

''اتنا غصہ ۔۔؟''

وہ دل چسپی سے اس کے چہرے کے نقوش دیکھ رہا تھا۔ جن پر دبا دبا سا غصہ تھا۔

''آپ کو معلوم بھی ہے آپ کتنے دنوں بعد گھر آئے ہیں۔''

اس کے سختی سے استفسار کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اس کے باوجود آپ ۔۔۔''

''میں تمہارے لئے یہ لایا تھا۔۔''

ریشام کی شکایت کرتی زبان کو بریک لگی تھی۔

نازک سی رسٹ واچ سالار نے اس کی سمت بڑھائی ہوئی تھی۔

''تھینک یو۔۔۔''

واچ پکڑتے ہوئے بھی اس کا انداز خفگی بھرا ہی تھا۔

''لیکن میں اب بھی آپ سے ناراض ہوں۔۔''

ساتھ ہی اس نے جتانا ضروری سمجھا۔

''میں منا لوں گا۔۔''

سینے پر بازو باندھے وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ کر اعتماد سے بولا۔

وائیٹ شلوار قمیض پہنے بلیک شال کو شانوں پر پھیلائے وہ ریشام کے پاس کھڑا اس سے نوک جھونک میں مصروف تھا۔

یہ جانے بغیر کے کتنی ہی معنی خیز نظریں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

اسٹیج پر رسم کی ادائیگی کی جا رہی تھی۔

ڈھولک کے ساتھ ساتھ شادی کے گیت بھی گائے جا رہے تھے۔ مہمانوں کی آمد و رفت بھی جاری تھی۔

ایسے میں وہ دنیا جہاں کی بے زاری چہرے پر لئے وہ الگ تھلگ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا ہے بریزے؟ طبعیت ٹھیک نہیں ہے؟"

زاریہ غازی نے فکرمندی سے پوچھا۔

وہ تو ایسی محفلوں کی جان ہوا کرتی تھی۔ اسے تو اس طرح ہلے گلے اور شور شرابے کافی پسند تھے۔

اور آج جب گھر کی شادی تھی تو وہ چپ چاپ کونے میں بیٹھی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔بس سر میں درد ہے۔"

وہ پیشانی مسلتے ہوئے بولی۔

"ٹیبلیٹ لا دوں تمہیں؟"

"میں نے کھا لی تھی۔۔ لیکن ابھی بھی سر پھٹ رہا ہے۔۔ میں روم میں جا کر کچھ دیر آرام کر لوں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔۔ یہ فنکشن تو رات گئے تک چلے گا۔۔تم آرام کر لو کچھ دیر۔"

وہ تو بس جیسے اجازت ملنے کے انتظار میں ہی تھی۔ فوراً وہاں سے اٹھ کر اپنے روم میں آئی تھی۔

سب سے پہلے بھاری سا دوپٹہ اتار کر صوفے پر پھینکا۔

پھر ڈریس چینج کئے بغیر ہی وہ آرام کی نیت سے لیٹ گئی تھی۔

کافی دنوں بعد آج سورج نے اپنی شکل دکھائی تھی۔

درجہ حرارت آج نارمل تھا۔

گزرے دنوں کے مقابلے میں آج سردی زیادہ نہیں تھی۔

وہاں شام کے وقت کافی چہل پہل سی تھی۔

اس علاقے میں ایک ساتھ بنے لکڑی کے تمام گھر تقریباً ایک جیسے ہی دکھتے تھے۔

جس کے سامنے چوڑی روڈ کے بعد سامنے بہت بڑا اور کھلا سا پارک تھا۔

آج بچوں کی تعداد وہاں زیادہ تھی۔

ایک گھر کا مرکزی دروازہ کھلا تھا۔

جہاں سے دو اسٹیپس اتر کر وہ نیچے آتی دکھائی دی

ٹخنوں تک آتے پھول دار فراک اور سر پر بندھے اس حجاب والی لڑکی کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں موجود تازہ تازہ بیک ہوئے کپ کیکس نے ایک میٹھی سی خوشبو سارے میں پھیلا دی تھی۔

"ہیری --"

اس نے روڈ پر ہی فٹ بال کھیلتے ان پانچ چھ لڑکوں میں سے ایک کو آواز دی۔

لیکن وہ کھیل میں مصروف اسے سن نہیں پایا تھا۔

ناچار اس نے اس بار تیز آواز میں اسے پکارا۔

جس کے باعث باقی لڑکے بھی کھیل روک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

اور جب اس کے ہاتھ میں موجود اس ٹرے کو دیکھا تو ہیری کے پیچھے پیچھے وہ بھی چلے آئے تھے

"کیا بات ہے-- اتنے مزے کی خوشبو آرہی ہے "

فٹ بال کو انگلی پر گھماتے جیک نے ایک گہری سانس لے کر کپ کیکس کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا تھا۔

آئزل کو احساس ہوا کے وہ غلط وقت پر وہاں آئی تھی۔

لیکن اب تو ٹرے چھپانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان سب کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔

"کوئی ان کو دیکھنا بھی نہیں-- یہ صرف ہیری کے لئے ہیں--"

اس نے پہلے وارن کر دیا تھا۔

"اب اتنی ظالم نہ بنو-- ہم بھی تمہارے پڑوسی ہیں-- ہمارا بھی تو تھوڑا سا حق بنتا ہے-- ایک آدھ کپ کیک تو ہم بھی چکھ ہی سکتے ہیں--کیوں دوستوں ؟"

ایک نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے ہمسائے کے حقوق یاد دلانے کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔

جو اب " کیوں نہیں، کیوں نہیں، ہمارا حق بھی بنتا ہے " کی گردان کرنا شروع ہو چکے تھے۔

لیکن آئزل نے ٹرے پیچھے کر لی تھی۔ اسے معلوم تھا اچھے سے کے۔ انھوں نے صرف چکھنے میں ہی سب کا صفایا کر جانا ہے۔

تب تک وہ بھی پانی کی پوری بوتل سر پر ڈالنے کے بعد ہاتھوں کو شرٹ سے صاف کرتا واپس آچکا تھا۔

اس کے بالوں سے پانی ابھی بھی ٹپک رہا تھا۔

"اس سے اچھا تو تم گھر جا کر فریش ہی ہو جاتے۔"

آئزل نے اس کی بھیگی شرٹ دیکھ کر کہا۔

"میرے منظر سے غائب ہوتے ہی ان لوگوں نے تمہاری محنت پر پانی پھیر کر یہ سب چٹ کر جانا تھا۔۔ میں یہ رسک کیوں کر لے سکتا تھا بھلا؟"

اس کی نیلی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک سی ابھری تھی۔

صرف ایک کیک اٹھا کر اس نے پوری ٹرے اپنے دوستوں کو دے دی تھی۔

جو خوشی سے "ہیری از دا بیسٹ " کے نعرے لگاتے وہاں سے رفوچکر ہو گئے تھے۔

"ٹیسٹی ہے ---"

ایک ہی بائیٹ لے کر اس نے ستائیش سے کہا۔

لیکن وہ ناراضگی سے کچھ نہیں بولی۔

"وہ مجھے کبھی اکیلے نہیں کھانے دیتے آئزل"

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو۔۔ میں اتنی محنت سے بناتی ہوں اور تم سب اپنے دوستوں کو دے دیتے ہو۔۔ آئندہ کچھ نہیں بناوں گی تمہارے لیے۔۔"

"اچھا نا سوری۔۔ آئندہ ایک پیس بھی نہیں دوں گا کسی کو"

وہ سنی ان سنی کرتی پارک کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"آئزل رکو تو۔۔ میری بات تو سنو یار۔۔"

وہ آوازیں دیتا اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔۔

اس وائٹ اور گرے کلر والے بنگلے پر درانی پیلیس کی تختی لگی تھی۔ جہاں اندر ناشتے کی میز سج چکی تھی۔

سربراہی کرسی پر براجمان فرمان درانی ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار کی سرخیوں پر بھی نظریں دوڑا رہے تھے۔

ان کے دائیں ہاتھ بیٹھا داریان چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے کن انکھیوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"جو کہنا ہے کہہ دو۔۔ میں سن رہا ہوں۔۔"

وہ اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے پرسکون سے بولے تو وہ گڑبڑا اٹھا
لیکن کہنے میں ہچکچا رہا تھا۔

اسے معلوم تھا اس کی بات وہ سن تو لیں گے۔۔ لیکن اس کام کی اجازت ہر گز نہیں دیں گے۔

"وہ اصل میں ۔۔۔"

"کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ خود کو کہنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

"وہ میرا ایک دوست اکیڈمی شروع کر رہا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کے فری ٹائم میں ایکسپریئنس کے لئے وہاں ٹیوشن دے دوں ۔۔"

دو سیکنڈ میں اپنی بات ختم کرکے وہ فرمان کے جواب کا منتظر تھا۔

جو سپاٹ تاثرات کے ساتھ اخبار فولڈ کر کے میز پر رکھنے کے بعد اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ڈگری ملنے سے پہلے میں تمہیں کسی جاب یا بزنس کی طرف جانے کی اجازت ہر گز نہیں دینے والا۔۔ اپنی پڑھائی پر توجہ دو بس۔۔ "

ان کا انداز ٹھہرا ہوا تھا۔
"لیکن بھائی میں صرف تجربے کے لئے۔۔۔"
وہ کبھی ان سے کسی بات پر ضد نہیں کیا کرتا تھا لیکن آج وہ انھیں قائل کر لینا چاہتا تھا۔
"میری طرف سے انکار ہے۔۔ اگر تم میری اجازت اور مرضی کے بغیر کرنا چاہتے ہو تو۔ جو دل چاہے وہ کرو۔۔ مجھ سے مت پوچھو"
حتمی انداز میں بات ختم کر کے وہ ٹیبل سے اٹھ گئے تھے۔
اس نے مدد طلب نظروں سے ناشتہ کرتی عیشہ کو دیکھا۔
جس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔
"مجھ سے تو ہر گز امید نہیں رکھنا۔۔ تمہاری بات انھوں نے سن تو لی۔۔ مجھے تو بولنے کا موقع بھی نہیں دیں گے۔"
اس نے فوراً ہی معذرت کی تھی۔

کھڑکیاں کھلی ہونے کے باعث ٹھنڈی اور خنک ہوائیں سیدھی اس کے کمرے میں آرہی تھیں۔
جنھیں بند کرنے کی نیت سے اس نے ایک پٹ کو تھاما ہی تھا کے نظریں بے ساختہ ہی اس انیکسی کی جانب اٹھیں۔
حویلی کے سامنے کافی سارے خالی رقبے کے بعد ہی بیرونی دروازہ آتا تھا۔
جس کے دائیں جانب بنی اس سفید رنگ کی چھوٹی سی انیکسی کی بتیاں آج روشن تھیں۔
ورنہ تو عموماً اس وقت وہ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں۔
چادر اٹھا کر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے وہ بغیر چاپ کئے قدم اٹھاتی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔
چوکنے انداز میں یہاں وہاں دیکھ کر چلتے ہوئے اس کا رخ اس انیکسی کی جانب تھا۔
جو یوسف کے زیر استعمال تھی۔۔

دکھتے سر اور شدید تھکان کے باوجود وہ اسائمنٹ بنانے کی پرزور کوشش کر رہا تھا لیکن آنکھیں تھیں کے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

ایسے میں دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے جی بھر کر بیزار کیا تھا۔

اس وقت وہ حویلی کا کوئی کام کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

لیکن انکار کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

ناچار اسٹڈی ٹیبل سے اٹھ کر اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔

لیکن سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر حیرت کا جھٹکا ہی تو لگا تھا۔

"آپ یہاں ---اس وقت؟"

الفاظ مشکل سے اس کے لبوں سے ادا ہوئے تھے۔

"پکڑو یہ --"

اس نے چادر میں چھپا ہاتھ نکال کر ایک فائل اس کی جانب بڑھائی تھی۔

انداز روکھا سا تھا۔

"یہ --؟؟"

وہ کنفیوژ تھا۔

"اسائمنٹ ہے-- بنا دی تھی میں نے --"

"میں بنا ہی رہا تھا بس--"

جانے کیوں اسے شرمندگی سے ہوئی۔

" دروازہ بند کرو اور سو جاو سکون سے --"

بے زاری سے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکتے ہوئے وہ کہہ کر جانے کے لئے پلٹ گئی تھی۔

فائل لے کر واپس ٹیبل تک آتے اس کا ذہن سن ہو رہا تھا۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ ریشام کئی بار پڑھائی میں ایسے ہی اس کی مدد کر دیا کرتی تھی۔

لیکن وہ حویلی کی بیٹی اس عام سے ملازم پر اتنا مہربان کیوں رہتی تھی۔
اور وہ بھی اتنا کے اسے ملازم تصور ہی نہیں کرتی تھی۔
ہزار سوچیں اس کے دماغ میں ڈیرہ ڈالے رکھتی تھیں۔
لیکن وہ خود کو کسی خوش فہمی میں گرفتار نہیں کیا کرتا تھا۔
اپنی بکھری ہوئی کتابوں کو دیکھنے کے بعد اس نے اس فائل پر ہاتھ پھیرا تھا۔
جو بھی تھا۔ ریشام ضمیر غازی اس کے ذہن و دل کا قرار تھی۔
فائل دراز میں رکھ کر وہ سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔

"ریشام ؟؟"
اس نے دروازے کے بالٹ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے پیچھے سے کسی نے حیرت بھری آواز میں اسکا نام پکارا۔
ناچاہتے ہوئے بھی وہ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی۔
"اس وقت روم سے باہر کیا کر رہی تھیں تم؟"
اس نے تحیر سے پوچھا
"وہ-- میرا ائیر رنگ---ائیر رنگ کھو گیا تھا میرا--بس وہی -- دیکھ رہی تھی "
فی الفور اس سے کوئی بہانہ نہیں بن پا رہا تھا۔
جو ذہن میں آیا وہی بول گئی۔
وہ یہ بھی جانتی تھی کے کتنی بے وقوفانہ بات وہ کہہ گئی ہے۔
"ائیر رنگ ڈھونڈ نے کا یہ کونسا وقت ہے؟ ذرا بتاو تو--؟"
اس نے آبرو اٹھا کر پوچھا
"وہ --وہ بہت قیمتی ہے سالار بھائی۔"

"اچھا۔۔کون سا ڈائمنڈ لگا ہے اس میں؟"

"میری بیسٹ فرینڈ نے گفٹ کیا تھا۔۔"

اس نے خفگی سے کہا

"صبح ڈھونڈ لینا۔۔ ابھی سو جاو جا کر۔۔"

وہ نرمی سے بولا۔

"بس جا ہی رہی تھی۔۔ گڈ نائٹ"

اتنی جلدی جان خلاصی ہونے پر فوراً سے کہتے ہوئے اس نے روم میں جا کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

مین روڈ پر بنے شیشے کی دیواروں والے بک اسٹور کا منظر باہر سے واضح دکھ رہا تھا۔

جہاں اندر موجود کتب بینی کے شوقین لوگ کتابوں کی بڑی بڑی ریکس کے پاس کھڑے اپنی مطلوبہ کتابیں دیکھ رہے تھے۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے غیر دلچسپی سے کتاب اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کرنے کے بعد واپس رکھتا جا رہا تھا۔

"ہیری تم بور ہو رہے ہو تو وہاں جا،کر بیٹھ جاو۔۔ان کی ترتیب خراب مت کرو۔"

آئزل نے خفگی سے اس بڑی سی میز کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا جہاں چند افراد بیٹھے تھے۔

"اوکے میں نہیں ہاتھ لگا رہا کسی کو۔۔"

اس نے کہتے کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ لیا تھا۔

"ویسے تمہیں لینا کیا ہے۔۔آئزل؟"

وہ اپنی کوفت اور بے زاری چھپا نہیں پا رہا تھا۔

"کچھ اسلامی بکس لینی ہے۔۔ تمہیں معلوم ہے میری ایک کرسچن فرینڈ اسلام پر ریسرچ کر رہی ہے۔۔ اور کافی زیادہ ہمارے مذہب سے انسپائرڈ بھی ہے۔۔ میں اسی کے لئے کتابیں دیکھ رہی ہوں "

اس کے چہرے پر ایک الوہی سی چمک تھی۔

خوشی کے جذبات اس کے لب و لہجے سے صاف محسوس ہو رہے تھے۔

"اچھی بات ہے تم دیکھو کتابیں۔۔ میں تب تک کافی لے آتا ہوں۔۔"

اس نے بے تاثر لہجے میں جواباً کہا تو وہ بھی اوکے کہتی پھر سے کتابوں کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

نیو یارک سٹی کے جس علاقے میں وہ دونوں رہتے تھے وہاں سب ہی گھروں میں نون مسلم فیملیز آباد تھیں۔

سوائے آئزل جنید کے۔۔

آئزل کے باپ نے ایک نون مسلم سے پسند کی شادی کی تھی۔ جس نے اسلام قبول تو کر لیا تھا۔

لیکن آئزل کی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد وہ علیحدگی لے کر اپنے پرانے مذہب میں واپس لوٹ گئی تھیں۔

جنید حالی جب آئزل کے ساتھ وہاں شفٹ ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی۔

دیار غیر اور اس کھلے ڈھلے والے ماحول میں بھی جنید حالی نے اسے سات پردوں میں چھپا کر ایک مشرقی باپ کی طرح ہی پالا تھا۔

ان کے ٹھیک برابر والے گھر میں ہیری اپنے ماں باپ اور چھوٹے بھائی جیک کے ساتھ رہتا تھا۔

ہیری اور آئزل کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں تھا۔

بچپن سے ساتھ کھیلتے ہوئے وہ ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے۔

اسکول جانا۔ شام کو پارک میں کھیلنا یا پڑھائی کرنا وہ دونوں ہر جگہ ساتھ ہی ہوتے تھے۔

لیکن بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ جہاں جنید حالی آئزل کو زیادہ گھر سے باہر جانے اور دوسری چیزوں کے بارے میں سمجھایا کرتے تھے۔

وہیں ہیری کو بھی صاف اور دوٹوک لفظوں

میں کہہ دیا کرتے تھے کے آئزل سے زیادہ دوستی نہ رکھے۔

وہ دونوں خود بھی اس چیز کا خیال کرتے ہوئے کبھی ملتے تھے تو ہاتھ بھی نہیں ملاتے تھے۔
ہیری کے دوستوں سے بھی آئزل کی اچھی دعا سلام تھی۔
لیکن وہ بھی اس کا ہیری کی طرح ہی احترام کرتے ہوئے اس سے فاصلے سے ملا کرتے تھے۔

سعدین حویلی کے سب سے بڑے بیٹے عبیر غازی کی بارات ایک شان و شوکت سے نکلی تھی۔
عبیر کی شادی ویسے بھی حویلی میں ہو رہی پہلی شادی تھی۔
اسی وجہ سے سارے ارمان جوش وجروش سے نکالے جا رہے تھے۔
بارات دوسرے گاوں گئی تھی جہاں پہنچنے میں بھی اچھا خاصا وقت لگ گیا تھا۔
اور رخصتی کے بعد واپسی میں بھی رات ہو چکی تھی۔
بارات تو دن میں ہی نکلی تھی لیکن اب تو ہر سو رات کے سائے پھیل چکے تھے۔
کافی ساری گاڑیاں آگے پیچھے حویلی کے راستے پر رواں دواں تھیں۔
جن میں گارڈز کی گاڑیاں بھی شامل تھیں۔
ایک سنسان کچے کے راستے پر کھڑی سیاہ رنگ کی ویگو اس گہری رات کا ہی حصہ لگ رہی تھی۔
راستے کے دائیں بائیں دونوں طرف خاردار جھاڑیاں تھیں۔
ٹھنڈی ہواؤں میں اچانک ہی اضافہ ہونے لگا تھا۔
کچھ دیر پہلے تک یہ ہوائیں نہیں چل رہی تھیں۔ لیکن موسم ٹھیک تھا۔
اب خنکی بڑھنے لگی تھی۔
ایسے میں فاز موبائل کی ٹارچ آن کیۓ یوسف کے پاس کھڑا تھا۔
جو بونٹ اٹھائے جھکا ہوا انجن کی خرابی چیک کر رہا تھا۔
اس کے چہرے پر کچھ الجھن کے تاثرات تھے۔
بظاہر تو سب کچھ ٹھیک لگ رہا تھا لیکن سمجھ نہیں آرہا تھا کے آخر کس خرابی کی وجہ سے گاڑی

اسٹارٹ ہونے سے انکار کر رہی ہے۔

"کیا ہوا؟"

فاز نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سمجھ نہیں آرہا کچھ۔۔"

تھوڑی مسلتے ہوئے اس نے نا سمجھی سے جواب دیا۔

اگر گاڑی میں صرف وہ اور فاز ہوتے تو اسے گاڑی خراب ہونے کی اتنی پریشانی نہ ہوتی۔

کچھ نہ کچھ انتظام وہ کر ہی لیتا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کے پیچھے بریزے اور ریشام کے ساتھ ان کی ایک کزن بھی بیٹھی تھیں۔

"میرے تو نہیں سمجھ آرہا۔۔ تم کچھ ٹرائی کرو۔۔ تم تو انجنئیر ہو آخر۔۔"

"میں الیکٹرکل انجینئر ہوں۔۔مکینکل نہیں۔۔"

فاز نے جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

ہم عمر ہونے کی وجہ سے ان دونون کے درمیان عام مالک اور ملازم والا رشتہ نہیں تھا۔

وہ دونون ایک دوسرے سے دوستوں کی طرح ہی پیش آتے تھے۔

عبیر تو یوسف کو سالار، عاشر اور فاز کی طرح ہی چھوٹا بھائی سمجھتا تھا۔

عاشر سے وہ اتنا فرینک نہیں تھا۔ اور سالار سے بھی ضروری باتوں کے علاوہ وہ زیادہ بے تکلف نہیں ہوتا تھا۔

"میرا ایک دوست مکینک ہے۔۔ جب تک کوئی گاڑی نزدیک نہیں آتی اسے کال کر کے پوچھ لیتا ہوں شاید کوئی حل نکل آئے۔۔"

فون پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے یوسف نے فاز کو دیکھ کر کہا۔ جس کا ٹھنڈ سے چہرہ جمنے لگا تھا۔

"اس علاقے میں اتنی ٹھنڈ تو نہیں پڑتی۔۔ نہ ہی موسم ابھی اتنا چینج ہوا ہے۔۔ پھر آج کیا ایسی خاص بات ہے۔۔"

وہ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے گرمائش پیدا کرتے ہوئے حیرانگی سے یوسف کو بولا۔

جس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے تھے۔

وہ دونوں اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے جب کے پیچھے بیٹھیں بریزے کوفت زدہ تھی۔

اسے لمبے راستوں کے سفر کبھی پسند نہیں رہے تھے۔

ابھی بھی انتہا کی بیزار بیٹھی تھی۔

جب کے ریشام اور ان کی کزن ژالے تو کب کی سو چکی تھیں۔

وقت گزاری کے لئے فون پر گیم کھیلتے ہوئے اچانک ہی ایک دلفریب سی مہک اسے محسوس ہوئی۔

غیر ارادی طور پر اس نے سر کو، دائیں جانب گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

جہاں لمبی لمبی خاردار جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

لیکن وہاں ایک چھوٹا سا پودا تھا۔

جو مرجھائی ہوئی اور بے جان سی جھاڑیوں کے پاس کافی خوشنما سا دکھ رہا تھا۔

''گلاب کا پھول؟؟''

اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی۔

دوسرے ہی لمحے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

اس پودے میں وہ صرف ایک ہی پھول تھا۔

جو پورا کھلا ہوا تھا۔

اس کی بھینی بھینی خوشبو کافی دلفریب معلوم ہو رہی تھی۔

بنا کچھ سوچے سمجھے بریزے نے جھک کر اسے توڑ لیا۔

حیرت کی بات تھی کے اس گلاب کی ٹہنی میں کوئی کانٹا نہیں تھا۔

آہٹ کی آواز پر بونٹ کے سامنے کھڑے یوسف نے فون کان سے لگائے ہی ذرا سا سائیڈ پر جھک کر دیکھا۔

"بریزے بی بی۔۔"

فوراً کان سے فون ہٹا کر وہ اس کی جانب آیا۔

"سب ٹھیک ہے؟"

اس کا انداز فکر مند تھا۔

اس نے ان تینوں کو تنبیہ کی تھی کے گاڑی سے ہر گز نہ باہر اترے۔

ریشام اور ژالے کا تو اس کو پتا تھا کے وہ نہیں آئیں گی۔ لیکن بریزے کے معاملے میں وہ پہلے ہی محتاط تھا۔

حویلی کی اس بیٹی کی نیچر کو وہ اچھے سے جانتا تھا۔ اسے جس چیز سے روکا جائے یہ وہی کیا کرتی تھی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔۔"

اس کا انداز ہمیشہ کی طرح سپاٹ تھا۔

سعادت غازی کی طرح وہ بھی اسے فقط ایک عام ملازم سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتی تھی۔

"یہ پھول؟"

یوسف کی نظریں اس کے ہاتھ میں موجود گلاب کے پھول پر پڑی۔

"اسے یاد تھا کے واپس آتے ہوئے جب وہ گاڑی میں بیٹھی تھی تو تب اس کے پاس یہ پھول نہیں تھا۔

"یہیں سے توڑا ہے "

اس نے لاپرواہی سے اس کی خوشبو سونگھتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے؟"

یوسف نے حیرانگی سے آس پاس نظریں دوڑائیں۔

جہاں جھاڑیوں کے علاوہ کسی دوسرے پودوں کا نام و نشان نہیں تھا۔

"بریزے بی بی۔۔۔ اسے پھینک دیں۔۔"۔

یوسف کا لہجہ اچانک ہی سنجیدہ ہوا۔

''کیوں پھینک دوں؟''

اس کی پیشانی پر بل پڑے۔

''میں نے کہا کے اسے پھینک دیں۔۔اور گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔۔''

اس کا انداز گستاخ نہیں تھا۔

لیکن سرد اور سپاٹ سا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

فاز بھی ان کی باتیں سنتا وہیں آگیا تھا۔

جب کے ریشام اور ژالے بھی جاگ چکی تھیں۔

''تم اپنی حد میں رہو یوسف۔۔''

بریزے نے سختی سے اسے وارن کیا۔

''یہ پھول کہاں سے آیا ہے؟''

وہ تینوں حیرت زدہ تھے۔

اس کی تیز خوشبو فضاؤں میں گھلتی جا رہی تھی۔

''یہاں سے توڑا ہے انھوں نے۔۔''

یوسف کے کہنے پر فاز نے چونک کر بریزے کو دیکھا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ پھینکو اسے۔۔''

اس نے قدرے غصے سے کہا تو بریزے نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے نا چاہتے ہوئے بھی دور جھاڑیوں میں اسے اچھال دیا تھا۔

''تم سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی مجھے؟''

فاز نے تاسف سے کہا۔

"تم دونوں کیوں اتنا اوور ری ایکٹ کر رہے ہو؟؟ صرف ایک پھول ہی تھا وہ۔۔"

اس نے ناگواری سے ان دونوں کو کہا۔

تبھی دور سے ایک گاڑی کی ہیڈ لائیٹس انھیں دکھائی دی۔

فاز اور یوسف دونوں ہی فوراً حرکت میں آتے ہوئے محتاط ہوئے تھے۔

جس سنسان جگہ پر وہ موجود تھے وہاں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

صد شکر کے اس گاڑی میں سالار اور عاشر موجود تھے۔

ان کے پاس ہی گاڑی روک کر وہ دونوں اتر آئے تھے

"کیا ہوا گاڑی کو؟"

سالار نے نا سمجھی سے یوسف سے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔۔ اسٹارٹ نہیں ہو رہی۔۔ ساری کوششیں کر کے دیکھ لی ہیں۔"

اس نے شانے اچکا کر کہا تو عاشر نے بونٹ اٹھا کر اسے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

اور پانچ منٹ کے اندر ہی وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے ان کے پاس آیا۔

" تم سے بہتر گاڑی کے مسئلوں کو کوئی جان نہیں سکتا۔۔ اور تم کہہ رہے ہو کے تم سے یہ چھوٹا سا مسئلہ حل نہیں ہوا؟"

اسے کافی حیرانگی تھی۔

فاز اور یوسف نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

جو مسئلہ عاشر نے ٹھیک کیا تھا وہ تو اس میں تھا ہی نہیں۔

وہ ہزار بار چیک کر چکے تھے۔

"تم نے کیوں منہ بنا رکھا ہے؟ کون سے جن سے لڑائی ہوئی ہے تمہاری؟"

سالار نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"میری کسی جن سے لڑائی کیوں ہوگی؟ یہ دونوں کسی جن سے کم ہیں کیا؟"

وہ سابقہ لہجے میں بولی۔
سیاہ میکسی پہنے ٹھنڈ سے بچنے کے لئے شیفون کے دوپٹے سے خود کو کور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔
اس کی ناک بھی سرخ ہونے لگی تھی۔
"آپ لوگ اس ٹائم اور اس جگہ پر کھڑے ہو کر جناتوں کی بات نہ کریں بھئی۔۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔۔"
ژالے روہانسی صورت میں بولتی ہوئی ریشام کے قریب ہو گئی تھی۔
"تم تو ہو ہی سدا کی ڈرپوک۔۔"
بریزے کے ہاتھوں وہ بھی نہیں بچی تھی۔
"رکو بریزے۔۔۔ سالار بھائی۔۔اس کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں ۔۔ ہم اسے واپس اپنے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتے۔ جانے پھر کون سی بے وقوفی کر بیٹھے۔"
بریزے کو گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ فاز نے روک کر سالار سے کہا۔
"کیوں؟"
اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔
جب کے سینے پر بازو باندھے اس نے تیز نظروں سے صرف فاز کو گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔
"آپ کو معلوم ہے اس نے یہاں سے ایک گلاب کا پھول توڑ لیا تھا۔۔"
"تو؟"
عاشر اور سالار کے چہروں پر اب بھی نا سمجھی کے تاثرات تھے۔
"بھائی گلاب کا ایک پھول تھا ان جھاڑیوں میں۔۔ صرف ایک۔۔"
"تو تمہیں اس بات کا غم ہے کے اس ایک اکلوتے پھول کا گھر پھلنے پھولنے سے پہلے ہی اس نے اجاڑ دیا؟"

سالار کا انداز غیر سنجیدہ تھا۔

"سالار بھائی آپ سمجھ نہیں رہے میری بات"

فاز کو جانے کیوں تشویش سی ہو رہی تھی۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔۔ یہ فلمیں ڈرامے ذرا کم دیکھا کرو۔۔۔ کافی گہرا اثر پڑ رہا ہے اس کا تم پر"

لاپرواہی سے کہتے ہوئے عاشر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"چلو بریزے۔۔"

تمسخرانہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے وہ سالار کے پیچھے چل دی تھی۔

پیچھے وہ دونوں بھی سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھنے لگے تھے۔

اپنی مطلوبہ کتابیں لے کر جب وہ واپس آئی تو ہیری سینٹرل میز کے گرد پڑی چیئر پر بیٹھا تھا۔

اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب موجود تھی۔

جس کا مطالعہ کرنے میں وہ اتنا مشغول تھا کے آئزل کے وہاں آنے کا بھی نوٹس نہ لے سکا۔

تجسس کے ہاتھوں اس نے ذرا سا جھک کر اس کتاب کے کوور کو دیکھا۔

"سورڈ آف اللہ۔۔؟"

"اوہ ہیری تم یہ پڑھ رہے ہو؟ ۔۔ "

اس کا جوش دیکھنے والا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ کس قدر اسلام کے مخالف تھے۔۔جنگ احد جب ہوئی تھی تو وہ مسلمان صرف حضرت ابو سفیانؓ اور انھی کی وجہ سے تو ہارے تھے۔ اور تمہیں وہ والا قصہ سناوں میں۔۔"

"میں وہی پڑھ رہا ہوں۔۔"

اس نے کتاب دکھا کر جیسے اسے یاد دلایا۔

"ٹھیک ہے تم پڑھو۔۔"

وہ خفت سے بولی

"لیکن کیا تم نے وہ والا قصہ پڑھ لیا۔۔؟؟"

دو منٹ بعد وہ پھر شروع ہو چکی تھی۔"

ہیری نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھ دی تھی۔

تھوڑی تلے ہاتھ رکھے وہ پرسکون سا اسے پرجوشی سے بولتے ہوئے سن رہا تھا۔

جس کا من پسند مشغلہ ہی یہی تھا۔

وہ اسلام کے ٹاپک پر نان اسٹاپ بول سکتی تھی

جب بھی اسے موقع میسر ہوتا وہ گھنٹوں ہیری کو اسلامی تاریخ کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔

جو بنا اسے ٹوکے، چپ چاپ اس کی سنتا رہتا تھا۔

بارات جب واپس حویلی پہنچی تو اچھا خاصا وقت ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اتنی آتش بازی کی گئی تھی کے دور تک آسمان پر روشنیوں کی بارات اتر آئی تھی۔

کافی ساری رسمیں کرنے کے بعد کہیں جا کر سب فارغ ہوئے۔

ایک ایک کر کے سب سونے کے لیے جا چکے تھے۔

حویلی کی رونق آہستہ آہستہ ماند پڑ رہی تھی۔

وہ گہری نیند میں تھی۔ جب اسے اپنی سماعتوں سے کچھ آوازیں ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئیں جیسے کوئی مدھم لہجے میں اس کا نام پکارتے ہوئے اسے بیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

نا چاہتے ہوئے بھی اس نے بھاری ہوتی پلکوں کو اٹھایا تھا۔

روم میں اس وقت نیم اندھیرا تھا۔

سوئے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ دوبارہ آنکھیں موند گئی۔

جب اچانک کوئی چیز تیزی سے اس کی گردن کو چھو کر گزری۔

وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

نیند منٹوں میں اڑن چھو ہوئی تھی۔

ہاتھ مار کے اس نے سائیڈ لیمپ روشن کر دیا۔

بڑی سی کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔

جس پر لگا جالی دار پردہ ہوا سے لہرا رہا تھا۔

بریزے کو اچھے سے یاد تھا کے سوتے ہوئے وہ کھڑکی بند کر کے سوئی تھی۔

چاند کی روشنی کی ہلکی سی لکیریں پردوں کے لہرانے سے جگہ بناتی اس کے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔

جس سے کچھ دیر کے لئے وہ روشن ہو جاتا تھا۔

واپسی پر وہ اتنا تھک گئی تھی کے بنا چینج کئے ہی سو گئی۔

ابھی کپڑے بدلنے کے ارادے سے وہ اٹھنے لگی تھی کے غیر ارادہ سی نظریں سائیڈ ٹیبل پر پڑیں۔

وہ بری طرح چونک اٹھی۔

وہاں لیمپ کے پاس وہی گلاب کا پھول پڑا تھا۔ جو وہ ویرانے میں پھینک آئی تھی۔

قصہ ابھی حجاب سے آگے نہیں بڑھا

میں آپ وہ جناب سے آگے نہیں بڑھا

مدت ہوئی کتاب محبت شروع کئے

لیکن میں پہلے باب سے آگے نہیں بڑھا

لمبی گفتگو کے لئے میں نے کئے سوال

وہ مختصر جواب سے آگے نہیں بڑھا۔

آفس سے آ کر فریش ہونے کے بعد وہ شام کی چائے لان میں بیٹھ کر پینا پسند کرتے تھے۔
ابھی بھی شام کے ڈھلتے سائے کو دیکھتے ہوئے وہ عیشہ کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

"داریان کہاں ہے؟"

اس کی کمی محسوس کرتے ہوئے انھوں نے پوچھا۔

"دو گھنٹے پہلے کہہ کر گیا تھا کے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے جا رہا ہے۔۔ ابھی تک تو واپس نہیں آیا"

عیشہ نے لا علمی سے جواب دیا تو وہ ٹیبل پر سے فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگے۔

تیسری بیل پر ان کی کال پک کی گئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ کہاں پر ہو تم؟"

"باہر ہوں دوستوں کے ساتھ۔۔ کچھ دیر تک پہنچتا ہوں گھر۔"

وہ ان سے جتنا بھی ناراض کیوں نہ ہوں۔۔ لیکن کبھی ان کی بات کی نافرمانی نہیں کر پاتا تھا۔

"فرمان آپ اسے کرنے دیں جو وہ کرنا چاہتا ہے۔"

ان کو موڈ کو دیکھتے ہوئے عیشہ نے سنبھل کر بات شروع کی تھی۔

"تم جانتی ہو عیشہ۔میں اس پر کبھی روک ٹوک نہیں کرتا۔۔ صرف یہ چاہتا ہوں کے وہ سارا دھیان صرف اپنی پڑھائی پر لگائے۔۔ ابھی سے جاب کے چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے اسے؟۔۔"

وہ سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں بولے۔

"میں اسٹڈی روم میں ہوں۔ وہ واپس آئے تو وہیں بھیج دینا۔"

چائے کا آخری گھونٹ بھر کے خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

عیشہ نے جواباً کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

عبیر غازی اور سارہ کے ولیمے کی تقریب حویلی کے بڑے سے صحن میں ہونی تھی۔

جس کے انتظامات صبح سویرے سے ہی شروع کر دئے گئے تھے۔

سارے ملازم پھرتی سے اپنے اپنے کام نمٹاتے پھر رہے تھے۔

جب کے اندر سب خواتین نئی دلہن کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے تھے۔

سارہ کا تعلق بھی ایک اونچے خاندان سے تھا۔

جس کے دادا سعادت غازی کے پرانے دوست تھے۔

یہ رشتہ صرف اسی دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے سعادت غازی نے جوڑا تھا۔

انھوں نے عبیر سے اس کی پسند نہیں پوچھی تھی۔ نہ اس کی رضامندی جاننی چاہی تھی۔

صرف اسے فیصلہ سنایا گیا تھا۔

جس پر اس نے بنا کسی احتجاج کئے ان کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا۔

حویلی کے بچوں کو یہی تربیت دی گئی تھی۔

وہ چاہ کر بھی باغی نہیں ہو سکتے تھے۔

ان کا دل کچھ بھی کہے لیکن وہ ان کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتے تھے۔

اور یہی بات سعادت غازی کے فخر میں اضافہ کرتی تھی۔

ان کے پوتے اور پوتیوں کی فرمانبرداری انھیں گہرا سکون عطا کرتی تھی۔

پڑھائی کے معاملے میں انھوں نے کسی پر زبردستی مسلط نہیں کی تھی۔

جو جس فیلڈ میں جانا چاہے۔ جا سکتا ہے۔
صرف ان کی اتنی خواہش تھی کے ریشام یا بریزے میں سے کوئی ڈاکٹر بن جائے۔
پوتوں کو تو ان کا بزنس سنبھالنا تھا۔ اس لئے انھوں نے خود ہی اس بزنس پڑھنے کو کہا تھا۔
بریزے کو تو پڑھائی کا شوق تھا ہی نہیں۔
گریجویشن کے بعد اس نے آگے نہ پڑھنے کا اعلان کر دیا تھا۔
اور رہی ریشام --
وہ سعادت غازی کی لاڈلی پوتی تھی۔
ساری زندگی ان کے حکم کی منتظر، ان کی ہر آواز پر "جی دادا جان" کہنے والی یہاں ان کی مخالفت کر گئی تھی۔
ان کے منع کرنے کے باوجود اس نے بزنس کو ہی چنا۔
وہ اس سے خفا تھے۔
لیکن اس کے منانے پر مان بھی گئے تھے۔
ریشام میں یہ خاص صلاحیت تھی۔
وہ انھیں راضی کئے بغیر ان کے پاس سے ہلتی بھی نہیں تھی۔
دیر سے اٹھنے کے باعث اس نے اکیلے ہی ناشتہ کیا تھا۔
اور ابھی عورتوں کی محفل سے ذرا الگ تھلگ سنگل صوفے پر بیٹھے چائے پیتے ہوئے فون یوز کر رہا تھا۔
جب وہ اس کے پاس چلی آئی۔
"تھینک یو۔۔"
آف وائیٹ ٹخنوں تک آتی سادی سی فراک پر آرگنزا کا بڑا سا دوپٹہ سر پر سنبھالنے کی با مشکل کوشش کرتے ہوئے اس نے احسان اتارنے والے انداز میں اس سے کہا۔
"کس لئے؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا

"اس پھول کے لئے۔۔"

"کون سے پھول کے لئے؟"

فاز کے چہرے پر ابھی بھی الجھن تھی۔

"اوہ اچھا وہ۔۔ "

سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ میز پر سے پیر اٹھا کر سیدھے ہو بیٹھا۔

"وہی پھول نہ جو میں نے تمہیں پھینکنے کے لئے کہا تھا؟"

"وہ نہیں۔۔ وہ پھول جو تم نے میرے روم میں رکھا تھا۔"

"میں نے؟"

اسے حیرانگی سے بریزے کو دیکھا۔

"میں نے کوئی پھول نہیں رکھا تمہارے کمرے میں"

"مجھے پتا ہے تم نے ہی رکھا تھا۔ اب بنو مت۔۔"

اس نے آنکھیں دکھا کر کہا۔

"بریزے میرا دماغی توازن بلکل ٹھیک ہے۔۔میں یہ کام کیوں کر کروں گا میری پیاری بہن؟"

فاز نے بے چارگی سے جواب دیا۔

" تم نے کل مجھ سے روڈلی بات کی تھی۔۔ اس لئے مجھے لگا تم نے سوری کہنے کے لئے رکھ دیا ہوگا۔"

"جو حرکت تم نے کی تھی۔۔ مجھے واقعی اس پر غصہ تھا۔۔ اور ابھی بھی ہے۔۔ میں تم سے سوری کیوں کروں گا؟"

"تو وہ پھول کس نے رکھا پھر میرے روم میں؟"

بریزے کا ذہن خود الجھنے لگا تھا کے اگر وہ پھول فاز نے نہیں رکھا تھا تو پھر کس نے رکھا تھا۔

"آپ مجھے اور کتنا خوار کروائیں گی؟"

اس کے پیچھے پیچھے چلتے شاپنگ بیگز اٹھائے وہ انتہا کا بیزار لگ رہا تھا۔

ریشام کو رات پہننے والے ڈریس کا میچنگ دوپٹہ لینا تھا۔

حویلی میں سب اپنے ہی کاموں میں مصروف تھے۔

وہ یوسف کے ساتھ اکیلے ہی بازار نکل آئی تھی۔

زاریہ غازی نے کہا بھی تھا خالدہ بوا یا کسی کو ساتھ لے جائے۔

لیکن وہ جان بوجھ کر کسی کو نہیں لائی تھی۔

لینا تو صرف ایک دوپٹہ تھا۔

اس کی پسند کے مطابق وہ تو مل نہیں رہا تھا لیکن پچھلے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ کافی کچھ خرید چکی تھی۔

"شاپنگ کرنا تمہیں خواری لگتا ہے یوسف؟"

اس نے اچانک سے رک کر پیچھے مڑ کے آبرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

کالی چادر میں چھپے اس کے چہرے پر صرف سیاہ آنکھوں کی گہری چمک تھی جن سے وہ نظریں چرا گیا تھا۔

"میرے لئے تو خواری ہی ہے "

وہ محظ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"کتنے بور انسان ہو تم۔۔"

بازار میں خوب چہل پہل سی لگی تھی۔

رش بھی کافی زیادہ تھا۔

ہاتھوں میں شاپرز ہونے کے باوجود بھی وہ اس کے ساتھ اس طرح سے دھیان رکھتے ہوئے چل رہا تھا کے ریشام کو کسی شخص کی انگلی بھی چھُ نہ ہو۔

حویلی سے باہر وہ اس کی ذمہ داری تھی۔
جسے نبھانا اسے خوب اچھے سے آتا تھا۔
"آپ کو میچنگ کا دوپٹہ نہیں مل رہا تو آپ کوئی اور ڈریس دیکھ لیں۔۔"
یوسف کو اندازہ ہو چکا تھا کے وہ جان بوجھ کر اچھے خاصے میچنگ دوپٹوں کو ریجیکٹ کیئے جا رہی ہے۔
یقیناً اس کی دلچسپی دوپٹے سے زیادہ شاید بازار گھومنے میں تھی۔
"تمہارا مطلب ہے نیو ریڈی میڈ سوٹ؟۔۔ میں اپنے سارے پیسے خرچ کر چکی ہوں۔۔ اور جتنے پیسے بچے ہیں ان میں تو دوپٹہ بھی اب شاید ہی ملے۔۔"
ایک تازہ پھولوں کی دکان کے پاس رک کر اسٹال پر لگے ان نرم پھولوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے بتایا۔
"آپ کو یہ سب خریدنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا نا"
یوسف کا اشارہ ان شاپرز کی طرف تھا جن میں نجانے اس نے کیا کچھ لیا ہوا تھا۔
"آپ دیکھ لیں ڈریس۔۔ پیمنٹ میں کر دوں گا۔"
موتیے کے لڑی کو کلائی پر لپیٹتے ہوئے جب اس کے کانوں میں اس کی آواز پڑی تو وہ مسکراہٹ دبانے کو نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی تھی۔
کن انکھیوں سے اس کے بیزار بیزار سے نقوش کو دیکھا۔
"سوچ لو۔۔۔۔۔ تمہارے مہینے کی سیلری چلی جائے گی میرے ایک ڈریس پر۔۔"
اس کا انداز بھرپور شرارت لئے ہوئے تھا۔
"پورے سال کی بھی چلی جائے تو مجھے افسوس نہیں ہے"
اس نے لمحے کی تاخیر کیئے بغیر کہا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں خفگی لہرائی تھی۔
"تمہیں میری سنگت اتنی بری لگتی ہے کے میرے ساتھ نا رہنے کے لئے اپنے سارے پیسے لٹانے کے لئے تیار ہو۔۔؟"

کلائی سے موتیے کی لڑی کھینچ کر اتارتے ہوئے اس نے اسٹال پر واپس رکھ دی تھی۔

"مجھے صرف اس جگہ سے مسئلہ ہے۔۔ اور مزید یہ کے حویلی میں میرے کافی سارے کام۔۔۔"

"بس کر دو یوسف۔۔ میرے کان پک چکے ہیں تمہارے کاموں کی تفصیل سن سن کر۔۔"

وہ بے زاری سے بولی۔

"آفٹر آل اٹس مائی ڈیوٹی۔۔"

"شاید تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے میں نے کے خود کو ملازم مت سمجھا کرو۔۔ تم دادا جان کے کزن کے بیٹے ہو۔۔ مطلب ہمارے رشتے دار ہوئے ناں۔۔ بھلے دور کے ہی سہی۔ "

"آپ کی کرم نوازی ہے کے آپ مجھے ملازم سے زیادہ کا درجہ دیتی ہیں۔۔ آج کے زمانے میں رشتے سے زیادہ پیسے کی قدر ہے ریشام بی بی۔۔ آپ کے دادا جان نے مجھے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر کے بجائے انیکسی دے رکھی ہے۔۔۔ میرے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔۔۔میرے خیال سے اس رشتے کا حق انھوں نے ادا کر دیا ہے جتنا وہ سمجھتے ہیں۔۔"

"حق مانگنے سے ملتا ہے۔۔ خاموش رہنے سے نہیں۔۔ "

"آپ مجھے بغاوت پر اکسا رہی ہیں۔۔"

"کیوں کے اس کے بغیر گزارا نہیں۔۔ "

"میں ۔۔۔ سمجھا نہیں آپ کا مطلب"

" سمجھ تو تمہیں سب آتا ہے۔۔ اب جان کر انجان بننا چاہتے ہو تو میں کیا کر سکتی ہوں "

"میرے خیال سے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے"

اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن میں نے ابھی ڈریس نہیں لیا ہے "

"میری توبہ ہے جو میں آئندہ آپ کے ساتھ شاپنگ پر آوں"

وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔
ہمیشہ اس سے ادب سے ہی پیش آیا کرتا تھا۔
لیکن کئی بار وہ اسے اتنا زچ کر دیتی تھی کے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے جذبات کا اظہار کر جاتا تھا۔

"آنا تو تمہیں ہی پڑے گا۔۔۔مجھے کسی اور کو اتنا پریشان کرنے میں مزہ نہیں آتا۔ جتنا تمہیں کرنے میں آتا ہے۔۔"
"یعنی کے آپ مان رہی ہیں کے پچھلے دو گھنٹے سے آپ جان بوجھ کر سارے میچنگ کے دوپٹوں کو ریجیکٹ کیئے جا رہی ہیں صرف مجھے تنگ کرنے کے لیئے؟"
"مجھ سے زیادہ۔۔۔ تمہیں یہ بات ماننے کی ضرورت ہے کے۔۔ میں ایسا کیوں کر رہی ہوں"
اس کی ڈھکی چھپی باتوں کے مطلب وہ صاف سمجھتا تھا۔
لیکن کبھی اس کے سامنے اقرار نہیں کرتا تھا۔
اور واقعی یہ بات تو سوچنے لائق تھی کے ریشام کو کبھی شاپنگ کا اتنا کریز نہیں رہا تھا۔
اس کی شاپنگ ہمیشہ زاریہ غازی یا رائمہ پھوپھو ہی کرتی تھیں۔
بمشکل ہی وہ بازار جانے پر راضی ہوتی تھی۔
اور کبھی چلی جائے تو آدھے گھنٹے سے زیادہ وہاں رکتی نہیں تھی۔
اور آج یوسف کے ساتھ آئی تھی تو اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں تھا۔
وہ جتاتے سے لہجے میں کہتی ایک شاپ میں داخل ہو گئی تھی۔
جہاں انتہائی نفیس سے ریڈی میڈ ڈریس موجود تھے۔
بڑی سی دکان پر طائرانہ سی نگاہ ڈال کر وہ یوسف کی جانب مڑی۔
"مجھے تو کوئی آئیڈیا نہیں۔۔ تم ہی بتاو۔۔"
اس کے چہرے پر الجھن تھی۔

"میرا بھی آپ کے والا حال ہے۔۔ آپ جو لینا چاہیں لے لیں۔"

بیگز ایک طرف رکھ کر وہ چئیر پر آرام دہ حالت میں بیٹھ گیا تھا۔

اتنا وہ حویلی کے کاموں سے نہیں تھکتا تھا۔

جتنا ریشام نے اسے تھکا ڈالا تھا۔"

اس شاپ میں بھی آدھے گھنٹے سے زائد کا وقت ہو چکا تھا۔

سیلز مین ایک کے بعد ایک ڈریس دکھاتے ہوئے کاونٹر پر ڈھیر کر چکے تھے۔

لیکن کوئی ایک بھی اس کے مزاج کے مطابق نہیں تھا۔

یوسف کو اپنی آفر سراسر ایک بے وقوفی لگی تھی۔

اس کا دوپٹے کی میچنگ سے زیادہ تو ڈریس سیلیکٹ کرنا زیادہ اعصاب شکن کام تھا۔

اس کی نظریں یونہی پوری شاپ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

جہاں ایک سے ایک بہترین ملبوسات موجود تھے۔

جن کی قیمت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں تھا۔

واقعی میں اس کی مہینے کی سیلری لگ جانی تھی۔

"وہ دکھانا"

ایک سیلز بوائے کو اس نے وہ ڈریس لانے کو کہا تھا جو ڈمی پر تھا۔

لیکن ابھی اسے ڈسپلے نہیں کیا گیا تھا۔

"یہ بلکل نیو ڈیزائن ہے سر۔۔آج ہی آیا ہے۔۔ ابھی تک ہم نے اسے ڈسپلے بھی نہیں کیا ہے"

سیلز بوائے اپنے پیشہ ورانہ انداز میں بولتے ہوئے وہ ڈریس اٹھا لایا تھا۔

جو ٹی پنک کلر کی آرگنزا کی فراک تھی۔

جس کے گلے اور دامن پر سنہرے رنگ کا دیدہ زیب کام کیا گیا تھا۔

اس کی آستینیوں کی کڑھائی بھی بازوو تک بنی ہوئی تھیں۔

یوسف کے کہنے پر اس نے فراک کا دوپٹہ نکال کر اس کے سامنے پھیلا دیا تھا۔
جس کی لمبائی اور چوڑائی اتنی زیادہ تھی کے اسے مطمئین کر گئی تھی۔
ریشام کے عام طور پر اوڑھنے والے دوپٹے بھی اتنے ہی بڑے ہوا کرتے تھے۔
جنھیں وہ اس طرح سے کیری کرتی تھی کے اسے کوئی چادر لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔
ریشام کی پشت تھی اس کی جانب۔
جب بیس ڈیزائن دیکھنے کے بعد بھی اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ "رہنے دیں بھائی" کہتی پلٹ گئی تھی۔
جب اس پر نظر پڑی تو پہلے آنکھوں میں تعجب ابھرا۔
اور پھر خوشگوار سی حیرت۔۔
وہ دوپٹے کے پلو کو ہاتھ میں لئے اس کا اسٹف دیکھتے ہوئے سیلز بوائے سے جانے کیا بات کر رہا تھا۔
ایک ڈمی اس کے پاس کھڑی تھی۔
جس پر موجود ڈریس اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رکھا تھا۔
اس نے جب ریشام کو اپنی جانب متوجہ دیکھا تو دوپٹہ چھوڑ کر چئیر سے بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"یہ ٹھیک لگ رہا ہے؟"
اس نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا
"یہ بہت حسین لگ رہا ہے۔۔"
وہ اس ڈریس کا جائزہ لیتی خوشی سے بولی۔
"اسے پیک کر دیں"
سیلز بوائے کو کہنے کے بعد اس نے شکر کا سانس بھرا تھا۔
ایک کٹھن مرحلہ اس نے حل کر لیا تھا۔
"کاونٹر پر پیمنٹ کرنے کے بعد وہ ڈریس کا شاپر بھی اٹھاتا باہر آگیا تھا۔

"کتنے کا ہے یہ ویسے؟"
باہر نکلتے ہوئے ریشام نے تجسس سے پوچھا۔
"آپ کو ڈریس سے مطلب ہونا چاہیئے ریشام بی بی"
" ایک طرف اتنی عزت بھی دیتے ہو۔۔ اور پھر میری بات کا جواب بھی نہیں دیتے"
"میں نے اپنی بات پوری کردی ہے۔۔۔ کیا اب ہم گھر چل سکتے ہیں؟"
"شکر کرو۔۔ میرے پاس اس کی میچنگ کی جیولری اور شوز موجود ہیں۔۔ ورنہ پھر تمہں دو گھنٹے اور خواری کرنی پڑتی۔۔"
"میں گھر جا کر شکرانے کے نوافل پڑھوں گا۔۔کے اللہ نے مجھے اس خواری سے بچا لیا"
"لیکن چوڑیاں نہیں ہیں میرے پاس"
"اب اس میں کتنا وقت لگے گا؟"
یہ لڑکی آسانی سے اس کے جان چھوڑنے والی نہیں تھی۔
"بس دو منٹ"
دو انگلیاں اٹھاتی وہ شرارت سے بولی۔
انکار کرنے کا اس کے پاس کوئی حق تھا نہیں۔
ناچار اب وہ چوڑیوں کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔
"ویسے تم نے اتنا مہنگا ڈریس دلا دیا ہے میں گھر پر سب کو کیا بتاوں گی؟"
"مجھے نہیں معلوم۔۔۔"
اس نے لا علمی سے شانے اچکا دئے۔
"سچ بتا دیجئے گا۔۔ اس میں کیا قباحت ہے"
"اچھا؟۔۔۔میں سب کو یہ بتاوں کے یہ ڈریس تم نے مجھے اپنے پیسوں سے دلایا ہے؟۔۔۔ سب نجانے کیا کچھ سمجھ بیٹھیں گے۔۔"

"تو پھر یہ کہہ دیجئے گا کے پیسے کم ہونے کی وجہ سے آپ مجھ سے ادھار لئے تھے"

"تم سچ میں کہیں ایسا ہی تو نہیں سمجھتے ؟---لیکن میں بتا رہی ہوں تمہیں-- یہ کتنے کا بھی ہوا میں اسے ادھار نہیں سمجھوں گی-- بلکے تمھاری طرف سے دیا گیا پہلا تحفہ سمجھوں گی"

وہ کبھی اس کی ذو معنی باتوں پر ری ایکٹ بھی نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی کتنے حق سے وہ کہہ رہی تھی۔

اس کا اس طرح سے حق جتانا یوسف کو برا نہیں لگتا تھا۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ اپنی ساری زندگی اس کے لیے دان کر دیتا۔

"آپ کو تحفہ دینے والی میری اوقات نہیں ہے-- آپ یہ ویسے ہی رکھ لیں"

اس کا لہجہ دھیما تھا۔

"تم نے پھر فضول باتیں کرنی شروع کردی--"

اس کے آنکھوں میں ناراضگی در آئی۔

کچھ ہی دیر میں وہ اس پھول کو بھول بھال کر اپنی کزنوں کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی۔

تقریب کے لئے سب نے سر شام سے تیاری شروع کردی تھی۔

اس بار بھی مرد اور خواتینوں کے لئے الگ الگ انتظام رکھا گیا تھا۔

ولیمے کے حساب سے زیادہ تر سب نے ہلکے رنگوں کا ہی انتخاب کر رکھا تھا۔

کانوں میں جھمکا ڈالتی وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔

اس ٹی پنک فراک میں اس نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

لگ رہا تھا جیسے وہ ڈریس بنایا ہی اس کے لیے گیا ہو۔

ہاتھوں میں کانچ کی چوڑیاں اور گجرے پہنے ہوئے تھے۔

ماتھے پر سنہری ٹیکا لگایا ہوا تھا۔

کمر تک بکھرے ہوئے دراز بالوں کو اس کے دوپٹے نے چھپا لیا تھا۔ جس اس نے پیشانی سے تھوڑا پیچھے کر رکھا تھا۔

اپنی ہی دھن میں آتے سالار نے جب اسے دیکھا تو وہ اپنی جگہ جم گیا تھا۔

وہ پلکیں تک نہیں جھپکا پایا تھا۔

ہمیشہ عام سے حلیے میں رہنے والی ریشام کی یہ سج دھج اسے گنگ کر گئی تھی۔

جب کے اس کے گلابی لبوں پر اس وجہ سے مسکراہٹ تھی کے نجانے یہ ڈریس دلانے والے کی نظر جب اس پر پڑے گی تو تب اس کا کیا رد عمل ہوگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"

رائمہ پھوپھو نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی نظر اتار دیں آپ۔۔"

مسکراہٹ چھپا کر وہ خود کو سنجیدہ ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"میں کئی بار اتار چکی ہوں۔۔ بس اللہ پاک اس کے نصیب اچھے کریں۔۔"

"آمین۔۔ویسے آپ کو اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اس کے نصیب تو مجھ سے جڑے ہیں"

کان کی لو مسلتے ہوئے وہ انجان بن کر بولا۔

"میری تو بس یہی دعا ہے کے۔۔ تم دونوں کی خوشی دیکھنا بھی جلد نصیب ہو"

انھوں نے محبت سے سالار کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تھا۔

گولڈن میکسی اور ڈنر سوٹ میں ملبوس دلہا دلہن اسٹیج پر بیٹھے بلکل ایک پرفیکٹ کپل لگ رہے تھے۔

ان کی جانب اٹھنے والی ہر نگاہ میں ستائش تھی۔

پستئی رنگ کے خوبصورت سے ڈریس میں وہ سونا کے ساتھ یہاں وہاں گھومتی اپنی ہی باتوں میں مصروف تھی۔

مہمانوں کی خوش قسمتی تھی کے مہندی کے دن کی طرح وہ الگ تھلگ نہیں بیٹھی تھی۔

آج جب سے خوش اخلاقی سے مل رہی تھی۔

یوں بھی بریزے غازی اپنے موڈ کے مطابق چلتی تھی۔

موڈ ہوا تو ہنس کر بات کر لی۔

اور اگر نہیں ہے تو پھر تو کون میں کون۔۔

وہ تمہیں نہیں جانتی تو بس نہیں جانتی۔

اور ایک طرف ریشام تھی۔

موڈ چاہے کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔۔ اگر وہ کسی سے ملتی تھی تو اس کی مسکراہٹ اور خوش اخلاقی میں فرق نہیں آتا تھا۔

جن سے بھی وہ مل رہی تھی سب اس کی اور اس کے لباس کی تعریفیں ہی کر رہے تھے۔

جن کے جواب میں وہ مسکرا دیتی تھی۔

اسے تو صرف ایک شخص کی تعریف سے مطلب تھا۔ جس نے ابھی تک اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔

اور دیکھ بھی لیتا تو کیا تھا۔

اس نے کونسا اس کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دینے تھے۔

اس کو معلوم تھا۔ یوسف کے منہ سے اپنی تعریف سنا صرف ایک دیوانے کے خواب کی مانند تھا۔

لیکن اس دل ناداں کی خوش فہمیوں کا آخر کیا کیا جاسکتا تھا۔

ذاریہ غازی سے اسے ڈانٹ بھی پڑ چکی تھی کے کیا ضرورت تھی یوسف سے پیسے لے کر نیا جوڑا لینے کی۔ جب کے اس کے پاس کافی سارے نئے جوڑے پہلے سے موجود تھے۔

وہ ان سے کہہ نہیں پائی تھی کے اس ایک جوڑے کے مقابلے میں اگر ہزار جوڑے بھی لا کر رکھ دئے

جاتے تو بھی اس کی اہمیت پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

پرفسوں تنہائی اور خوابناک ماحول میں وہ بے سدھ نیند کی آغوش میں تھی۔

جب بغیر کسی کے آواز کے کھڑکیوں کے پٹ وا ہونے لگے تھے۔

تیز ہواوں نے وہاں ٹھنڈک کا احساس بڑھا دیا تھا۔

ایک دلفریب سی خوشبو وہاں پھیلتی جا رہی تھی۔

"بریزے--"

گہری نیند میں ہونے کے باوجود بھی اس سرگوشی پر اس کی آنکھ جھٹکے سے کھلی تھی۔

روم کی لائٹس آن تھیں۔

آج وہ بند کر کے نہیں سوئی تھی

انجانے سے خوف کا شکار ہوتے ہوئے پورے کمرے نظریں دوڑا رہی تھی۔

لیکن وہاں کسی کی موجودگی کا ذرا سا بھی شائبہ نہیں تھا۔

گہرا سانس لے کر خود کو پرسکون کرتی وہ دوبارہ لیٹنے لگی تھی جب تکیے پر رکھے اس گلاب کے پھول کر دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی تھیں۔

وہ جیسے کرنٹ کھا کر بیڈ سے اٹھی۔

ایک ڈر اس کے اندر سرائیت کرتا جا رہا تھا۔

"ایک بے ضرر سے پھول سے کوئی اتنا خوفزدہ کیسے ہو سکتا ہے آخر؟"

وہ آواز اس کے کہیں بہت قریب سے ابھری تھی۔

وہ بے ساختہ پلٹی۔

لیکن کمرہ خالی تھا۔

"کون ہو تم؟--کیوں تنگ کر رہے ہو مجھے؟--"

وہ چیخ اٹھی۔

"فاز، عاشر-- اگر یہ تم دونوں ہو تو میں جان سے مار دوں گی تمہیں--"

اسے یہی لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں اس کے ساتھ کوئی مذاق کر رہے ہوں

لیکن وہ آواز تو ان دونوں میں سے کسی کی نہیں تھی۔

ایسی بھاری آواز اور دلکش لب و لہجہ اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

ایک لمحے میں کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

ساری لائٹیں خود بخود بند ہو چکی تھیں

لیکن کھلی کھڑکی سے اندر تک آتی چاند کی روشنی سے کمرہ منور ہوئے لگا تھا۔

ہوا سے سرسراتے پردے وہاں کسی کی موجودگی کا پتا دے رہے تھے۔

جب وہ ہلکا سا سایہ بریزے کو وہاں محسوس ہوا تو وہ خوف سے پیچھے ہٹی۔

اس کا چہرہ سفید پڑنے لگا تھا۔

"ک کون ہو---تم"

اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔

سرسراتی آواز میں وہ مشکل سے بول پائی تھی۔

"جو بھی تم سمجھنا چاہو---خواب-- خیال --- حقیقت---"

بھید بھری خاموشی میں اس کی آواز پھر ابھری تھی۔

"یا پھر محبت---"

بریزے کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

صرف پلک جھپکنے کی دیر میں وہ سایہ پردے کی اوٹ سے نکل کر اس کے سامنے آچکا تھا۔

وہ اس سے صرف کچھ انچ کے فاصلے پر تھا۔

"مجھ سے ڈرو مت ---"

اپنی چمکتی کالی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

سانس روکے، تیز تیز پلکیں جھپکتے ہوئے وہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے آیا وہ حقیقت میں اس شخص کو اپنے قریب کھڑا دیکھ رہی تھی یا وہ محظ ایک خواب تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا سر گھوما تھا، وہ چکرا کر گر فرش پر گر پڑی تھی۔

"آپ مصروف تو نہیں؟"

کھلے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نہیں میں تمہارا ہی منتظر تھا۔۔ آجاو اندر"

کتاب بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے انھوں نے کہا۔

وہ جب ان کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا تو انھوں نے بات کا آغاز کیا۔

"رات کس وقت سوئے تھے تم؟"

ان کی جانچتی نظریں اسی پر تھیں

جو ان سے اس سوال کی امید نہیں کر رہا تھا۔

جبھی گڑبڑا گیا۔

"معلوم نہیں۔۔۔شاید تین بج رہے تھے"

نظریں جھکائے کہتے ہوئے اس نے جھوٹ کا سہارا نہیں لیا تھا۔

"نیند کی گولیاں لینے کے بعد بھی؟"

فرمان کی اگلی بات نے اس پر گھڑوں پانی ڈال دیا تھا۔

اسے قطعی خبر نہیں تھی کے وہ اس بارے میں جان جائیں گے۔

وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتے ان سے نظریں نہیں ملا سکا تھا۔

"ایسے کب تک چلے گا داریان؟ -- ابھی تو تمھاری عمر بھی اتنی نہیں ہے--"

ان کے انداز میں تاسف تھا۔

"کیوں خود کو اذیت دے رہو اس طرح سے؟"

"یہ اذیت ساری زندگی میرے ساتھ رہے گی"

اس کا دھیما لہجہ سپاٹ تھا۔

"اچھے برے فیز ہر انسان کی زندگی میں آتے ہیں-- عقل مند وہ نہیں ہوتے جو ماضی کو لے کر حال میں پریشان ہوتے ہیں، اور پھر اپنا مستقبل بھی خراب کرتے ہیں--"

"بھول جانے میں ہی بھلائی ہے--"

داریان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ نرمی سے بولے۔

"آپ کے لئے کہہ دینا آسان ہے فرمان بھائی-- لیکن میرے لئے یہ کرنا ناممکن ہے --- میں اسے بھلا نہیں سکتا"

آنکھوں میں امڈ آتی نمی کو چھپانے کے لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ نہیں چاہیں گے تو میں کہیں جاب نہیں کروں گا-- جس کام سے آپ روکیں گے دوبارہ اس کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا لیکن ---اس کے لیے میں مجبور ہوں-- آپ مجھے اسے بھول جانے کے لئے مجبور مت کریں-- یہ میرے لئے جان لیوا اذیت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا--"

اس کے لہجے کی نمی اور زخمی پن کو وہ گہرائی سے محسوس کر رہے تھے۔

فرمان کا دل کٹتا تھا اس کی اذیت پر۔

لیکن وہ لاچار تھے۔

اس موضوع پر بات کرنے کے لئے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا تھا۔

صبح دکھتے سر کے ساتھ جب وہ اٹھی تو اس کا جسم بخار میں پھنک رہا تھا۔

رائمہ پھوپھو اس کے پاس ہی بیٹھی اس پر کچھ پڑھ کر دم کر رہی تھیں۔

اسے آنکھیں کھولتے دیکھا تو بے ساختہ شکر ادا کیا۔

"اب کیسی طبعیت ہے تمہاری؟"

"مم میں؟"

اس کا ذہن بلینک ہو رہا تھا۔ اسے ابھی بھی نہیں سمجھ آرہا تھا کے رات جس شخص کو اس نے اپنے روم میں دیکھا تھا وہ واقعی وہاں موجود تھا یا پھر اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

"میں نے ریشام کو تمہیں جگانے کے لئے بھیجا تو اس نے واپس آ کر بتایا کے تم تو بخار میں جل رہی ہو۔۔۔ کھڑکیاں بھی بند کر کے نہیں سوتیں تم ۔۔ اتنی ٹھنڈ میں تو پھر بخار ہونا ہی ہے "

حمنہ غازی نا جانے کیا کیا کہہ رہی تھیں۔

وہ بس اپنا سر پکڑے مسلسل اسی خواب کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔

ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ کے تم پہ دم کیا ہے تو اب بخار کچھ کم ہوا ہے تمہارا، چلو اٹھ کر فریش ہو جاو۔ میں ناشتہ لگواتی ہوں تمہارا "

ان کے اصرار کرنے پر ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا تھا۔

"میں آتی ہوں کچھ دیر میں"

ان کے جانے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بڑی سی ہوا دار اور روشن کھڑکیاں ابھی بھی کھلی ہوئی تھیں۔

جہاں سے سورج کی کرنیں چھن چھن کر اندر تسلط جما رہی تھیں۔

"خواب، خیال، حقیقت یا پھر ۔۔۔ محبت ۔۔"

اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ وارڈ روب سے ہینگ کیا ہوا سوٹ نکال کر وہ واش روم کی جانب بڑھ رہی تھی۔

جب اس کی توجہ ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی۔
وہاں پر اس کے ساز و سامان کے پاس وہی پھول پڑا تھا
جو کل رات اسے اپنے تکیے پر دکھائی دیا تھا۔
اس نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا۔
''تو کیا وہ خواب نہیں تھا پھر؟''
کپڑے نیچے پھینک کر وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی تھی۔
برابر میں ہی ریشام کا روم تھا۔
بغیر ناک کیۓ اندر داخل ہو کر اس نے فوراً سے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا تھا۔
وہ جو یونی جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی بریزے کو اس طرح سے وہاں آتے دیکھ کر حیران ہوئی۔
''تمہیں کیا ہوا ہے؟''
''ریشام ---ریشام کل رات--- کل رات کوئی میرے روم آیا تھا''
روتے ہوئے اس کے گلے لگی وہ بے حد خوف کا شکار تھی۔
آنسوؤں کے درمیان وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔
''کیا مطلب کون تھا تمہارے روم میں؟-- تم رونا تو بند کرو پہلے''
بریزے کو کاوچ پر بٹھا کر وہ اس کے لئے پانی کا گلاس لے آئی تھی۔
بریزے کی حالت نے اسے پریشان کر ڈالا تھا۔
''مجھے نہیں معلوم --اور وہ پھول--''
وہ ایک ایک کر کے ساری بات اسے بتاتی گئی۔ جو اسے ٹوکے بنا سن رہی تھی۔
''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ریشام--''
ہاتھوں میں سر گرائے اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔
''میری بات سنو بریزے---''

ریشام نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

"ریلیکس ہو جاو۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے ۔۔ صرف تمہارا وہم ہے۔۔۔ حویلی میں اتنی سیکیورٹی ہے۔ کوئی ان نون پرسن کیسے یہاں داخل ہو سکتا ہے؟ ۔۔اور منٹوں میں کیسے غائب ہو سکتا ہے آخر"

"میری بات کا یقین کرو ریشام۔۔ وہ کوئی خواب نہیں تھا۔۔ نہ ہی میرا وہم تھا۔۔ میں نے سچ میں اسے اپنے سامنے دیکھا تھا۔۔ وہ میرے پاس کھڑا تھا۔۔ مجھ سے بات کر رہا تھا۔۔"

بریزے کو سمجھ نہیں آرہا تھا کے کیسے اسے اپنی بات سمجھائے۔۔

"اور تمہیں یقین نہیں تو چلو میرے ساتھ۔۔ وہ پھول دیکھو وہیں پڑا ہے۔۔ "

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے روم میں لے آئی تھی۔

"کہاں ہے پھول؟"

ریشام نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

جبکے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ڈریسنگ کو دیکھ رہی تھی جہاں اس پھول کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

"وہ۔۔۔ابھی۔۔۔یہیں ۔یہیں پر تھا ۔۔میں جھوٹ نہیں بول رہی "

ہاتھ کی پشت سے گیلا گال رگڑتے ہوئے وہ یہاں وہاں دیکھتی اسے تلاش کر رہی تھی۔

"بریزے میں کہہ رہی ہوں ناں کے یہاں کوئی پھول نہیں ہے۔۔ صرف تمہارا وہم ہے اور کچھ بھی نہیں۔۔ شادی کی وجہ سے تم بہت تھک گئی ہو۔۔ صرف ریسٹ کرو ۔۔ٹھیک ہو جاو گی"

اس کا چہرہ تھامے وہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

جو بھیگتی ہوئے آنکھوں کے ساتھ لب چبا رہی تھی۔

بیگ اور فائلز اٹھاتے ہوئے وہ کلائی پر بندھی رسٹ واچ دیکھتی جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے پورچ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"آرام سے چلو کس بات کی جلدی ہے تمہیں؟"

آفس جانے کے لئے بلکل ریڈی ہو کر وہ بھی نکلنے ہی والا تھا۔

''یونی کے لئے لیٹ ہو رہی ہوں سالار بھائی۔۔ لیکچر مس ہو جائے گا''

وہ دونوں چلتے ہوئے ساتھ ہی باہر آئے تھے۔

''تو اس میں اتنا پریشان ہونے والے کون سی بات ہے۔۔ مجھ سے سمجھ لینا ٹاپک''

''ہر گز نہیں۔۔ آپ پر تو اب مجھے بلکل بھی ٹرسٹ نہیں ۔۔ آپ کو معلوم تھا کے میری اسائمنٹ بنانے میں ہیلپ کرنی ہے آپ پھر بھی اپنے دورے پر چلے گئے۔۔ آپ پر تو میں اب کبھی اعتبار نہ کروں ''

اس کی اتنی اتنی بے اعتباری پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

''آخری موقع دے دو ۔۔۔ اب کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گا تمہیں''

''ایسا تو سوچیئے گا بھی نہیں، ریشام ضمیر غازی کسی کو دوسرا موقع نہیں دیا کرتی۔۔''

گاڑی کا شیشہ صاف کرتے یوسف کے کانوں تک اس کی قدرے اونچی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔

''اوہ مطلب اب کوئی چانس نہیں؟ ''

اس کے لہجے میں مصنوئی افسوس تھا۔

''بلکل بھی نہیں۔۔ آج سے میں نے آپ کو اپنے ذاتی استاد کے عہدے سے برخاست کر دیا ہے۔۔ ''

اس کا شان بے نیاز انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

''آج سے آپ کے پاس نہیں آوں گی ٹیوشن لینے''

ساتھ ہی اطلاع بھی دے دی تھی۔

''آپ کی جاب چلی گئی۔۔ میری طرف سے افسوس قبول فرمائے''

خاموشی سے انکی ساری باتیں سننے کے بعد فاز اس کے پاس آ کر بولا۔

''بہت شکریہ ۔۔۔''

سالار نے بھی گہرے دکھ کے تاثرات چہرے پر لاتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا تھا۔

''ویسے تم کہو تو میں ٹیوشن دے دیا کروں گا تمہیں -- فیس کے طور پر مجھے اچھی سی چائے اور کچھ اسنیکس وغیرہ بنا دینا''۔

موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی قسمت آزمانے کا سوچا۔

''تم تو رہنے ہی دو-- فریج اور استری ٹھیک کرنے کا مجھے کوئی شوق نہیں--''

اس نے نخوت سے کہا۔

''میں تو کہتا ہوں سیکھ لو -- فیوچر میں بہت کام آئے گا''

''کیوں؟ جب ضرورت پڑے گی میں تمہیں فون کر دوں گی -- تم آجانا ٹھیک کرنے''

''اچھا -- تمہیں لگتا ہے کے میں اتنا فارغ ہوں گا کے تمہارے ایک فون پر چلا آوں گا؟''

فاز نے بھی اسے کے انداز میں جواب دیا۔

''اسے مت بلانا ریشام -- اس بیچارے کی دکان پر پہلے ہی رش لگا ہوگا-- لوگوں کے بلب، ٹی وی، واشنگ مشین نجانے کیا کچھ مرمت کرنے میں مصروف ہوگا--''

سالار نے شرارت چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''پتا نہیں لوگ الیکٹرکل انجینئرنگ کو اتنا فار گرانٹڈ کیوں لیتے ہیں--''

''تم یہ کھڑے سوچتے رہو -- میں جا رہی ہوں ''

گاڑی ریڈی تھی۔

یوسف نے اس کے لئے پچھلا ڈور کھولا تو وہ فاز کو کہتی اندر بیٹھ گئی۔

''اب اس بات پر آپ مجھے ڈراپ کریں گے۔''

وہ سالار سے بولا۔

''تمہاری یونیورسٹی میرے راستے میں نہیں پڑتی یار--فضول میں دیر کروا دو گے مجھے میٹنگ میں۔''

''ایک دن سے کوئی فرق نہیں پڑتا -- اور آپ کونسا ایمپلائی ہیں-- آفس تو آپ کا اپنا ہے -- جب دل کرے چلے جائیں ''

لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"بے شک آفس میرا اپنا ہے -- لیکن ہر چیز کو چلانے کے کچھ رولز ہوتے ہیں-- جن پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا جا سکتا-- اگر میں آفس وقت پر نہیں پہنچوں گا تو میری ہدایت کے بغیر اسٹاف کام شروع نہیں کر پائے گا۔ جس کی وجہ سے مجھے لاکھوں کروڑوں کا نقصان بھی ہو سکتا ہے-- جس کا اثر صرف مجھ پر ہی نہیں میرے اسٹاف پر بھی پڑے گا۔"

"لیکن یہ مینیجمنٹ کی باتیں تمہاری سمجھ نہیں آئیں گی-- تمہارا دل چاہے تو تم اپنی الیکٹریشن کی دکان بھلے دوپہر کے دو بجے کھولنا-- دو چار پنکھے وغیرہ ٹھیک کر کے واپس آجانا-- کسی نقصان اور فائدے کے بارے میں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوگا"

گاڑی اسٹارٹ کرتے سالار نے تفصیل سے کہا تو فاز نے بے حد ناراضگی سے اسے دیکھا۔

ایسا پہلی بار نہیں تھا۔

یہ ڈگری چوز کرنے پر اسے ہر کسی سے یہی سب سننے کو ملتا تھا۔

جن کا مقصد اسے ہرٹ کرنا نہیں ہوتا تھا۔

وہ محض اسے تنگ کرنے کے لئے کہتے تھے۔

اس کا بیگ اور فائلز بھی فرنٹ سیٹ پر پڑے تھے۔

جس کا مطلب تھا کے آج بھی آج کلاسز اٹینڈ کرنے والا تھا۔

ایک پرسکون سی خوشی اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہوئی تھی۔

لیکن پھر کل رات کا سوچتے ہوئے اس کا موڈ پھر برا ہونے لگا

"رات بہت مصروف تھے تم؟"

یوسف منتظر ہی تھا کے کب اس کی جانب سے اس کی عدالت میں پیشی لگے گی۔

تیکھے لہجے میں اس سے مخاطب وہ بیک مرر میں ہی دیکھ رہی تھی جہاں صرف اس کی آنکھوں پر لگے

گاگلز ہی اسے دکھ رہے تھے۔

"تم ایک بار بھی اندر نہیں آئے تھے"

"رات کو کام کافی زیادہ تھے"

اسنے آہستگی سے جواب دیا۔

"ایک بار تو آ ہی سکتے تھے۔۔"

وہ شاید اس سے ناراض ہو چکی تھی۔

لیکن اس بار بھی ہمیشہ کی طرح اسے خود ہی ناراض ہو کر خود ہی مان جانا تھا۔

کیوں کے یوسف سے تو ایسی کسی چیز کی امید کبھی رکھ نہیں سکتی تھی۔

اور وہ اسے کیا بتاتا۔

وہ جان بوجھ کر اسے دیکھنے سے خود کو باز رکھتا رہا تھا۔

ریشام کی پیش قدمیوں سے جو ضربیں اس کے دل میں لگ رہی تھیں۔

وہ ابھی بھی کسی نہ کسی طرح سے خود کو روک لیتا تھا۔ سنبھال لیتا تھا۔

اس نادان لڑکی کی باتوں میں آکر وہ اپنے دل کا نقصان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اپنی حیثیت کو وہ پہنچانتا تھا۔

وہ خود کو اس کے قدموں کے دھول کی مانند بھی نہیں سمجھتا تھا۔

جو اسے اپنے سر کا تاج بنا لینا چاہتی تھی۔

کہیں نہ کہیں تو اس کا دل بھی اسی آگ میں جل رہا تھا۔

لیکن وہ اس کے انجام سے خوفزدہ تھا۔

خود سے زیادہ اسے ریشام کی فکر تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کی وجہ سے اس کی عزت پر کوئی حرف آئے۔

"تم سن بھی رہے ہو میری بات ؟"

ریشام کی تیز آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ کے واپس لے آئی تھی۔

"جی --کیا کہہ رہی تھیں آپ ؟"

"اتنی دیر سے تم سے بات کر رہی ہوں-- کوئی رسپانس ہی نہیں دے رہے ہو-- کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟"

"آج تمہیں کیسے اجازت مل گئی یونیورسٹی آنے کی؟"

"سالار سر سے ذکر کیا تھا ایگزامز کا-- تو انھوں نے کہا کے دو دن کے لئے چلے جانا کلاسز اٹینڈ کرنے"

شانے اچکاتے ہوئے اس نے سادگی سے کہا۔

ریشام نے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے باز ہی رکھا تھا۔

سارے شکوے جناب اس کے ہیں

دل پر سارے عذاب اس کے ہیں

وہ یاد آئے تو نیند نہیں آتی

نیند آئے تو سارے خواب اس کے ہیں

سعدین حویلی میں اتری صبح ڈھل کر اب دوپہر کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

آفس اور یونیورسٹی جانے والے ناشتہ کر کے کب کے نکل چکے تھے۔

باقی خواتین بھی اپنے اپنے کاموں کو انجام دیتیں اب دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف عمل تھیں۔

حویلی کا اندرونی لاؤنج کافی کشادہ تھا۔

جو مہنگے اور فرنیچر و قالین سے آراستہ تھا۔

حویلی کے مکینوں کے علاوہ اگر کسی باہر کے مرد کا وہاں آنا ہوتا تھا تو پھر اس کے لئے ایک الگ سے حصہ بیٹھک کے طور پر مخصوص کر رکھا تھا۔

سعادت غازی کا زیادہ تر وقت وہیں پر گزرتا تھا۔

اس کا نقشہ کچھ اس طرح سے تھا کے۔

حویلی کے بڑے سے داخلی دروازے کو کھول کر اندر آیا جائے تو سرخ اینٹوں سے بنا پورچ شروع ہوتا تھا۔ جس کے دائیں اور بائیں طرف ایک وسیع لان پھیلا ہوا تھا۔

پورچ کے اختتام پر دو اسٹیپس چڑھنے کے بعد حویلی کے اندرونی عمارت میں داخلے کا دروازہ تھا۔

جب کے بیٹھک دائیں طرف بنے لان کے اختتام اور انیکسی کے ساتھ بنی ہوئی تھی۔

سرونٹ کوارٹرز اس کے پیچھے تھے۔

کئی رقبے پر پھیلی اس حویلی کی شان و شوکت راجہ مہاراجاوں کے دور کی یاد تازہ کرواتی تھی۔

اس چار منزلہ حویلی کو سہارا دینے کے لئے بڑے بڑے سے پلر بھی نصب کئے گئے تھے۔

سعادت غازی کو یہ قیمتی اثاثہ اپنے پرکھوں کی طرف سے ورثے میں ملا تھا۔

جس کی آرائش و زیبائش میں وہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔

وادی میں یہ واحد عمارت تھی جو اتنے رقبے پر پھیلی تھی۔

وہاں کے رہائشی لوگ اس حویلی اور اسکے مکینوں کو ایک شاہی خاندان کی حیثیت سے ہی تشبیہ دیا کرتے تھے۔

لاؤنج کے عین وسط میں بڑا سا جھومر چھت پر نصب تھا۔ ۔

جس کے نیچے بچھا دبیز قالین سعادت غازی کے کسی دوست نے انھیں باہر کے ملک سے منگوا کر تحفے میں دیا تھا۔

جس پر گولائی میں قیمتی صوفے اور میز پڑے تھے

شال کو اپنے گرد لپیٹے، دونوں پیر اوپر کیے وہ خاموش سی صوفے پر بیٹھی تھی۔

کئی بار اپنی سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد وہ اسی خواب کے زیر اثر تھی۔

"بریزے طبعیت ٹھیک نہیں ہوئی ابھی تک؟"

رائمہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے محبت سے پوچھا۔

"سر میں درد ہے پھوپھو"

پیشانی مسلتے ہوئے اس نے رائمہ کے بازو پر سر ٹکا دیا تھا۔

"نجانے کسی بد بخت کی نظر لگ گئی ہے میری بچی کو۔۔ اتنا ہنستی مسکراتی رہتی تھی"

اس کا سر دباتے ہوئے وہ تشویش سے کہہ رہی تھیں۔

"صرف میں آپ کی سگی اولاد ہوں، لیکن میرے علاوہ ہر کسی سے آپ کو محبت ہے"

ناراضگی سے کہتا وہ سنگل صوفے پر براجمان ہوا تھا۔

شاید ابھی سو کر اٹھا تھا۔

اس لئے ٹراوزر اور شرٹ میں ملبوس تھا۔

فریش ہونے کے بعد اس نے بالوں کو پیچھے کی جانب کیا ہوا تھا۔

جن میں پانی کی بوندیں ابھی بھی چمک رہی تھیں۔

"ناشتہ ملے گا یا نہیں؟"

آج اسے اپنی ماں کے ہاتھ کا بنا کھانا ہی کھانا تھا۔

"صبر کرو، بنا دیتی ہوں ابھی"

"آپ میرے پاس سے نہ جائیں ناں۔۔"

ان کو اٹھتے دیکھ بریزے نے ان کا بازو پکڑ لیا تھا۔

"آپ میرا سر دبا دیں پہلے، درد سے پھٹ رہا ہے"

ان کے دبانے سے اسے سکون محسوس ہو رہا تھا۔

جبھی ان کے شانے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔

"اب اسے کیا ہو گیا ہے؟۔۔اوہ سمجھ آیا، ظاہر ہے دوسروں کے سر میں درد کروانے والوں کے خود بھی تو ہونا چاہیئے نا کبھی"

عاشر کے طنز سے کہنے پر رائمہ نے تنبیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"پھوپھو اپنے بیٹے کو کہیں خاموش ہو جائے، میری طبعیت پہلے ہی ٹھیک نہیں"

"ماننا پڑے گا، بیماری میں بھی زبان بلکل ٹھیک ٹھاک کام کر رہی ہے"

"پھوپھو۔۔"

بریزے نے احتجاجاً پھر انھیں مخاطب کیا۔

"عاشر اپنے روم میں جاو، میں ناشتہ وہیں بجھوادوں گی تمھارا۔"

"سوری مما، میرا تو آج یہی بیٹھ کر ناشتہ کرنے کا موڈ ہے"

مزید پھیل کر بیٹھتے ہوئے اس نے پیر لمبے کر کے سامنے پڑی میز پر قینچی صورت رکھ دئے تھے۔

دونوں ہاتھوں کو بھی سر کی پشت پر لے جا کر تکیہ سا بنا لیا تھا۔

ساتھ ہی ریموٹ اٹھا کر وہاں لگی ان لارج ایل سی ڈی بھی آن کردی تھی۔

جہاں لگے میوزک چینل کی آواز اس نے جان بوجھ کر کافی تیز کردی تھی۔

"آپ کا بیٹا میرے ہاتھوں ہی قتل ہوگا پھوپھو۔۔"

شدید ناراضگی سے رائمہ کو کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

زندگی جہنم بنا کر رکھ دی ہے بد تمیز انسان نے۔۔"

کینہ طوز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے وہ وہاں سے واک آوٹ کر گئی تھی۔

جاتے جاتے صوفے پر پڑا کشن اٹھا کر اس کے منہ پر مارنا نہیں بھولی تھی۔

آج واقعی اس کی طبعیت ناساز تھی۔ جبھی وہ اسٹیپ بیک لے گئی تھی۔

ورنہ تو بس ان دونوں میں سے کسی ایک کے شروع کرنے کی دیر ہوتی تھی۔

پھر تو جو ان کی لڑائی کا آغاز ہوتا تھا، سب ہی ان سے تنگ آجایا کرتے تھے۔

"آپ کہہ رہی تھیں اس کی طبعیت خراب ہے"

عاشر نے وہیں کشن اٹھا کر رائمہ کو دیکھتے ہوئے جتایا۔

"تم باز نہیں آوگے؟ کیوں تنگ کرتے ہو میری بیٹی کو؟"

حمنہ غازی نے مصنوئی خفگی سے اسے کہا

جو ابھی ملازمہ کے ساتھ اس کا ناشتہ لائی تھیں۔

ان کے اشارے پر وہ میز پر۔ ناشتہ رکھ کر چلی گئی تھی۔

"یہ سراسر الزام ہے مامی، آپ کی بیٹی بھی کچھ کم نہیں ہے، بیماری میں بھی اتنی باتیں سنا کر گئی ہے مجھے"

"تو تم در گزر کر دیا کرو چھوٹی بہن سمجھ کر"

"استغفراللہ۔۔ میں تو سات جنموں میں بھی کبھی اس کو اپنی بہن نا بناوں۔۔"

اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کو چھو کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"عاشر۔۔۔"

رائمہ نے اسے خاموش کروانا چاہا۔ لیکن وہ ایک بار شروع ہو جائے تو خاموش ہونا نہیں جانتا تھا۔

"اور نہیں تو کیا ممی ۔۔ اگر میری بہن اتنی بد تمیز ہوتی تو پھر آپ دیکھتیں کے میں کیسے اسے سیدھا کرتا"

"تمہیں بہنوں کی قدر نہیں ہے، اس لئے اللہ نے تمہیں بہن نہیں دی، اور میں تو کہتی ہوں کے بہت ہی اچھا ہوا، ورنہ تو تم نے اس بے چاری کو جانے کتنا ٹارچر کرنا تھا"

خود کے لیئے کافی بنا کر وہ کچن سے واپس آچکی تھی۔

"بس کر دو تم دونوں، کیا بچوں کی طرح لڑے جا رہے ہو"

حمنہ غازی انھیں ڈانٹیں وہاں سے کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"بریزے یہاں آ کر بیٹھو میرے پاس، دیکھو ذرا ایک ہی دن میں کیسا مرجھا گیا یے چہرہ، لال مرچوں سے نظر اتاروں گی تمہاری"

"کیوں لال مرچیں ضائع کر رہی ہیں ممی۔۔؟ وہ بے چاری رات کے کھانے میں کیا چبائے گی پھر؟۔ اور ویسے بھی ایسے چہروں پر نظر نہیں لگتی، لوگوں کی نظریں خراب تھوڑی ہیں۔۔ ہاں اگر کسی جن بھوت وغیرہ کی نظر پڑ گئی ہو تو وہ اور بات ہے"

ناشتے کرتے ہوئے وہ ساتھ ہی لاپرواہی سے بولتا بھی جا رہا تھا۔

وہ لب بھنچے، آنکھوں میں تیزی لئے اسے گھورتی رہی۔

"عاشر۔۔"

سعادت غازی کی بھاری اور سنجیدہ سی آواز پر وہ ہاتھ میں پکڑا کپ جلدی سے ٹرے میں رکھتا ان کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

جن کی آمد کا انھیں پتا ہی نہیں چل سکا تھا۔

بریزے اور رائمہ نے اپنے اپنے آنچل سر پر ڈالے تھے۔

"تم آج بھی یونیورسٹی نہیں گئے؟"

بے داغ لباس میں ملبوس، براون گرم شال کو کندھوں پر ڈالے وہ اس سے مخاطب تھے۔

"آج ویسے ہی چھٹی کر لی۔۔"

"اچھا کیا، آج میرے ساتھ زمینوں پر چلو۔۔"

"میں ۔۔؟ زمینوں پر ؟"

اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیوں کوئی مسئلہ ہے ؟"

"نہیں نانا جان لیکن ۔۔میں، میرا مطلب کیا کام زمینوں پر؟"

تذبذب سے کہتے ہوئے اس نے ساتھ ہی رائمہ کو بھی مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"عاشر میں تمہیں زمینوں کے حساب کتاب کے لئے نہیں لے کر جا رہا، بائیک لے کر سارا دن آوارہ گردی کرتے رہو گے اس سے اچھا ہے کے میرے ساتھ چل کر زمینیں ہی دیکھ لو۔۔"

سنجیدگی سے حکم صادر کرنے کے بعد وہ جاتے جاتے رکے تھے۔

"ناشتہ سے فارغ ہو جاو تو کچھ ڈھنگ کے کپڑے پہننا"

سعادت غازی کو اس طرح کے کپڑے پہننا سخت نا پسند تھا۔

"جی بہتر ۔۔"

ان کے سامنے وہ کوئی آرگیو نہیں کر پاتا تھا۔

ان کے جاتے ہی اس نے ادھورے ناشتے کی ٹرے آگے کھسکا دی تھی۔

موڈ شدید آف ہو چکا تھا۔

"تیار ہو جاو جا کر، بابا تمہارے انتظار میں رکیں گے نہیں"

رائمہ کے کہنے پر ایک تیز نظر بریزے پر ڈالتا وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

جو ابھی بھی اس کی عزت افزائی پر ہنس رہی تھی۔

سورج ڈوبتے ہی نیو یارک سٹی روشنیوں سے جگمگا اٹھا تھا۔ عام دنوں میں بھی وہاں کی چہل پہل اور رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

جنید حالی کے چھوٹے سے لیکن خوبصورتی سے سجے ہوئے لکڑی والے گھر میں بھی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔

کچن سے کھانا لا کر وہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی جب مین ڈور کی بیل بج اٹھی۔

"میں دیکھتا ہوں "

کرسی کھسکا کر وہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گئے۔

دروازہ کھولا تو۔۔

"ہیلو مسٹر جنید۔۔"

صاف رنگت اور نیلی آنکھوں والا ہیری ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"کیسے ہو ہیری؟"

انھوں نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

''وہ اصل میں --- ممی نے ڈنر میں پورک بنایا ہے-- ایز یو نو --مجھے وہ پسند نہیں، کیا میں آپ کو ڈنر میں جوائن کر سکتا ہوں؟''

''بلکل، کیوں نہیں۔ آجاو اندر''

ہفتے میں تین بار تو لازمی وہ ان کے گھر ہی بن بلائے مہمان کی طرح ڈنر کرنے آیا کرتا تھا۔ اس کے گھر میں زیادہ تر پورک کی ڈشز بنتی تھیں۔

جو اسے شروع سے ہی نا پسند تھا۔

''ہیری کے لئے پلیٹ لے آو آئزل''

اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے ساتھ ہی اس سے کہا۔

''معاف کرنا بیٹا، آج کے مینیو میں ہمارے پاس صرف دال چاول ہیں، ہم باپ بیٹی کا آج ہلکی پھلکی غذا کھانے کا موڈ تھا تو آئزل نے یہی بنا لیا، اگر تم بتا کر آجاتے تو میں تمہارے لئے کچھ اچھا بنوا دیتا''

''تھینک یو، اس کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے دال چاول بہت پسند ہیں''

پلیٹ میں زیرے والے خوشبو دار چاول نکال کر ان پر دال ڈالے وہ رغبت سے کھا رہا تھا۔

کھانے کے دوران وہ ان دونوں سے اسکول کے متعلق چھوٹے چھوٹے سوال کرتے رہے تھے۔

وہ دونوں ہائی اسکول کے اسٹوڈنٹس تھے اور ایک ہی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔

''آئزل بیٹا، دو کپ کافی بنا لاو''

کھانے کے بعد اس سے کہتے ہوئے وہ ہیری کو لے کر چھوٹے سے لاؤنج میں لے آئے تھے۔

''تو آج کل تم کس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہو؟''

وہ جانتے تھے کے ہیری کو اسلامی تاریخ کی کتابیں پڑھنے کا کافی شوق ہے، وہ بھی اسے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے دے دیا کرتے تھے۔

"فلحال تو کچھ نہیں پڑھ رہا۔ اسٹڈیز کافی ٹف چل رہی ہیں تو بس سارا دھیان وہیں پر ہے۔"

اس نے سادگی سے جواب دیا۔

آئزل کو گروسری کا کچھ سامان لینا تھا۔

جنید حالی سے اجازت لے کر وہ ہیری کے ساتھ قریب ہی بنے مارٹ میں آ گئی تھی۔

اس چھوٹے سے مارٹ میں روز مرہ کی ضروریات کی ہر چیز مل جایا کرتی تھی۔

ریکس میں سجی چیزیں اٹھا کر دیکھتی وہ آگے بڑھ رہی تھی جبکے وہ ٹرالی دھکیلتا اسکے پیچھے چل رہا تھا۔

بچپن سے وہ ان کے سامنے پلا بڑھا تھا۔ نون مسلم ہونے کے باوجود بھی جنید حالی اس پر اتنا اعتماد کرتے تھے کے رات کے وقت بھی آئزل کو اسکے ساتھ مارٹ وغیرہ جانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔

"یہ رش کیسا ہے؟"

بڑی سے گلاس وال سے باہر گلی کا منظر کلئیر دکھائی دے رہا تھا۔

جہاں کچھ لوگوں کا جھمگٹا لگا ہوا تھا۔

آئزل اور ہیری ابھی باہر جانے کا سوچ ہی رہے تھے کے جبھی خریداری کے لئے وہاں آتے ایک شخص نے انھیں صورتحال سے آگاہ کیا۔

وہ کوئی اداکار تھا، جو حلیہ بدلے مارٹ سے خریداری کر کے نکل رہا تھا، لیکن اس کے فینز نے اسے لونگ کوٹ، پی کیپ، چہرے پر لگے بلیک ماسک اور گردن میں لپٹے مفلر کے باوجود بھی پہچان لیا تھا۔ کوئی گارڈ ساتھ نہ ہونے پر سب ہی اس کے سر ہو گئے تھے اس کے ساتھ سیلفیز بنوانے کے لئے۔۔

"پبلک فگر بننے کے بعد ان بے چاروں کی بھی پرائیویٹ لائف بلکل ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔"

"ویسے مجھے تو یہ تمہارا فیوچر نظر آرہا ہے، ایک دن تم بھی بل بورڈ کے نمبر ون سنگر بن جاو گے، اور پھر تمہارے فینز ایسے ہی تمہارے ارد گرد گھوما کریں گے۔"

بریڈ کے پیکٹ اٹھا کر ٹرالی میں ڈالتے ہوئے آئزل نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

ہیری کی آواز کافی خوبصورت تھی، وہ اور اس کا دوست ڈیرک دونوں مستقبل میں خود کو ٹاپ سنگر کے روپ میں دیکھا کرتے تھے۔

اسکول کے علاوہ بھی پارک اور دوسری جگھوں پر گانے کا شوق پورا کرتے ہوئے وہ لوگوں سے کاف داد سمیٹا کرتے تھے۔

"تمہیں شوق نہیں ہے فیم کا؟"

جیم کا ایک جار اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کرتے ہوئے ہیری نے ایک غیر متوقع سوال پوچھا۔

"نہیں۔۔ مجھے لوگوں کو گناہوں پر مائل کرنے کا کوئی شوق نہیں۔۔"

"گناہ؟؟"

اس نے آبرو اٹھا کر آئزل کو دیکھا

"ہر وہ کام گناہ ہے جو اللہ کے راستے سے روک کر شیطان کو خوش کرنے کے لئے کیا جائے۔۔"

"میوزک حرام تو نہیں ہے آئزل --"

اسے بیکنگ کا سامان لینا تھا۔جو ریکس میں بہت اوپر کہیں رکھا تھا۔

اس کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ جبھی ہیری نے ہاتھ اونچا کر کے وہ تین چار ڈبے اٹھا کے ٹرالی میں ڈال دئے تھے۔

"حرام حلال کا مجھے نہیں پتا، جس چیز میں نحوست ہے، شر ہے جس کے سننے پر عذاب ہے تو میرے لئے پھر یہ حرام کی حیثیت ہی رکھتا ہے--میوزک تو ویسے بھی دل کو مردہ کر کے اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے، اگر میں نے اللہ کے بندوں کو اس کام پر لگا دیا تو پھر تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھا جہنم میں بھیجنا ہے--"

اس نے بے ساختہ جھرجھری لے کر کہا۔

"میں بھی تو عنقریب یہی کام کرنے لگا ہوں-- تو کیا پھر میں بھی جہنم میں جاوں گا؟"

پیشانی پر لکیریں لئے اس نے استفسار کیا۔

ہڈ سر پر گرائے دونوں ہاتھ ٹرالی پر رکھے وہ صرف اس کی جانب متوجہ تھا۔

اس کے آدھے چہرے پر سیاہ ماسک لگا ہوا تھا۔ جبھی اس کے تاثرات کو وہ جانچ نہیں پائی تھی۔

"اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کے کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"

وہ شانے اچکا کر بولی۔

"تم نے کبھی مجھے منع نہیں کیا سنگر بننے سے --کیا تم چاہتی ہو کے میں جہنم میں چلا جاوں؟"

اس کی نیلی آنکھوں میں خفگی کی جھلک تھی۔

"ہیری تم ایک عقل مند انسان ہو۔۔ تمہیں بہتر پتا ہے کے تمہیں اپنے فیوچر کے لیے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔ اور اس جہنم اور جنت کے کانسپٹ میں تو میں نے آج تک کسی نون مسلم کو سیرئیس ہوتے نہیں دیکھا۔"

"کیا تم میرے کنسرٹ میں بھی نہیں آو گی؟"

وہ اس کے جواب کا منتظر تھا جس نے کچھ لمحوں کی خاموشی کے وقفے کے بعد اسے دیکھا۔

"اگر وی وی آئی پی ٹکٹ نہیں دو گے تو نہیں آوگی۔"

اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔

"تم میرے کامیاب ہونے کے لیے جتنی دعا کرتی ہو میں تمہارے علاوہ کسی کو بھی وی وی آئی پی سیٹ پر بیٹھنے بھی نہیں دینے والا۔۔"

وہ پرسکون سا بولا۔

"میں تمہارے سنگر بننے کے لیے دعا نہیں کرتی، میں صرف یہ دعا کرتی ہوں۔۔ اللہ تمہیں وہ عطا کرے جس میں تمہاری بھلائی ہے۔۔"

وہ کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔

یونیورسٹی میں تقریباً سب ہی یوسف کے بارے میں جانتے تھے کے وہ ریشام کا ڈرائیور ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے ساتھ ہی ماسٹرز کر رہا ہے۔۔

جہاں کچھ لوگ تمسخر سے یوسف کو دیکھتے تھے وہیں کافی لوگ اس پر رشک کرتے ہوئے حویلی والوں کے نرم دلی کے قائل تھے، جو ایک ملازم کو بھی اپنے بچوں کی طرح ہی اہمیت دیتے ہوئے اسے پڑھا رہے تھے۔

لوگوں کے اسی رویے کی وجہ سے شروع شروع میں وہ بہت کم یونی جایا کرتا تھا،بعد میں پھر سالار کے کاموں کی وجہ سے بھی اسے وقت نہیں مل پاتا تھا۔

وہاں اس کے زیادہ دوست بھی نہیں تھے، جو چند ایک تھے ان سے بھی بس دعا سلام کی حد تک ہی واسطہ تھا

ریشام کی نیچر بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ یونی میں وہ بھی اپنے کام سے کام ہی رکھا کرتی تھی۔

ایک ہی کلاس میں ہونے کے باوجود بھی جہاں ریشام فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا پسند کرتی تھی، وہیں یوسف سب سے آخری سیٹ چنتا تھا۔

کلاس میں بے شک سارے طالبعلم ایک برابر تھے۔

لیکن وہ اس کے اور اپنے اسٹیٹس کو جانتا تھا۔

وہ اس سے پیچھے ہی رہنا پسند کرتا تھا۔

ایگزامز سر پر ہونے کی وجہ سے یوسف پر پڑھائی کا کافی برڈن تھا۔

آج قسمت سے وہ یونیورسٹی آگیا تھا تو سارا وقت اپنی پڑھائی کو دینا چاہتا تھا۔

لائبریری میں کتابوں کے ساتھ سر کھپاتے ہوئے اسے جانے کتنا وقت بیت چکا تھا۔

اسے احساس ہی نہیں ہو پایا

"اس بار تو لگ رہا ہے کے تم ہی ٹاپ کرو گے"

بڑی سی لکڑی کی میز کے دوسری جانب ٹھیک اس کے سامنے بیٹھتی وہ اسی سے مخاطب تھی۔

جس نے اس کی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔

کلائی میں بندھی گھڑی کو دیکھا تو احساس ہوا کے آج اس نے ضرورت سے زیادہ ہی ٹائم دے دیا ہے ان کتابوں کو۔

ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے اب اس کی گردن بھی دکھنے لگی تھی۔

پین کو میز پر ڈال کے دونوں ہاتھوں کو گردن کی پشت پر رکھے وہ سر کو ہلکے ہلکے دائیں بائیں حرکت دیتا خود کو پرسکون کر رہا تھا۔

بلیک ہائی نیک پر براون جیکٹ پہنے، اپنے معصوم چہرے کو سنجیدہ تاثرات میں ڈھالے وہ اس کی نظروں کو بھٹکنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"یہ لو--"

ٹشو میں لپٹا ہوا بھاپ اڑاتا کافی کا مگ اس نے یوسف کے سامنے کھسکا دیا۔

ٹھنڈ اور تھکن سے بے حال اس کے وجود کو وہ کافی کا مگ ایک نعمت ہی لگا تھا۔

"شکریہ--"

اس نے مگ تھامتے ہوئے کہا تو مقابل کی آنکھوں میں خفگی اتر آئی۔-

"تمہیں اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو تم سے تیس ہزار کا جوڑا لینے کے باوجود بھی شکریہ نہیں کہا تھا"

اس کے نخوت سے کہنے پر یوسف کےچہرے پر لمحے بھر کو حیرانگی کے تاثرات ابھرے تھے۔

یعنی اس نے جوڑے کی قیمت معلوم کر ہی لی تھی۔

''مما مجھ سے پوچھ رہی تھیں کے تم نے یوسف کے پیسے اسے واپس دئے یا نہیں، میں نے تو انھیں ابھی تک اس کی قیمت بھی نہیں بتائی کے کہیں پھر سے ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔۔ انھیں مہنگا جوڑے لینے پر اعتراض نہیں ہوگا۔ انھیں تو بس یہ بات پسند نہیں آئی کے میں نے تم سے پیسے لے کر ڈریس خریدا۔۔۔ تم نے اتنے پیسے خرچ دیے، بس تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ تمہیں تو اپنے گھر بھی بھیجنے ہوتے ہیں ناں۔۔''

کڑھائی والی کالی چادر کو سر تک ڈھانپے چپس کے پیکٹ سے ایک، ایک نکال کر اپنے منہ میں رکھتی اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھے، ایک ہاتھ میں گرم کافی کا مگ پکڑے، دوسرے ہاتھ کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھے وہ خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا۔

جتنی حرارت اس گرم کافی کے مگ سے اسے مل رہی تھی۔

اس سے زیادہ راحت اس کی باتوں سے یوسف کے دل کو پہنچ رہی تھی۔

اگر اسے اسی طرح سے دیکھتے ہوئے اس کی بے سروپا باتیں سنتے ہوئے ساری زندگی گزارنی پڑتی تو بھی وہ خوشی خوشی گزار دیتا۔

''لیکن وہ ڈریس میں نے نہیں خریدا تھا، تم نے اپنی مرضی سے خرید کر دیا تھا مجھے''

دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے باور کرواتی وہ ساری ذمہ داری اس پر ڈال گئی تھی۔

''میری نیت غلط نہیں تھی، یہ بات آپ بھی جانتی ہیں''

ایک گرم گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے کپ کشائی کی۔

"معلوم ہے مجھے، تمہیں صفائی دینے کی ضرورت نہیں تھی"

اس نے ناراضگی سے کہا۔

کیا تھا اگر وہ پچھلی باتوں کی طرح اس بار بھی خاموش رہ جاتا۔

وہ تو اسے اپنے خیالوں میں بھی خوش نہیں رہنے دیتا تھا۔

"دیکھ لینا ایک دن تمہیں یہ کہنے پر مجبور کر دوں گی میں۔۔۔ معاف کیجیئے گا ریشام بی بی، لیکن میری نیت بدل گئی ہے"

ہلکا سا اس کی جانب جھک کر وہ وثوق سے بولی۔

وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو چھپا نہیں پایا تھا۔

"جس دن میں نے یہ کہا تو آپ بھی سمجھ جائیے گا کہ یہ محظ آپ کے ورغلانے کی وجہ سے ہوا ہے"

"میرے ورغلانے کی وجہ سے؟۔۔"

اس کے لب حیرت سے وا ہوئے۔

"کتنے جھوٹے ہو تم یوسف ۔۔۔"

اس نے تیکھے آبرو سے اسے دیکھا۔

کشادہ لائبریری کی بڑی بڑی ریکس میں زمانوں سے سجی کتابیں کان لگائے اس کی اگلی بات کی منتظر تھیں۔

اس بھید بھری خاموشی میں یوسف کو اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دیتی محسوس ہو رہی تھی۔

سماعتیں اس کی آواز سننے کو بے تاب تھیں

"تم بھلے اقرار نہ کرو، لیکن تمہاری آنکھیں سب بیان کر دیتیں ہیں۔۔"

ایک پر سکوں اور جتانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ دوبارہ سیدھی ہوئی۔

نظریں جھکائے وہ میز،کی سطح کو دیکھے جا رہا تھا۔

اس کی زو معنی بات کی تردید و تصدیق بھی نہیں کر پایا تھا۔

۔وہ کب کی وہاں سے اٹھ کر باہر جا چکی تھی۔

اور وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔

سب کچھ کہیں پس منظر میں جاتا چلا گیا۔

خاموش سے ماحول میں دھیمے سروں میں بجتے محبت کے ساز وہاں گونجنے لگے تھے۔

کچھ دیر پہلے ریشام کی آنکھوں میں جلتے دیو کی روشنی سے جیسے سارا جہاں منور ہو گیا تھا۔

گہری سانس بھر کے اس نے سر کو تاسف سے ہلایا۔

وہ جو اپنے آپ سے بھی اقرار کرنے سے ہچکچاتا تھا۔

دل میں ابھرتے ان جذبوں کو نظر انداز کر کے اپنے خیالوں کو جھٹکنے کی کوشش کرتا تھا۔

جو بات وہ خود سے بھی چھپاتا پھر رہا تھا، وہ کتنی آسانی سے اس کے منہ پر کہہ گئی تھی۔

اس کی خواہش کرنا کچھ غلط نہ تھا۔

وہ تھی ہی ایسی کے جس کی خواہش میں بندہ دنیا سے ٹکرا جائے۔

لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کے ریشام کبھی اس کے جذبات سے واقف ہو۔

یہ تو طے تھا کے ان دونوں کا جوڑ بے جوڑ تھا،

اسے پانے کی تمنا کرنا ایسا تھا جیسے زمین پر رہتے ہوئے چاند کو پانے کی خواہش کرنا۔

اس کی موجودگی میں وہ اسے نا دیکھنے کی سعی کرتا تھا۔

اپنے آپ کو لاکھ سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی، نظروں کو کنٹرول میں رکھنے کے باوجو بھی--

اتنا محتاط رہنے کے باوجود بھی---

وہ پھر بھی اس کی چوری پکڑنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"تف ہے تم پر یوسف --"

خود پر ملامت کرتا وہ اپنا سامان وہاں سے سمیٹنے لگا۔

اتنا تو اسے اندازہ تھا کے کہیں نہ کہیں ریشام اس کے جذبات کے بارے میں آگاہ ہے، لیکن اسے قطعی امید نہیں تھی کے وہ اس طرح سے اس کا پردہ چاک کر دے گی۔

اس کی خیر تھی، خود کو وہ کسی طرح سنبھال ہی لیتا، لیکن اس پاگل لڑکی کا کیا کرتا جو اپنے اپنے ساتھ اس کی جان کی بھی دشمن بن بیٹھی تھی۔ اگر حویلی کے کسی فرد کو اس بات کی ذرا سی بھنک بھی پڑ جاتی تو یوسف سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے اس کا انجام کیا ہو سکتا تھا۔

کافی دیر تک پڑھنے کے بعد تھکاوٹ کا احساس ہوا تو کتابیں بند کر کے اس نے سائیڈ پر کردی تھیں، لیپ ٹاپ کو بھی چارج پر لگانے کے بعد وارڈ روب سے اپنے لئے کوئی ایزی سا سوٹ نکال کر مڑی ہی تھی کے جبھی دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی۔

ڈھیلے جوڑے میں بندھے بال، ہلکے نیلے رنگ کے سادہ سا لباس پہنے

ہاتھ میں فون اور ایک تکیہ لیے ہوئے تھی

"خیریت؟"

ریشام نے نا سمجھی سے اسے دیکھا،

"میں آج تمہارے ساتھ سووں گی۔۔"

وہ کہتی ہوئی بیڈ کی جانب آگئی تھی۔

اجازت نہیں مانگی تھی، صرف اطلاع دی تھی۔

ریشام کو یاد آیا تھا کے صبح وہ اس خواب کی وجہ سے کس قدر ڈری ہوئی تھی۔

یقیناً کافی خوفناک خواب ہی ہوگا، ورنہ بریزے اتنی آسانی سے خوفزدہ ہونے والی لڑکی نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے سو جاو۔۔"

شانے اچکا کر کہتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹ کر اس کے لئے ایک سائیڈ خالی کردی تھی۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کے وہ دونوں روم شئیر کر رہی تھیں۔

بیک کراون سے ٹیک لگائے، بلینکٹ اوڑھے وہ فون پر مصروف ہو چکی تھی۔

جبکے وہ کپڑے لے کر واش روم میں چلی گئی تھی۔

کچھ دیر بعد گرم پانی سے شاور لے کر وہ باہر آکر ڈرائیر سے بال سکھانے لگی،

پھر چئیر پر پڑی اپنی گرم شام اٹھا کر اچھے سے اوڑھی۔

یقیناً وہ روم سے باہر جانے والی تھی۔

"میں چائے بنانے جا رہی ہوں، تمہارے لئے کافی بنا دوں؟"

ریشام نے جاتے جاتے اس سے بھی پوچھ لیا تھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

گھڑی رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت بتا رہی تھی،

ریشام کو گئے ابھی پانچ، چھ منٹ ہی گزرے تھے۔

بالکنی کا گلاس ڈور پورا کھلا ہوا تھا۔

پردے بھی سارے ایک طرف ہوئے پڑے تھے۔

رات میں وہاں کا ٹمپریچر کافی گر جایا کرتا تھا۔

یہی وجہ تھی کے خنک ہواؤں سے پورا کمرہ برف کی طرف لگنے لگا تھا۔

نا چاہتے ہوئے بھی بلینکٹ ایک طرف ہٹا کر وہ بالکنی میں آگئی۔

ریشام کا کمرہ اس لوکیشن پر تھا کے وہاں سے نا صرف پورا لان اور انیکسی دکھائی دیتی تھی۔

بلکے دور دیو قامت پہاڑوں کا خوبصورت سا دلفریب منظر بھی وہاں سے صاف دکھتا تھا۔

گہرے نیلے آسمان پر ستاروں کا ایک جہاں آباد تھا۔

بالکنی میں ریشام کے پسندیدہ پودوں کے علاوہ ایک لکڑی کا منقش جھولا بھی پڑا تھا۔

ٹھنڈ کے باوجود بھی وہ اس ماحول سے مسمرائز ہوتی وہیں بیٹھ گئی تھی۔

دھیمی آنچ پر اپنے لئے چائے کا پانی چڑھانے کے بعد کیبنیٹ میں سے بریزے کا فیورٹ مگ نکال کر وہ کاونٹر کے پاس آئی۔

مگ میں ایک ایک چمچ کافی، چینی اور پانی ڈال کر پھینٹتے ہوئے وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر لان میں نکل آئی تھی۔

فاز اور سالار کی عادت تھی رات کے کھانے کے بعد کچھ دیر لان میں واک کرنے کی، بعض دفعہ وہ عاشر کو بھی آفر دیا کرتے تھے جو ہمیشہ ہی انکار کر دیا کرتا تھا۔

آج کل عبیر بھی سارہ کے ساتھ اس کے کزنز کی شادی اٹینڈ کرنے اس کے میکے گیا ہوا تھا۔

ورنہ کبھی کبھار اس کا موڈ ہوتا تھا تو وہ بھی انھیں جوائن کرلیا کرتا تھا۔

"ہو گئی پڑھائی؟"

سالار نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ جو ان کے پاس ہی آگئی تھی

"ابھی کہاں۔ ابھی تو اتنا سلیبس پڑا ہے، عبیر بھائی کی شادی کی وجہ سے کچھ پڑھ ہی نہیں پائی ٹھیک سے"

"تمہارے ہمیشہ یہی رونے ہوتے ہیں کے میں نے پڑھائی نہیں کی، کچھ پڑھا نہیں گیا لیکن پھر بھی اچھے نمبرز لے کر پاس ہوجاتی ہو تم "

فاز نے بیزاری سے کہا

"تمہیں کیا معلوم کتنی ٹف پڑھائی ہوتی ہے میری"

اس نے ناک سکیڑ کر کہا۔

"اس بے چارے کو دیکھو، سارا دن اتنا کام کرنے کے باوجود بھی اپنی نیند قربان کئے پڑھائی کر رہا ہے، اس نے کبھی کمپلین کی؟ حالانکہ وہ بھی وہی پڑھ رہا ہے"

فاز نے دور انیکسی کی جلتی ہوئی روشنیوں کی جانب اشارہ کیا، جس کا مطلب تھا کے وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔

ریشام نے بس ایک نظر اس کی انیکسی کو دیکھا تھا۔

پل بھر میں لبوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی

اب وہ ان دونوں کو کیا بتاتی کے یوسف کی نیند پڑھائی کی وجہ سے نہیں بلکے کسی اور ہی وجہ سے اڑی ہوئی ہے۔

"تمہیں کب سے کافی پینے کا شوق چڑھ گیا؟"

سالار نے اچھنبے سے اس کے ہاتھ میں موجود مگ کو دیکھا۔ جس میں وہ ابھی بھی کافی پھینٹ رہی تھی۔

"بریزے کے لئے بنا رہی ہوں؟"

"بریزے کے لیے؟--- کیا میں نے ٹھیک سنا ہے؟"

فاز نے کان کھجاتے ہوئے سالار سے استفسار کیا۔

"مجھے بھی یہی سنائی دیا ہے۔ خیریت؟ یہ معجزہ کیسے رونما ہو گیا؟"

اس کے تاثرات بھی فاز سے مختلف نہیں تھے۔

"اپنے لیے چائے بنا رہی تھی تو سوچا کے اس کے لئے بھی کافی بنا دوں، اور یہ بات جان کر تو آپ دونوں اور بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے کے وہ اس وقت میرے روم میں ہے، اور آج کی رات میرے ہی ساتھ سونے والی ہے۔"

محفوظ سے انداز میں کہتی وہ ان دونوں کو حیرتوں کا جھٹکا ہی تو لگا گئی تھی۔

اس حویلی کی در و دیواروں نے ریشام اور بریزے کو کبھی لڑائی جھگڑے کرتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی دشمن نہیں تھیں، لیکن دوست بھی نہیں تھیں۔

ان کے سوچ و انداز مختلف ہونے کی وجہ سے ان کی کبھی بنی ہی نہیں تھی۔

ضروت کے علاوہ وہ ایک دوسرے بھی بات بھی نہیں کیا کرتی تھیں۔

شاید یہی وجہ تھی جو ریشام کی باتیں انھیں حیرت زدہ کر گئی تھیں۔

تبھی حویلی کا بڑا سا مین گیٹ کھلا۔

آگے پیچھے دو گاڑیاں وہاں داخل ہوتی دکھائی دی

پہلی گاڑی میں سے سعادت غازی اپنے گارڈز کے ہمراہ اس میں سے اترے تھے۔

اور دوسری گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے سیاہ شلوار قمیض پہنے وہ شخص اترا تھا۔

جس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ انھوں نے دور سے ہی لگا لیا تھا کے وہ کس قدر برے موڈ میں ہے۔

مہینے میں ایک بار سعادت غازی جب زمینوں کے وزٹ پر جایا کرتے تھے تو لڑکوں میں سے کسی ایک کو لازماً اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

ان میں سے صرف ایک عاشر تھا جسے ان کے ساتھ جانا کبھی پسند نہ رہا تھا۔

کیوں کے اسے کوئی شوق نہیں تھا گاؤں کی دھول اڑاتی کچی سڑکوں پر اپنی مہنگی گاڑی دوڑانے اور وہاں کے غریب لوگوں کی مزاج پرسی کرنے کا۔

وہ تو ان کے ساتھ جانے کو زبردستی کی قید کہا کرتا تھا۔

سعادت غازی ان تینوں کے سلام کا جواب دے کر جلدی سونے کی تنبیہ کرتے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

جبکے وہ وہیں رک گیا تھا۔

"لگ رہا ہے آج تو سہی والی خواری کروائی ہے دادا جان نے تمہاری"

فاز نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے اسوقت کوئی سوال مت کرو،دماغ پھٹ رہا ہے میرا۔۔ سمجھ نہیں آرہا گاوں کے لوگ وہاں زندگی گزارتے کیسے ہیں۔۔ کوئی ایک سہولت ایسی نہیں ہے جو انھیں میسر ہو۔۔۔۔آئی ول نیور گو بیک اگین"

وہ شدید تپا بیٹھا تھا۔

آج اس کی بائک ریس تھی۔

فضول سے گاؤں وزٹ کی وجہ سے وہ وہاں بھی نہیں جا سکا تھا۔

اس بات پر تو اس کو غصہ آنا جائز تھا۔

"ناراض مت ہو یار، ریشام کافی بنا رہی ہے، اسے پی کر ایک دم فریش ہو جاو گے"

فاز نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا

''معذرت کے ساتھ میں پہلے ہی انفارم کر چکی ہوں کے یہ بریزے کے لیے ہے ''

''بریزے کے لیے کافی تم بنا رہی ہو؟-- ایسا کون سا معجزہ ہو گیا؟'' اس نے بھی ان دونوں والا ہی سوال کیا تھا انھی کے انداز میں۔

''خیر وہ پہلے ہی اتنی کڑوی کسیلی باتیں کرتی ہیں اوپر سے تم اسے اور یہ تلخ کافی دے رہی ہو، کوئی ملک شیک بناو کوئی شہد وہد دو اسے کھانے کو--''

عاشر کو کافی کا اتنا شوق نہیں تھا۔

لیکن اب اسے بس وہی کافی چاہیئے تھی پینے کے لئے۔

بریزے اگر اس سے پنگا لیتی تھی تو وہ بھی کچھ کم نہیں تھا۔

اسے تپانے کے لیے وہ بھی کوئی موقع چھوڑتا نہیں تھا۔

''میری شدید ترین آرزو ہے کے کاش---کاش بریزے اپنی تعریف میں کہے گئے یہ الفاظ سن لیتی۔''

دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے وہ آسمان کی جانب دیکھتا شدت جذبات سے بولا۔

''کیوں تمہارا ارادہ یہاں پر تیسری جنگ عظیم چھڑوانے کا ہے؟--''

وہ فاز کو گھورتی دوبارہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔

کافی وہ پھینٹ چکی تھی، اب بس اس میں گرم دودھ ڈالنا رہ گیا تھا۔

جب تک اس نے کافی تیار کی تب تک چائے بھی تیار ہو چکی تھی۔

"بریزے تو اپنی کافی پر کبھی کمپرومائز نہیں کرے گی، اور ایک اور کافی بنانے کا میرا موڈ نہیں ہے، اگر تم چاہو تو یہ چائے لے سکتے ہو۔۔"

اس نے پیچھے آتے عاشر کو آفر کی۔

کافی پھینٹنا اسے ایک عذاب ہی لگا کرتا تھا۔

"چائے کا موڈ نہیں میرا۔۔"

اس نے کیبنیٹ میں سے مگ نکالتے ہوئے جواب دیا۔

پھر آدھی کافی اس میں انڈیل کر مگ دوبارہ ریشام کو تھما دیا۔

"وہ مجھ سے لازمی پوچھے گی کے آدھا مگ کافی کہاں گئی۔۔ میں تمہارا نام لینے میں سیکنڈ بھی نہیں لگاؤں گی ۔"

وہ اسے ڈرانے کو بولی۔

"جب تک اسے معلوم ہوگا میں تب تک روم لاک کر کے سو بھی چکا ہوں گا۔۔"

لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ کچن سے نکل گیا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں اس کے چہرے سے ٹکراتیں ٹھٹھر جانے پر مجبور کررہی تھیں

جبکے وہ بے دم سی آنکھیں بند کیے وہاں بیٹھی تھی۔

بالکنی کا فرش سفید ماربل سے بنا ہوا تھا۔

جہاں دیکھتے ہی دیکھتے اب سرخ پھولوں کی چادر سی بچھتی جا رہی تھی۔

وہاں رکھے بڑے بڑے گملوں میں سجے پھولوں کی بیل تیزی سے پھیلیتی پوری بالکنی کو اتنی خوبصورتی سے سجا گئی تھیں کے دیکھنے والا دنگ رہ جائے۔

وہی خوشبو تیزی سے وہاں پھیلتی جاہ رہی تھی جس سے اب وہ مانوس ہو چکی تھی۔

دھیمے سے آنکھیں کھولیں تو سجی ہوئی بالکنی کو دیکھ کر ایک جھٹکا اسے لگا۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی حسین باغ میں بیٹھی ہو۔

لگتا ہی نہیں تھا کے یہ کچھ دیر پہلے والی بالکنی ہے۔

سرمستی سے جھومتے پھول اور ان پر محو رقص تتلیاں اس لڑکی کے حیران پریشان چہرے کو دیکھتی مسکرا رہی تھیں۔

"تمہیں کیا لگا تھا؟ تمہارے جگہ بدل لینے سے میرا دل بدل جائے گا کیا؟"۔

کہیں بہت قریب وہ دھیمی میٹھی سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائ۔

سانس روکے، آنکھ بھینچیں وہ بغیر حس و حرکت وہاں بیٹھی رہی۔

اپنے برابر میں کسی کی موجودگی کا احساس اس کی دل کی دھڑکن کئی گنا بڑھا گیا تھا۔

وہ ایک بار اسے دیکھ چکی تھی۔

دوبارہ دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"مجھ سے ڈرو مت، میں تمہیں نقصان پہنچانے تو نہیں آیا بریزے۔۔"

اس کا ڈھیلا جوڑا کھل چکا تھا۔ ہوا سے بال لہراتے اس کے چہرے کو چھو رہے تھے۔

سختی سے لب بھینچے وہ خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھ رہی تھی۔

اتنا اسے علم تھا کے اس کے پہلو میں موجود وہ شخص کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا تھا۔

"بریزے ---بریزے"

اس نے جھٹکے سے آنکھ کھولی تو ریشام کو خود پر جھکے پایا۔

جو پریشانی سے اسے پکار رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟"

وہ گلاس میں پانی نکال رہی تھی جب کے وہ سینے پر ہاتھ رکھے پھولے تنفس کے ساتھ اپنے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

وہ اس وقت بیڈ پر ہی موجود تھی۔

قریب ہی اس کا موبائل فون کھلا پڑا تھا۔

شاید وہ فون استعمال کرتے کرتے ہی نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

اتنی سردی میں بھی اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

"کیا پھر کوئی خواب دیکھا ہے؟"

ریشام نے اپنے دوپٹے سے اسکی پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"پھوپھو کو بلاوں وہ دم کر دیں گی؟"

"وہ سو چکی ہوں گی، انھیں پریشان مت کرو"

"ٹھیک ہے تم لیٹ جاو میں دم کر دیتی ہوں۔۔"

وضو تو اسکا تھا ہی۔

سر پر دوپٹہ لیتے ہوئے اس نے درود شریف پڑھ کے قرآن کی مخصوص سورتیں پڑھنا شروع کر دی تھیں

دھیمے ہاتھوں سے وہ اس کا سر بھی دباتی جا رہی تھی۔

جس کے چہرے پر ابھی بھی خوف کے اثرات تھے۔

فجر کی اذانیں دی جا چکی تھیں۔ فضاوں میں ہلکی ہلکی سی دھند تھی۔

غذا کی تلاش میں چرند پرند اللہ کی حمد و ثناء کرتے اپنے آشیانوں سے پرواز کر چکے تھے۔

نیوی بلیو کرتے کی آستینوں کو فولڈ کئے وہ زیر لب کچھ پڑھتا گھر کے راستے پر گامزن تھا۔

اجالہ ابھی پوری طرح سے نہیں پھیلا تھا۔

وہ دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

دونوں کی آنکھوں میں ابھی بھی نیند کے ڈورے تھے۔

آج فرمان کی طبعیت کچھ ناساز تھی۔

اس لئے نماز ادا کر کے وہ گھر چلے گئے تھے۔

ورنہ ان چاروں بھائیوں کا معمول تھا فجر کے بعد گھر جانے کے بجائے کچھ دیر کالونی میں واک کرنے کا۔

سر سبز و شاداب سی وہ کالونی ایک پوش علاقے میں واقع تھی۔

وہ علاقہ بھی ایک پہاڑی علاقے میں ہی موجود تھا۔

فرمان اور داریان کو واک کرنا کافی پسند تھا۔

جب کے دائم اور مہد کو سخت ناپسند ہونے کے باوجود بھی انھیں جوائن کرنا پڑتا تھا۔

داریان سے تو وہ پھر بھی فرینک تھے۔

لیکن فرمان کے سامنے نہیں کچھ کہہ پاتے تھے۔

"آج یونیورسٹی سے ہمارا آف ہے، کم از کم آج تو سکون سے سو لینے دیں بھائی جان۔۔"

دائم نے اس کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے تھے لیکن انداز منت بھرا ہی تھا۔

"میرا ارادہ تو تم دونوں کو اچھا سا ناشتہ کروانے کا تھا"

"ابھی تو ٹھیک سے صبح ہوئی بھی نہیں ہے، اتنی جلدی ناشتہ میرا معدہ قبول نہیں کرے گا۔"

"مرضی ہے تم دونوں کی"

اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

براون کلر کا بڑا سا لکڑی کا گیٹ دونوں اطراف سے سبز بیل سے ڈھکا ہوا تھا۔

سائیڈز میں بنی کیاریوں میں سجے خوشنما پھولوں کی خوشبو سے ساری گلی مہک رہی تھی۔

اس گلی میں تقریباً ہر گھر کا دروازہ ہی ان سبز بیلوں اور پھولوں سے سجا ہوا تھا۔

وہ تینوں ابھی گیٹ کے پاس پہنچے ہی تھے کے پیچھے سے ایک بلیک مرسڈیز آ کر ان کے برابر والے گھر کے پاس رکی۔

گھر میں داخل ہونے کی بجائے وہ وہیں ٹھہر گئے تھے۔

"السلام علیکم انکل۔۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے رضا صاحب کے پاس چلا آیا۔

"وعلیکم السلام کیسے ہو داریان؟"

اس سے گلے ملتے ہوئے انھوں نے خوشگواری سے پوچھا۔

"اللہ کے فضل سے بلکل ٹھیک ہوں۔۔"

دھیمے سے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے اس نے صوفیہ کے سامنے سر کو خم دیا تھا۔

"جیتے رہو، خوش رہو"

پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انھوں نے ہمیشہ کی طرح اسے دعاؤں سے نوازا تھا۔

دائم اور مہد بھی صوفیہ اور رضا صاحب سے ملنے کے بعد پچھلی سیٹ سے اترنے والی لڑکی کی جانب متوجہ تھے

جس نے جینز پر گھٹنوں تک آتی کرتی پہن رکھی تھی۔

دوپٹے کے نام پر ایک اسٹالر گردن کے گرد لپیٹا ہوا تھا، جدید اسٹائل میں کٹے ہوئے اس کے بال پشت پر لہرا رہے تھے۔

یہ تھی ان کی بیٹی ماشا۔۔

ماشا رضا۔۔

ان کا گھر درانی ہاوس کے بلکل برابر میں واقع تھا۔

کافی عرصے سے وہ دونوں فیملیز اس علاقے میں آباد تھیں۔

ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی کافی تھا۔

فرمان تو رضا صاحب کا بلکل ایک باپ کی طرح ہی احترام کیا کرتے تھے۔

صوفیہ کے ایک چھوٹے سے آپریشن کے باعث وہ گذشتہ دنوں سے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ اور آج پورے دس دن بعد وہاں سے لوٹے تھے۔

"تمہاری غیر موجودگی میں اتنی کوئی سخت قسم کی بوریت ہوئی ہیں نا کی میں بتا ہی نہیں سکتا تمہیں "

"بے شک۔۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر تمہاری جدائی میں غزلیں لکھتا رہا ہے یہ۔۔"

مہد کی بات اچک کر وہیں دائم نے لقمہ دیا۔

"واقعی میں؟"

اس نے خوشگواریت سے مہد کو دیکھا۔

"تم دیکھنا چاہو گی؟"

اس نے بھی اسی انداز میں پوچھا۔

"کیوں نہیں، سب سے پہلے میں وہ فرمان بھائی کی خدمت میں پیش کروں گی، اصل خراج تحسین تو وہی پیش کریں گے تمہیں۔۔"

طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ مہد کی خوش فہمیوں کے محلوں کو زمین بوس کر گئی تھی۔

''مجھے لگا دس دنوں کی جدائی میں شاید اس کو میری سچی محبت پر یقین آگیا ہو-- لیکن یہ ہے کہ دیکھتی ہی نہیں میری طرف -''

''بڑے بھائی کی موجودگی میں یہ تمہیں دیکھے گی بھی نہیں --''

دائم نے آنکھ دبا کر اسے کہا تو اس نے کینہ طوز نظروں سے داریان کو دیکھا۔

جو ان سب سے بے نیاز انکل اور آنٹی سے باتوں میں مصروف تھا۔

پھر اس نے ماشا کو دیکھا۔

وہ بھی ارد گرد کو خاطر میں نہ لا کر صرف داریان کو بولتے ہوئے سن رہی تھی۔

جیسے وہ کوئی خفیہ خزانے کی جگہ کا پتا بتا رہا ہو۔

''ان پر سے نظریں ہٹا لو، وہ ریزروڈ ہیں--''

مہد نے رکھائی سے اسے مخاطب کیا۔

''کیا مطلب؟''

ماشا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

''ہماری غیر موجودگی میں انگیجمنٹ کرلی انھوں نے؟''

دل پر ہاتھ رکھے وہ دائم سے محو سوال تھی۔

انداز ایسا تھا کے اگر اس کی امید کے برخلاف جواب ملا تو بس ابھی سب کچھ تہس نہس ہو جائے گا۔

''تمہاری غیر موجودگی میں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے پوری شان سے اپنی ہونے والی دلہن کو انگوٹھی پہنائیں گے''

"دائم اسے کہو فوراً دفع ہو جائے یہاں سے--"

پرتپش نظروں سے مہد کو گھورتے ہوئے وہ دائم سے بولی۔

دل ہی دہلا کر رکھ دیا تھا بد تمیز نے۔

"آپ لوگ فریش ہو کر ہماری طرف آجائیں، میں بھابھی کو اطلاع کر دیتا ہوں، وہ ناشتے کا انتظام کر لیں گی--"

"تکلف میں مت پڑو بیٹا"صوفیہ نے شائستگی سے انکار کرنا چاہا

"تکلف کیسا آنٹی--آپ کوئی غیر تھوڑی ہیں--"

اگر فرمان وہاں ہوتا تو لازمی وہ بھی یہی کرتا۔

رضا صاحب گاڑی اندر لے جا چکے تھے۔

جبکے وہ ابھی بھی وہاں موجود تھی۔

"السلام و علیکم---"

داریان کے پاس آنے پر سلامتی بھیجی۔ گالوں پر سرخی اور آنکھوں کی چمک میں دو گناہ اضافہ ہوا تھا۔

سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے وہ اس کے پاس رکے بغیر گھر کے اندر چلا گیا تھا۔

پیچھے اس کے چہرے کے رنگ پل میں بدلے تھے۔

"دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا"

سیکنڈز میں اس کا موڈ خراب ہوا

"مجھ پر تو کبھی سلامتی نہیں بھیجی ماشا رانی--"

مہد نے سخت ناراضگی سے شکوہ کیا۔

"تو داریان بھائی نہیں ہے ناں اس لئے"

دائم نے شرارت سے کہا تو وہ خراب موڈ کے ساتھ انھیں نظر انداز کرتی اپنے گھر کی جانب بڑھ گئ تھی۔

باپردہ محبت کے حجابوں میں ملا
وہ جب بھی ہمیں ملا خوابوں میں ملا

ڈھونڈا بہت محبت کو ہم نے جہاں میں
پر یہ لفظ ہمیں صرف کتابوں میں ملا

صبح کا اجالا پھیلتے ہی سعدین حویلی کی رونقیں جاگ اٹھی تھیں۔
بڑے سے جدید طرز پر بنے کچن میں اس وقت تمام خواتین موجود ناشتے کی تیاروں میں مگن تھیں۔
جہاں خلاف معمول وہ بھی موجود تھی۔
ٹیبل پر سر رکھے خاموش و بے دم سی بیٹھی تھی۔
"سارا دن فضول سے ناولز پڑھتی رہتی ہو، نا جانے کون کون سی موویز اور ڈراموں میں اپنا وقت ضائع کرتی ہو تو پھر یہ سب تو ہونا ہی ہے"
اپنے کام میں مصروف حمنہ غازی اونچی آواز میں ساتھ ہی اسے سخت سست سنا رہی تھیں۔
"تمہاری ماں ٹھیک کہہ رہی ہے بریزے، جب سارا دن تم اس طرح کی چیزیں دیکھو گی اور پڑھو گی تو پھر یہی سب ذہن پر سوار رہتا ہے "

اس کے برابر میں بیٹھی رائمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے کہا۔
"تم آگے ایڈمشن کیوں نہیں لے لیتی ہو؟"
"کوئی ضرورت نہیں ہے، جو ایک پڑھ رہی ہے بس وہی کافی ہے، بچیوں کو پڑھائی کے چکروں میں ڈالنے کے بجائے بس ان کو رخصت کرنے کی تیاری کرو۔"
سفینہ تائی نے رائمہ پھوپھو کی بات کاٹ کر نخوت سے کہا۔
وہ لڑکیوں کی بے جا آزادی کے حق میں نہیں تھیں۔
"پھوپھو وہ صرف خواب نہیں تھے، مجھے لگا جیسے میں حقیقت میں اسے محسوس کر رہی ہوں"
اس کی آواز محض اتنی تھی کے رائمہ ہی بمشکل سن سکے۔
"دھیان مت دو اس بارے میں، اپنا ذہن دوسری چیزوں میں لگانے کی کوشش کرو۔۔"
اسے ٹوکتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولیں تو وہ بے بسی سے لب کچل کر رہ گئی۔
کوئی سمجھتا ہی نہیں تھا اسے۔

رضا صاحب کی فیملی کے واپس آنے سے لگتا تھا جیسے درانی ہاوس کی رونقیں واپس لوٹ آئی ہوں۔
اور سچ بھی یہی تھا ماشا زیادہ تر انھی کے گھر میں پائی جاتی تھی۔
عیشہ اور فرمان ہوں یا مہد اور دائم۔۔
سب سے ہی اس کی خوب جمتی تھی۔
ابھی بھی وہ عیشہ کے ساتھ ناشتہ بنانے میں مگن تھی لیکن ہاتھوں سے زیادہ زبان چل رہی تھی۔
پورے دس دنوں کا احوال تھا جو وہ تفصیل سے اسے سنا رہی تھی۔
"ناشتہ بنانے پر دھیان دو، باتوں سے ہمارا پیٹ نہیں بھرنے والا"
مہد نے چڑ کر کہا۔
وہ کب سے کچن کاونٹر پر چڑھ کر بیٹھا سیب کھا کر بھوک کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا

تھا۔

صوفیہ اور رضا صاحب تو فرمان اور داریان کے ساتھ ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔

دائم ان کی باتوں سے بور ہونے لگا تو وہ بھی اٹھ کر کچن میں آ گیا۔

"ماشا رانی تمہیں اتنی محنت کرنے کی ضروت نہیں ہے، داریان بھائی ناشتے میں یہ سب نہیں کھاتے۔۔"

وہ آملیٹ کا آمیزہ فرائی پین میں ڈال رہی تھی جب دائم نے تاسف سے کہتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو کیا کھاتے ہیں؟"

اس نے اتنی بے ساختگی سے پوچھا تھا کے ان دونوں کے قہقے چھوٹے تھے

عیشہ کو بھی ہنستے دیکھا تو جھینپ گئی۔

"میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔

خجالت مٹانے کو اس نے ساری توجہ آملیٹ کی جانب مرکوز کر دی۔

"تم سے اچھی دیورانی ہماری بھابھی کو ٹارچ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، لیکن مسئلہ یہ ہے کے داریان بھائی کمیٹڈ ہیں۔۔۔ لیکن میں شد سنگل ہوں۔۔"

لگے ہاتھوں اس نے اپنا پرپوزل بھی دے ڈالا۔

لیکن اس نے صرف پہلی بات ہی سنی تھی۔

"کمیٹیڈ ہیں؟"

اس کی آنکھوں میں کچھ الجھن اور ناگواری کے رنگ صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

کچھ دیر پہلے باہر بھی تو وہ یہی کہہ رہا تھا۔

" ان کی باتوں پر دھیان مت دو۔۔"

عیشہ کا انداز دلاسہ دینے والا تھا۔

''میں تو کہتا ہوں تم بھابھی کی باتوں میں مت آو، یہ تو چاہتی ہی نہیں ہیں کے تم اس گھر میں آو۔۔ لیکن میں تمہیں بلکل سچ بتا رہا ہوں۔۔ داریان بھائی پسند کرتے ہیں کسی کو۔۔۔''

وہ ڈرامائی انداز میں کہتا اسے ہولائے جارہا تھا۔

جبکے عیشہ ہنستے ہوئے چائے کیٹل میں نکال رہی تھی۔

''بھابھی کیا یہ سچ ہے؟''

وہ روہانسی ہو گئی۔

''میں بتا رہی ہوں ناں وہ نہیں پسند کرتا کسی کو۔۔ان کی مت سنو تم''

''ان سے کیا پوچھ رہی ہو؟ ہم سے پوچھو اصل گواہ تو ہم ہیں۔۔''

وہ اسے یقین دلا ہی دیتا اگر کچن کے دروازے سے وہ بھاری آواز نہ ابھرتی

''ناشتہ تیار ہو گیا بھابھی؟''

ماشا سمیت وہ دونوں بھی گڑبڑا اٹھے تھے۔

''ابھی لگا رہی ہوں بس۔۔''

اس کے جواب دینے پر وہ سر ہلاتا پلٹ گیا تو مہد اور دائم نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی۔

''انھوں نے سنا تو نہیں؟''

ماشا نے ڈرے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''تمہارے ''انھوں'' نے سن لیا ہوتا تو اسوقت ناشتے میں میرا اور مہد کا قیمہ تیار ہو رہا ہوتا۔''

دائم نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

''یہ مجھے دے دو داریان بھائی نہیں کھاتے تو کیا ہوا میں تو بہت شوق سے کھاتا ہوں''

اس نے بھاپ اڑاتا آملیٹ پلیٹ میں نکالا تو مہد نے اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔

''پہلے بتا دیتے میں اتنی محنت نہ کرتی''

اس نے گھورتے ہوئے کہا۔

"ویسے ماشا داریان بھائی تو اپنے لئے لڑکی پسند کر چکے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم مہد کا رشتہ بھیج سکتے ہیں تمہارے لیے"

دائم نے شرارت بھری سنجیدگی سے کہا تو وہ شدید غصے کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

بلا ارادہ ہی نگاہ مہد کی جانب اٹھ گئی۔

جس کی باچھیں کانوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔

ماشا کے دیکھنے پر اس نے دونوں آبرو کو اچکاتے ہوئے "کیا خیال ہے پھر؟؟" کا اشارہ کیا تو ماشا کا بس نہ چلا کے اس کی گردن پکڑ کے مروڑ دے۔

"مر جاوں گی لیکن تم دونوں میں سے کسی سے شادی نہیں کروں گی۔۔"

"مجھے کیوں لپیٹ میں لے رہی ہو؟۔۔ یقین مانو میرے لئے تم بہنوں جیسی ہی ہو۔۔ ہاں لیکن اس خبیث کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

دونوں ہاتھ اٹھائے وہ اپنی صاف نیت کے بارے میں اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"اور تم کان کھول کر سن لو، تمہارے بھائی کے علاوہ میں کسی سے شادی نہیں کروں گی، تم سے بھی نہیں۔۔"

انگلی اٹھا کر وہ سختی سے مہد کو وارننگ دے رہی تھی۔

"دیکھو ماشا رانی۔۔ داریان بھائی سے تمہاری شادی ہر گز نہیں ہونی، اس کی تو میں سو فیصد گارنٹی دیتا ہوں۔۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں ان کے نام پر بیٹھی رہ جاو گی۔۔ بعد میں یہ نہ ہو کہ میں بھی ہاتھ سے نکل جاوں۔۔"

"تم تو میری زندگی سے نکل جاو، جان چھوڑو میری"

دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے وہ بے زاری سے بولی۔

دائم بے ساختہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"لڑکی تم پچھتاو گی ایک دن۔۔"

وہ جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا تو وہ ان دونوں کو نظر انداز کرتی کچن سے ہی باہر نکل گئی

دوپٹے سے سر ڈھکے چائے کی ٹرے اٹھائے وہ اس نے کر کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاو۔۔"

کچھ فائلوں کے ساتھ مصروف ضمیر غازی نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔

"میں آپ کے لئے چائے لے کر آئی تھی۔"

"بہت شکریہ بیٹا۔۔"

کپ پکڑتے ہوئے انھوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

اپنی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی میں ان کی جان بستی تھی۔

"کچھ کہنا تھا آپ سے۔۔"

فائلز پر سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ہچکچاتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"ہمم کہو۔۔"

انھوں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"آپ جانتے ہیں کے مجھے کیا کہنا ہے"

"آفس آنے کی اجازت تمہیں ہر گز نہیں ملے گی، اس کے علاوہ کچھ کہنا ہے تو بتاو؟"

"بابا۔۔"

ریشام نے ناراضگی سے انھیں دیکھا۔

"مجھے معلوم ہے اسکی اجازت آپ دے بھی دیں گے تو دادا جان راضی نہیں ہوں گے۔۔ لیکن مجھے کچھ اور کہنا ہے۔۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے کے تم اس چیز کو سمجھتی ہو۔۔اب بتاو کیا کہنا ہے۔۔؟"

"ڈرائیونگ سیکھنے کی اجازت تو آپ دے ہی سکتے ہیں مجھے؟"

"ڈرائیونگ؟۔۔یہ شوق کب سے لگ گیا تمہیں؟"

"بس مجھے سیکھنا ہے"

"گھر میں ڈرائیور موجود ہیں، یوسف بھی ہے، اور باقی کے مرد بھی ہیں، تمہیں خود سے کہیں آنے جانے کی ضروت ہی کیا ہے؟"

"تو آپ اجازت نہیں دیں گے؟"

"بلکل، میں نہیں چاہتا کے کوئی معصوم انسان تمہاری گاڑی کی زد میں آ کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے"

"بابا میں بہت دھیان سے ڈرائیو کروں گی، کسی کو ہٹ نہیں کروں گی ٹرسٹ می۔۔"

"اس معاملے میں تو میں بلکل ٹرسٹ نہیں کر سکتا تم پر"

"آپ میری ذمہ داری پر اسے اجازت دے دیجئے ضمیر چاچو۔۔"

دروازے پر سے ابھری اس آواز پر ان دونوں نے اس کی جانب دیکھا۔

جو ٹو پیس میں ملبوس، کوٹ بازو پر ڈالے، دیوار سے بازو ٹکائے کھڑا تھا۔

"یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے سالار بھائی، اگر میری گاڑی کے نیچے کوئی آ بھی گیا تو میرے بجائے آپ تھانے جائیں گے"

اس نے آگے کے حالات سے باخبر کیا۔

"میں ایسی نوبت ہی نہیں آنے دوں گا"

"اور اگر جانا پڑ گیا تو؟۔۔"

اس نے آبرو اٹھا کر پوچھا۔

"چلا جاوں گا۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں"

شانے اچکا کر اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"فلحال تو تم جامعہ جانے کی تیاری کرو، ایگزامز کب سے شروع ہیں تمہارے؟"

ضمیر غازی نے اس سے استفسار کیا۔

"اسی منتھ سے ہیں"

"چلو ٹھیک ہے، آج، میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا"

"خیریت بابا۔؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔

یہ ذمہ داری تو یوسف کی تھی نا۔

"ہاں یوسف کو بابا جان نے زمینوں پر بھیجا ہے وہ رات تک ہی واپس آئے گا۔۔"

"تو مجھے لینے کون آئے گا پھر؟"

"میں آجاوں گا۔۔ فکر نہیں کرو"

سالار نے کہا تو وہ انکار کر گئی۔

"نہیں رہنے دیں سالار بھائی، میں آج آف ہی کر لیتی ہوں۔۔ ویسے بھی اتنی کوئی پڑھائی نہیں ہو رہی ہے"

اس کا ارادہ پل میں بدلا تھا۔

ورنہ تو وہ بلکل تیار تھی جانے کے لیے۔

لائٹ پنک کلر کی تھیم سے سجا اس کا کمرہ ایک باربی ڈول کا چھوٹا سا گھر ہی لگا کرتا تھا۔

وہاں کی ہر چیز اعلی معیار کی تھی۔

قالین اور پردوں سے لے کر مہنگے اور قیمتی فرنیچر تک ہر شے اس کی پسند کی تھی۔

اسٹائلش سے کیپری شرٹ پہنے، دوپٹہ ایک شانے پر ڈالے وہ فون اٹھائے اس پر کوئی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

سیاہ دراز زلفوں کو سمیٹ کر ایک کندھے پر کیا ہوا تھا۔
تیسری بیل پر کوئی فون ریسیو کیا گیا۔
"السلام علیکم۔۔"
اس کی بھاری آواز اسپیکر میں سے ابھری۔
"وعلیکم السلام کہاں پر ہو تم؟"
اس کے انداز میں تحکم سا تھا۔ جو مقابل کو برا نہیں لگا تھا۔
"زمیوں پر، بڑے صاحب کے کام سے آیا تھا"
اس نے سادگی سے جواب دیا۔
"اوہ۔۔مجھے لگا تم ڈر گئے"
"میں؟ میں کیوں ڈروں گا؟
"کیا تمہیں سچ میں نہیں معلوم کے میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں؟"
زلفوں کی لٹ انگلی پر لپیٹے وہ سنگل صوفے پر بیٹھی تھی
"آپ تفصیل بتا دیں تو مہربانی ہوگی"
"رہنے دو یوسف! میں تفصیل میں جاوں گی تو پھر تم نظریں چرا کے اورسر جھکا کر بیٹھ جاو گے۔ میں تو انتظار میں تھی کے شاید آج تم اقرار کر ہی لو گے، لیکن تم تو زمینوں پر فرار ہو گئے۔۔"
انداز میں ہلکی سی خفگی کی جھلک لہرائی تھی۔
"میں نے راہ فرار اختیار نہیں کی، اور رہی بات اقرار کی تو۔۔آپ میرے اقرار کی نہیں بلکے اس حویلی کی تباہی کی منتظر ہیں"
"تمہارے اقرار کا حویلی کی تباہی سے کیا تعلق؟"
شفاف پیشانی پر الجھن زدہ سے بل پڑے تھے۔
"توآپ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کے حویلی والے بخوشی آپ کی شادی کر کے آپ کو میرے

ساتھ ایک چھوٹے سے گاوں میں رخصت کر دیں گے؟"
"مجھے گاؤں جانا بھی قبول ہے"
وہ فوراً سے بول اٹھی۔
لیکن مقابل نے جواب دینے میں کچھ ساعتوں کا وقت لیا تھا
"لیکن مجھے نہیں قبول کے آپ میرے گاؤں میں آئیں"
"تم تو بہت ہی بد تمیز ہو، بھلا ایسے منہ پر کوئی انکار کرتا ہے"
ریشام کو سخت برا لگا تھا اس کا اتنا صاف انکار۔۔
آج تک کسی نے اسے "نا" نہیں کہا تھا۔
یہ یوسف تو جانے کس مٹی کا بنا تھا
"میں صرف آپ کو یہ باور کروانا چاہتا ہوں کے اپنی حیثیت اور رتبے کو مت بھولیں، آپ نے ہمیشہ شہزادیوں جیسی زندگی گزاری ہے، ایک عام سے ملازم کے پیچھے اپنی زندگی خراب مت کریں۔"
"کیا میں نے تم سے مشورہ مانگا؟"
اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔
"میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔"
سیکنڈ کے توقف کے بعد اس کی آواز ابھری۔
جس میں نرمی تھی، منت تھی، عاجزی تھی۔
"اس کی جگہ تم کچھ اور بھی کہہ سکتے تھے؟"
"مثلاً؟"
"جانتے بوجھتے اتنا معصوم بننے کی کوشش مت کیا کرو۔۔کب واپس آو گے تم؟"
پھر وہی تحکم بھرا سابقہ انداز۔۔
جو حق ملکیت والا غرور لئے ہوئے نہیں تھا۔

وہ یوسف کو ملازم نہیں سمجھتی تھی۔

پھر بھی وہ چاہتی تھی کے یوسف کے سارے حق صرف اس کے پاس ہوں۔

"رات تک واپسی ہوگی۔۔اور کچھ کہنا ہے آپ نے یا میں اپنا کام کر لوں؟"

"کر لو اپنا کام، میرے علاوہ تو ہر کام اور ہر چیز تمہارے لئے امپورٹنس رکھتی ہے"

بڑبڑاتے ہوئے کہتی وہ کال کاٹ گئی تھی۔

بیڈ پر ڈھیر سارے کپڑے پھیلائے وہ وارڈ روب سیٹ کرنے میں مگن تھی۔

"بریزے ایک کپ چائے بنا دو گی میری بہن؟"

جب فاز نے اس کے روم میں جھانکتے ہوئے منت سے کہا۔

"میں مصروف ہوں، کسی ملازم سے بنوا لو"

اس نے بغیر کسی لحاظ کے کہا۔

"ملازموں کے ہاتھ میں تمہارے جیسا ٹیسٹ نہیں ہے۔ پلیز بنا دو۔۔"

"اتنا مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے"

اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے وہ ناچاہتے ہوئے بھی راضی ہو گئی تھی۔

سب ڈنر کر چکے تھے، کچن سمیٹ کر صفائی کرنے کے بعد ملازم بھی اپنے کوارٹر میں جا چکے تھے۔

وہ اپنے ہی دھیان میں کچن میں داخل ہوئی۔

"تم؟"

وہاں پہلے سے موجود کھڑے عاشر کو دیکھ کر وہ چونک اٹھی۔

"کافی بنا رہا تھا اپنے لئے، تم پیو گی؟"

عاشر اور وہ بھی اتنے دوستانہ انداز میں اس سے مخاطب تھا؟؟

وہ تو کبھی اسے زہر کی بھی پیشکش نہ کریں، کہاں کافی بنانے کی بات کر رہا تھا۔

"نو تھینکس --"

رکھائی سے کہتی وہ چائے بنانے لگی۔

وہ کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

جو بنا تو کافی رہا تھا، لیکن سارا دھیان اس کا بریزے کی طرف تھا۔

اس کی گہری نظروں سے وہ پہلو بدل رہی تھی۔

عاشر کے اس انداز کی وہ کبھی عادی نہیں رہی تھی۔

"تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

کافی بنانے کے بعد اس نے وہیں کاونٹر سے ٹیک لگا کر پینا شروع کردی تو وہ جھنجھلا کر بولی۔

"کیوں میرے یہاں کھڑے ہونے سے تمہیں کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں ہے مسئلہ مجھے"

"پھر وہ میرا مسئلہ نہیں ہے میں تو یہیں کھڑا رہوں گا"

اس کی نظروں سے الجھن زدہ ہوتے ہوئے اس نے چولہا بند کر دیا تھا۔

جیسی تیسی بنی چائے کپ میں نکال کر وہ اسے گھورتی کچن سے نکل کر فاز کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

جو پیچھے وہیں کھڑا رہا مسکرا رہا تھا۔

سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنے کے بعد پہلا کمرہ اسی کا کہا۔

بالٹ گھما کر دروازہ دکھیل کر وہ اندر داخل ہو گئی۔

"یہ لو تمہاری چائے--"

اس نے تقریباً کپ کو پٹخنے کے سے انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں انگارے چبا رہی ہو؟"

لیپ ٹاپ پر مصروف فاز نے ہیڈ فونز اتارتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اپنے اس دوست کو سمجھا لو تم فضول میں میرے منہ نہ لگا کرے"

"کون؟ کسکی بات کر رہی ہو؟"

"عاشر کی بات کر رہی ہوں اور کس کی کروں گی؟"

"اب کیا کر دیا اس نے"

اس نے حیرانگی و نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں چائے بنا رہی تھی کچن میں تو فضول میں ہی بحث کرنے لگا میرے ساتھ"

"یہ کب کی بات ہے؟"

"ابھی کی ہی بات ہے جب میں چائے بنا رہی تھی۔"

"کیا ہو گیا ہے بریزے؟۔۔"۔فاز نے کچھ کہنا شروع ہی کیا تھا کے جبھی باتھ روم کا دروازہ کھلا۔

تولیے سے بالوں کو رگڑتا وہ باہر نکلا۔

"میں یہی کہنے لگا تھا، یہ تو پچھلے بیس منٹ سے شاور لے رہا ہے۔ اس سے تمہارا سامنا کچن میں کیسے ہو گیا؟"

بریزے کی حالت ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

شدید شاک کے عالم میں وہ یک ٹک عاشر کو دیکھے جا رہی تھی۔

اس نے کھلی آنکھوں سے خواب نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔

وہ ہو بہو وہی تھا۔

اگر عاشر یہاں تھا تو پھر کچن میں وہ کس سے ہمکلام تھی؟

"اسے کیا ہو گیا ہے؟"

ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس عاشر نے خود پر پرفیوم کا اسپرے کرتے ہوئے فاز سے استفسار کیا۔

"شکایت کر رہی تھی کے ابھی کچن میں تم اس سے بحث کر رہے تھے"

"میں کچن میں؟"

اس نے انگلی کو سینے پر رکھ کر استفسار کیا

"اور نہیں تو کیا۔۔آج کل کن خیالوں میں کھوئی رہتی ہو بریزے؟"

فاز نے تاسف سے اسے دیکھا۔

جو پتھر کا بت بنی کھڑی تھی۔

"اس نے مجھے اتنا سر پر سوار کر رکھا ہے کے ہر جگہ صرف میں ہی اسے دکھائی دیتا ہوں"

تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ پلٹ کر بالوں میں برش کرنے لگا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی فاز۔۔"

کپکپاتے لبوں سے کہتے ہوئے ایک آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر نکلا تھا۔

وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی۔

خیالوں میں سے نکل کر وہ اب وہ کسی اور کے روپ میں اس کے سامنے آ رہا تھا

کون تھا وہ جو اس کے پیچھے پڑ چکا تھا۔

اسے اپنے سائے سے بھی ڈر لگنے لگا تھا۔

ڈر و خوف کی ایک لہر اس کے سراپے میں دوڑ رہی تھی۔ وہ شکل ہو بہو عاشر کی تھی۔

لیکن اس کی گہری آنکھیں اور وہ بدلہ بدلہ سا لہجہ اس کا نہیں تھا۔

نوٹس بناتی ریشام نے ایک نظر اسے دیکھا جو کمبل میں دبکی ہوئی تھی۔

"بریزے ہو سکتا ہے تمہیں وہم ہوا ہو۔۔"

"مجھے کوئی وہم نہیں ہوا، میں نے حقیقت میں اسے دیکھا تھا، وہ مجھ سے بات بھی کر رہا تھا، کوئی چلتے پھرتے کیسے کوئی خواب دیکھ سکتا ہے بھلا؟"

کمبل ایک طرف ہٹا کر وہ اٹھ بیٹھی۔

بکھرے بال اور سرخ متورم آنکھوں سے اس سے محو سوال تھی۔

جسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کن الفاظ میں اسے تسلی دے کر اس کا خوف دور کرے۔

''لان میں چلیں واک کرنے ؟''

''موڈ نہیں میرا''

نفی میں سر ہلا کر کہتی وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی ۔

کافی رات بیت چکی تھی جب مین گیٹ کے کھلنے کی آواز آئی۔

اس کی سماعتیں تو کب سی اس آواز کی منتظر تھیں۔

لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھی ۔

سلیپرز پہنے بغیر ننگے پاوں بھاگتی ہوئی بالکنی میں پہنچی۔

بلیک لینڈ کروزر کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والے شخص نے کسی کی نظروں کی تپش کو خود پر محسوس کیا تو نظریں اٹھا کر اس کی بالکنی کی جانب دیکھا۔

جو دونوں بازو ریلنگ پر ٹکائے تھوڑا سا جھکی ہوئی کھڑی اس کی جانب متوجہ تھی۔

اتنی دور سے بھی وہ اس کے سفید چہرے کی چمک اور آنکھوں میں جلتی خیرہ کن روشنیوں کو محسوس کر سکتا تھا۔

اس کے سنہرے روپ سے نگاہ چراتا نفی میں سر ہلاتا وہ بیٹھک کی جانب بڑھ گیا جہاں سعادت غازی موجود تھے۔

''کون آیا ہے ؟''

گلاس ڈور بند کر کے وہ پردے ٹھیک کر رہی تھی جب بریزے کی آواز پر اس کی ہاتھ تھمے۔

''یوسف۔۔''

لہجے کو سرسری سا بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

''تم اسے دیکھنے گئی تھیں؟''

اس کی آواز میں تعجب تھا۔

''میں اسے دیکھنے کیوں جاؤں گی؟ مجھے لگا سالار بھائی ہوں گے، کچھ ٹاپک سمجھنے تھے مجھے ان سے--''

''سالار بھائی تو کب سے حویلی میں موجود ہیں--''

''اچھا--مجھے نہیں معلوم تھا--تم پہلے بتا دیتی میں تو کب سے ان کے انتظار میں تھی''

آواز کی لرزش پر قابو پاتی وہ خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

جبھی اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ایک کاغذ اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔

''یہ کیا ہے؟''

ریشام نے اس سے کاغذ لیتے ہوئے پوچھا۔

''تائی امی کے انکار کرنے کے باوجود بھی پھوپھو نے یہ ایڈمشن فارم منگوا دیا یوسف سے -- مجھے آگے نہیں پڑھنا ریشام''

اس کا انداز بے بسی لئے ہوئے تھا۔

''یہ تو عاشر کی یونیورسٹی ہے ناں؟''

ایڈمیشن فارم دیکھنے کے بعد اس نے استفسار کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بریزے نے بی ایس سی انجینئرنگ میں ہی کر رکھا تھا۔

عاشر کی بھی یہی فیلڈ تھی۔

''یہ تو اچھی بات ہے-- عاشر تمہاری اسٹڈیز میں ہیلپ بھی کر دے گا اور تمہیں اچھی کمپنی بھی مل جائے گی''

''کمپنی اور وہ بھی عاشر کی؟-- اس کی کمپنی میں رہنے سے بہتر ہے بندہ بور ہی ہوتا رہے--''

وہ نخوت سے بولی۔

''میرا ارادہ نہیں اسکی یونیورسٹی میں اس کے ساتھ پڑھائی کرنے کا--''

اٹل لہجے میں کہتی وہ تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے دراز ہو گئی۔

''ویسے میرا مشورہ تو یہی ہے کے تم آگے ایڈمشن لے لو--اور تم کونسا اس کی کلاس میں ساتھ پڑھو

گی، وہ تو سینئر ہے تم سے۔۔اور سب سے اچھی بات وہ تو ہفتے پندرہ دن میں ایک بار ہی یونی جاتا ہے۔۔ تم دونوں کا زیادہ آمنا سامنا بھی نہیں ہوگا۔"

اس نے چٹکی بجاتے ہی حل پیش کیا۔

"سوچوں گی۔۔"

غیر دلچسپی سے کہتی ہوئی وہ نیند میں جا رہی تھی۔

رحمتوں بھرے جمعے کے بابرکت دن کا آغاز ہو چکا تھا۔

صبح کی نرم و روپہلی کرنیں سعدین حویلی کے وسیع لان میں اترنا شروع ہوئی تو اس کے لکڑی کے منقش دروازے چوپٹ کھول دئے گئے تھے۔

جہاں ضرورت مند لوگ خیرات کے لئے ایک لائن میں کھڑے تھے

یہ ہر جمعے کا معمول تھا۔

سعادت غازی تمام مکینوں کا صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔

جو صبح سویرے سے ہی شروع ہو کر جمعے کی اذان ہونے تک جاری رہتا تھا۔

شاور لینے کے بعد خوبصورت سی کڑھائی والے ٹی پنک کلر کے سوٹ میں ملبوس نماز کے سے انداز میں دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے وہ بھی نیچے ہی موجود تھی۔

جہاں ایک بڑا سا کمرہ عبادت کے لیے مختص کیا گیا تھا۔

اس کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا۔

سادگی اور خوبصورتی سے سجے اس کمرے میں جمعے کے دن ظہر کی نماز سب خواتین ساتھ ہی ادا کرتی تھیں۔

دیوار گیر الماریوں میں قرآن پاک، وظائف اور دوسری اسلامی کتابیں موجود تھیں۔

اسکے علاوہ جائے نماز اور نماز کی چادریں بھی سلیقے سے سجی تھیں۔

اگر بتی اور لوبان کی خوشبو سے پورا کمرہ مہک رکھا تھا۔
جب تک دادی جان حیات تھیں اپنا زیادہ تر وقت وہ اسی کمرے میں عبادت کرتے ہوئے گزارا کرتی تھیں۔
اپنی نگرانی میں روز وہاں کی صفائی کروا کر صبح سویرے ہی تلاوت سے اپنے دن کا آغاز کیا کرتی تھیں۔
دادی جان کے وفات پانے کے بعد صفائی تو اب بھی روزانہ کی جاتی تھی۔
لیکن اب وہاں تلاوت و کلام پاک سے دن کا آغاز کرنے کے لئے کسی کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا۔
سب کا اپنا ہی ایک بزی شیڈول تھا۔
ضمیر غازی اور وجاہت غازی آفس کے لیے نکل رہے تھے۔
وہ بھی جمعے کے دن کی مخصوص سورتیں پڑھنے کے بعد اپنی سیاہ چادر اوڑھے جامعہ جانے کے لئے پورٹیکو میں کھڑی تھی
جب ضمیر غازی نے کتنے ہی نوٹ والٹ سے نکال کر ریشام کے سر سے وارے تھے۔
وہ ان کے انداز پر مسکرا دی تھی۔
حویلی کی پہلی بیٹی ہونے کی حیثیت سے سب ہی نے اس کے لاڈ اٹھائے تھے۔
"میں نے سنا ہے تم ڈرائیونگ سیکھنا چاہ رہی ہو؟"
وجاہت تایا کے اچانک سے پوچھ لینے پر وہ گڑبڑا اٹھی۔
"جج جی تایا جان۔۔ لیکن بابا منع کر رہے ہیں"
اس نے ادب سے کہتے ہوئے ساتھ ہی شکایت بھی کر ڈالی۔
"کیوں میری بیٹی کو منع کر رہے ہو ضمیر؟ تم اداس مت ہو، سالار سکھا دے گا تمہیں"
اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ شفقت سے بولے۔
"لیکن بھائی جان۔"

ضمیر غازی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئے۔
"باباجان کی فکر مت کرو ان سے میں بات کر لوں گا، تم میری بیٹی کو مت روکا کرو کسی کام سے، اسے اپنے شوق پورے کرنے دو"
وجاہت غازی تو اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں برداشت کر سکتے تھے۔
"آپ نہیں چاہیں گے تو میں نہیں سیکھوں گی تایا جان"
نظریں جھکائے وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔
"میں کیوں نہیں چاہوں گا بھئی؟--میں تو چاہتا ہوں تم اپنے ہر شوق پورے کرو--"
وہ محبت سے کہہ رہے تھے جب کے یونی جانے کے لئے اس کے منتظر کھڑے یوسف نے بے اختیار گہرا سانس بھرتے ہوئے زیر لب استغفراللہ کہا تھا۔
اس کا اتنا فرمانبردار روپ تو اس کے لیے انوکھا تھا۔
جب وہ یوسف کے ساتھ ہوتی تھی تب کوئی اس کے انداز ملاحظہ کرتا زرا۔
ضرورت مندوں میں ابھی بھی راشن وغیرہ تقسیم کیا جا رہا تھا۔
جو سعادت غازی اور سالار اپنی نگرانی میں کروا رہے تھے۔
حویلی کی خواتین ظہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں جس کے بعد انھوں نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا تھا۔
آج یونی کا لاسٹ ڈے تھا۔ پھر تو ایگزامز شروع ہو جانے تھے۔
کچھ دیر بعد اپنی سیاہ چادر اوڑھے وہ اسکی گاڑی میں موجود تھی جو دھیان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔جمعے کی مناسبت سے اس نے کرتا شلوار زیب تن کر رکھا تھا۔
سیاہ رنگ اس کی جسامت پر جچتا بھی خوب تھا۔
"کلاسز اٹینڈ کرو گے یا مجھے ڈراپ کر کے واپس آجاو گے؟"
خاموش گاڑی میں اسکی کھنکتی سی آواز ابھری۔

"گلاسز نہیں لے سکتا، حویلی میں کچھ کام ہے، لینے آجاؤں گا آپ کو۔۔"

اونے نیچے پتھریلے راستوں سے وہ محتاط سے گاڑی گزار رہا تھا۔

"مجھے آج یونی نہیں جانا۔۔"

بیک ویومر پر نظر آتی اس کی گلاسز سے ڈھکی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"مطلب؟"

یوسف نے نا سمجھی سے سوالیہ انداز میں پوچھتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کردی تھی۔

"واپس حویلی لے چلوں؟"

اس کے پوچھنے پر وہ انکار کر گئی۔

"جھیل پر لے چلو۔۔"

"وہاں کیا کام ہے آپ کو؟"

"کوئی کام نہیں ہے۔۔"

"پھر میں نہیں لے جا سکتا"

"یوسف"

ریشام نے صرف اس کا نام لینے پر اکتفا کیا تھا۔

"نہیں لے کر جاؤ گے تو یہیں اتار دو، میں خود چلی جاؤں گی۔۔"

اس کا اتنا کہنا تھا کے یوسف نے آگے سے کوئی بحث کیے بنا جھیل کی جانب گاڑی موڑ لی تھی۔

یوسف سے اپنی بات منوانے کے سارے گر آتے تھے اسے۔۔

مسکراتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے میں مصروف ہو گئی

لونگ شرٹ اور کیپری پر بڑا سا دوپٹہ با مشکل سنبھالتے وہ اپنی ہی دھن میں سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔

جب وہ دوپٹہ پیروں میں اس طرح سے الجھا تھا کے وہ منہ کے بل ہی گر پڑتی اگر ریلینگ کو نا تھام لیتی تو۔۔

سختی سے آنکھیں بھینچے، خوف اس کے چہرے پر واضح دکھ رہا تھا۔

لیکن وہ صرف ریلینگ کا سہارا نہیں تھا جس نے اسے گرنے سے بچایا تھا۔

اپنے بازو پر کسی کی مضبوط گرفت کا احساس ہوا تو اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولی۔

"تم۔۔"

کرنٹ کھا کے وہ اس سے دور ہٹی۔

"بھوت ہوں کیا میں جو اس طرح سے ڈر رہی ہو؟"

اس نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔

جس کے جواب میں وہ کچھ نہیں بولی۔

منتشر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ آنکھوں میں خوف لئے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا کیا؟"

چہرے کے زاویئے بگاڑتا، طنز پہ طنز کرتا وہ حقیقت میں عاشر ہی تھا۔

جو کل رات کچن میں موجود عاشر سے سو درجہ مختلف تھا۔

جانے کیوں اس نے سکون کا سانس بھرا۔

وہ کچھ کہے بغیر اسکی سائیڈ سے ہو کر سیڑھیاں اتر گئی۔

عاشر نے حیرانگی سے اسے چپ چاپ وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کے موقع ملنے کے باوجود بھی وہ اسے تلخ کلامی کئے بغیر چلی گئی تھی۔

وہ جھیل بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان میں بنی تھی۔

اطراف میں بڑے بڑے پتھروں کے علاوہ آنکھوں کو تراہوٹ بخشتا سبزہ تھا۔

پرندوں کی میٹھی بولیاں، ٹھنڈی ہوائیں، جھیل کا ٹھنڈا صاف شفاف پانی، رنگ برنگے پھول اور ان پر منڈلاتی تتلیاں۔۔

وہ جگہ جنت کا ایک ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی

گاڑی سے اتر کر نیچے ڈھلان میں ایک راستہ جاتا تھا جھیل تک پہنچنے کے لئے۔

وہ وہیں سے اتر کر جھیل کے نزدیک چلی آئی۔

اونچے سے پتھر پر بیٹھتے ہوئے وہ مکمل اس ماحول میں کھوئی ہوئی تھی۔

سیاہ شلوار قمیض پہنے، آستینوں کے کف بند کئے۔ گاڑی سے ٹیک لگائے وہ وہیں دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا ہو گیا تھا۔

اس جھیل پر سے اس کا گزر دن میں کئی بار ہوا کرتا تھا۔

لیکن آج سے پہلے وہ جھیل کبھی اتنی خوبصورت نہیں لگی تھی۔

جو حسن اس گلابی لباس اور سیاہ چادر والی لڑکی کی سیاہ آنکھوں میں تھا۔

یہ جھیل تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔

اس کے دل میں اداسیوں نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

یوسف کو اس لڑکی کے محبوب ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

لیکن قسمت کی ستم ظریفی کے وہ چاہ کر بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا کے بعد میں ریشام کو اس کی وجہ سے کوئی بھی دکھ یا تکلیف پہنچے۔

فضاؤں میں مکئی بھوننے کی مہک پھیلنے لگی تو وہ سوچوں کے گرداب سے نکل کر حال میں لوٹا۔

اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو کچھ دور ہی ایک ریڑھی اسے دکھ گئی تھی۔

ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈالے وہ گہری سانس لے کر خوشبو اپنے اندر اتارتی سوچ ہی رہی تھی کے یوسف

سے کہے مکئی لانے کو۔

جبھی کسی نے کاغذ کی کون اس کی جانب بڑھائی ۔ جس میں تازہ بھنی ہوئی مکئی کے دانوں سے اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔

کون اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے اس کی نظریں یوسف کے چہرے پر ہی تھیں۔

جس نے نگاہیں جھکا رکھی تھیں

جو اب اس سے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔

"واقعی میں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔۔"

ہونٹوں پر مچلتی شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے چند مکئی کے دانے منہ میں ڈالے۔

عبیر اور سارہ کی بھی واپسی ہو چکی تھی

وہ ان سے ملنے کے لئے ہی کوریڈور میں موجود تھی۔

اندرونی حصے میں واپس جانے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کے ایک دم ٹھٹک کر رکی۔

اسے معلوم نہیں تھا کے آخر کس چیز نے اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو اچانک سے روکا ہے۔

بڑے سے کوریڈور میں وہ تنہا کھڑی تھی۔

جو حویلی کے لاؤنج سے بھی بخوبی دکھائی دیتا تھا۔

"اسے کیا ہو گیا ہے؟"

وہ کہیں باہر جانے کے لئے بلکل تیار تھا۔ اسے وہاں کھڑے دیکھا تو بڑبڑاتے ہوئے خود سے بولا۔

سفید ہائی نیک پر ڈینم کی جیکٹ پہنے، ایک ہاتھ میں موبائل اور گاڑی کی چابی تھام رکھی تھی۔

دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

جو اس نے کچھ دیر پہلے ہی فاز سے ہتھیائی تھی۔

فاض تو عاشق تھا چائے کا۔

عاشر اتنا شوقین نہیں تھا لیکن جب بھی فاز کے ہاتھ میں کپ دکھتا تو وہ اسے تنگ کرنے کو زبردستی اس سے چھین لیا کرتا تھا۔

بعد میں وہ بے چارہ اسے صلواتیں سناتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے گھوم رہا ہوتا تھا اپنا کپ واپس لینے کے لیے۔

لیکن عاشر پوری حویلی کا چکر لگوانے کے بعد خالی کپ ہی اسے واپس کرتا تھا

اور بدلے میں ڈھیر ساری جلی کٹی اس سے سنتا تھا۔

"کون سے چلے کاٹ رہی ہو یہاں کھڑے ہو کر؟"

اسے ایک جگہ جامد کھڑے دیکھ کر عاشر نے تعجب سے پوچھا۔

جو اس کی موجودگی پر بری طرح چونک اٹھی تھی۔

عاشر کے دوست حویلی کے باہر کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اسے نکلنا تھا لیکن ہاتھ میں موجود کپ چائے سے آدھا بھرا ہوا تھا۔

اب اس کا کیا کرتا؟

واپس کچن میں لے جا کر رکھنے کا اس کا ارادہ نہیں تھا۔

"چائے پیو گی؟"

ضرورت ایجاد کی ماں ہے کے فلسفے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس نے بریزے کے سامنے کپ بڑھا کر اسے آفر کردی۔

"کافی بنا رہا تھا اپنے لئے، تم پیو گی؟"

اس کی نظروں کے سامنے کل کا منظر گھوم گیا۔

اس کے ذہن میں جھکڑ چلنے لگے۔

اتنے دنوں سے ڈر ڈر کر زندگی گزارتے ہوئے اب اس کی بس ہو چکی تھی۔

اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے رکھ کے ایک تھپڑ عاشر کے چہرے پر دے مارا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں پیچھے پڑ گئے ہو میرے؟ جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے میری؟"

اس کے چہرے پر انتہا کا کرب اور اذیت رقم تھی۔

جبکہ وہ ہکا بکا گال پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کے چائے کی آفر کرنے پر اسے یہ رسپانس ملے گا۔

لمحے میں اس کے تاثرات بگڑے۔

"آر یو ان یور سینس ؟؟دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا؟ --"

بریزے کو لگا تھا جیسے وہ تھپڑ کھانے پر غائب ہو جائے گا۔

لیکن وہ تو شدید غصے میں بھپر چکا تھا۔

اس نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا۔

کہیں اس نے حقیقت والے عاشر کو تو تھپڑ نہیں دے مارا۔؟

"اللہ اللہ--"

بریزے کو اپنی موت سر پر ناچتی دکھ رہی تھی۔

سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہونے لگی

"ع عاشر --آئم--آئم سوری--میں نے تمہیں تھپڑ نہیں مارا تھا--"

دو قدم پیچھے ہٹتی ہاتھوں کو سامنے اٹھائے وہ اٹکتے ہوئے اپنی بات اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

لیکن آنسو رکاوٹ بن رہے تھے۔

"مجھے نہیں مارا تھا تو کس کو مارا تھا؟ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نظر آرہا ہے تمہیں یہاں پر؟"

کاٹ دار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جارحانہ انداز میں کپ ماربل کے فرش پر دے مارا۔

جو چکنا چور ہو چکا تھا۔

وہ دیوار سے لگی کھڑی کانپ رہی تھی۔ آنسو تواتر سے اس کے چہرے پر بہ رہے تھے۔

عاشر کا یہ غصہ آج اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس کے فون کی رنگ ٹون بجے جا رہی تھی۔

باہر موجود اس کے دوست کب سے اس کے منتظر تھے۔

فون کاٹ کر وہ اس کی سمت آیا۔

آنکھوں سے گویا چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"تمہاری ہر بد تمیزی کو آج تک نظر انداز کرتا آیا ہوں میں۔۔ لیکن اس خوش فہمی میں مت رہنا کے اس بار چھوڑ دوں گا۔۔ اس تھپڑ کا جواب میں اچھے سے دوں گا تمہیں"

"ٹوٹے ہوئے کپ کے ٹکڑوں کو جوتوں تلے روندتا وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

پیچھے وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے اپنی حالت پر خون کے آنسو بہا رہی تھی۔

"آپ کے دادا کے بہت احسانات ہیں مجھ پر۔۔"

بنا اسے مخاطب کیے اس نے اپنی بات کا آغاز کیا تو ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ جو اس کے قریب پشت پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"معلوم ہے مجھے آگے کہو"

مکئی کے دانے ہتھیلی پر پھیلائے اس بے لاپرواہی سے کہا۔

"میں نمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ مجھ پر اندھا بھروسہ کرتے ہوئے انھوں نے آپ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی، میں اس بھروسے کو توڑنا نہیں چاہتا"

"یوسف۔۔"

ریشام نے بے زاری اس کی جانب اپنا رخ موڑا۔

"اس طرح سے ذو معنی باتیں نہیں کرو مجھ سے ۔۔

اقرار کرنے سے پہلے ہی تم دامن بچانے والی باتیں کر رہے ہو۔۔"

"آپ کیا سننا چاہتی ہیں مجھ سے ؟"

گردن موڑ کر اس نے براہ راست ریشام کو دیکھا۔

"تم بہتر جانتے ہو"

اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ جتا کر گویا ہوئی۔

"یہ ممکن نہیں ہے ۔۔جس آگ سے آپ کھیلنا چاہ رہی ہیں یہ آپ کے اور میرے علاوہ پوری حویلی کو اپنی لپیٹ میں لے لی گی"

نظریں چراتا وہ رخ موڑ گیا۔

"تو کیا چاہتے ہو تم ؟"

"اس خاردار راستے پر چلنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس کے انجام پر صرف آپ کا دل لہولہان ہوگا اور کچھ بھی نہیں۔۔"

اس کا لہجہ تو عام سا تھا۔

پھر بھی ریشام کو لگ رہا تھا جیسے کوئی نوکیلے کانٹے ہیں جو اسے اندر ہی اندر چھب رہے ہیں۔

"میرے دل کے مرہم کے لئے تم ہو نا"

سیاہ آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

لیکن ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی

"میں کبھی بھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کروں گا"

اس کا انداز اٹل تھا۔

"ایک دن تم مان ہی جاو گے"

"دعا کیجئے گا ریشام بی بی کے وہ دن کبھی نہ آئے۔۔ اگر ایسا ہوا تو سعدین حویلی تباہیوں کا منہ دیکھے گی، میں آپ کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہتا۔۔ بہتر ہوگا کے آپ یہ بات سمجھ جائیں"

اسے اپنے لہجے کی سختی کا اندازہ تھا۔

لیکن یہاں وہ نرمی سے ہر گز کام نہیں لے سکتا تھا۔

اس سر پھری لڑکی کے بڑھتے قدموں کو روکنے کا ایک یہی واحد حل تھا جو اسے اس وقت سوجھ رہا تھا۔

"سب کچھ میرے سمجھنے کے لئے رہ گیا ہے؟"

مکئی کے دانے اس کی ہتھیلی سے پھسل کر نیچے جا گرے تھے۔

اس کی آواز میں نمی گھلنے لگی۔

"تم جانتے بوجھتے انجان بنتے ہو۔۔کیا تم میرے دل کے حال سے واقف نہیں ہو؟ ہر بار اپنی عزت نفس کو اپنے پیروں تلے روند کر تمہارے سامنے آس لے کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔ کبھی تو نظر اٹھا کر دیکھو گے ۔۔ کبھی تو میری بات کو سمجھو گے لیکن تم۔۔کیا تمہیں ترس بھی نہیں آتا مجھ پر؟"

اس کے چہرے پر گہرا کرب تھا۔

اور نگاہوں میں کتنے ہی آنسو باہر آنے کو بے تاب تھے

"آپ میرے لئے مشکلات کھڑی کر رہی ہیں۔ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن آپ۔۔"

"خود کو روک لو گے؟"

وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم مجھے قدم واپس موڑ لینے کے لیے کہہ رہے ہو، خود کو کیسے سنبھالو گے یوسف؟"

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے لیکن میرے ساتھ ساتھ تم خود پر بھی ظلم کررہے ہو۔۔اور میں تمہیں معاف نہیں کروں گی اس کے لئے۔۔"

سختی سے خود پر قابو کیے وہ اسے دیکھنے سے خود کو باز رکھ رہا تھا۔

اگر اس کی آنکھوں کو دیکھ لیتا تو پل میں اسے اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا۔

جو کے وہ نہیں چاہتا تھا۔

دن کا وقت تھا۔

کہیں دور اکا دکا لوگ موجود تھے۔

پتھریلے راستے سے گاڑیاں بھی گزر رہی تھیں۔

لیکن وقت ان کے نزدیک جیسے تھم سا گیا تھا۔

ہر چیز پس منظر میں جاتی ان کی نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔

بلند و بالا پہاڑ سانس روکے ان کی گفتگو سننے میں مگن تھے۔

سر مست ہوائیں ان دونوں سے ٹکراتی یوسف کی سخت دلی پر شکوہ کناں تھیں۔

وہ پہاڑ، وہ وادیاں، سب ریشام کے دکھ میں شریک یوسف کو ناراضگی سے دیکھ رہے تھے۔

"اگر کسی اور سے میری شادی ہونے لگی تو تب بھی کچھ نہیں کرو گے تم؟"

سرد و سپاٹ لہجے میں اس نے ایک غیر متوقع سوال پوچھ ڈالا۔

پہلے وہ چونکا۔ پھر لب بھینچ گیا۔

اس بارے میں اس نے نہیں سوچا تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

ریشام کی محبت کی جو چنگاری اس کے دل میں جل رہی تھی، وہ لمحہ لمحہ بھڑکتی آگ کی شکل اختیار کرتی جارہی تھی۔

اس سے پہلے کے وہ اس کے پورے وجود میں سرائیت کر جاتی ریشام کو خود سے دور کرنا انتہائی ضروری تھا۔

"میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں۔۔"

اس کی آواز دھیمی اور لہجہ سپاٹ تھا۔

وقت تھم جانا کسے کہتے ہیں یہ کوئی یوسف سے پوچھتا۔

وہ سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے مد مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نے اپنے سارے اختیار تمہیں دیئے۔۔"

گلابیوں میں گھلا اس کا شفاف چہرہ اس وقت آنسوؤں سے تر تھا۔

ستواں ناک سرخ ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں صرف یوسف کی شبیہہ تھی۔

اس بار وہ نظریں چرا نہیں پایا تھا۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی موجود تھے۔ خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا جا رہا تھا جب رضا صاحب نے اسے مخاطب کیا۔

"اور کیا مصروفیات ہیں تمہاری؟ پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟"

"اچھی جا رہی ہے اور اب تو اکیڈمی بھی شروع کر دی ہے تو یونیورسٹی کے بعد کا وقت وہیں گزر جاتا ہے"

چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"میں نے کہا بھی تھا ابھی اکیڈمی وغیرہ کا چکر چھوڑ دے۔ لیکن اسے تو عادت ہے ضرورت سے زیادہ کام کا لوڈ لینے کی۔۔"

فرمان نے اسے اجازت دے تو دی تھی۔

لیکن خوش وہ پھر بھی نہیں تھے۔ جس کا اندازہ ان کے لہجے سے ہو رہا تھا۔

وہ تینوں پھر باتوں میں مصروف ہو چکے تھے جب کے ماشا اس کی پلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔

ناشتے میں اس نے صرف دو سلائس لئے تھے۔ جس میں سے آدھا ہی کھایا تھا اس نے۔"

"بس اتنا ہی ناشتہ کرتے ہیں وہ، میں نے کہا بھی تھا اتنا اہتمام مت کرو"

گرما گرم پراٹھے، بھنا ہوا قیمہ اور آملیٹ سے انصاف کرتا مہد ہاتھ جھلا کر بولا۔

"لیکن تمہارے تو مزے ہو گئے نا"

وہ جل کر بولی۔

کھردری سڑک پر اس کی بائیک فراٹیں بھرتی دوڑ رہی تھی۔

ہواؤں کو چیرتا وہ انتہائی تیز اسپیڈ میں تھا۔

ہیلمٹ پہنے ہونے کی وجہ سے کوئی جان نہیں سکتا تھا کے اس کے تاثرات میں کتنا پتھریلا پن ہے۔

اس کے دوست اس کی اسپیڈ کو پہنچ نہیں پا رہے تھے۔

لیکن ان کے دل میں ہول ضرور اٹھ رہے تھے کے وہ کہیں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔

"عاشر اسپیڈ سلو کر۔۔"

اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہوئے وہ پیچھے سے ہی چلا کر اسے روکنے کی سعی کر رہے تھے۔

جس نے آج نا رکنے کی قسم کھا لی تھی۔

اس کا گال ابھی بھی دہک رہا تھا۔

وہ جاننا چاہتا تھا کے ایسا کون سا جرم اس نے کیا ہے جس کی پاداش میں اسے تھپڑ سے نوازا گیا ہے۔

لیکن وہ جواب لینے کے لیے اس کے پاس رکا نہیں رہا تھا۔

اگر دو سیکنڈ بھی بریزے اس کے سامنے کھڑی رہتی تو یقیناً وہ خود پر ضبط کھو کر کچھ کر ڈالتا اس کے ساتھ۔

بچپن سے لے کر آج تک ہزاروں لڑائیاں ان کے درمیان ہو چکی تھیں۔

لیکن بات کبھی اتنی زیادہ نہیں بڑھی تھی کے دونوں میں سے کوئی ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جاتا۔

اور آج تو ایسی کوئی نوک جھونک بھی نہیں ہوئی تھی کے بریزے اتنا شدید ری ایکشن دیتی۔

اس کا ذہن الجھن کا شکار تھا۔

اس کے سامنے دور تک پھیلی صاف شفاف سڑک خالی پڑی تھی۔

تب اچانک ہی کوئی شخص اسے روڈ کے بیچ و بیچ کھڑا دکھائی دیا۔

شاید وہ کوئی لڑکا تھا۔ لیکن وہ ٹھیک سے اسے دکھائی نہیں دے پا رہا تھا۔

"یہ کہاں سے آگیا بیچ میں؟"

وہ ساکت و جامد کھڑا تھا، پرسکون سا۔۔

اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ عاشر نے بائیک کی اسپیڈ کو کم کرنا چاہا۔

لیکن باوجود کوشش کے وہ کر نہیں پارہا تھا۔

اسپیڈ خود بخود بڑھتی جا رہی تھی۔

اب کے اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھرے۔

بائیک اس کے کنٹرول سے بلکل باہر ہو چکی تھی۔

بریک بھی کام نہیں کر رہے تھے۔

نتیجتاً کچھ ہی لمحوں بعد اس کی بائیک سلپ ہوئی۔

جو رکے بغیر وہ دور تک رگڑ کھاتی ہوئی گئی تھی۔

اس کا سر زور سے پتھریلی زمین سے ٹکرایا۔

غنودگی میں جانے سے پہلے اس نے صرف یہ دیکھا تھا کے وہ سایہ اب وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

تمہیں پیار کرنا نہیں آتا

مجھے پیار کے سوا کچھ نہیں آتا

زندگی جینے کے دو ہی طریقے ہیں

ایک تجھے نہیں آتا، ایک مجھے نہیں آتا

"آخری بار تم سے سوال کروں گی یوسف، اس بار بھی دامن بچاو گے تو قسم کھا رہی ہوں آئندہ تمہاری طرف دیکھوں گی بھی نہیں۔۔"

سختی انداز میں جو بات وہ کر رہی تھی اس پر خود بھی شیور نہیں تھی۔

"نہیں کرتے مجھ سے محبت؟"

اس کے لرزتے لہجے میں اضطراب بھرا تھا۔

اسے اچھے سے معلوم تھا کے اسے اپنی من مرضی کے خلاف ہی جواب ملنا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے بولنے کی منتظر تھی کے کیا پتا اس کا پتھر دل پگھل جائے

"مجھے امتحان میں مت ڈالیں۔"

کیسا گزارش بھرا اندا تھا اس کا۔ اندرونی طور پر وہ جس ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا وہ غلطی سے بھی اپنے چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"کرتے ہو یا نہیں؟"

وہ سراپا سوال بنی اسے زندگی اور موت میں سے ایک کو چننے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔

"میں شرمندہ ہوں آپ سے۔۔"

شکست خوردہ انداز، ڈھلکے شانے، جھکی نظریں، دھیمی آواز۔۔

بس ریشام کو لگا بنا کسی شور و غل کے بہت کچھ اس کے اندر ٹوٹتا بکھرتا چلا گیا۔

پانی سے بھرے نین کٹوروں میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔

ہاتھوں کی پشت سے اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

یوسف خود کو مجبور و بے بس ترین انسان محسوس کر رہا تھا۔جب کے ریشام کی نظروں میں اس سے زیادہ سنگ دل اور سفاک کوئی نہیں تھا۔

مین گیٹ سے باہر نکلا تو سامنے ہی وہ کھڑی نظر آئی۔

سفید فراک پر گلابی حجاب چہرے کے گرد لپیٹے اپنے گھر کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔

قریب ہی ایک چھوٹی سی بلی اس کٹوری میں سے دودھ پینے میں مصروف تھی جو آئزل نے اس کے لئے رکھا تھا۔

ڈیرک کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر کے وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"آج تمہاری دوست آئی ہے "

بلی کو پیار کرتے ہوئے وہ بولا تو آئزل مسکرادی۔

"اس کا نام کرسٹل ہے"

اس نے جیسے یاد دلا کر کہا۔ ساتھ ہی پوچھ بھی لیا۔

"تو کل تمہارا کنسرٹ ہے ؟"

"کنسرٹ تو نہیں کہہ سکتے اسے۔

"سو دو سو لوگ تو ہوں گے ہی نا وہاں پر؟"

"اس سے تو کم ہی ہوں گے"

"میری وی وی آئی پی سیٹ کا بندوبست کیا تم نے پھر؟"

"میں تمہیں نہیں بلا رہا"

"ہیری تم اپنی دوست کو ہی نہیں بلاو گے ؟"

اس نے خفگی سے کہا۔

"وہ جگہ تمہارے معیار کی نہیں، میں نہیں چاہتا تم وہاں آو، اور پھر ہر قسم کے لوگ وہاں پر ہوں گے"

"اوہ--"

اس نے جیسے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔

"اس کا ڈنر ہو گیا ہو تو کیا ہم واک پر چل سکتے ہیں؟"

ہیری کا اشارہ اس کی بلی کی جانب تھا جو ابھی بھی اس کی طرف متوجہ تھی

"دو منٹ رکو میں کوٹ لے کر آتی ہوں۔"

اسے انتظار کرنے کے لئے کہتی وہ گھر کے اندر چلی گئی تھی۔ اور کچھ ہی دیر میں گرم لانگ کوٹ پہنے باہر آئی۔

"تمہارے یہاں کوئی گیسٹ آئے ہیں کیا؟"

کافی دیر سے وہ منتظر تھا کے وہ خود ہی بتا دے گی لیکن اس کا ارادہ نہ بنتے دیکھ ہیری سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی بیٹھا۔

"علی بھائی آئے ہیں۔ شام کو ہی پہنچے ہیں"

اس نے سرسری سا بتایا تو اس کے ذہن میں وہ شام کا منظر گھوم گیا جب اس نے وہ لڑکا آئزل کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

"کون ہیں یہ علی بھائی؟"

"بابا کے دوست کے بیٹے ہیں، اپنی اسٹڈیز سے ریلیٹڈ کوئی کورس وغیرہ کرنے آئے ہیں، وہ تو ہوٹل میں رکنا چاہتے تھے لیکن یو نو کے یہ کتنا ایکسپینسو ہو جاتا ان کے لئے، اس لئے بابا نے انھیں ہمارے یہاں رکنے پر راضی کر لیا۔"

کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس نے تفصیل سے بتایا۔

صاف سیدھی سڑک کے دائیں بائیں درختوں کا جھرمٹ تھا۔

آسمان بھی کھلا کھلا سا روشن لگ رہا تھا۔

خاموشی اتنی تھی کے جب کوئی گاڑی وہاں سے گزرتی تھی تو صرف اس کی آواز سناٹے کو چیرنے کا سبب بنتی تھی۔

"کیا وہ میریڈ ہیں؟"

ہیری نے کافی وقت لیا تو اس کی بات کو قبول کرنے میں۔

"نہیں۔۔"

اس کے یک لفظی جواب پر وہ لب بھینچ گیا۔

اچانک سے اس کا دل ہر شے سے اچاٹ ہونے لگا۔

"لیکن وہ انگیجڈ ہیں۔۔"

"کیا ہوا؟"

وہ جو اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب اس کے قدموں کو اپنے ہمقدم نہ دیکھا تو رک کر پیچھے مڑی۔

جو گہری سانس بھرتے ہوئے پھر سے چلنے لگا۔

اس لڑکی نے تو دو منٹ کے لئے اس کی جان ہی نکال کر رکھ دی تھی۔

"اللہ سے کوئی چیز مانگو تو کیا مل جاتی ہے؟"

نگاہیں اٹھائے، سر پر تنی آسمان کی روشن چادر کو دیکھتے ہوئے اس نے خوابیدہ سی کیفیت میں پوچھا۔

"بے شک، صدق دل سے مانگو تو کیا نہیں ملتا"

اس نے جواب دیا تو وہ پھر پوچھ بیٹھا۔

"پھر بھی۔۔اگر کسی چیز کی خواہش کریں اور وہ نہ ملے تو؟"

"صرف خواہش کرنا تو کافی نہیں ہوتا ہیری۔۔ سب سے زیادہ امپورٹنٹ چیز دعا ہوتی ہے۔۔"

"اور اگر دعا بھی قبول نہ ہو تو؟"

"تو پھر یا تو آپ کی دعا میں شدت نہیں ہوگی، یا آپ کا ایمان نہیں ہوگا کے "پتا نہیں میری دعا قبول ہوگی بھی یا نہیں، مجھے وہ چیز ملے گی بھی یا نہیں۔۔ایسے نہیں کرنا چاہئے۔۔آپ کا کام ہے مانگنا آپ بس اس پر فوکس کریں اور اس امید سے مانگے کے اگر اللہ نہیں دے گا تو کون دے گا۔۔"

اس کی بات کے جواب میں وہ بنا کچھ کہے۔ ایک گھٹنے کے بل نیچے بیٹھ گیا۔

اپنی سرد پڑتی انگلیوں سے اس کے جوتوں کے کھلے تسموں کو ٹھیک سے باندھنے کے بعد اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر اٹھا کر اس سے استفسار کیا۔

"اور تیسری چیز؟"

ہیری کی نیلی آنکھیں منتظر تھیں اس کی اگلی بات کی۔

"تیسری چیز یہ کے ہو سکتا ہے جو آپ مانگ رہے ہوں وہ آپ کے حق میں بہتر نہ ہو۔۔"

وہ شانے اچکا کر بولی۔

"مطلب"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"اللہ ہمارے شدت سے مانگنے کے باوجو بھی ہمیں وہ چیز عطا نہیں کرتا جو ہمارے حق میں بہتر نہ ہو۔۔
اور پھر اللہ تعالیٰ خود بھی تو یہی فرماتے ہیں کے۔۔

"تمہارے حق میں کیا بہتر ہے، کیا نہیں، یہ میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔"

اسی لئے کسی کی آرزو ہونے کے باوجود بھی وہ نہ ملے تو دلبرادشتہ ہوئے کی بجائے صبر کرتے ہوئے موو آن کرجائیں یہ سوچ کر کے "یقیناً اسی میں میری بھلائی ہوگی"

وہ اتنے پیارے انداز میں بولتی تھی کے دل ہی نہیں چاہتا تھا کے وہ کبھی خاموش ہو۔

اسٹریٹ کا کونہ ہی ان کی آخری منزل ہوا کرتی تھی۔

وہاں سے وہ دونوں پلٹ کر دوبارہ گھر کی جانب آجاتے تھے۔ اور پھر دوبارہ واک کرتے ہوئے کونے پر جاتے تھے۔

ان دونوں کو گھر سے فقط اتنی ہی دور جانے کی اجازت تھی جنید حالی کی جانب سے۔

آئزل واپس مڑنے کی بجائے اس آئسکریم کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی جو کونے پر ہی واقعی تھا۔

یہ اس کی روزانہ کی عادت نہیں تھی۔

ہفتے میں صرف ایک یا دو بار ہی وہ وہاں سے آئسکریم لیا کرتی تھی۔

"لیکن ہر کوئی اتنا پازیٹو وے میں نہیں سوچتا۔ لوگ تو واویلا مچاتے ہیں اگر کوئی چیز یا کوئی انسان ان سے چھن جائے تو، ایوین اللہ سے شکوے شکایتیں بھی کرتے ہیں کے اللہ تونے ہم پر بڑا ظلم کیا۔۔ معاذاللہ ایسا تو کہنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ ابھی بھی اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھی جس دوران ہیری نے ایک چاکلیٹ فلیور کی آئسکریم خریدنے کے بعد کوٹ کی جیب سے چند ڈالرز نکال کر کاونٹر پر ادا کئے

شروع شروع میں ایک دو بار اسے منع کیا کرتی تھی جو سہولت سے انکار کرتے ہوئے اس کے پیسے واپس لوٹا دیا کرتا تھا۔

پھر بعد میں وہ بھی عادی ہو گئی۔

"نجانے کیوں ---لیکن تمہاری باتیں مجھے خوف میں مبتلا کر رہی ہیں"

ہیری نے ریپر اتار کر آئسکریم اس کی جانب بڑھائی تو اس نے مصنوئی خفگی سے اسے دیکھا۔

"تم میری ہر بات کے جواب میں تقریباً ایک جیسا ہی جواب دیتے ہو-- کچھ لوگوں نے اسلام کو بہت مشکل اور خوفناک وے میں پورٹرے کررکھا ہے۔ حالانکے اس سے پیارا تو کوئی دین ہی نہیں ہے"

"اب تم ہر دوسری بات کے جواب میں جہنم کے عذابوں سے ڈراوگی تو بندہ کیا کرے پھر؟"

"ہاں تو پھر بندہ وہ کام نہ کرے نا کے اسے جہنم میں ٹھکانا کرنا پڑے-- ایک بلکل صاف اور سیدھی سے بات ہے کے اچھے کام کرو گے تو جنت میں جاو گے، اور برے کام کرو گے تو سیدھا جھنم میں-- اب یہ ہم پر منحصر ہے کے ہم ہمیشہ والی زندگی میں کس کو ٹھکانا بناتے ہیں"

"ہمیشہ والی زندگی؟"

اس نے آبرو اٹھا کر نا سمجھی سے دیکھا۔

"وہ زندگی جو مرنے کے بعد شروع ہوگی"

"تو یہ سب کیا ہے پھر؟"

اس نے دونوں بازو پھیلا کر دائیں بائیں کی جانب اشارہ کی۔

اس کا مطلب اس دنیا سے تھا۔

"دھوکہ-- اس دنیا کو بنانے والے نے بتا دیا تھا کے یہ محظ ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں--اور یہاں دل لگانا تو بلکل ہی فضول ہے ہیری--آپ ہمیشہ کے لیے یہاں نہیں رہ سکتے- یہ پرتعیش سی زندگی، یہ روشنیاں، چکاچوند، گلیمر، فلک بوس بلڈنگز--کچھ بھی نہیں رہے گا، سب خاک میں مل جائے گا--"

بنا کچھ کہے وہ جھرجھری لے کر رہ گیا-

واپسی پر وہ خاموشی سے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بے خاموش نگاہوں سے آسمان کو دیکھتے ہوئے چل رہا تھا-

جبکے وہ آئسکریم کھانے میں مگن تھی-

"آئزل دیکھو-- وہاں تارا ٹوٹا ہے--"

اس نے خوشگوار سی کیفیت میں اسے متوجہ کرتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھنے کو کہا-

جہاں ایک روشنی تیر کی طرح تیزی سی زمین کی جانب بڑھ رہی تھی-

دوسرے ہی لمحے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جوڑے، ہتھیلیاں ملا کر مٹھی سی بنائے آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ پڑھ رہا تھا-

بند آنکھیں اور حرکت کرتے لب، صاف سفید رنگت-چوڑی پیشانی-

خوبصورتی کے علاوہ ایک معصومیت کا بھی رنگ اس کے چہرے پر ہمہ وقت قائم رہتا تھا-

ایک دو منٹ بعد جب اس نے آنکھیں کھول کر آئزل کو دیکھا تو حیران ہوا-

کیوں کے اس نے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی-

"میں ٹوٹے تارے کو دیکھ کر دعا مانگ رہا تھا، اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے؟"

وہ خفا ہوا تو پیڑوں کی شاخوں نے اس کی دلجوئی کرنے کو ہوا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کتنے ہی پتے ان پر برسا دئے۔

''پہلی بات تو یہ کے ٹوٹے تارے کو دیکھ کر دعا نہیں مانگا کرتے، اور دوسری بات یہ کے وہ ٹوٹا ہوا تارا نہیں تھا۔ یہ بلکل ہی ایک غلط کونسیپٹ لوگوں نے بنا رکھا ہے۔''

ٹوٹا ہوا تارا نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟''

''اصل میں بعض دفعہ شیاطین کو بھگانے کے لئے ان ستاروں کو توڑا جاتا ہے جو آسمانی خبروں کو چرانے کے لئے جب اللہ کی قائم کردہ حد بندیوں کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر فرشتے انھیں وہاں سے بھگانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اور جب وہ واپس زمین کی جانب آرہے ہوتے ہیں تو انھیں دیکھ کر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کے یقیناً کوئی تارہ ٹوٹا ہے چلو دعا مانگتے ہیں''

''میری علم میں نہیں تھی یہ بات''اس نے خجالت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کل تمہیں ملواوں گی علی بھائی سے۔۔ ان سے مل کر یقیناً تمہیں اچھا لگے گا۔۔''

گھر کے قریب پہنچنے پر اس بے الوداعی کلمات کہتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

متورم چہرہ لئے وہ رائمہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

اتنا زیادہ رو چکی تھی لیکن پھر بھی آنسو تھے کے تھمتے ہی نہ تھے۔

وہ اس کی بکھری حالت پر تشویش کا شکار تھیں۔

صبح جامعہ جاتے وقت تو بلکل ٹھیک ٹھاک تھی۔

واپسی پر جانے کیا حادثہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کے جس نے اسے توڑ کے رکھ دیا تھا۔

کئی بار اس سے پوچھ چکی تھی لیکن وہ تھی کے کچھ بولتی ہی نہ تھی۔

کافی دیر بعد اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"محبت میں اسٹیٹس کیوں دیکھا جاتا ہے پھوپھو؟"

"ٹھیک تو ہو نا ریشام؟ کیا ہو گیا ہے آج تمہیں؟"

اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں، میں ٹھیک نہیں ہوں"

"اللہ نے مجھے اس شخص کے ہاتھوں توڑا ہے جس کے علاوہ میرے دل میں کوئی دوسرا نہیں تھا" رائمہ کے حرکت کرتے ہاتھ تھمے۔

"کیا تم کسی کو پسند کرتی تھیں؟"

انھوں نے چوکنے والے انداز میں پوچھا۔

"ابھی بھی کرتی ہوں، اور کرتی رہوں گی، میرے دل میں اس کے لئے جو جذبات ہیں، وہ صرف پسندیدگی کی حد تک تو نہیں ہیں کے جو بدل جائیں گے۔"

سانس بھرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی۔

بہت زیادہ رونے کے باعث خوبصورت چہرہ ستا ہوا تھا۔

"پھر؟"

"میں عشق کرتی ہوں اس سے"

دائیں ہاتھ کی پشت سے گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑ کر بولی۔

"خاموش ہو جاو۔۔ آئندہ اپنی زبان پر بھی نا لانا یہ بات"

اسکی بات کاٹ کر وہ سختی سے بولیں

"محبت کرنا گناہ ہے کیا پھوپھو؟"

"نا محرم سے کرنا گناہ کے زمرے میں ہی آتا ہے"

"۔۔ساری دنیا مجھے نا محرم لگتی ہے لیکن۔۔۔صرف ایک وہی محرم لگتا ہے"

بھیگیں پلکیں رخساروں پر سایہ فگن ہو گئی تھیں۔

"کس کی بات کر رہی ہو تم ؟ کون ہے وہ؟"

رائمہ اس شخص کا نام جاننا چاہتی تھیں جس کی جستجو نے اسے اتنا نڈر اور باغی بنا دیا تھا۔

"نام نہیں بتاوں گی۔۔"

"ریشام ۔۔"

ان کے لہجے میں تنبہہ تھی۔

"وہ نہیں چاہتا کے کسی کو معلوم ہو کے سعدین حویلی کی بیٹی اس کے عشق میں گرفتار ہے۔۔"

"ایسا کیوں چاہتا ہے وہ؟"

"ڈرتا ہے۔۔"

"کس سے؟"

"حویلی کے مردوں سے۔۔"

"وہ خود کو میرے قابل نہیں سمجھتا، کہتا ہے آپ کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں"

"وہ بھی محبت کرتا ہے؟"

"کرتا ہے لیکن اقرار نہیں کرتا میرے سامنے۔۔۔ اگر کسی کو بھنک پڑ گئی تو وہ جان سے جائے گا"

"تم سے زیادہ اسے اپنی جان کی فکر ہے؟"

"نہیں۔۔ اسے میری فکر ہے۔۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو اس کے بعد میں کیسے زندہ رہوں گی؟؟؟۔۔"

لب زخمی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے رائمہ کی سمجھ نہیں آرہا تھا کے اس انہونی پر وہ کیا ری ایکشن دیں۔

ریشام کی باتیں انھیں خوفزدہ کر گئی تھیں۔

اس کے انکشاف نے انھیں دہلا کر رکھ دیا تھا۔

نجانے کس شخص کو دل دے بیٹھی تھی۔

اگر تو حویلی میں کسی کو غلطی سے بھی علم ہو گیا تو بے چارہ جان سے جائے گا۔

کچھ دیر پہلے اس کے روم میں حویلی کے سبھی افراد موجود تھے۔

جو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر آچکا تھا۔

چوٹیں زیادہ نہیں آئی تھیں لیکن کچھ زخم تھے جو گہرے تھے۔

"ہزار دفعہ کہا ہے تم سے آہستہ چلایا کرو بائیک لیکن تم سنتے کہاں ہو کسی کی"

عبیر تیز لہجے میں اس سے مخاطب تھا جو تکیوں کے سہارے بیڈ پر نیم دراز تھا۔

ماتھے اور ٹانگ پر سفید پٹی بندھی تھی۔

چہرے، گردن اور ہاتھوں پر بھی چوٹوں اور رگڑ کے نشانات تھے۔

"میں دھیان سے ہی چلاتا ہوں عبیر بھائی، لیکن اس وقت میرا ذہن الجھن کا شکار تھا، اور پھر بیچ سڑک پر جانے ایک شخص کہاں سے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور وہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا، میں کوشش کر رہا تھا کے کسی طرف بریک لگا کر اسے بچا لوں لیکن۔۔"

"کہیں تم سے اسے بھی تو ہٹ نہیں کر دیا؟" وہیں موجود رائمہ نے اس کی بات کاٹ کر تشویش سے پوچھا۔

"نہیں ممی۔۔ اسے بچانے کے چکر میں'میری بائیک سلپ ہو گئی اور آپ یقین نہیں کریں گی کے میری آنکھوں کے سامنے وہ غائب ہو گیا"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو عاشر؟ لگتا ہے تمہارے دماغ پر بھی اثر ہو گیا ہے"

عبیر ہاتھ جھلا کر بولا۔

"مجھے بھی یہ محظ اپنا وہم ہی لگتا ہے۔۔ ورنہ ایسا حقیقت میں ہونا کہاں پاسیبل ہے۔"

"کیا تم نے سچ میں دیکھا تھا کسی کو؟"

عبیر کے برعکس رائمہ کے تاثرات مختلف تھے۔

"دیکھا تو سچ میں ہی تھا لیکن پھر وہ اچانک۔۔"

"مجھے تو لگتا ہے عاشر تمہارے دماغ کا بھی علاج کروانا ہی پڑے گا۔ کیا نان سینس باتیں کئے جا رہے ہو؟"

عبیر نے بیزاری سے کہا۔

"آئی تھنک مجھے ریسٹ کی ضرورت ہے۔ ممی یہ کمفرٹر اوڑھا دیں مجھے۔"

اس نے نقاہت و تھکن سے کہا۔

"روکیں پھوپھو۔۔"

رائمہ کو جگہ سے اٹھنے سے منع کرتے ہوئے عبیر نے خود ہی کمفرٹر کھول کر اس پر پھیلا دیا تھا۔

"اچھے سے نیند پوری کروتا کے تمہارا دماغ ٹھکانے پر آئے۔" ساتھ ہی اسے مشورہ بھی دے ڈالا۔

"یہ عاشر کو دے آو گی بریزے؟"

وہ کافی بنانے کی نیت سے کچن میں آئی تھی جب ٹرے میں دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے رائمہ نے اسے مخاطب کیا

"میں؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔

ایک تو وہ پہلے ہی اس پر اتنا غصہ تھا ایسے میں وہ اس کے سامنے جاتی تو اس نے بنا کسی لحاظ کے وہ دودھ کا گلاس اس کے اوپر ہی پھینک دینا تھا۔

"آپ کسی ملازم کو بھیج دے۔۔"

جھرجھری لے کر اس نے فوراً منع کیا۔ لیکن اس کا جواب سننے کے لئے رائمہ وہاں رکی ہی نہیں تھیں۔

"میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں بیٹا، اس کی دوائیاں بھی اسے دے دینا یاد سے۔۔"

وہ عجلت میں کہتیں وہاں سے جا چکی تھیں۔

"شانو۔ یہ ٹرے پکڑو اور عاشر صاحب کے روم میں دے آو"

اس نے اپنی جان چھڑانے کو کام کرتی ایک ملازمہ سے کہا۔

"بریزے بی بی۔۔ عاشر صاحب کو بلکل نہیں پسند کوئی ملازم ان کے روم میں داخل ہو۔ کوئی اور کام ہیں تو بتادیں۔ یہ میں نہیں کر سکتی۔۔ مفت میں ہی ان سے ڈانٹ پڑ جائے گی۔۔"

کانوں کو ہاتھ لگاتے اس نے صاف انکار کیا۔

اور صرف وہی نہیں کم و بیش تمام ملازمین کا یہی حال تھا۔

سب ہی کی اس کے غصے سے جان جاتی تھی۔

تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ ناچار وہ عاشر کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

دل ہی دل میں مختلف سورتوں کا ورد کرتے ہوئے وہ دروازے پر دستک دے کر داخل ہوئی۔

کمرے میں نیم اندھیرا پھیلا تھا۔

کھڑکیوں کے پردے بھی گرے ہوئے تھے

آنکھوں پر بازو رکھے وہ شاید سو رہا تھا۔

بریزے نے شکر کا کلمہ پڑھا کے اس سے سامنا نہیں کرنا پڑا۔

سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھتے ہوئے وہ دبے قدموں واپس جانے کو مڑی ہی تھی کے اس آواز پر ٹھٹک کر رکی۔

"کوئی اتنا منحوس کیسے ہو سکتا ہے؟؟"

"کیا کہا تم نے؟"

بریزے کو لگا شاید اس کے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

بے ساختہ مڑ کر اس سے پوچھ بیٹھی جو آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"زندگی میں پہلی بار میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا، تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا کے آخر کس وجہ سے تم نے مجھے تھپڑ دے مارا۔۔ اور دیکھو تبھی میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔ کتنی منحوس ہو نا تم"

بریزے کو کچھ دیر پہلے جو خوف لاحق تھا وہ اب ایک غصے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

"اگر ایسی بات ہے تو آئندہ میرا خیال بھولے سے بھی اپنی ذہن و دل میں مت لانا، اس بار تو بچ گئے، ایسا نہ ہو اگلی بار یہ موقع ہی نہ ملے۔۔"

کینہ طوز نظروں سے وہ چبا کر بولی۔

"میرے لیے ایک بار کا تجربہ کافی تھا، اور بہت خوفناک بھی"

"ویسے یہ دودھ لانے کی زحمت کر ہی لی ہے تو تھوڑی زحمت اور کر کے گلاس مجھے پکڑا دو۔۔ آئی کانٹ موو۔۔"

کہنی کے بل اٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ تکلیف کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔

بریزے نے نا چاہتے ہوئے بھی دودھ کا گلاس اسے پکڑا دیا۔

"ٹیبلیٹس کہاں رکھی ہیں؟"

رائمہ کی یقین دہانی یاد آئی تو اسنے سائیڈ ٹیبل پر دیکھا۔ وہاں موجود نا ہونے پر اس نے عاشر سے استفسار کیا۔

"معلوم نہیں، ممی رکھ کر گئی ہیں۔"

اس نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔

بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل کی درازوں کو کھول کر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

دوپٹہ سر سے پھسل پر شانوں پر آ ٹھہرا۔

براون بال چہرے کے گرد سایہ کرنے لگے۔

وہ اپنے ہی دھیان میں دوائیاں تلاش کر رہی تھی۔

عاشر نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوسری نظر دیکھنا گوارا بھی نہیں کیا تھا۔

اپنی جگہ سے ہلنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

ورنہ رخ موڑنے کے بجائے وہ درمیان کا فاصلہ بڑھانے کو ہی ترجیح دیتا۔

"مل گئیں۔۔"

ایک ڈرا میں سے آخر اس نے برآمد کر ہی لی تھی۔

بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے ٹیبلٹ اس کی جانب بڑھائی جو رخ موڑے اپنے فون پر مصروف عمل تھا۔

"دروازہ بند کر کے جانا۔"

اس کے سرد لہجے پر وہ صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

مجال ہے یہ بندہ کبھی کسی کا احسان مان لے۔۔

روم سے نکلتے ہوئے اس نے تیز آواز سے گیٹ بند کرتے ہوئے سارا غصہ اسی پر نکالا تھا۔

چاروں جانب رات اپنے پر پھیلانے لگی تو سعدین حویلی کی روشنیاں بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگیں۔

لیکن اس وسیع اور پر تعیش کمرے کی بتیاں ابھی بھی روشن تھیں۔

دروازہ بند ہونے کی وجہ سے آواز کو باہر جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔

"مجھے سارہ کی بہن عمیمہ بہت پسند ہے۔"

وجاہت غازی آفس کی کچھ فائلز کو اسٹڈی کرنے میں مصروف تھے جب سفینہ غازی ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"بہت پیاری بچی ہے "

"ہمم"

غیر دلچسپی سے انھوں نے ہنکارا بھرا۔

"میں تو چاہتی ہوں کے سالار کی دولہن وہی بنے"

وجاہت غازی نے فائلز ٹیبل پر پھینکتے ہوئے سخت نظروں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوچنا بھی مت ایسا"

"کیوں؟"

سفینہ تائی کے ماتھے پر بل ابھرے۔

"سالار کی شادی صرف ریشام سے ہوگی"

ان کے مضبوط لہجے پر انھوں نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا

"ریشام؟؟--ہر گز نہیں-- میں لڑکی کو کبھی اپنی بہو نہیں بناوں گی--"

"کیا برائی ہے اس میں؟"

انھوں نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ بہت آزاد خیالوں کی مالک ہے-- ایسی لڑکیاں گھر بسانے والوں میں سے نہیں ہوتی-- بابا جان کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی بزنس پڑھ رہی ہے-- کیا ضرورت تھی اسے ایم بی اے میں ایڈمشن لینے کی؟"

ریشام کی طرف سے وہ ہمیشہ نالاں ہی رہا کرتی تھیں۔

"اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے آج کے زمانے میں لڑکیاں ہر میدان میں آگے جا رہی ہیں-- "

انھوں نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں ان کے بے تکے عذر کو سائید پر کیا۔

"بریزے کا دماغ بھی ساتویں آسمان پر ہی رہتا ہے۔ مجال ہے جو وہ لڑکی کسی کی بات سن لے۔ میں پھر بھی راضی ہو جاوں گی-- لیکن ریشام نہیں--سالار کی شادی میں اس سے کبھی نہیں ہونے دوں گی"

"وہاج کی پراپرٹی کا زیادہ شئیر فاز کے حصے میں آئے گا۔ بریزے کو سوائے چند کروڑ کے کچھ نہیں ملنا۔ اور جتنی پراپرٹی فاز اور بریزے کو ملے گی ریشام اس کی اکلوتی وارث ہوگی-- میں ہر گز نہیں چاہتا کے وہ پراپرٹی حویلی سے باہر جائے۔"

"آپ بیٹے کی شادی کر رہے ہیں یا پراپرٹی ڈیلینگ؟؟ کم از کم اپنے بیٹے کی خوشیوں کو تو کاروبار کی نظر مت کریں"

عبیر کی طرح سالار بھی میرا فرمانبردار بیٹا ہے، وہ کبھی میرے فیصلے کی مخالفت نہیں کرے گا"

"اور اگر اس نے کی تو؟"

سفینہ نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"اگر تمہارے مجبور کرنے پر اس نے انکار کیا تو پھر --- اس کے نتائج سنگین ہونگے-- سالار کے لیے بھی اور تمہارے لئے بھی--"

سفینہ تائی نے ان کے لہجے کی سنگینی اور الفاظ کی سختی کو دیکھتے ہوئے فلفور بات کو وہیں ختم کر دینے کا ترجیح دی تھی۔

لیکن ایک بات تو طے تھی کے وہ کبھی ریشام کو اپنی بہو کی حیثیت نہیں دینے والی تھیں۔

نماز کی ادائیگی کے بعد گھر جانے کے بجائے وہ امام صاحب کے پاس چلا آیا۔
"کیسی طبعیت ہے اب آپ کی؟"
مصافحہ کرنے کے بعد اس نے پوچھا۔
پچھلے کچھ دنوں سے وہ طبعیت ناسازی کی وجہ سے مسجد نہیں آرہے تھے۔ ان کی جگہ داریان ہی امامت کروا رہا تھا۔
"اللہ کا بڑا کرم ہے بیٹا، اس عمر میں تو بس یہ چھوٹی موٹی بیماریاں لگ ہی جاتی ہیں۔"
"اللہ صحت دے آپ کو-۔ میں عیادت کے لئے گھر آنا چاہتا تھا لیکن مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں سکا۔"
"کوئی بات نہیں، لیکن وقت نکال کر ضرور چکر لگانا۔ شاہ صاحب بھی تمہیں یاد کر رہے تھے، پوچھ رہے تھے تمہارا۔"
"شاہ صاحب کو میرا سلام کہئے گا، میں ضرور آوں گا"

"کیوں نہیں۔"

مسجد سے نکل کر اس نے گھر کے راستے پر قدم بڑھا دیے تھے۔

عام دنوں میں بھی اس علاقے کا موسم سرد ہی رہتا تھا۔لیکن آج سورج آسماں پر تشریف فرما تھا۔ اپنی نرم و سنہری کرنوں سے ہر سو روشنیاں بکھیری ہوئی تھیں۔

وہ جب گھر پہنچا تو لان میں کافی ہلچل سی مچی تھی۔

لان میں مہد دائم اور ماشا کرکٹ کھیلنے میں مگن تھے۔

مہد کب سے وکٹ پر موجود تھا۔ کئی بار آوٹ ہونے کے باوجود بھی بیٹ چھوڑنے کو راضی نہ تھا۔

اب کے ماشا اور دائم کھیل چھوڑ کر اس سے بیٹ واپس لینے کے درپے تھے۔

انھیں وہیں چھوڑ کر وہ کچن میں چلا آیا جہاں عیشہ کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

"بھابھی مصروف تو نہیں آپ؟"

اس کے مخاطب کرنے پر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی

"نہیں تو، کھانا بس تیار ہے۔ تم بتاو کوئی کام ہے؟"

وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"شاہ صاحب یاد کر رہے تھے تو شام کو انھی کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔آپ مصروف نہیں تو میٹھے چاول بنا دیں، انھیں کافی پسند ہیں"

فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں نہیں میں ابھی بنا دیتی ہوں، کچھ ہی دیر میں تیار ہو جائیں گے"

عیشہ نے خوشدلی سے جواب دیا تو وہ شکریہ کہتا دوبارہ لان میں چلا آیا۔ جہاں ابھی بھی وہی شور و غل مچا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے مہد؟"

اس نے سنجیدگی سے براہ راست اس سے پوچھا۔

"آدھے گھنٹے سے بیٹنگ کر رہا ہے، آوٹ کر رہے ہیں تو مان نہیں رہا، آپ ہمیں بیٹ دلوائیں اس سے۔"

مھد کی بجائے دائم نے جلدی سی اس کی شکایت کی۔

"ادھر دو بیٹ"

داریان نے ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

"لیکن داریان بھائی --"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن داریان کی ایک ہی تنبیہ کرتی نظر پر دائم کو گھورتے ہوئے بیٹ اس کی جانب اچھال دیا۔

"چلو بالنگ کرو اب--"

ماشا نے مھد کو کہا۔

"تم دونوں کھیلو یہ میرے ساتھ جا رہا ہے۔"

"میں کہاں جا رہا ہوں آپ کے ساتھ؟"

مھد نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"امام صاحب کی طرف---"

داریان کا کہنا تھا کے اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑنے لگی۔

"کے ٹو پر جا کر وہاں سے چھلانگ لگانے کو کہہ دے میں بخوشی کر دوں گا-- لیکن وہاں نہیں جاوں گا آپ کے ساتھ"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے صاف انکار کیا۔

"اندر مت آنا، گاڑی میں ہی میرا انتظار کر لینا"

"میں گلی کے کونے پر بھی نہیں کھڑا ہو سکتا اور آپ گھر کے باہر رکنے کی بات کر رہے ہیں"

"شاہ صاحب ہر بار تاکید کرتے ہیں کے اپنے بھائیوں کو بھی کبھی ساتھ لایا کرو-- اور تم ایسے کر

رہے ہو۔۔دائم تم چلو"

اس کا روئے سخن اپنی جانب مڑتے دیکھ اس کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔

"فرمان بھائی کو لے جائیں آپ۔۔ میری طرف سے معذرت قبول فرمائے "

اس نے لجاجت سے کہا۔"

"ٹھیک ہے مت جاو۔۔لیکن اب میرے پاس بھی مت آنا اپنی سفارشیں کروانے"

اس نے مصنوئی ناراضگی سے کہا تو ان دونوں نے شکر کا سانس بھرا کے آج پھر بچت ہو گئی۔

"اتنے پیار سے تمہارے بھائی لے کر جا رہے تھے چلے جاتے۔۔"

اسکی موجودگی میں وہ خاموش تھی لیکن اس کے وہاں سے جاتے ہی دائم اور مہد کو ناراضگی سے کہا۔

"تمہیں نہیں معلوم وہاں پر کیا ہے، اگر پتا ہوتا تو کبھی یہ نہ کہہ رہی ہوتی"

مہد نے سر جھٹک کر کہا۔

"کیوں ایسا بھی کیا ہے؟"

اس نے تجسس سے پوچھا۔

غازی انڈسٹریز کی پر شکوہ عمارت میں معمول کا کام جاری و ساری تھا۔

ایسے میں بلیک تھری پیس میں ملبوس ہاتھ میں ایک فائل پکڑے اسکے متن کو دیکھتے ہوئے وہ راہداری سے گزر رہا تھا۔

پیچھے پیچھے چلتا اس کا مینیجر فائل سے متعلق مزید بریفنگ اسے دینے میں مصروف تھا۔

"بس کر جاو زید، ابھی ابھی اتنا لمبا سفر کر کے پہنچا ہوں تم مزید میرے سر میں درد کر دو۔۔" فائل اسے پکڑاتے ہوئے اسنے دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے تکان سے کہا۔

کراچی وزٹ سے آنے کے بعد وہ گھر جانے کے بجائے سیدھا آفس ہی آیا تھا

"ویری سوری سر۔۔ لیکن ایک اور بری خبر بھی ہے۔"

"بتا دو وہ بھی۔"

وہ سابقہ انداز میں بولا۔

"جان اینڈ سنز کا آرڈر ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے، اور صرف کل کا دن باقی ہے۔۔"

اس کے چلتے قدم یکلخت رکے۔

پیشانی پر گہرے بل لئے گردن گھما کر اس کو دیکھا۔

" یہ بات تم اب بتا رہے ہو مجھے؟"

"آپ کراچی میں تھے تو۔۔۔" "کراچی میں ہی تھا نا؟ دنیا سے تو نہیں چلا گیا تھا۔۔"

مینیجر کی بات کاٹ کر اس نے درشتی سے کہا۔

"تمہیں معلوم بھی ہے اس کمپنی کا مالک کس قسم کا سائیکو انسان ہے۔۔ وہ تو میری جان کو آجائے گا۔۔ سمجھ نہیں آتا بابا جان کیوں اس کمپنی کے ساتھ کانٹریکٹ کرتے ہیں۔۔"

برے موڈ کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

"آپ کے لئے کافی لاو سر؟"

اس کا غصہ کم کرنے کی نیت سے لجاجت سے کہا۔

"ضرورت نہیں۔۔"

ہاتھ اٹھا کر اس نے انکار کیا۔

زید نے اس کے لئے گلاس ڈور دھکیلا تو وہ اپنے پر تعیش کمرے میں داخل ہوا۔

جہاں سامنے ہی میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔

ایک طرف صوفے بھی موجود تھے۔

میز کے پیچھے والی پوری دیوار گلاس کی بنی تھی۔

اس کا آفس آٹھویں فلور پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے باہر کا منظر کافی دلفریب لگا کرتا تھا۔

باقی کی دیواروں پر لائٹ گرے کلر کا پینٹ کیا گیا تھا۔

وہاں کے صوفے اور کرسیاں بھی اسی کے میچنگ رنگ کی تھیں۔
"بابا جان نے جو نئی سیکرٹری اپائنٹ کی ہے اسے بھیجو یہاں۔۔"
کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر لٹکاتے ہوئے اس نے اگلا حکم صادر کیا تو وہ "او کے سر" کہتا جلدی سے وہاں سے نکلا۔

"میں آئی کم ان سر۔۔؟"
دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہو چکی تھی۔
وہ ایک فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔
اس کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں شناسائی کی لہر ابھر کر معدوم ہوئی۔
دوسری جانب بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔
"تم؟؟"
اس لڑکی کے ماتھے پر شکنوں کا گہرا جال بکھرا۔
جینز اقر کرتی پر دوپٹے کو مفلر کی طرح گردن میں لپیٹے، لمبے بالوں کی اونچی سی پونی بنائے وہ اپنے تیکھے نقوش کے ساتھ اسے گھور رہی تھی۔
"ڈونٹ ٹیل می کے بابا جان تمہیں میری سیکریٹری اپائنٹ کیا ہے؟"
وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔
"افسوس کے یہی سچ ہے۔۔ اگر مجھے ذرا سی بھی بھنک پڑ جاتی کے مجھے یہاں تمہارے لیے کام کرنا پڑے گا تو۔۔ مر کے بھی یہاں قدم نہ رکھتی۔۔"
تیز لہجے میں چبا کر کہتے ہوئے ایک شعلہ نظر اس پر ڈالتی وہ روم سے باہر ہی نکل گئی۔
اسے معلوم تھا کے وہ کیا کرنے گئی ہے۔
اس لیے سر جھٹکتے ہوئے بلیک کوور والی فائل اٹھائی جو زید کچھ دیر پہلے یہ کہہ کر رکھ گیا تھا کے۔

"سر یہ نیو سیکریٹری کی ڈیٹلز ہیں۔ آپ ایک بار دیکھ لیجیے گا۔"

لیکن کرنے کے لیے اس کے پاس اور بھی ضروری کام تھے۔

جبھی اسے نظر انداز کر گیا تھا۔

اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کے اس لڑکی سے کبھی اس طرح ملاقات ہوگی۔

فائل اٹھا کر نظروں کے سامنے کی تو ایک صفحے پر اس کی ساری ڈیٹیلز پرنٹ آوٹ کی گئی تھیں۔

اس کا نام پتہ، کوالیفیکیشن، تجربہ، اسکلز، فون، نمبر۔

ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر اس نے وہ فائل میز پر ڈال دی۔

اتنے میں دوبارہ وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔

اس بار دستک دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

پھینکنے کے سے انداز میں ایک اینوالپ اس نے میز پر رکھا۔

"میرا ریزیگنیشن لیٹر۔۔"

ساتھ ہی چبا کر اطلاع بھی دے ڈالی۔

مقابل کے ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ ابھری۔

"مس مہر ماہ سلطان۔۔"

راکنگ چیئر پر پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں دو باتیں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ پہلی تو یہ کے ۔۔"

اس شخص کی کی کوئی بات سننے کی وہ روادار نہیں تھی۔ لیکن سننے پر مجبور تھی۔ کیوں کے وہ باس کی حیثیت سے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"جو کنٹریکٹ آپ نے سائن کیا تھا اس میں صاف صاف لکھا تھا کے آپ جب بھی جاب چھوڑنا چاہیں تو اس کے ایک مہینے تک آپ کو ود آوٹ پیمنٹ کام کرنا ہوگا۔ پھر اس کے بعد آپ کمپنی چھوڑ سکتی ہیں۔۔اور دوسری بات یہ آپ کمپنی سے ایڈوانس نکلوا چکی ہیں۔۔ اب اگر کام کیے بغیر آپ جاب

چھوڑیں گی تو مجھے مجبورا آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی پڑے گی۔۔ ادروائیز آپ ایڈوانس واپس کرتی ہیں تو پھر بھی آپ کو ایک مہینہ یہاں کام لازمی کرنا پڑے گا۔"

سیدھے ہاتھ میں پیپر ویٹ گھماتے ہوئے وہ کافی سکون سے کہتے ہوئے اس کا سکون درہم برہم کر رہا تھا۔

"اپنی سیٹ پر جائیے اور جا کر اپنا کام کریں۔۔ لیکن پہلے ایک کافی میری ٹیبل پر پہنچا دیجئے گا۔"

طنز بھری مسکان سے کہتا وہ دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"غلطی کر رہے ہو تم مجھے یہاں روک کر۔۔"

مہر ماہ کا بس نہیں چل رہا تھا کے اس کا گلا دبا دے۔

"اپنی حد میں رہ کر مجھ سے بات کریں گی تو بہتر ہوگا آپ کے لیے، میں آپ کا باس ہوں، کلاس فیلو نہیں۔۔"

رکھائی سے کہتے ہوئے ایک جملے میں وہ بہت کچھ اس پر جتا گیا تھا۔

"اللہ مجھے صبر دے۔۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے اشتعال پر قابو پاتے ہوئے وہ کچھ کہے بغیر اسکے روم سے واک آوٹ کر گئی۔

اس کے برابر میں ہی سیکریٹری کا چھوٹا سا آفس تھا۔

دونوں ہاتھوں میں سر گرائے چئیر پر بیٹھی خود کو انتہا کا بے بس محسوس کر رہی تھی۔ جب ہی فون کی بیل بج اٹھی۔

اس نے ہڑبڑاتے ہوئے جلدی سے ریسیور اٹھایا۔

"کافی نہیں پہنچی ابھی تک؟"

اس کے ہیلو کہنے سے پہلے ہی وہ آواز ابھری تو اس کا دل شدت سے ماتم کرنے کو چاہا۔

وہ کیسے برداشت کرے گی اس انسان کو۔

"وقت لگتا ہے کافی بننے میں۔۔"
اس نے خود کو کچھ سخت کہنے سے باز ہی رکھا۔
"دو منٹ میں بنا کر لے آو۔۔ اگر دو سیکنڈ بھی اوپر ہوئے تو۔۔۔"
"تو؟؟"
اس نے تنفر سے پوچھا۔
نئیں وہ یہ دھمکی کس کو دے رہا تھا؟ زیادہ سے زیادہ کیا کرے گا؟ کیا جاب سے نکال دے گا؟
ارے یہ تو بہت اچھی بات تھی۔ مہماہ کا دل بلیوں اچھلنے لگا، غصہ پل میں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔
یقیناً دیر سے کافی بنانے پر وہ اسے فارغ کر دے گا اور یہی تو وہ چاہتی تھی۔
وہ ابھی دل میں سوچ ہی رہی تھی کے وہ دو منٹ نہیں بلکے پانچ منٹ دیر سے لے کر جائے گی۔
"تو یہ کے تمہیں دو مہینے مزید اس آفس میں جاب کرنا ہوگی۔۔ اور یہی نہیں جتنے منٹ دیر کرو گی تمہارا دورانیہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔ اگر پانچ منٹ لیٹ کرو گی تو ۔۔پانچ مہینے اور۔۔"
اور بس اس میں مزید سننے کی تاب باقی نہ رہی۔
ایک انجانے سے خوف کے تحت اس نے جلدی سے فون کریڈل پر ڈال دیا۔
دوسرے ہی لمحے وہ اسے صلواتیں سناتی جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے کافی تیار کر رہی تھی
یہ سالار غازی اس کی جان کا عذاب بن کر اس پر نازل ہوا تھا۔

وہ اسوقت اپنے روم میں موجود تھی۔
ورنہ پچھے کچھ دنوں سے اپنے ساتھ ہو رہے عجیب و غریب واقعات کو دیکھتے ہوئے وہ جس ذہنی اذیت کا شکار تھی ایسے میں رات کو خوف کے باعث ابھی بھی ریشام کے ساتھ ہی سویا کرتی تھی۔
آج وہ بریزے کو کچھ پریشان اور کافی اداس اداس سی لگ رہی تھی۔
اسے کچھ دیر پرائویسی دینے کے خیال سے اس نے سوچا کے وہ دیر سے روم میں جائے گی۔

کمرے کی ہلکی پھلکی سی صفائی کرنے کے بعد کپڑے چینج کرنے کی نیت سے وہ وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔ جب اسے کھولا تو ٹھٹک کر رکی۔

سامنے ہی ایک تازہ گلاب مہک رہا تھا۔

جیسے کے ابھی ابھی کسی نے باغ سے توڑ کر وہاں رکھا ہو۔

اس کے چہرے کے رنگ پل میں بدلے۔

کیا یہ سلسلہ پھر سے شروع ہونے والا تھا۔

کپڑوں کو بھول بھال کر وہ دروازہ زور سے بند کر کے مڑی۔

ارادہ جلد سے جلد اس کمرے سے نکل کر ریشام کے کمرے میں بھاگنے کا تھا۔

لیکن جب مڑی تو قدم جیسے وہیں پر جم کر رہ گئے۔

رکی سانسوں اور ساکت نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو نہایت ہی سکون سے وہاں موجود تھا۔

اس نے روم میں داخل ہوتے وقت ساری لائٹس جلا دی تھیں جو اب ایک ایک کر کے خو بخود بند ہوئی جا رہی تھیں۔

صرف ایک ٹیوب لائٹ کی روشنی وہاں پھیلی تھی۔

جس سے کمرہ نیم تاریک اور خوابیدہ سا لگ رہا تھا۔

وہی جانی پہچانی سی خوشبو وہاں کے در و دیوار سے ٹکرانے کے ساتھ ساتھ بریزے کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے لگی

اس کے لب کچھ کہنے کے لیے تھرتھرائے تھے، لیکن آواز نے ساتھ نہ دیا۔

"نووارد کی حد سے زیادہ سفید رنگ اور اتنی ہی گہری سیاہ آنکھیں۔

اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے اس نے فقط دو قدم اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اسے حد درجہ خوف کا شکار کردیا تھا۔

"کک کیا کر رہے ہو؟--وو وہیں رہو--"

بے ساختہ پیچھے ہٹتے ہوئے وہ با مشکل لفظ ادا کر پائی۔

"کیا میں تمہیں خوفزدہ کر رہا ہوں؟"

اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر بھاری مگر دلکش آواز میں استفسار کیا۔

"کون ہو تم؟"

الماری سی لگے اس نے کانپتے لہجے میں پوچھا۔

"ایک ہی سوال کتنی بار کرو گی بریزے؟"

"جب تک تم سچ نہیں بتا دیتے۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"میرا نام فاطم ہے"

"اور؟"

شاید اتنا تعارف کافی نہیں تھا۔

وہ مبہم سا مسکرایا۔

"اور یہ کے میں --"

"جن -- جن ہو نا تم؟"

اس کی بات کاٹ کر وہ جلدی سے بولی۔ تو اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"چیخنا مت بریزے!"

اس سے پہلے کے وہ دلدوز چیخوں سے پوری حویلی کو اکٹھا کر لیتی فاطم نے سختی سے اسے روکا۔

"کیوں؟ کیا تم مجھ پر جادو کر دو گے؟"

سامنے کھڑا وہ شخص ایک انسان سے ہی مشابہت رکھتا تھا۔

لیکن خود کو جنات کی مخلوق میں سے بتا رہا تھا۔

وہ کوئی بریزے کا خیال نہیں تھا جسے وہ جھٹک دیتی۔

نہ کوئی خواب تھا کے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اسے توڑ دیتی۔

وہ حقیقت تھا۔۔ مجسم حقیقت۔۔

جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔

اگر تو وہ وہی تھا جو وہ کہہ رہا تھا تو بس پھر تو بریزے کو خوف سے مر ہی جانا چاہیئے تھا۔

لیکن اتنی خوفزدہ ہونے کی باوجود بھی وہ وہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلی تھی۔

"جنوں کے بھی نام ہوتے ہیں کیا؟"

خوف اور بے بسی کی ملی جلی کیفیت میں اس کی آنکھوں میں آنسو سے چمک رہے تھے۔

لیکن اپنے تجسس کے ہاتھوں وہ خود کو روک نہیں پائی تھی وہ سوال کرنے سے۔

"انسانوں کے ہو سکتے ہیں جنات کے کیوں نہیں ہو سکتے؟"

"لیکن جن تو۔۔"

"جنوں کو بھی تو اللہ نے ہی بنایا ہے"

"تم اللہ کو مانتے ہو؟"

"ظاہر ہے۔ جس نے بنایا ہے اس کی ہی ذات سے کوئی کیسے منکر ہو سکتا ہے؟"

"لیکن میں نے سنا تھا کے جنات برے ہوتے ہیں ان سے پناہ مانگنی چاہیئے"

"بے شک۔۔ لیکن سارے جنات برے نہیں ہوتے، کچھ نیک شریف، پرہیز گار اور عبادت گزار بھی ہوتے ہیں۔۔ میری طرح۔۔"

"کیا وہ بھی ایسے ہی کسی لڑکی کو تنگ کرنے پہنچ جاتے ہیں؟"

فاطم نے اس کی بات پر نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کان کی لو کو مسلا۔

اس کے سوال کا جواب وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔

"کہاں سے پیچھے پڑ گئے ہو تم میرے؟ تمہاری وجہ سے اتنا ذہنی طور پر پریشان رہی ہوں میں کے بتا بھی نہیں سکتی۔۔"

"میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں" ہلکا سا سر جھکاتے ہوئے اس نے ندامت سے کہا۔
لیکن اس کا انداز اس کے لفظوں سے میل نہیں کھا رہا تھا۔
"اپنی معذرت اپنے سر میں مار لو۔۔ اور اپنے یہ گلاب کے پھول اٹھاو اور چلتے بنو یہاں سے۔"
"تمہیں معلوم ہے لوگ تمہارے بارے میں کیا رائے قائم رکھتے ہیں؟"
فاطم نے دونوں بازو سینے پر باندھے ہوئے سکون سے پوچھا۔
"مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں سننے میں۔"
وہ نخوت سے بولی۔ لیکن اندر ہی اندر متجسس تھی۔
"لیکن میں پھر بھی کہنا چاہوں گا۔۔"
"بتا دو پھر"
"وہ کہتے ہیں کے تم ایک بد تمیز، بد تہذیب اور منہ پھٹ لڑکی ہو، جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتی، نہ کسی کی سنتی ہے اور نہ ہی کسی کی مانتی ہے۔ صرف اپنی من مانی کرتی ہے"
انگلیوں پر وہ اس کی ایک ایک خوبی کو بیان کرتا جا رہا تھا جب کے حیرت سے منہ کھولے اسے تک رہی تھی۔
"کس نے کہا ہے تم سے یہ؟"
مارے شدت کے اس سے کچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔
اسے اپنی روڈ نیچر کا اندازہ تھا، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کے لوگ اس قسم کی رائے رکھتے ہیں اس کے بارے میں۔
"کس نے کہا، کیوں کہا یہ اہم نہیں رکھتا۔۔ لیکن یہ جان لو کے ۔ تمہاری دل آزاری کا جو سبب بنے گا وہ میرے عتاب کا نشانہ ضرور بنے گا"
بریزے کا دکھ کچھ ہلکا ہوا تو کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھا۔
"اور تم کون ہو؟ کیا لگتے ہو میرے؟"

"میں کیا لگتا ہوں؟ --"

اس نے جیسے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کان کھجایا۔

"اس کا جواب ادھار رہا--"

"کیا مطلب ادھار رہا؟--ابھی بتا کر جاو--"

"بریزے--"

دروازے پر سے ابھری حیرتوں کی شدت سے لبریز آواز پر بریزے نے چونک کر اس جانب دیکھا جہاں فاز کھڑا عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کس سے باتیں کر رہی ہو تم؟"

"میں؟"

جیسے کسی نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا۔

جھٹکے سے گردن گھما کر اپنے سامنے دیکھا۔

کمرہ خالی تھا۔

وہاں اس کے علاوہ کسی کا نام و نشان نہ تھا۔

اس نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھا۔

گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ماتھا بھی ان پر ٹکائے وہ چپ چاپ بے دم سی بیٹھی تھی۔

آنسو خاموشی سے ایک قطار کی صورت نکلتے اس کے رخسار پر پھسلتے جا رہے تھے۔

آج اس کا مان اور بھروسہ ٹوٹا تھا۔ اس کی ذات کی نفی کی گئی تھی، اسے ٹھکرایا گیا تھا۔

وہ خاموشی سے سہہ گئی تھی۔ یوسف سے شکوے شکایتوں کی ایک فہرست تھی۔

جب اس نے انکار کیا تو وہ وہیں لب سی گئی۔

آخر کو اور کتنا اس کی منتیں کرتی۔

"اگر نہیں ہے اس میں ہمت اسٹینڈ لینے کی تو نا سہی--"

ہر بار خود کو اسے بھول جانے کی تلقین کرتی تھی اور ہر بار ہی دل کو ہاتھوں بے بس ہو جایا کرتی تھی۔ جو اسے بھلا دینے کو راضی ہی نہیں تھا۔

"سہی کہتا تھا یوسف--"کے میں آپ کے لائق نہیں " اگر میرے لائق ہوتا تو کیا مجھے ایسے رلاتا"

دوپٹے سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے خود کو سختی سے رونے سے باز رکھنے کی تلقین کی جبھی کوئی عجلت میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"ریشام مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے--"

لاک لگاتے ہوئے وہ پھولے تنفس اور خوفزدگی سے بولی۔

"بریزے میں یہاں اپنا سوگ مناوں یا تمہارے مسئلوں کو دیکھوں؟"

اس نے جل کر پوچھا۔

کوئی ڈھنگ سے اداس بھی نہیں رہنے دیتا۔

"آج--آج وہ پھر آیا تھا۔ میں نے ابھی اس سے بات ---"

وہ ڈر اور شاک کی حالت میں کہتے کہتے چکرا کر زمین پر گر پڑی تھی۔

"بریزے--"

ریشام تیزی سے اس کی جانب لپکی جو بے ہوش ہو چکی تھی۔

اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ اسے پکار رہی تھی جب دروازے پر دستک ہونے لگی۔

"بریزے--دروازہ کھولو--ریشام؟"

باہر کھڑا فاز دروازہ پیٹتے ہوئے دونوں کو ہی پکار رہا تھا۔

"صبر بھی کر جایا کرو کچھ دیر۔"

بریزے کو وہیں چھوڑ کر اس نے دروازہ کھولتے ہوئے تنک کر کہا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟"

اس کی بات ان سنی کرتا وہ بریزے کو دیکھتے ہوئے حیرت و تشویش سے بولا۔
"بے ہوش ہو گئی ہے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹاو میں حمنہ چاچی کو بلا کر لاتی ہوں۔

ایک پوش علاقے میں واقع ایک سفید گیٹ والے چھوٹے گھر کے سامنے اس نے گاڑی روکی۔
سن گلاسز اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھے، کہنیوں پر چڑھی ہوئی آستیوں کو سیدھا کرتے ہوئے کف بند کر کے گاڑی سے باہر اتر آیا۔
ہاتھ میں لنچ باکس ٹائپ ایک ڈبہ پکڑ رکھا تھا
دستک دینے کے کچھ سیکینڈ بعد ہی ایک دس سالہ بچے نے گیٹ کھولا۔
مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گیا جہاں بڑے سے برآمدے میں دریاں اور چٹائیاں بچھائے کافی بچے مدرسہ پڑھنے میں مصروف تھے۔
ایک طرف لگے آم کے درخت کی شاخوں سے کتنے ہی پتے ٹوٹ کر نیچے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔
کچے صحن میں شاید کچھ دیر پہلے ہی پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا جبھی مٹی کی سوندھی سی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔
اس نے گہری سانس لے کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا تو جیسے تن من شاد ہو گیا۔
جبھی ایک حجرے کا پردہ ہٹا کر امام صاحب باہر کسی کام کی غرض سے نکلے تو اسے وہاں دیکھ کر مسکرائے۔
"السلام و علیکم۔۔کیا شاہ صاحب تشریف فرما ہیں۔۔"
اس نے سلامتی بھیج کر استفسار کیا۔
"وعلیکم السلام۔۔آجاو تمہارے ہی منتظر ہیں۔۔"
" میں مل لیتا ہوں۔ میری گاڑی میں کچھ مٹھائیاں موجود ہیں۔ بچوں کے لئے لایا تھا آپ تقسیم کر دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے بیٹا میں کروا دوں گا۔"

داریان کا معمول تھا۔ جب بھی وہاں اس کا آنا ہوتا تھا وہ بچوں کے لئے مٹھائیاں ضرور لایا کرتا تھا۔

جوتے ایک جانب اتار کر وہ پردہ سرکاتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔

جہاں خالی کمرے میں فقط ایک قالین بچھا تھا۔

دیوار گیر الماری میں اسلامی کتابیں، قرآن پاک کے نسخے اور دوسری اسی طرح کی چیزیں موجود تھیں۔

دیوار کے ساتھ ایک فلور کشن پڑا تھا جس پر چمکتے سفید رنگ والے لباس میں وہ شخصیت موجود تھی۔

"السلام علیکم شاہ صاحب۔۔"

دوزانوں ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے ان ادب سے ان کے ہاتھ کو چوما۔

"وعلیکم السلام۔۔بہت مصروف ہو گئے ہو؟"

سفید موتیوں کی تسبیح کے دانوں کو گراتے ہوئے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

ایک مسحور کن سی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی تھی۔

سپید داڑھی والے چہرے پر نور ہی نور تھا۔

"بہت معذرت پڑھائی کے ساتھ ساتھ جاب بھی شروع کردی ہے تو بس زیادہ وقت نہیں نکال پاتا۔"

وہ ندامت سے بولا۔

"کوئی بات نہیں، آج تم آ گئے تو مانو ہمیں کوئی گلہ نہیں رہا تم سے"

"نوازش ہے آپ کی۔۔ آپ کو میٹھے چاول پسند ہیں میں بنوا کر لایا تھا آپ کے لئے۔۔ قبول فرمائیں"

اس نے وہ ڈبہ ان کی جانب بڑھایا۔

"بہت شکریہ۔۔ اپنے بھائیوں کو ساتھ نہیں لائے؟"

انھوں نے اپنے ازلی انداز میں استفسار کیا۔

"وہ اصل میں شاہ صاحب۔۔وہ دونوں خوفزدہ رہتے ہیں۔۔اس لئے بس۔۔"

اس نے خجالت سے کہا۔

"چلو کوئی نہیں-- لیکن تم ناغہ مت کیا کرو-- آجایا کرو ملنے-- ہم منتظر رہتے ہیں تمہارے--"
"آئندہ آپ کو شکایات کا موقع نہیں دوں گا--"

"اب تمہیں کیا بتائیں ماشا رانی-- داریان بھائی نے امام صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تھا مسجد میں۔
لیکن وہ ٹھیک سے پڑھ ہی نہیں پاتے تھے۔ سارے بچے مقررہ وقت میں اپنا سبق یاد کر کے سنا کر بھی چلے جاتے اور داریان بھائی ایک ہی لفظ پر اٹکے ہوئے ہوتے۔ ایسے میں امام صاحب نے انھیں کہا کے گھر پر آجایا کرو وہاں وہ زیادہ وقت دے دیا کریں گے، ان کا گھر مسجد کے قریب ہی تھا۔ انھوں نے وہاں جانا شروع کر دیا۔ وہاں اور بھی بچے آیا کرتے تھے۔ داریان بھائی سے وہاں بھی نہ پڑھا گیا۔
ایک آیت پڑھتے ہوئے بھی دس بار اٹکا کرتے تھے۔
ایک بار شاہ صاحب وہاں موجود تھے جب انھوں نے داریان بھائی کا اترا چہرہ اور نم آنکھوں کو دیکھا تو انھیں قرآن پاک پڑھانے کی ذمہ داری انھوں نے اٹھالی۔ اور پھر وہ ان سے پڑھنے لگے۔ دیر سے ہی سہی لیکن وہ اسے مکمل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔"
کرکٹ چھوڑ کر وہ تینوں کین کی کرسیوں پر دائرے کی شکل میں بیٹھے تھے۔
جب مہد نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔
"اور جس دن انھوں نے ختم قرآن کی دعا پڑھی سب سے زیادہ خوش امام صاحب اور شاہ صاحب ہی تھے۔
فرمان بھائی کے مٹھائی پہنچانے سے پہلے ہی امام صاحب نے اپنے خرچے سے ان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کی تھی۔"
"ہر کوئی نہیں پڑھ پاتا ٹھیک سے--تلفظ سہی نہیں ہو رہا ہوتا کسی سے-- اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے؟"

ماشا کو ابھی بھی کوئی لاجک سمجھ نہیں آئی تھی۔

جب اس نے بات جاری رکھی۔

"ایک بار داریان بھائی ہم دونوں کو لے گئے تھے امام صاحب کے گھر۔۔ یہ کہہ کر کے شاہ صاحب سے ملنے جا رہا ہوں تم دونوں بھی چلو۔۔"

"ہم چلے گئے خوشی خوشی۔۔ وہاں گئے تو دیکھا برآمدے میں کافی سارے بچے سپارہ پڑھنے میں مگن تھے۔

وہ ہمیں وہیں بٹھا کر خود حجرے میں چلے گئے۔

یہ کہہ کر کے "اندر مت آنا جب تک نہ بلایا جائے"

امام صاحب نے ہمیں کرسیاں لا دی تھیں

ہم وہیں بیٹھ کر ان سے گفتگو کرنے لگے۔

"امام صاحب آپ اندر نہیں جا رہے؟"

مہد سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی بیٹھا۔

"مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں بیٹا۔"

ان کا کہنا تھا کے میں نے اور مہد نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا

امام صاحب کو اپنے ہی حجرے میں جانے کی اجازت نہیں۔

آخر کو داریان اور شاہ صاحب اکیلے میں ایسی کون سی خاص گفتگو فرما رہے تھے۔

جمعرات کی شام کا وقت دھیرے دھیرے ڈھلنے لگا تھا۔

امام صاحب وضو بنانے کی نیت سے اٹھ کر چلے گئے۔

اس سے صبر نہ ہوا تو اپنی بے چین فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حجرے کی جانب بڑھ گیا۔

میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس نے پردے کا کونہ سرکا کر اندر جھانکا۔"

"پھر؟؟ پھر کیا ہوا؟ "

ماشا نے بے چینی سے پوچھا۔

"آگے کا واقعی مجھ سے ہی سنو۔۔ وہاں کا جو منظر تھا نا میرے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ مجھے لگا تھا اندر صرف شاہ صاحب اور داریان بھائی ہونگے لیکن وہاں تو پوری مجلس اکھٹا تھی۔شاہ صاحب فلور کشن پر موجود تھے، داریان بھائی ان کے سامنے بیٹھے تھے اور پورے کمرے میں جو مخلوق موجود تھی انھیں دیکھ کر صاف پتا لگ رہا تھا کے ان کا انسانوں سے کوئی تعلق نہیں۔"

اتنے اجلے لباس اور نورانی چہروں والے باریش لوگ تھے۔ جن کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تسبیحات موجود تھیں۔

"تو پھر کون تھے ؟"

"جنات تھے بی بی۔۔ اور کون ہونگے ؟"

"ج ج جنات ۔۔۔"

ماشا کا چہرہ فق پڑا۔

وہ کرسی سے گرتے گرتے بچی۔

"تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟"

"آنکھوں سے ہی دیکھا تھا۔ زبان سے دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے مجھ میں۔۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر کیا ہونا تھا انھیں معلوم پڑ گیا کے میں نے اندر جھانکا ہے۔ فوراً مجھے طلب کر لیا۔ لیکن میرے وہاں جاتے ہی سب غائب ہو گئے۔ صرف شاہ صاحب اور داریان بھائی رہ گئے۔"

"غائب کیسے ہو گئے ؟"

"معلوم نہیں دیکھتے ہی دیکھتے کمرہ خالی ہو گیا۔ یا تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے یا پھر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ داریان بھائی تو تیز نظروں سے مجھے گھور رہے تھے۔

شاید میری وجہ سے ان کا امیج خراب ہوا شاہ صاحب کی نظروں میں، وہ بھی کیا سوچتے ہونگے کے کیسے

بھائی ہیں داریان کے--"

"آگے بڑھو جلدی--"

ماشا نے با عجلت کہا۔

دستک دے کر اجازت مانگ لیتے تو ہم تمہیں منع نہیں کرتے اندر آنے سے--"

انھوں نے اتنی نرمی و سادگی سے یہ بات کہی تھی کے مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

اپنی بے ادبی کا احساس ہوا تو جھٹ ان سے معافی مانگی۔

"کوئی بات نہیں-- اب تم جا سکتے ہو--"

میں تو بنا وہاں رکے جلدی سے باہر نکل آیا۔ خوفزدہ اتنا تھا کے وہاں رکے رہنے کی بجائے گاڑی میں آ بیٹھا۔

داریان بھائی نے تو واپس آتے ہی میری کلاس لی۔

"تھوڑا صبر نہیں کر سکتے تھے مہد؟ تم سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی مجھے۔"

وہ ناراضگی سے مجھ پر برسے۔

اور پھر گھر جا کر ہمیں معلوم پڑا کے شاہ صاحب نا صرف خود ایک جن زاد ہیں بلکے امام صاحب کے گھر میں جو بچے سپارہ پڑھ رہے تھے وہ بھی انسانی شکل میں جناتوں کے ہی بچے تھے۔

داریان بھائی نے تو اتنا وقت گزارا ہے ان لوگوں کے درمیان، میرا مطلب ہے کے جناتوں کے درمیان اسی وجہ سے وہ سب کافی انسیت رکھتے ہیں ان سے--اور شاہ صاحب نے صرف قرآن پاک نہیں پڑھایا انھیں۔ کچھ ایسے علم بھی انھیں سکھائے ہیں جو صرف جناتوں کو ہی معلوم ہوتے ہیں--"

"شاہ صاحب کی نسبت داریان بھائی کی کافی عزت کی جاتی ہے۔ کچھ جنات ان کے سامنے ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ ان سے خوش دلی سے ملا کرتے ہیں۔ تحفے تحائف بھی دیا کرتے ہیں-- شاہ صاحب اللہ کے بہت نیک و برگزیدہ بندے ہیں-- میرا مطلب ہیں کے جن ہیں -- اور ان کے لئے عزت و احترام ایک طرف لیکن ہماری ہمت نہیں ہوتی ان کے سامنے جانے کی۔ اور پھر وہاں پڑھنے والے بچے بھی تو

انسان کے نہیں، جن کے بچے ہیں۔
شروع شروع میں جب داریان بھائی کو خود اس بات کا علم ہوا تو ووہ تو خود ایک ہفتے تک بخار میں مبتلا رہے تھے۔"
وہ دونوں ماضی کے اوراق کو پلٹتے ہوئے باری باری اسے تفصیلات سے آگاہ کر رہے تھے۔

دونوں ہاتھوں کو سر کی پشت پر باندھے استہزائیہ سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ راکنگ چئیر کے پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
"وجاہت سر نے مجھے ایک فائل کو ری چیک کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ کافی پکڑو اور دو گھنٹے سے پہلے مجھے کال مت کرنا کسی کام کے لئے۔۔"
مگ کو پٹخ کر میز پر رکھتے ہوئے اس نے چباتے ہوئے کہا۔
"باس میں ہوں یا تم؟"
سالار نے آبرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا جو شدید تپی ہوئی لگ رہی تھی۔
"آفکورس تم ہو۔۔ لیکن مجھ سے کوئی امید مت رکھنا کے تم سے تمیز و تہذیب سے بات کروں گی"
"کیا تمہارا پورا سال یہاں کام کرنے کا ارادہ ہے؟"
اس کی معنی خیز سی بات پر مہراہ نے بمشکل اپنے امڈتے غصے کو ضبط کیا۔
جواب میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کے دروازے پر دستک دے کر زید اندر آیا۔
"آپ نے کہا تھا کے یاد دہانی کروادوں آپ کو فیکٹری جا کر معاملات دیکھنے ہیں ابھی۔"
ہاتھ میں بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے اسنے مودب سے انداز میں کہا۔
"تم چلو میں آ رہا ہوں"
وہ سر ہلاتا باہر چلا گیا تو اس کا روئے سخن اس کی جانب مڑا۔
"میری غیر موجودگی میں بابا نے تمہیں یہ جاب دی ہے۔ اگر اس وقت میں یہاں موجود ہوتا تو۔۔۔"

''معلوم ہے مجھے تم نے مجھے فوراً ہی اس بلڈنگ سے باہر نکال دینا تھا۔ ''

زہر خند لہجے میں کہتی وہ جانے کے لئے پلٹ گئی۔

دروازے کو کھولنے کے لئے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے پیچھے سے ابھری اس آواز نے اس کے قدم روک لئے

''میں ہوتا تو پوری زندگی کا کنٹریکٹ کروا لیتا تم سے۔۔''

اس کے سنجیدہ سے چہرے پر سپاٹ تاثرات تھے۔

بنا کچھ کہے وہ سر جھٹکتی باہر نکل گئی۔

مسحور کن خوشبو والے کمرے میں بظاہر صرف شاہ صاحب اور داریان ہی موجود تھے۔ لیکن وہاں اور بھی ایسی شخصیات تھیں جو دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

دوزانوں بیٹھے آنکھیں موندیں وہ سورہ رحمٰن کی تلاوت کرنے میں مشغول تھا۔

اپنے نرم لہجے میٹھی سی سحر زدہ آواز میں جب وہ تلاوت کیا کرتا تھا تو اسے سننے والوں کی یہی رائے ہوا کرتی تھی کے اس کا پڑھنے کا انداز و لب و لہجہ سب شاہ صاحب سے ملتا جلتا ہے۔

وہ جب بھی ان سے ملنے آیا کرتا وہ ہمیشہ اس سے قرآن پاک کی کوئی نہ کوئی سورہ کی تلاوت ضرور سنا کرتے تھے۔اگر دائم نہیں ہوتا ہے کچھ بھی

تو غم کیوں مستقل رکھا ہوا ہے

تجھے تو، مان رکھنا تھا ہمارا

مگر تونے بھی دل رکھا ہوا ہے

فیکٹری کے تمام معاملات دیکھنے اور مسائل کا حل نکالنے کے بعد زید کو اپنی نگرانی میں آرڈر مکمل کروانے کی تلقین کرتے ہوئے وہ دوبارہ آفس جانے کے بجائے حویلی آ گیا تھا۔

کراچی کے ایک ہفتہ دورے کے بعد آج جب واپس آیا تو ایک منٹ بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکا تھا۔ تھکن اس کے چہرے پر بھی غالب تھی۔

"کہاں ہیں سب؟"

غیر معمولی خاموشی کو وہاں پھیلے دیکھا تو اس نے چونک کر خالدہ بوا سے پوچھا۔

پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ اوپری منزل پر چلا آیا۔

دائیں ہاتھ پر ریشام کا کمرہ تھا۔ اور اس کے برابر میں بریزے کا۔

اس وقت ریشام کے روم سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

کھلے دروازے پر دو انگلیوں سے دستک دیتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔

"میں نے سنا ہے کوئی جن ملنے آیا تھا تم سے؟"

اس نے شرارت بھری سنجیدگی سے پوچھا تو اس کی آنکھوں میں پھر نمی جمع ہونے لگی۔

"کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کر رہا ہے"

بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھے۔ روہانسی ہوتے ہوئے اس نے پھر رونا شروع کردیا۔

"اتنی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی جب تو کچھ نہیں ہوا اسے اور اس جن کے غائب ہوتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔۔ بھلا دیکھیں تو سہی۔۔ کیا پہلے ڈرنا یاد نہیں آیا تمہیں؟"

ڈریسنگ ٹیبل کے کونے پر ٹکے فاز نے غیر سنجیدگی سے پوچھتے ہوئے گھورا۔

"وہ بلکل ہماری طرح تھا۔۔۔"

رونے کے درمیان وہ بولی۔

"ہماری طرح؟۔۔ کیا ہم تمہیں جنات کی مخلوق میں سے لگ رہے ہیں بریزے؟"

اس کے ساتھ بیٹھی ریشام نے آبرو اچکا کر پوچھا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا ریشام--اصل میں وہ بلکل ایک--ایک انسان لگ رہا تھا"

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کیسے ان سب کو یقین دلائے

"اکثر جنات انسانوں کی شکل اختیار کر کے ظاہر ہوتے ہیں اس میں کوئی بڑی بات نہیں" رائٹنگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے سالار نے سادگی سے کہا۔

"یعنی آپ کو یقین ہے نا مجھ پر کے میں نے سچ میں اسے دیکھا ہے اور اس سے بات بھی کی ہے؟" بریزے نے آنسو اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے اسے دیکھا۔

چلو کوئی تو تھا جس کو اس پر یقین تھا۔

"ہاں مجھے یقین ہے-- لیکن اگلی بار جب وہ تم سے ملنے آئے تو اسے ہمارا ایک پیغام دینا۔ ہم اسے چائے کی دعوت پر بلانا چاہتے ہیں۔ ساتھ بیٹھ کر تھوڑی گپ شپ لگائیں گے"

ساری خوشی پل میں ملیا میٹ ہوئی۔

شدید شاکی نظروں سے سالار کو دیکھتے ہوئے اس نے گھٹنوں پر سر گرا لیا۔

"کیا اسے بائک چلانی آتی ہے بریزے؟ ہم اس کی ریس کروائیں گے عاشر کے ساتھ"

"دفع ہو جاو یہاں سے--"

اس نے تکیہ فاز کو کھینچ مارا۔

"تم لوگ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو؟ چلو جاو یہاں سے اپنے اپنے کام کرو--"

زاریہ غازی نے بریزے کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ان سب کو تنبیہ کی۔

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں-- ساری لائٹس خودبخود آف ہو گئی تھیں۔ اور وہ پھول -- آپ جا کر دیکھیں وہ گلاب کا پھول ابھی بھی میرے وارڈروب میں ہوگا"

بریزے اتنے وثوق سے بولی تھی کے لمحے کو کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

فاز اور سالار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اور دوسرے ہی لمحے قہقے لگا کر ہنس پڑے۔

"گلاب کے پھول؟"

"بریزے کیا اس جن کی آئی سائٹ ویک ہیں؟"

"گلاسز تو نہیں لگاتا وہ؟ جو تمہارے لئے جادوئی پھول لے کر آتا ہے "

"لائٹس اگر خود بخود بند ہو گئی تھی تو یقیناً ٹیکنیکل ایشو ہوا ہوگا۔ جاو بھئی اپنے اوزار ہتھیار وغیرہ لے کے سوئچ بورڈ ٹھیک کرو اس کے روم کے "

فاز اور سالار اسے سنجیدہ لینے کو تیار ہی نہیں تھے۔

کیا دل سے نکال نہیں پائے ہو اسے ابھی تک؟"

گھمبیر خاموشی والے کمرے میں ان کی نرم سی آواز ابھری۔

"دل سے نکال دیا ہے، ذہن سے نکلنے کو وہ راضی نہیں"

اس کا انداز شکست خوردہ سا تھا۔

جانے کتنی اذیت اس کے اندر پنہاں تھی۔

"دل سے نکل گئی ہے تو ذہن سے بھی نکل جائے گی"

"پہلے اسے پانے کی دعا کیا کرتا تھا، اور اب اسے بھول جانے کے لئے تڑپتا ہوں"

سر اور نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، ہونٹوں پر زخمی سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"تمہیں معلوم ہے۔ اللہ تم سے تمہاری محبوب چیزوں کو تم سے دور کر کے تمہیں آزماتا ہے کے، کیا میرا بندہ اب بھی میرا شکر گزار ہے؟ کیا اب بھی وہ میری رضا پر راضی ہے؟ کیا وہ صبر والا ہے؟-- یا صرف تب تک میرے نام کی تسبیح پڑھتا تھا جب تک میں نے اسے سکون میں رکھا، جب تک اسے آسائش دی۔ جیسے ہی اسے جانچنے کو اسے غم میں مبتلا کیا وہ خفا ہو کر چلتا بنا-- کے میرے رب نے مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیا-- یہ آزمائشیں تو ہمیں رب کے قریب کرتی ہیں داریان--

کبھی بھی اس سے مایوس مت ہونا-- اگر وہ تمہاری محبوب چیز تمہاری بھلائی کے لئے تم سے دور کرتا

ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں کچھ اور عطا بھی کر دیتا ہے اگر تم اس کی رضا میں سر جھکا دو تو۔۔"

نرمی و شائستگی سے سفید موتیوں والی تسبیح کے دانے گراتے ہوئے شاہ صاحب ہمیشہ اسے سمجھایا کرتے تھے وہ جب بھی ان سے ملنے آیا کرتا تھا۔

"وہ محبوب "چیز" نہیں تھی شاہ صاحب۔۔ وہ خود میری محبوب تھی"

نم آنکھوں اور بھیگے لہجے میں اس نے کہا بھی تو صرف اتنا۔

"لیکن میں راضی ہوں اپنے رب سے۔۔ اگر وہ مجھ سے نہ بچھڑتی تو شاید۔۔ میں اللہ سے نہ جڑ پاتا"

دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے اس نے خود کو نارمل کرنا چاہا۔

"اب اجازت دیجئے۔۔ پھر ملنے آوں گا آپ سے۔۔"

ان کے ہاتھ کو چوم کر عقیدت سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے اس نے جانے کی اجازت چاہی۔

"کوشش کیا کرو۔ سورہ البقراہ کی تلاوت کر کے سویا کرو۔۔ نہیں آئیں گے برے خواب"

ان کی بات پر وہ دنگ ہوا تھا۔ یہ بات تو اس نے انھیں نہیں بتائی تھی کے وہ نیند میں ڈر جایا کرتا ہے۔

"تمہارا چہرہ اور تمہاری آنکھیں ہمیں سب بتا دیتی ہیں"

اس کے حیران سے چہرے کو دیکھتے ہوئے انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

وہ مغرب کے بعد ہی گھر لوٹا تھا۔

فرمان بھی آفس سے آچکے تھے۔

روم میں جانے کے بجائے وہ لاؤنج میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

کافی حد تک خود کو کمپوز کر چکا تھا۔

وہ جو نیوز چینل پر کوئی ٹاک شو دیکھنے میں مصروف تھے اب اس کی جانب متوجہ ہوچکے تھے۔

"شاہ صاحب یاد فرما رہے تھے آپ کو بھی"

داریان کے انداز میں شرارت کا عنصر تھا۔

"میں ضرور جاوں گا۔"

ویسے تو فرمان درانی مضبوط اعصاب کے مالک تھے لیکن اس معاملے میں دائم اور مہد کی طرح ہی ہمیشہ ٹال جایا کرتے تھے۔

"تم جا کر فریش ہو جاو۔۔ پھر کھانا کھا کر ہی اکیڈمی جانا۔۔"

عیشہ نے اس کی چائے سینٹرل ٹیبل پر رکھتے ہوئے یقین دہانی کروائی۔

"جامعہ سے آتے ہی اکیڈمی نکل جاتے ہو۔ رات گئے تک گھر واپسی ہوتی ہے تمہاری۔ کسی چیز کا کوئی ہوش ہی نہیں رہا تمہیں۔۔ صحت دیکھو اپنی۔۔کتنے ویک لگ رہے ہو"

"رہنے دو عیشہ۔۔ کیوں اسے سمجھانے میں اپنی توانائی ضائع کر رہی ہو؟۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولے

"بھائی ایسے تو نہ کہیں"

"تو اور کیسے کہوں؟۔ میں اتنی محنت کس کے لیے کر رہا ہوں؟ تو لوگوں کے لیے ہی کر رہا ہوں ۔۔میرا بزنس میرے بعد تم لوگوں نے ہی سنبھالنا ہے۔۔"

"اللہ آپ کو زندگی دے۔ آپ اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں لیکن میں بس کچھ ٹائم تک ہی اکیڈمی میں پڑھا رہا ہوں۔ اس کے بعد چھوڑ دوں گا۔"

اس نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"اکیڈمی تم پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی جوائن کرنے سکتے تھے۔ خیر چھوڑو "

سر جھٹکتے ہوئے انھوں نے خود ہی بات ختم کردی۔

"ماشا نہیں آئی آج؟"

یاد آنے پر انھوں نے عیشہ سے استفسار کیا۔

اپنے گھر سے زیادہ وہ درانی ہاوس میں ہی پائی جاتی تھی۔

آج اس کی کمی محسوس کی تو پوچھ بیٹھے۔

"آئی تھی۔ دائم اور مہد نے جانے کیا کچھ کہہ کر ڈرا دیا اسے کے میرے لاکھ روکنے پر بھی نہیں رکی"

"ڈرا دیا؟ کیا مطلب کس بارے میں ڈرا دیا؟"

فرمان کے ساتھ ساتھ داریان بھی ناسمجھی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"داریان کے بارے میں کچھ کہا ہے ان دونوں نے اسے۔۔ کے اس نے شاہ صاحب سے قرآن پاک پڑھا ہے اور جن وغیرہ کے بارے کچھ۔۔"

ہچکچاتے ہوئے عیشہ نے بات ادھوری چھوڑی۔

جہاں وہ سر جھٹکتا اپنے فون پر مصروف ہو چکا تھا وہیں فرمان کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات ابھرے تھے۔

"ریشام۔۔"

کوریڈور میں چلتے ہوئے عقب سے ابھری آواز پر اس کے قدم تھمے۔

"جی سالار بھائی؟"

مڑ کر اس نے سوالیہ انداز میں استفسار کیا۔

"کوئی پریشانی ہے؟"

اس کے سوال پر وہ چونکی۔

"نہیں تو"

"روئی ہو تم؟"

پوچھنے سے زیادہ اس کا انداز میں وثوق تھا۔

"ہیں وہ۔۔ایگزامز ہیں نہ اس کی ٹینشن ہو رہی تھی۔"

پیشانی چھوتے ہوئے اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"میں نے کبھی تمہیں ایگزامز کی ٹینشن میں روتے ہوئے نہیں دیکھا"

"فائلز ہیں نہ۔۔ ٹھیک سے پڑھ بھی نہیں سکی۔

"کچھ بھی کنفیوژن ہو مجھ سے پوچھ لینا۔۔ رونا مت"

یقین دہانی کرتے ہوئے سالار نے نرمی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

روپہلی کرنوں نے جہاں کو روشن کرنا شروع کیا تو

اندھیروں کو خود میں چھپائے رات نے بھی پر سمیٹ لئے۔

جگ مگ کرتے شاہ آفتاب نے آسمان پر بسیرا ڈالا تو

اس کی روشنیاں سعدین حویلی کے در و دیوار کو چمکانے لگی۔

نیلے رنگ کے لباس میں ہم رنگ بڑی سی شال خود پر لئے وہ کافی عجلت میں باہر آئی تھی۔

"بابا میں آپ کے ساتھ جاوں گی۔۔"

ضمیر غازی آفس جانے کے لیے نکلنے والے تھے جب اس نے کہا۔

"ریشام بیٹا ناشتہ تو کر لو۔۔"

خالدہ بوا اس کا بیگ اور فائل اٹھائے وہیں آئی تھیں۔

"ٹائم نہیں ہے خالدہ بوا۔۔لیٹ ہو جاوں گی۔"

اس نے سامان ان سے لیتے ہوئے باعجلت کہا۔

"تمہیں چھوڑنے میں مجھے دیر ہو جائے گی بیٹا۔ میری ضروری میٹنگ ہے آج۔۔ تمہیں تو ویسے بھی یوسف کے ساتھ جانا ہے نہ اس کا بھی تو پیپر ہوگا۔۔"

"اسے جانا ہوگا تو وہ چلا جائے گا۔۔ مجھے آپ کے ہی ساتھ جانا ہے"

ضمیر غازی اس کے ضدی پن سے واقف تھے۔

کسی چیز پر اڑ جائے تو پھر کسی کی نہیں سنتی تھی۔

"ٹھیک ہے چلو۔۔"
ان کا کہنا تھا کے وہ جھٹ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔
"ریشام بی بی چلی گئیں؟"
اس نے گیٹ سے باہر جاتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے خالدہ بوا سے استفسار کیا۔
"کہہ رہی تھیں پیپر ہے تو جلدی جانا ہے۔۔کیا وہ تم سے ناراض ہیں یوسف؟"
انھوں نے جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھا۔
جس پر تھکن غالب تھی۔
آنکھوں کی سرخی چغلی کھا رہی تھی کے ساری رات وہ سویا نہیں تھا۔
"مجھے نہیں معلوم۔۔"
اس نے شانے اچکا کر کہا۔
انداز میں سادگی و لا علمی تھی۔
"طبعیت ٹھیک ہے تمہاری؟ کیا سوئے نہیں ہو ساری رات؟"
اب کے انھوں نے تشویش سے پوچھا۔
اس کا خیال وہ اپنے بیٹوں کی طرح ہی رکھا کرتی تھیں۔
"پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے سو نہیں پایا۔۔"
دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے اس نے جواب دیا۔
"دعا کیجئے گا پیپر اچھا ہو جائے میرا۔۔ تیاری میری کوئی اتنی خاص نہیں ہے۔۔"
"ساری رات پڑھنے کے باوجود بھی یہی کہہ رہے ہو؟"
"پڑھا نہیں ہے، پڑھنے کی کوشش کی تھی۔۔"
"ناشتہ تو کرتے جاو یوسف۔"
اسے گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ انھوں نے روکا۔

"دل نہیں ہے --"

انکار کرتے ہوئے وہ اندر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بنے گا ان بچوں کا؟ پڑھائی کو اتنا سر پر سوار کر رکھا ہے کے کھانے پینے کا ہوش بھی بھلا بیٹھے ہیں۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئیں۔

"یار اتنی پیاری کلیکشن لانچ ہوئی ہے کے میں کیا بتاوں--میرا تو دل چاہ رہا تھا کے میں سب ہی خرید لوں-- کاش میرے پاس کوئی قارون کا خزانہ ہوتا تو پورا برینڈ اپنے نام پر کر لیتی--"

پرجوشی سے کہتے ہوئے آخر میں اس کے لہجے میں حسرت در آئی۔

وہ اس وقت ریسیپشن پر کھڑی اپنی کولیگ زارا سے مخاطب تھی جو اس کے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں ورکر بھی تھی۔

"دیکھنا ایک دن میں اتنی امیر ہو جاوں گی کے چار پانچ سوٹ نہیں، بلکے پورا اسٹور ایک ساتھ خریدا کروں گی--"

اٹھی گردن کے ساتھ وہ جذب سے بولی۔

"انشاءاللہ تعالیٰ--- آپ کام وغیرہ چھوڑ کر یہاں امیر ہونے کے منصوبے بناتی رہی تو مستقل میں آپ تو شاید امیر ہو جائیں-- لیکن ہم ضرور روڈ پر آجائیں گے-- غازی انڈسٹریز کو تو تالہ ہی لگ جائے گا۔"

عقب سے ابھری آواز پر وہ دونوں ہڑبڑا کر پلٹی۔

جہاں وہ آنکھوں میں طنز لئے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"گڈ مارننگ سر--"

زارا تو عجلت میں کہتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو چکی تھی۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے اس کمپنی کا سارا بردن میرے کندھوں پر ہے--" وہ بھی اسی کے انداز

میں بولی۔

"مس نورین۔۔آپ زید کو میرے پاس بھیج دیں۔۔"

اسے جواب دینے کے بجائے اس نے پہلے ریسیپشنسٹ کو وہاں سے ہٹایا

جو فون پر زید کو پیغام دینے کے بجائے بذات خود اسے بلانے کو لفٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔

بڑے سے گراونڈ فلور پر اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔جب وہ اسکی جانب متوجہ ہوا۔

ریسیپشنسٹ کی ڈیسک پر ہاتھ رکھتے ہوئے آنکھیں اس کے چہرے پر جمائیں۔

"اکیلے میں تم مجھے جو مرضی کہہ کر مخاطب کرو لیکن۔۔ میرے ورکرز کے سامنے تمیز سے بات کیا کرو مجھ سے ۔۔"

"کیوں تمہیں ڈر ہے کے کہیں تمہاری عزت خراب نہ ہو جائے؟"

اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

"مجھے تمہاری فکر ہے۔۔ تم اس انداز میں مجھ سے بات کرو گی تو لوگ تمہیں میری سیکریٹری نہیں۔۔ بلکے میری گرل فرینڈ سمجھ لیں گے۔۔"

وہ سر سے پیر تک سلگ اٹھی تھی۔

"بھاڑ میں گئی لوگوں کی ایسی سوچ اور بھاڑ میں گئے تم۔۔"

ڈیسک پر سے اپنی فائل اٹھاتی ایک شعلہ نظر اس پر ڈالتے ہوئے وہ لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

پڑھا تو کچھ ٹھیک سے تھا نہیں۔

جیسے تیسے پیپر دے کر وہ پارکنگ میں آگئی۔ جہاں وہ پہلے سے اس کا منتظر تھا۔

لب بھینچے اس نے بیگ سے فون برآمد کیا۔

اسے نظر انداز کیئے وہ کانٹیکٹس میں سالار کا نمبر سرچ کرنے لگی تھی جب اس کی آواز پر اس کی

حرکت کرتی انگلیاں تھمی۔

''میں آپ ہی کا منتظر تھا۔''

''تم چلے جاو۔ میں سالار بھائی کو کال کر رہی ہوں وہ آجائیں گے مجھے لینے۔''

بنا اسے دیکھے سرد و کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

''انھیں یہاں آنے میں کم از کم پینتالیس منٹ لگ جائیں گے۔ آپ کب تک انتظار کریں گی؟''

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔۔ نہ ہی تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت ہے''

''میں آپ کو یہاں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا''

''مجھے روتا ہوا چھوڑ کر جا سکتے ہو تو پھر اکیلے چھوڑ جانے میں کیا مسئلہ ہے؟''

''آپ ذمہ داری ہیں میری۔۔ آپ کے حوالے سے سعدین حویلی میں جواب دہ ہوں میں۔۔''

''نہیں ہوں میں تمہاری ذمہ داری۔۔ میرے حوالے سے تمہیں کسی کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔۔ بابا جان سے کہہ دوں گی تم سے کوئی اور کام کروا لیا کریں لیکن میری ذمہ داری سے سبکدوش کردیں''

''جو آپ مناسب سمجھیں''

پشت پر بازو باندھے۔ تھوڑے فاصلے پر کھڑے اس نے جواب دیا۔

اس کے سپاٹ انداز پر ریشام کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔

شاکی نظروں سے اسے دیکھا جس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

''پتھر دل انسان۔۔''

وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

''فلحال اس وقت آپ کو واپس لے جانا میری ڈیوٹی ہے۔۔ پلیز گاڑی میں بیٹھ جائیں۔۔''

اس کی ہٹ دھرمی پر یوسف نے نرمی سے کہا۔

بیگ میں سے ٹشو نکال کر آنکھوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے وہ بیک ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

''اس پتھر دل کے لئے میں کیوں آنسو بہا رہی ہوں؟''

خود کو سرزنش کرتے ہوئے رونے سے باز رکھ رہی تھی لیکن آنسوؤں کو روکنے میں وہ ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

اس کا چہرہ دیکھا تو دل پر لگے زخم پھر سے رسنے لگے۔

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے کوئی اسے بھی ریجیکٹ کر سکتا ہے۔

آج اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر بیک ویومر کو نہیں دیکھا تھا۔

جہاں پہلی بار یوسف کی نظریں اٹھی ہوئی تھیں۔

"کیا کہا ہے تم دونوں نے ماشا کو؟"

چاول کا نوالہ مہد کے حلق میں اٹک گیا تھا۔

چور نظروں سے فرمان کو دیکھا جو ڈائننگ ٹیبل کی سربراہ کرسی پر براجمان کھانے سے ہاتھ روکے ان دونوں سے ہمکلام تھے۔

"ارادہ نہیں تھا فرمان بھائی بس زبان سے نکل گیا"

دائم نے شرمندگی سے کہا۔

"اپنی زبانوں کو کنٹرول میں رکھا کرو تو بہتر ہوگا۔ میں آئندہ ہر گز نہ سنوں کے داریان کے حوالے سے تم نے کسی سے بھی کوئی بات کی ہے"

ان کا انداز کافی سخت تھا۔ کئی بار وہ ان پر غصہ ہوا کرتے تھے، ڈانٹا بھی کرتے تھے لیکن ان کا انداز اتنا کڑا نہیں ہوا کرتا تھا۔ جتنا آج تھا۔ داریان کے معاملے میں کافی پوزیسو تھے۔

"بے شک یہ انوکھی بات تھی کے اس نے ایک جن زاد سے قرآن پاک پڑھا ہے لیکن اتنی خوفناک بھی نہیں تھی کے اسے چھپا کر رکھا جاتا۔"

مہد اور دائم کئی مرتبہ کنفیوز ہو جایا کرتے تھے۔ کیوں کے فرمان ضرورت سے زیادہ ہی اس معاملے میں محتاط تھے۔

"سوری بھائی۔۔آئندہ ایسا نہیں ہوگا"

مزید کچھ کہے ان دونوں نے ندامت سے کہا۔

"کھانا شروع کرو"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے ان کی طرف سے بات ختم کرنے کا اشارہ تھا۔

آج پھر وہ ان کے ساتھ شریک نہیں تھا۔ اسے اکیڈمی جانا ہوتا تھا اس لئے پہلے ہی کھانا کھا لیا کرتا تھا۔

"آپ نکاح کر لیں مجھ سے۔۔"

گھمبیر خاموشی کو اس کی بھاری آواز نے توڑا۔

وہ جو کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے میں مصروف تھی اس کی بات پر حیرتوں کا شدید جھٹکا ہی تو لگا تھا اسے۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"مجھے معلوم ہے میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔ آپ یہی چاہتی ہیں نا کے میں حویلی میں آپ کا پرپوزل لے کر جاو؟"

"ہاں۔لیکن ۔۔"

تذبذب کے عالم میں اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ سمجھ ہی نہ آیا کے کیا کہے۔

"اگر ایسے ہی جا کر آپ کا ہاتھ مانگوں گا تو رشتہ تو نہیں ملے گا، لیکن گولی ضرور مار دیں گے مجھے۔۔ اور اگر نکاح کرنے کے بعد ان کے علم میں لایا جائے تو کوئی بعید نہیں کے تب بھی موت میرا مقدر بنے گی۔۔ ویسے تو دونوں صورتوں میں مرنا میرا مقصود ہے۔۔ لیکن کم از کم نکاح کے بعد آپ میری بیوہ تو کہلائی جائیں گی"

ریشام نے پہلی بار اسے اتنی طویل گفتگو کرتے سنا تھا

اور وہ یہی سوچ رہی تھی کے کاش وہ خاموش ہی رہتا تو کتنا اچھا تھا۔

"ابھی تمہیں دیکھ تو لیتی ہوں۔ مر جاو گے تو پھر کیا کروں گی میں؟"

"میری قبر پر آجائیں کرنا"

اس کے بھیگے لہجے میں استفسار کرنے پر اس نے شانے اچکا کر مشورہ دیا۔

"چپ کر جاو یوسف"

اس نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ میرے سامنے اس طرح سے روئیں گی تو بتائیں میں کیا کروں پھر؟"

"اتنا اختیار تو دو مجھے کے تمہارے سامنے آنسو ہی بہا سکو، اور کسی کے سامنے رووں گی تو سب وجہ پوچھیں گے"

"بتا دیجئے گا وجہ"

"وجہ تو تم ہو"

"معلوم ہے مجھے۔۔ آپ نے اپنے دل کے درد کی وجہ کو مجھ سے منسوب کر رکھا ہے۔۔"

"تو کیا تم چاہتے ہو حویلی والوں کو میری زبانی علم ہو؟"

"محبت کی دعویدار بھی تو آپ ہی ہیں"

اور وہ خاموش ہو گئی۔

سہی تو کہہ رہا تھا وہ۔۔۔

تکان سے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

جب حویلی کے احاطے میں گاڑی داخل ہوئی تو وہ دروازہ کھول کر اترنے لگی تھی لیکن یوسف کی آواز پر لاک کھولتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔

"میری بات کو سنجیدہ لے کر کسی کے سامنے کچھ کہنے کی بے وقوفی نہیں کیجئے گا ریشام بی بی۔۔"

"خود ہی کہتے ہو اور پھر خود ہی منع کر دیتے ہو"

وہ مزید خفا ہوئی۔

"میری جان کی دشمن مت بنیں۔۔ آپ کسی کو کچھ کہیں گی تو آپ کا کچھ نہیں جائے گا گولی میرے سینے پر ہی لگے گی۔"

"ابھی بھی تمہیں اپنی ہی پڑی ہے"

"ایک تیز نظر اسے دیکھ کر کہا پھر گاڑی سے اتر گئی۔

"کاش وہ اسے بتا پاتا کے اسے اپنی نہیں صرف اس کی پرواہ تھی۔۔"

ایک ہی جگہ بیٹھے رہنا اس کی عادت کے خلاف تھا۔

زخموں میں اٹھتے درد کو نظر انداز کیے وہ پورے کمرے میں یہاں سے وہاں سے آہستہ قدموں سے چل رہا تھا۔

"علاج کرواو اس کا۔ شدید قسم کا ذہنی مرض لاحق ہوچکا ہے اسے"

فاز کی زبانی اسے ساری بات کا علم ہوا تو وہ بے زاری سے بولا۔

"وہ سچ میں کافی ڈری ہوئی ہے۔۔ بار بار اسی کا ذکر کیئے جا رہی ہے"

"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔۔ کل ہی تھپڑ کھایا ہے میں نے اس سے۔۔ جن سمجھ کر غصہ کر رہی تھی مجھ پر"

"تمہیں جن سمجھ کر تھپڑ مار دیا اس نے؟"

فاز نے شدید حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"شاید میری شکل میں آتا ہوگا اس کے پاس"

مرر میں دیکھتے ہوئے اپنے ماتھے کے زخم کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے خراب موڈ سے کہا۔

زخم کو ٹھیک ہونے میں ابھی وقت لگنا تھا۔

"لیکن وہ تو کہہ رہی تھی کے وہ جن انسانوں سے مشابہت رکھتا ہے۔۔"

"تو میں کیا تمہیں کوئی ماورائی مخلوق نظر آرہا ہوں؟" عاشر نے کینہ طوز نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ گڑبڑا اٹھا۔

سر پر دوپٹہ لیے وہ ادب سے کافی دیر سعادت غازی کے روم میں بیٹھی رہی تھی۔

جب انھیں ساری بات کا علم ہوا تو انھوں نے اسے اپنے پاس بلا کر کافی دیر تک اس سے یہاں وہاں کی باتیں کرتے ہوئے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی تھی۔

"نماز پڑھتی ہو نا بریزے؟"

"جی دادا جان "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

" ساتھ میں جتنا ہو بھی ہو سکے قرآن بھی پڑھنے کی عادت بناو۔ ہر نماز کے بعد پانچ آیت، دس آیت جتنی بھی ہو سکے سمجھ کر پڑھا کرو۔۔ خالی ذہن تو شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔۔ فارغ بیٹھی رہو گی تو اسی طرح کے خیال ہی آئیں گے۔۔ کوشش کرو اپنی روٹین کو بزی کرنے کی۔۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ۔۔ میں بھی اب تنگ آچکی ہوں۔۔ اسی لئے آگے پڑھنے کا ارادہ کر لیا ہے" پر عزم انداز میں وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔"

وہ اس کے فیصلے سے خوش تھے۔

جسے پڑھائی جاری رکھنے کے لئے کوئی قائل نہیں کر پایا تھا۔ وہ کام اس جن کے خوف نے کر ڈالا تھا۔

چلو یہ بھی ٹھیک ہوا۔ جن کی بدولت ہی سہی اس نے اپنا فیصلہ تو بدلا۔

"میں عاشر کی یونیورسٹی میں ایڈمشن لے رہی ہوں-- آپ اسے سمجھا دیجئے گا کے فضول میں میرے ساتھ لڑائیاں نہ کرے-- اور جب میں کہوں تو میری ہیلپ بھی کردیا کرے"

"میں کہہ دوں گا بشرطیکہ وہ میری بات سن لے"

"میں اس کو بھیجو آپ کے پاس؟"

"اس کی طبعیت ٹھیک نہیں ہوئی ہے ابھی تک-- پھر بھی کہہ دینا کے میں نے بلایا ہے"

"ٹھیک ہے --"

ادب سے کہتے ہوئے وہ ان کے روم سے باہر نکل آئی۔

"اب یہ فاطم میرے سامنے آیا تو ہر گز لحاظ نہیں کروں گی اسکا۔-دادا جان سے بھی باتیں سننی پڑ گئی اسکی وجہ سے-- جب تک اپنی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھیں گے یہ لوگ یقین ہی نہیں کریں گے کے مجھ ہر جن کا سایہ ہے"

اپنے ہی آپ سے بڑبڑاتے ہوئے آخر میں اس بے جھرجھری لی۔

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا کے مجھے بھی جن دکھائی دینے لگیں گے--"

اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ ہلکی سے دستک دے کر روم میں داخل ہوئی۔

جہاں اسکا شاہانہ کمرہ خالی پڑا تھا۔

اسے وہاں موجود نہ پا کر وہ باہر جانے کو مڑی تھی جبھی کسی خیال کے تحت اس کے قدم تھمے۔

بالکنی کا گلاس ڈور کھلا ہوا تھا۔

جہاں سے خنک ہوائیں اندر داخل ہو رہی تھی۔

دبے قدموں سے وہ اس جانب بڑھ گئی

ریلینگ پر ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ میں سیگریٹ دبائے۔ وہ وہاں سے نظر آتے مناظر کو دیکھنے میں مشغول اسکی آمد کا نوٹس ہی نہیں لے پایا تھا۔

"عاشر تم سگریٹ پی رہے ہو؟"

اس کی آنکھوں میں تحیر تھا۔

حویلی کے کسی مرد اور لڑکے کو اسموکنگ کی عادت نہیں تھی۔

اس کی اچانک آمد پر وہ گڑبڑا اٹھا۔

"تمہیں اس سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو"

روڈ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بریزے کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

لیکن ہلکا سا ڈر ضرور تھا کے کہیں وہ کسی کو کچھ بتا نہ دے۔

"ابھی جا کر سب کو بتاتی ہوں۔ اور سب سے پہلے تو دادا جان کو بتاوں گی۔۔"

اس نے دھمکی ہی ایسی دی تھی کے اس بار وہ اسے نظر انداز نہیں کر پایا تھا۔

فوری طرف پر سمجھ نہیں آیا کے کس طرح اس کا منہ بند کرے۔

سگریٹ زمین پر پھینکتے ہوئے وہ اس کی جانب مڑا۔

آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر چہرے پر گہری سنجیدگی طاری کی، ماتھے پر تیوریاں چڑھائے وہ بھاری آواز میں بولا۔

"میں جن ہوں۔۔ بھاگ جاو یہاں سے۔۔۔"

اپنی جان میں تو اس نے ڈرانے کی بھرپور کوشش ہی کی تھی۔

لیکن عاشر کا یہ انداز دیکھ کر وہ بھاگنے کے بجائے کینہ طوز نگاہوں سے اسے گھورتی رہی۔

اب اس بے چارے کو کیا معلوم کے بریزے کا جن اسے ڈرایا نہیں کرتا تھا۔۔

"جن تمہاری طرح کھڑوس نہیں ہوتے۔۔احمق انسان"

"احمق کسے کہہ رہی ہو؟"

"تمہیں ہی کہہ رہی ہوں۔۔اپنی حماقت کی وجہ سے تم نے اپنا یہ حشر کروا لیا۔۔ مجھ سے سہی ٹون میں

بات کیا کرو ورنہ اور بھی حالت بگڑ سکتی ہے"
سینے پر ہاتھ باندھے اس نے تنفر سے کہا۔
"تو میری یہ حالت تمہارے اس جن نے کی ہے؟" عاشر کا اشارہ اس کے بائیک ایکسیڈنٹ کی جانب تھا۔
"تمہیں ابھی بھی کوئی شک ہے؟"
اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی۔
"اوہ--"
اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔
"یعنی میں تمہیں تکلیف دوں گا تو تمہارا وہ جن آ کر مجھ سے بدلہ لے گا؟"
تمسخر سے کہتے ہوئے اس نے ریلینگ سے نیچے جھانکا۔
اس کا کمرہ دوسرے فلور پر تھا۔
بالکنی سے نیچے لان تک کافی فاصلہ تھا۔
وہاں سے نظریں ہٹا کر دوبارہ اسے دیکھتے ہوئے وہ
حرکت میں آیا۔ اچانک ہی اس نے جارحانہ انداز میں بریزے کے دونوں بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔

اپنے پر تعیش آفس میں راکنگ چئیر پر بیٹھے سامنے پڑی فائل کو دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی زید سے بھی مخاطب تھا۔
جو اسے آرڈرز کے متعلق تفصیلات دے رہا تھا۔

"آرڈر مکمل ہوچکا ہے سر، انشاءاللہ جلد ہی ڈیلیور بھی کر دیا جائے گا"

"آگے سے دھیان رکھنا زید۔۔ اگلی بار یہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے"

اس نے سنجیدگی سے باور کروایا۔ جب ہی کوئی جھٹکے سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر آیا۔

جہاں زید اس کی بد تمیزی پر گڑبڑایا وہیں وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مہماہ کو معلوم نہیں تھا کے سالار کے ساتھ کوئی اور بھی موجود ہے۔ اس لئے بے دھڑک اندر آ گئی تھی۔

"آ۔۔آئم سوری۔۔مجھے لگا اس وقت روم میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لیے آ گئی تھی"

خجالت سے مسکرا کر کہتے وہ باہر چلی گئی تھی۔

پھر دوبارہ دستک دے کر اندر آئی۔

"آئم سوری ٹو سر۔۔ میں اسے سمجھا دوں گا"

زید شرمندگی سے بولا۔

"ضرورت نہیں، اسے میں خود سمجھا دوں گا۔ تم جا سکتے ہو"

فائل بند کر کے اسے دیتے ہوئے سالار نے سنجیدگی سے کہا تو اوکے سر کہتا اٹھ کر چلا گیا۔

"فرمائیے۔۔میرے روم میں تشریف لانے کے لئے کس چیز نے مجبور کیا آپ کو؟"

"انھوں نے۔۔"

مہر ماہ نے چند فائلز اس کے سامنے رکھی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے میں کیوں کروں؟ مجھے کیوں بجھائی ہیں یہ فائلز؟"

"تو کیا کام ہے تمہارا؟"

"تمہاری سیکریٹری ہوں۔ صرف تمہارے شیڈول کی ذمہ داری ہے مجھ پر۔ کب تمہیں کہاں جانا ہے، کس کے ساتھ میٹنگ ہے، کس کو ٹائم دینا ہے، کس کو نہیں دینا ہے، تمہاری طرف سے کسی کو ای میل بھیجنی ہے، فون کال کرنی ہے، میسج کرنا ہے یا ان سب کو تمہارے بی ہاف پر ریسیو کرنا

ہے-- صرف اتنی ذمہ داری ہے مجھ پر"
سر ہلاتے ہوئے وہ دھیان سے اسے روانی میں کہتے ہوئے سن رہا تھا۔
"لیکن یہ سب کام تو میرے لیے زید کر رہا ہے"
اس کی طویل بات کے جواب میں اس نے لہجے میں حیرانگی سموتے ہوئے کہا۔
"تو تم کل ہی واپس آئے تھے اپنے ٹرپ سے۔ اور آتے ہی مجھے بار بار کافی بنانے پر لگا دیا-- اور آج ان فائلز کا پلندہ بھجوادیا مجھے"
"میری غیر موجودگی میں کیا کرتی تھیں جب میں یہاں پر نہیں تھا؟"
"وجاہت سر جو کام بتاتے تھے وہ کر لیا کرتی تھی"
"آل رائٹ-- ابھی بھی وہی کام کرو-- میں کچھ دن تک تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے مجھے نظر مت آنا"
"تم نے مجھے یہاں میری تذلیل کرنے کے لیے جان بوجھ کر روک رکھا ہے؟"
"نہیں--"
اس نے سادگی سے مہرماہ کی نگاہوں میں دیکھا۔
"میں واقعی میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا"
سالار غازی اس کام میں ماہر تھا۔ اسے معلوم تھا کس طرح اپنے لفظوں سے اسے آگ لگانی ہے۔
"ایسی بات ہے تو پھر اب تم سارا وقت میری شکل دیکھو گے-- میں یہاں سے جانے والی نہیں"
اس کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن گھورنا بند نہیں کیا۔
"میں تمہارا باس ہوں-- تمہیں میرا حکم ماننا چاہیئے مس مہرماہ"
اس کے انداز میں ہلکا پھلکا پن تھا۔ مہرماہ کی حرکت سے اسے زیادہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔
"نہیں مانوں گی میں-- چاہو تو جاب سے نکال دو--"
طنزیہ مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"تم آج بھی ویسی ہی ہو-- ضدی اور بدتمیز"

"بلکل--میں ایسی ہی ہوں-- اور ہمیشہ ایسی ہی رہوں گی-- ضدی اور بد تمیز"

چبا چبا کر اس کے لفظوں کو دہرایا۔

اس وقت لنچ بریک تھا۔

اسکول کے بڑے سے گراونڈ میں شور و غل سا مچا تھا۔

کافی سارے اسٹوڈنٹس خوش گپیوں اور کھیلوں میں مصروف تھے۔

کچھ گروپ کی شکل میں کھیل رہے تھے تو کچھ کی ترجیح بریک میں بھی اپنی پڑھائی تھی۔

ایک طرف پڑی لکڑی کی سنگی بینچ پر وہ موبائل فون ہاتھ میں لئے ہوئے تھی۔

سر اس پر جھکائے کچھ دیکھنے میں مصروف تھی

جہاں ایک ویڈیو چل رہی تھی۔جب کے اس کے پاس کچھ فاصلے پر بیٹھا ہیری، ٹشو میں لپٹا برگر کافی رغبت سے کھانے میں مگن تھا

ویڈیو بلاشبہ کل رات کی تھی۔ سینکڑوں کے مجمعے میں بڑے سے اسٹیج پر وہ مائک پکڑے پرفارم کر رہا تھا۔

چیخوں اور سیٹیوں سے شائقین محفل نے ماحول کو گرمایا ہوا تھا۔

اس کا دوست ڈیریک بھی اس کے ساتھ تھا۔ جو گانے میں اس کا ساتھ دیتے ہوئے گٹار پر مختلف دھن بھی بجا رہا تھا۔ -

-

موبائل کی اسکرین بند کر کے وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اس کامیاب کنسرٹ کے بعد کیا تم نے سیلیبریشن نہیں کی ؟"

"میں وہاں رکا ہی نہیں"

"کیوں ؟"

"وہ جس قسم کی سیلیبریشن کرتے ہیں میں وہاں کمفرٹیبل فیل نہیں کرتا۔۔ اس لئے ساتھ شریک نہیں ہوتا"

"ہاں لیکن پورک اور وائن تو تمہارے گھر بھی ڈیلی روٹین کا حصہ ہے نا؟"

"تمہیں معلوم ہے میں نہیں کھاتا۔۔ اپنے لئے کچھ اور بنا لیتا ہوں ۔ پاستا یا سینڈوچ۔۔اور پہلی بار جب ڈرنک کی تھی تو میری طبعیت خراب ہو گئی تھی۔ اس کا ذائقہ میرا معدہ قبول نہیں کر پایا۔ میں نے فوراً الٹی کردی تھی۔ اس کے بعد دوبارہ اسے ہاتھ ہی نہیں لگایا"

آئزل کا خیال اس کے بارے میں کچھ غلط نہیں تھا۔

"وہ واقعی میں صرف نام کا ہی "نون مسلم" تھا۔"

"کیسا لگا تمہیں میرا چھوٹا سا کنسرٹ؟۔۔ کول لگ رہا ہوں نہ میں؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"کول سے زیادہ تو بدمعاش لگ رہے تھے"

آئزل کا اشارہ اس کی کھلے گریبان والی شرٹ پر تھا۔

"باد معاش؟ وہ کیا ہوتا ہے ؟"

"مطلب اچھے لگ رہے تھے۔۔"

"نہیں نہیں۔۔ اس کا مطلب یقیناً کچھ اور تھا۔۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"تم ہمیشہ میرے ساتھ یونہی کرتی ہو آئزل۔۔ اردو میں جانے تم کیا کیا بولتی رہتی ہو اور پھر مجھے اس

کے مطلب بھی نہیں بتاتیں"

"اوہو ہیری چھوڑو اس کو یہ بتاو تمہارا ایکسپریئنس کیسا رہا؟"

اس نے ٹالتے ہوئے دوسری بات شروع کردی۔

اس کے چہرے پر دلچسپی تھی تو ہیری کے تاثرات بھی ڈھیلے پڑے۔

وہ جو کہتی تھی، وہ مان لیا کرتا تھا۔

"آئی فیل گریٹ۔۔میری سوچ سے بھی بڑھ کر رسپانس ملا ہے۔۔۔اب تم دیکھنا اس دنیا پر کیسے راج کرتا ہوں میں"

کالر کھڑے کرتے ہوئے اس نے فخر سے کہا۔

" یہ دنیا تو چڑھتے سورج کی پجاری ہے۔۔ جب تک زندہ ہو تب تک تمہاری پرستش کرے گی۔۔ تمہارے مرنے کے بعد تو کسی کو تمہارا نام بھی یاد نہیں رہے گا۔ "

"ابھی تو میرے کیریئر کا ٹھیک سے آغاز سے بھی نہیں اور تم مار دو ابھی سے مجھے"

"ہاں لیکن تمہاری ڈیتھ اینیورسری پر کچھ کینڈلز ضرور روشن کر دے گی "

اس کی مصنوئی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جب چار پانچ لڑکیوں کا ایک گروپ وہاں آیا۔

"ہیری تمہارا کل والا کنسرٹ بہت امیزنگ تھا۔"

اشتیاق و پرجوشی سے کہتے ہوئے وہ اپنے اپنے فون آن کئے اس کے ساتھ سیلفیز لینے کی خواہ تھیں۔

جبکے ایک لڑکی نے اسے مخاطب کیا۔

"Excuse me miss hijabi, take a side please"۔

وہ شاید ہیری کے ساتھ بیٹھنے کی تمنائی تھی۔

آئزل بنا کچھ کہے شانے اچکاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے آٹوگراف چاہیئے تمہارا"

اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اپنا کیوٹکس سے سجا نازک سا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔
وہ مسکراتے ہوئے ان لڑکیوں کی جانب متوجہ ہوا انھیں آٹوگراف دینے کے ساتھ ساتھ سیلفیز بھی بنوا رہا تھا۔
"شہرت کسے بری لگتی ہے؟"
وہ سر جھٹک کر دھیان ہٹانے کی نیت سے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھنے لگی۔
جو ہیری کا تھا۔واٹس پر اس کے کسی دوست کی جواب سے کوئی ویڈیو موصول ہوئے کا نوٹیفیکیشن آیا تھا۔ آئزل کا ارادہ نہیں تھا پھر بھی اس کی انگلیوں نے اسکرین پر حرکت کرتے ہوئے اس ویڈیو کو کھول لیا۔
جو کل رات کی پارٹی کی ہی تھی۔ کسی بار کلب کا منظر تھا۔مدھم لائٹ اور تیز میوزک والے ماحول میں شراب و شباب کی محفل عروج پر تھی۔
اچھے برے کی تمیز کا فرق بھلائے اس نوجوان نسل سے تعلق رکھنے والے گروپ نے الگ ہی طوفان بد تمیزی برپا کیا ہوا تھا۔
چند سیکینڈ اسے دیکھنے کے بعد آئزل کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔
وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔ سہی کہہ رہا تھا ہیری ۔ جس قسم کا اس کا مزاج تھا اس نے اس طرح کی پارٹیز میں جاکر واقعی میں ان کمفرٹیبل رہنا تھا۔
اپنی نئی بننے والی "فینز" کو بھگتا کر وہ اس کے پاس آیا۔
"خیریت تو ہے؟" ہیری نے اس کے گلابی حجاب میں لپٹے چہرے کی سرخی کو دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔
"تمہارا فون۔۔" جواب دینے کے بجائے اس کا فون آگے بڑھایا۔
انداز ہلکا سا گھبراہٹ لئے ہوئے تھا۔ ہیری نے فون پکڑ کر آن کیا تو وہی ویڈیو پلے ہو گئی۔
آئزل نے ہوم اسکرین کلئیر نہیں کی تھی۔ وہی سرخی اب ہیری کے چہرے پر دکھائی دے رہی تھی۔

کوئی بعید نہیں تھی کے آئزل نے وہ ویڈیو نا دیکھی ہو۔
آنکھیں میچتے ہوئے اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔
"ام۔۔ میں" کہنے کے لئے کچھ الفاظ نہیں بن پا رہے تھے۔
"میں اس قسم کی پارٹیز میں نہیں جاتا۔۔"
وہ صرف اس کی دوست تھی۔ پھر بھی وہ شرمندگی سے اسے صفائی دے رہا تھا۔
"مجھے معلوم ہے ہیری۔۔"
آنکھوں میں نرمی لئے اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اسکی شرمندگی کو کم کرنا چاہا۔
بے ساختہ گہری سانس لیتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چل پڑا جس نے کلاس روم کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔

اس کی پشت ریلینگ کی آہنی جالیوں سی لگی تھی۔
اس نے سیکینڈ میں یہ حرکت کی تھی وہ سنبھل بھی نہ پائی تھی۔
"اگر تمہی یہاں سے پھینک دوں تو؟؟"
سرد ہوائیں ان دونوں سے ٹکرا رہی تھیں۔
عاشر کا لہجہ بھی ان کی طرح تھا
سرد، خون جما دینے والا۔
"ایسے مت کرنا عاشر۔۔"
ڈر و خود اس کے چہرے پر رقم تھا۔
دونوں ہاتھوں میں اس کا گریبان سختی سے پکڑے وہ اس سے التجائیں کر رہی تھی۔
"کیا وہ آئے گا مجھے نقصان پہنچانے؟"
"میں اسے کہوں گی کے تمہاری جان لے لے۔۔"

آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھرنے لگی تھی۔

شدید خوف کے زیر اثر بھی وہ باز نہیں آئی تھی۔

"میری جان؟--- کیا اس میں اتنی ہمت ہے کے وہ میری جان لے سکے؟"

"وہ جن ہے--"

"جن-- یعنی آگ"

وہ مبہم سا بولا۔

"وہی آگ جو تمہیں جلا کر بھسم کر دے گی"

اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ نفرت سے بولی۔

کھلے ہوئے بال اس کے چہرے کے گرد تسلط جما رہے تھے۔

"اسکی وجہ سے تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا؟"

کچھ طبیعت کی خرابی اور کچھ بے خوابی کے باعث اسکی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔

چہرے پر سخت انداز اور بھاری آواز۔

بریزے کو اس کا انداز مزید خوف میں مبتلا کر رہا تھا

"میں نے---جان بوجھ کر--- نہیں مارا تھا--عاشر"

جس سچویشن کا وہ شکار تھی۔

مشکل سے ہی اس الفاظ اس کے لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔

"لیکن -- میں تمہیں --- جان بوجھ کر ہی ---یہاں سے پھینکوں گا--"

"عاشر نہیں !!"

بریزے نے اتنی سختی سے اس کی شرٹ کو پکڑا ہوا تھا کے اس کے تیز ناخن اس کی گردن پر خراشیں ڈال گئے تھے--

جن کی تکلیف کو خاطر میں لائے بغیر اس نے جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے پیچھے کیا۔

"آئندہ میرے کمرے میں قدم بھی مت رکھنا۔۔ ورنہ میں بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ۔"

تنبیہ سے زیادہ اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔

سختی سے کہہ کر وہ وہاں سے نکل کر روم میں چلا گیا تھا۔

"جنگلی انسان۔۔"

اس نے دکھتے ہوئے بازو کو سہلاتے ہوئے اس کی پشت کو گھورا۔

عاشر کی اس حرکت سے اس کی جان بس نکلنے کو تھی۔

اگر تو وہ پاگل انسان واقعی میں اسے وہاں سے پھینک دیتا تو۔؟

اس سے آگے تو وہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ماں آپ نے بلایا تھا؟"

دروازہ ناک کرتے ہوئے وہ اندر آیا۔ جہاں سفینہ غازی اس کی منتظر تھیں۔

"بیٹھو میں نے کچھ بات کرنی ہے تم سے"

ان کا انداز غیر معمولی تھا۔

"سب خیریت ہے؟"

سالار نے کچھ چونک کر ان کے چہرے کی سنجیدگی دیکھی۔

"تمہارے بابا چاہتے ہیں کے ریشام سے تمہاری شادی ہو۔۔"

انھوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا۔

"تو؟"

سالار کو سمجھ نہیں آئی تھی کے اس میں ایسی کیا خاص بات تھی۔

"کیا تم راضی ہو؟"

سفینہ غازی نے حیرت سے پوچھا۔

"بابا جان نے مجھ سے بات کی تھی اس بارے میں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔"

"کیا تمہیں بھی اپنے باپ کی طرح ریشام کی جائیداد میں زیادہ دلچسپی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ کیا آپ کو میں ایسا لگتا ہوں؟"

اس نے ناراضگی سے پوچھا۔

"پھر میری بات مان لو۔۔ ریشام کے لئے انکار کر دو اپنے بابا کو"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ریشام کی شادی مجھ سے نہیں ہوگی تو کس سے ہوگی؟ جب گھر میں ہی رشتہ موجود ہے تو باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تمہیں گھر میں ہی شادی کرنی ہے تو بریزے سے کر لو۔

ریشام کی تو فاز سے بھی ہو سکتی ہے"

"آپ ریشام کے لئے اپنے دل میں نرمی پیدا نہیں کر سکتیں؟"

سالار نے بے بسی سے انھیں دیکھا۔

"وہ لڑکی آپ کے بیٹے کی خوشی ہے۔ یہی سوچ کر اسے قبول کر لیں"

"وہ لڑکی نہیں، اس لڑکی کی پراپرٹی تمہاری خوشی ہے۔۔ ماں ہوں تمہاری، مجھے اپنے لفظوں کے جال میں الجھانے کی کوشش مت کرنا۔۔"

سفینہ غازی نے تیز لہجے میں دوٹوک کہا۔

وہ اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔

شانوں سے تھام کر نرمی سے بولا۔

"جب آپ جانتی ہی ہیں تو پھر مان کیوں لیتیں میری بات۔۔؟"

"میں ہرگز اسے اپنی بہو نہیں بناوں گی سالار"

اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے انھوں نے تنفر سے کہا۔

"کیا لگتا ہے آپ کو؟ یہ خاتون کیک بنانے میں کامیاب ہو پائیں گی آج؟"
چمچ کو مائیک بنائے دائم کے سامنے کئے وہ سنجیدگی سے اس کے تاثرات جاننے کا خواہش مند تھا۔
"ویل--"
وہ بھی سنجیدہ سا سینے پر بازو لپیٹے کھڑا پر سوچ سے انداز میں اپنے خیالات بتا رہا تھا۔
"کیک کا تو پتا نہیں-- لیکن آج پھر وہ راشن ٹھکانے لگنے والا ہے جو میں چار گھنٹے کی خواری کر کے لاتا ہوں۔"
آخر میں وہ افسوس سے بولا۔
"تم دونوں اپنا یہ شو باہر جا کر بھی کر سکتے ہو--"
ماشا نے مصروف سے انداز میں ساتھ ہی انھیں گھرکا تھا
"ماشا تمھیں کون سی خوشی ملتی ہے ہمارے کچن کا کباڑا کر کے؟ بھابھی تو سائیڈ پر ہو جاتی ہیں سمیٹنا مجھے پڑتا ہے"
دائم بے بسی سے اس سے محو سوال تھا۔
"دیکھو میرا دھیان مت بٹاو-- کیک خراب ہوا تو میں نے تم دونوں کا حشر کر دینا ہے"
"کیک تو بیکری سے بھی آ سکتا ہے-- پیسے بھی کم لگیں گے اور ذائقے میں بھی اچھا ہوگا۔ لیکن تم نہ صرف یہاں اتنی مہنگی چیزوں اور وقت کا ضیاع کر رہی ہو ساتھ میں کچن بھی پھیلا رہی ہو"
"میں نے فرمان بھائی سے کہا تھا کے ان کی برتھ ڈے پر میں ہی کیک بناوں گی-- اب جاو یہاں سے اور مجھے سکون سے بنانے دو"
دائم اور مہد دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔
"تم دونوں مت تنگ کرو اسے--بار بار ڈسٹرب کرو گے تو وہ کیسے ٹھیک سے بنا پائے گی؟"

اس کی مدد کرواتی عیشہ نے بھی ان دونوں کو تنبہہ کی۔
جب ہی اچانک سے اوپری پورشن سے ایک شور بلند ہوا۔
آوازیں ایسی تھیں جیسے بھاری ساز و سامان کو پوری قوت سے اٹھا کر پھینکا جا رہا ہو۔۔
"اللہ خیر۔۔۔ لگتا ہے آج تو بری طرح طیش آیا ہے"
مہد نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"کس کو؟"
ماشا نے نا سمجھی سے پوچھا۔
"داریان بھائی کی ایکس گرل فرینڈ کو اور کس کو۔۔ اب کیا بتاوں تمہیں۔ محبت کرتے تھے ایک جن زادی سے لیکن پھر بریک اپ ہو گیا۔ اب کبھی کبھار آجاتی ہے غصہ کرنے"
"جن۔۔ جن زادی؟"
کیک کا آمیزہ پھینٹے ہوئے اس کے ہات لرز گئے۔
"فضول مت بولو مہد"
عیشہ نے بیلن اس کے شانے پر دے مارا۔
فرمان کے لاکھ سمجھانے کے بعد بھی وہ کہاں مانتے تھے۔
ایسی سچویشن میں مہد اور دائم تو سیڑھیوں کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔
فرمان اسٹڈی روم میں تھے۔ جب شور کی آواز ان تک گئی تو وہ تیزی سے اوپر کی جانب بھاگے۔
ان کے علاوہ وہ کسی اور کے قابو میں نہیں آتا تھا۔
"دیکھو بہن۔۔ میری بات شاید تمہیں بری لگے لیکن اس جن زادی کے ہوتے ہوئے تمہاری جگہ نہیں بن سکتی درانی پیلس میں۔ صاف بتا رہا ہوں میں "
مہد نے صاف گوئی حد کردی تھی۔
جبکے وہ کیک بھول بھال کر حیران پریشان سی کھڑی تھی۔

"تم نے کہا تھا وہ کسی سے کمیٹڈ ہیں؟"

اس کی سرسراتی آواز نکلی۔

"بریک اپ ہوئے تو عرصہ ہو گیا۔ لیکن وہ کافی وفادار قسم کے انسان ہیں۔۔ ابھی تک خود کو اس کا پابند سمجھتے ہیں"

"بھابھی۔۔"

وہ روہانسی ہوتے ہوئے عیشہ کی جانب مڑی۔

"جن۔۔ جن زادی سے محبت کرتے ہیں وہ؟"اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرنے لگے۔

"ان کی فضول باتیں مت سنا کرو ماشا۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے"

اسے گلے لگا کر تسلی دیتے ہوئے وہ ساتھ ہی ان دونوں کو بھی گھرکا جو کوئی موقع نہیں چھوڑتے تھے اسے تنگ کرنے کا۔۔

گہری کالی رات نے جہاں کو اپنے سائے میں لے رکھا تھا۔

"دوسروں کو جن سے مشابہت دیتی ہے۔ جبکہ خود ایک پوری چڑیل ہے"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے وہ اپنی گردن اور سینے پر لگے اس کے ناخنوں کی خراش کو دیکھ رہا تھا۔ جن میں اب جلن محسوس ہو رہی تھی۔

یہ تو جیسے طے تھا کے اسے ہر تکلیف اور ہر درد صرف لڑکی کی وجہ سے ہی ملنا تھا۔

دروازے پر دستک کی آواز ابھری تو وہ سر جھٹکتے ہوئے وہاں سے ہٹ کر دروازے کی جانب آیا۔

لاک ہٹا کر گیٹ کھولا تو سامنے فاز کھڑا تھا۔

"ایسے کون سے کام کرتے ہو جو تمہیں لاک لگا کر رکھنا پڑتا ہے روم میں؟"

وہ اچھنبے سے کہتے ہوئے اندر چلا آیا۔

عاشر نے دوبارہ دروازہ لاک کر دیا۔

"یہ کیا ہوا؟"

فاز نے اس کی گردن پر پڑی خراشوں کو دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

"ایک چڑیل نے حملہ کر دیا تھا"

خراشوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ اکھڑے لہجے میں بولا۔

"کیوں جھگڑا کرتے ہو اس سے؟ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو نا تم "

"میں کہاں جھگڑا کرتا ہوں اس سے؟ وہ خود ہی کوئی نہ کوئی بات نکال لیتی ہے"

"تم نظر انداز بھی تو کر سکتے ہو"

"اپنی بہن کی اتنی سائیڈ لینی ہے تو نکل جاو میرے روم سے"

"غصہ مت کرو۔۔ میں صرف تمہیں سمجھا رہا تھا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آرہا تم کیا سمجھانا چاہتے ہو مجھے؟"

"صرف اتنا کے بریزے سے دور رہو اگر تمہاری اس سے نہیں بنتی تو۔۔ وہ میری بہن نہیں ہے۔۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے میرے لئے۔"

عاشر نے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

یقیناً اس کی بھائیوں والی غیرت جوش مار رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بھئی نہیں لڑوں گا تمہاری سائیکو بہن سے اب۔۔ یہ بتاو میرے لیپ ٹاپ کا چارجر ٹھیک کر دیا تم نے؟ صبح سے دے رکھا ہے میں نے"

اس نے بہتر یہی جانا کے وہ ٹاپک ہی ختم کر دیا جائے۔

اس لئے بات پلٹ دی تھی۔ فاز کوئی جواب دینے لگا تھا جبھی دروازہ ناک ہوا۔

"اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا۔

لاک کھول کر جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ساکت رہ گیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کے تمہارا چارجر اب ٹھیک ہونے کے قابل نہیں رہا۔۔ بہتر ہوگا نیا خرید لو۔۔"

ہاتھ میں لیپ ٹاپ اور چارجر پکڑے وہ اپنی ہی کہے جا رہا تھا۔

جبکے عاشر کو زمین و آسمان دونوں ایک ساتھ گھومتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

اس نے دروازہ آدھا کھولا ہوا تھا۔

جبھی باہر کھڑا فاز دیکھ نہیں سکتا تھا کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

عاشر بے جھٹکے سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

انتہائی سیاہ آنکھوں اور سفید چہرے والا وہ شخص مبہم سے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

وہ چہرہ اب فاز کا نہیں تھا۔

وہ وہی چہرہ تھا جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

اپنے ایکسیڈنٹ سے پہلے۔۔

"کیا ہو گیا ہے چارجر خراب ہونے کا صدمہ ہی لے لیا ہے تم نے؟"

فاز کو اس کا انداز سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"اندر مت آنا۔"

درشتی سے کہتے ہوئے فاز کے منہ پر دروازہ بند کر کے اس بے بالٹ چڑھا دیا۔

دو سیکنڈ آنکھیں بند کر کے گہری سانس بھری۔

پھر مڑ کر دیکھا۔

لیکن کمرہ خالی تھا۔۔

ہوئی ختم جب سے وہ صحبتیں

میرے مشغلے بھی بدل گئے

کبھی روئے شام کو بیٹھ کر
کبھی مے کدے کو ٹہل گئ

تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے فرمان اوپر پہنچے جہاں لاؤنج ابتر حالت میں موجود تھا۔کوئی ایک چیز بھی ٹھکانے پر نہیں تھی۔سب کچھ ٹوٹا بکھرا سا پڑا تھا۔ وہیں وہ بھی سینٹر میز سے ٹیک لگائے نیچے کارپیٹ پر بیٹھا دکھائی دیا۔

اس کی حالت ان ساز و سامان سے مختلف نہیں تھی۔

"داریان--"

اس کے قریب بیٹھے ہوئے فرمان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے پکارا۔

جس نے سر جھکائے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا رکھا تھا۔

"داریان--- مجھے دیکھو"

فرمان نے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا دئے تھے۔

جہاں پتھریلے تاثرات سجے تھے۔

لیکن نم آنکھوں میں سرخ ڈورے کافی واضح تھے۔

" تھک گیا ہوں میں فرمان بھائی --- بہت تھک گیا ہوں-- "

اس کی ہلکی سی آواز میں بھی ٹوٹے کانچ کی کرچیاں شامل تھیں۔

فرمان کو با مشکل ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"اس کی یادیں کیوں میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں؟"

پیروں کے قریب گرا گلدان اٹھا کر اس نے پوری قوت سے سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔

وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔نگاہوں میں جیسے شعلوں کی لپک تھی۔

ایک بے نام سی اذیت اس کے پورے وجود میں سرائیت کر رہی تھی۔

بس نہ چلتا تھا کے خود کو ہی ختم کر ڈالے۔

"کیوں کے تم اس سے پیچھا چھڑوانا ہی نہیں چاہتے۔۔ تم ان تکلیف دے یادوں کو بھولنا ہی نہیں چاہتے ہو۔۔"

اس نے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ فرمان کو دیکھا

جو ہمیشہ کی طرح اسے نرمی سے سمجھانے کے بجائے آج اس پر برہم تھے۔ اور وہ غلط بھی تو نہیں تھے۔

اس نے کچھ کہنے کے بجائے آنکھ کے گیلی کناروں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنی قسمت سے شکوہ کناں ہو تم؟" فرمان کی بات نے اس کے قدم جکڑ لئے۔ مڑ کر ان کی نگاہوں میں دیکھا۔

جہاں تاسف تھا۔

"شکوہ کناں؟ اگر شکوہ کناں ہوتا تو کیا آج یہاں ہوتا؟"

داریان کی نیلی نگاہوں میں فرمان کے لئے شکوہ تھا۔ کیا وہ اتنی سی بات تھی جو وہ آسانی سے بھلا بیٹھا تھا۔؟

"اللہ کی رضا میں راضی ہوں۔ اس کے فیصلے کو مان لیا ہے لیکن۔۔ ایک عرصہ اس کے ساتھ گزارا ہے۔۔ کبھی بھولے بھٹکے اس کی یاد آجاتی ہے تو خود کو روک نہیں پاتا اسے یاد کرنے سے"

کیا تھا اس کے لہجے میں؟ اذیت؟ کرب؟ شکست؟

فرمان کو وہ آج بہت ٹوٹا بکھرا سا لگا۔

"کچھ دیر تنہا رہنا چاہتا ہوں"

فرمان کو لامتناہی سوچوں کے سپرد کر کے سپاٹ سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنے روم میں چلا گیا تھا۔

"بھولے بھٹکے کی یاد؟" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے فرمان نے ایک نظر پورے لاؤنج پر ڈالی۔

جہاں دل بھی کر اس نے اپنے اندر کا اضطراب نکالا تھا۔

جو ان کے لئے کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں تھی۔

"اللہ اسے صبر دے۔" گہری سانس بھر کر ایک افسوس سی نظر اس کے بند دروازے پر ڈالتے ہوئے وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آگئے۔
چہرے پر ازحد سنجیدگی اور داریان کی جانب سے فکرمندی تھی۔

تحیر سے آنکھیں پھیلائے وہ سارے کمرے میں دیکھ رہا تھا جہاں کسی ذی روح کے موجود ہونے کا امکان تک نہ تھا۔
وہ اس کا وہم نہیں تھا! ہو بھی نہیں سکتا تھا۔۔
پچھلی بار کی طرح وہ صرف جھلک دکھا کر غائب نہیں ہوا تھا۔ بلکے اس بار اس کے سامنے آکر، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے زو معنی الفاظ میں کہہ کر گیا تھا۔
اور کہنے سے زیادہ سمجھا کر گیا تھا کے بریزے سے دور رہے۔
بریزے سے دور؟ عاشر کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہورہی تھی۔ یعنی وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے ظاہر ہوتا تھا۔ اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔
"او گاڈ۔۔"
اس کے اعصاب مضبوط تھے۔ جبھی ایک جن زاد سے ہم کلام ہونے اور اس کے اپنی آنکھوں کے سامنے غائب ہونے سے بھی چیخا چلایا نہیں تھا۔
لیکن اس کا دل اب اتنا مضبوط بھی نہیں تھا۔ خوف تو اس کے دل میں اپنی جگہ بنا چکا تھا۔

سارا دن آسمان پر آرام فرمانے کے بعد شاہ آفتاب اب وہاں سے نکلنے کی تیاری میں تھا۔ڈھلتی شام میں ٹھنڈی ہواوں کے جھونکے موڈ پر کافی خوشگوار اثر ڈال رہے تھے۔پارک میں ابھی بھی رونق لگی تھی۔جسے دیکھتے ہوئے وہ تینوں باہر روڈ پر چہل قدمی کر رہے تھے۔
تمہارا مستقل میں ایک کامیاب سنگر بننے کا ارادہ ہے؟"

علی نے ہیری سے استفسار کیا۔
گزرے دنوں میں ان دونوں کی کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ اور اب تو وہ آئزل کے بنا ہی گھنٹوں یہاں وہاں کی باتیں کرتے ہوئے ساتھ میں وقت گزارا کرتے تھے۔
"آفکورس۔۔لوگ کہتے ہیں میری آواز سحر انگیز ہے۔۔ جب میں گاتا ہوں تو سب سرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں"
"بے شک گناہ میں لذت ہے۔ خود بھی جہنم میں جاو گے ساتھ میں ہزار لوگوں کو بھی اپنے پیچھے پیچھے لے جاو گے"
اس کے فخر سے کہنے پر آئزل نے سلگ کر جواب دیا۔
"آئزل۔۔"
علی نے اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔
"آپ خود بتائیں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں علی بھائی؟"
سیاہ حجاب میں ہڈ سر پر گرائے وہ صبح سے ہیری سے اکھڑی اکھڑی سی تھی۔ ابھی بھی ناراضگی سے ہی اس سے پیش آرہی تھی۔
"ہاں لیکن تمہیں اس طرح سے نہیں کہنا چاہیئے"
"تو کس طرح سے کہنا چاہیئے؟ اسے نہیں معلوم میوزک کس طرح سے دنیا اور آخرت میں تباہی کا سبب بنے گا۔ لیکن ہمیں تو معلوم ہے نا؟ ہم تو اسے بتا سکتے ہیں"
"بے شک۔۔ جس کو نہیں معلوم اسے صحیح گائیڈ کرنا ایک مسلمان کا کام ہے۔اس کی ذمہ داری ہے۔ لیکن تمہیں اس طرح سے نہیں کہنا چاہیئے کے وہ جہنم میں ہی جائے گا۔۔اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ فیصلہ اسی پر چھوڑ دو" علی نے منت سے کہا۔
"اٹس اوکے علی بھائی۔ یہ دن میں چار بار میرے جہنم میں جانے کی پیشن گوئی کرتی ہے"
اس کی بات کا اثر لیے بنا ہیری نے شانے اچکا کر بے نیازی سے جواب دیا۔

آئزل کی دیکھا دیکھی وہ بھی اسے علی بھائی ہی کہنے لگا تھا۔

''بہت ہی بری بات ہے۔ سوری کہو اسے''

''میں ناراض ہوں اس سے۔''

ایک شکوہ کناں اور خفگی بھری نگاہ اس پر ڈال کر کہتی وہ وہاں سے واک آوٹ ہی کر گئی تھی۔

''اس کی باتوں کا برا مت ماننا۔۔ وہ کہنے سے پہلے سوچا نہیں کرتی''

علی نے اس کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس کی باتیں بری نہیں لگتیں۔۔ایوین جس طرح وہ مجھے دوزخ سے ڈرایا کرتی ہے۔ کئی بار میں واقعی میں ڈر جایا کرتا ہوں''

ہلکے پھلکے انداز میں وہ دھیما سا مسکراتے ہوئے بولا۔

''لیکن یہ ناراض کس بات پر ہے تم سے؟''

''نیکسٹ ویک میرا کنسرٹ ہے۔ جس کی وجہ سے میں فائنل ٹیسٹ نہیں دے رہا اسکول میں۔۔ اسلیئے ناراض ہے''

''سہی۔۔ یقیناً تم اسٹڈیز اور کنسرٹ وغیرہ کو ایک ساتھ مینیج نہیں کر پا رہے ہوں گے؟''

''رات دیر تک پریکٹس کرنا پڑتی ہے۔ میں ٹھیک سے اپنی نیند بھی پوری نہیں کر پاتا۔''

تھکن اس کے چہرے پر رقم تھی۔

''ویل۔۔ میری طرف سے بیسٹ آف لک۔۔ اللہ تمہیں بہت کامیاب کرے''

''آمین۔۔'' علی کے خوشدلی سے دعا دینے پر جواباً ہیری نے کہا تو وہ پہلے چونکا۔ پھر مسکرا دیا۔

''آئزل کی وجہ سے میری بھی عادت بن گئی ہے کچھ کلمات کو ادا کرنے کی''

وہ سادگی سے کہتے ہوئے توجہہ پیش کر رہا تھا۔

''ویسے آج میں فری ہوں۔ آپ کو نیو یارک گھمانے لے جا سکتا ہوں۔''

اس نے اچانک سے یاد آنے پر پیشکش کی۔

"تمہارا شکریہ ہیری۔ لیکن آج جمعہ ہے۔ آج مجھے درس میں جانا ہے۔ ہم پھر کسی دن ساتھ چلیں گے"

وہ سہولت سے معذرت کرتے ہوئے بولا۔

"اوہ یس۔۔ آج تو فرائیڈے ہے۔ آئزل بھی ہر فرائیڈے کو کہیں اسلامک درس میں جایا کرتی ہے۔ لیکن میں گھر پر بور نہیں ہونا چاہتا۔ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں؟"

علی نے کچھ حیرانگی سے اس کی نیلی آنکھوں کو دیکھا جہاں سوالیہ پن تھا۔ سیاہ کوٹ پہنے، پیشانی پر بال گرائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ محو سوال کھڑا تھا۔

اس کی پیشکش علی کے لئے قابل حیرت ہی تھی۔

"کیا تم کمفرٹیبل رہو گے وہاں؟"

"معلوم نہیں۔۔ یہ تو وہیں جا کر پتا چلے گا"

اس نے شانے اچکاتے ہوئے سادگی سے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

اس کی چھوٹی سی انیکسی میں ضرورت کے سامان کے علاوہ کوئی دوسری شے موجود نہیں تھی۔

چھوٹے سے لاؤنج میں پڑے تھری سیٹر صوفے پر وہ بازو کا تکیہ بنا کر گردن کے نیچے رکھے لیٹا تھا۔

قریب ہی پڑی میز پر اس کی کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک پڑھائی کرنے کے بعد شاید تھکن کی وجہ سے کچھ دیر آرام کرنے کو لیٹ گیا تھا۔

آنکھیں موندیں وہ شاید نیند کی وادیوں میں اترا ہوا تھا۔ اس کا سیل فون اس کے سینے پر دھرا تھا۔ جو ان لاک تھا۔

روشن اسکرین پر ایک تصویر دکھائی دے رہی تھی۔

ٹی پنک کلر کے دیدہ زیب لباس والی وہ لڑکی اپنے سوگوار حسن کے ساتھ ساری توجہ اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ وہ اس کا سائیڈ پوز تھا۔

کسی کی بات پر دھیما سا مسکراتی ہوئی۔
سر پہ آنچل اور ہاتھوں میں پھولوں کے کنگن پہنے وہ خوبصورتی کی ایک مثال ہی تو تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ لیکن کاجل سے لبریز آنکھوں میں سوگواری سی تھی۔اس کی لا علمی میں کھینچی گئی یہ تصویر عبیر غازی کے ولیمے کی تھی۔
اور یہ وہی لباس تھا جس کو خریدنے میں یوسف نے اپنی آدھی سے زیادہ سیلری صرف کی تھی۔
پوری بھی چلی جاتی تو اسے کوئی فرق نہ پڑتا۔ پورے سال کی بھی لگ جاتی تو اسے ذرا افسوس نہ ہوتا۔
ٹھنڈی یخ بستہ ہوائیں کھلی کھڑکیوں پر لگے پردوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرتی انھیں لہرانے پر مجبور کر رہی تھیں۔
لاؤنج کافی ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔ سردی کے باعث اس کی آنکھ بھی کھل گئی۔
بھاری ہوتی پلکوں کو با مشکل کھولتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا۔جس کے باعث سینے پر دھرا فون نیچے جا گرا تھا۔ اس نے چونک کر جھکتے ہوئے فون اٹھایا۔ سامنے ابھی بھی وہی تصویر جگمگا رہی تھی۔
چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد فون آف کر کے سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ پھر ٹیبل پر پڑی کتابوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

وہ جب نیچے پہنچے تو دائم اور مہد کے ساتھ ماشا بھی خوفزدہ سی ان کی راہ تک رہی تھی۔
" فرمان بھائی کو بھی نظر آتی ہے وہ؟"
ماشا نے سرسراتے لہجے میں دائم سے سرگوشی میں پوچھا۔
"ان کے سامنے نہیں آتی۔ پردہ کرتی ہے"
وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔
"کیا ہوا ہے؟"
فرمان نے نا سمجھی سے ان سب کو دیکھا۔

"یہ دونوں جانے کیا الٹا سیدھا کہہ کر اسے ڈراتے رہتے ہیں"
ماشا کے چھوڑے ہوئے کیک کو اب عیشہ مکمل کرتے ہوئے ناراضگی سے گویا ہوئی۔
"تم دونوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی میری بات؟"
پشت پر ہاتھ باندھے فرمان نے ناگواری سے مہد اور دائم کو دیکھا۔
"یہ پریشان رہتی ہے داریان بھائی کے حوالے سے۔ ہم بس اس کی پریشانی کم کرنے کے لیے کہتے ہیں"
مہد نے گڑبڑا کر جو منہ میں آیا کہہ دیا۔
"اسٹڈی روم میں آو ماشا۔۔ مجھے بات کرنی ہے تم سے کچھ"
سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تو ان دونوں نے بے ساختہ گہرا سانس بھرا۔
"شکر۔۔ آج پھر بچت ہو گئی"
"میں فرمان بھائی سے پوچھوں گی۔۔اگر انھوں نے تمہاری بات کی تصدیق نہ کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا"
دائم کے بازو پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے اس نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے دھمکی دی۔

مسجد کے برابر میں ہی ایک متوسط سا دو کمروں پر مشتمل اسلامک سینٹر بنا تھا۔
ایک کمرہ آفس اور زیادہ تر لائبریری کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جہاں اونچے اونچے ریکس اور الماریوں میں اسلام سے ریلیٹڈ کافی ساری کتابیں سجی تھیں۔
جب کے اس سے متصل کمرے میں قالین بچھا کر فرشی نشست کا اہتمام تھا۔
جب تک علی نے مغرب کی نماز ادا کی۔ وہ وقت گزاری کے لئے اسی سینٹر کا جائزہ لیتا رہا۔
کچھ ہی دیر میں وہ کمرہ کافی لوگوں سے بھرنے لگا۔ جن میں زیادہ تر تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھے۔

جو یقیناً اپنے آفسز سے سیدھا وہیں آئے تھے۔ دیارِ غیر میں عبادت سے زیادہ ذریعہ معاش مسلمانوں کی کی جان ہلکان کیے رکھتا ہے۔ ایسے میں جہاں پانچ وقت کی نماز بامشکل ادا کی جا رہی ہو۔ وہیں اسلام سے قریب ہونے اور دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی ساتھ لے کر چلنے کے لئے ہر جمعے کو وہاں ایک محفل سجتی تھی۔

ہفتے کے سارے دنوں میں وقت نکالنا اتنا آسان نہیں ہو پاتا۔ اسی لئے جمعے کے دن کو مختص کر لیا گیا تھا۔

جہاں اسلامی تاریخ سے متعلق بیان بھی دیا جاتا تھا وہیں شرعی مسئلوں اور دیگر اسلامی امور پر سیر حاصل گفتگو بھی کی جاتی تھی۔

علی کو اس درس میں شرکت کرنے کا موقع جنید حالی کی توسط سے ہی ملا تھا۔

پورے ہفتے وہ بھی اپنی پڑھائی میں کافی مصروف رہا کرتا تھا۔ لیکن ہر جمعے کو وہاں آنے کے لئے وقت نکال ہی لیتا تھا۔

وہ مسلمانوں کی محفل تھی۔ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے متعلق بیان اور گفتگو کی جاتی تھی۔ جسے سننے اور کہنے والے مسلمان ہی ہوا کرتے تھے۔ایک خوشگوار سی حیرت میں مبتلا سب اس شخص کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے جو سب سے پہلی رو میں بیٹھا اشتیاق سے نظریں گھما گھما کر دیواروں پر آویزاں صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ حاضرین محفل کو بھی دیکھ رہا تھا۔جو ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہوئے گرمجوشی سے مل رہے تھے۔

اپنی شکل و حلیے سے وہ اس ماحول میں مس فٹ نظر آتا تھا۔

آج سے پہلے وہاں کسی نیلی آنکھوں اور سفید رنگت والے شخص کو نہیں دیکھا گیا تھا۔

آج ناجانے کون سی برکتیں اور رحمتیں وہاں اتری ہوئی تھیں کے پہلی بار تھا کے، اللہ کو ماننے والوں کے ساتھ ایک بت پرست بھی وہاں موجود تھا۔

آج کا درس پروفیسر شمس الرحمان دینے والے تھے۔ جو جامعہ سے منسلک ایک سینئر پروفیسر تھے۔
پینٹ شرٹ پہنے سرمئی داڑھی اور سرمئی بالوں والے پروفیسر درمیانی عمر کے تھے۔ جو آنکھوں پر نازک سے فریم کا نظر کا چشمہ لگائے کافی جاذب نقوش کے حامل تھے۔

جب ان کی نظر ہیری پر پڑی تو پہلے چونکے پھر مسکرا کر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"السلام و علیکم۔۔"

ہیری نے کچھ حیرانگی سے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر جھینپتے ہوئے "وعلیکم السلام کہہ کر ان سے ہاتھ ملا لیا۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" انھوں نے شفیق سے انداز میں پوچھا۔

"ہیری۔۔ ہیری نام ہے میرا"

ان کے دوستانہ انداز پر اس نے اس بار اعتماد سے جواب دیا۔

"ماشاءاللہ آج جناب ہیری صاحب بھی ہمارے ساتھ اس محفل میں شریک ہیں۔ اللہ ان کی تمام جائز مرادوں کو پورا کرے اور انھیں ہدایت کی نعمت سے نوازے آمین۔۔"

پورے ہال کمرے سے آمین کی صدا ابھری تو جانے کیوں اسے کافی اچھا محسوس ہوا۔ جیسے پروفیسر نے کوئی پیاری سی دعا اسے دی ہو۔ جس پر حاضرین محفل نے صدق دل سے آمین کہتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کے وہ بھی خواہش مند تھے کے ہیری کے حق میں کی جانے والی دعا ضرور قبول ہو۔

ایک دم وہاں خاموشی چھا گئی۔ سب زیر لب درود پاک پڑھنے لگے۔ پھر کچھ ہی لمحوں بعد اس خاموشی کو پروفیسر صاحب کی شیریں آواز نے توڑا

"میرے بھائیوں ! اس کام میں بھلائی مت تلاش کرو جس کی بنیاد ہی شر سے ہوئی ہے۔ اللہ نے جسے حرام لکھ دیا وہ تمہارے لئے حلال نہیں ہو سکتا۔ یہ جو نگاہ ہوتی ہے ناں سارا کام یہی خراب کرتی ہے۔

جب یہ قابو میں نہیں رہتی تبھی شر جنم لیتا ہے۔ آنکھ جو دیکھتی ہے وہ خیال بنتا ہے۔نگاہوں کو پاک رکھو تاکے خیالات پاکیزہ رہیں۔

"روح کی غذا کیا ہے؟ وہ جو دیکھو گے، جو سنو گے جو اپنے ذہن و دل میں ڈالو گے وہی تمہارے خیالات بنیں گے۔"

ایسے خیالات کو اپنے اندر جنم مت لینے دو جو تمہارے دل کو مردہ کردیں۔

مردہ دل کس کا ہوتا ہے؟ جس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں ہوتی۔

اور جہاں اللہ کی یاد نہ ہو۔ اس کا ذکر نہ ہو وہاں صرف بے برکتی اور نحوست ہوتی ہے۔

"شیطان کو سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے؟ نعوذباللہ ہمارے آخری نبی ﷺ سے۔۔ اسے قرآن نہیں پسند۔۔ اس سے نہیں برداشت ہوتا کے کوئی اللہ کی عبادت کرے۔ اس کا ذکر کرے۔

جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے شیطان اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتا۔ اسے اتنا ناگوار لگتا ہے اللہ کا کلام۔ اور وہ یہی کرتا ہے۔ لوگوں کو روکتا ہے۔ منع کرتا ہے کے تم اپنے رب کی عبادت مت کرو۔ اس کا کلام مت پڑھو۔۔ اس میں کچھ نہیں رکھا۔ مر تو تم نے ویسے ہی جانا ہے تو زندگی کو انجوائے کر کے مرو۔ اپنی خواہشات سے منہ مت موڑو۔ گانیں سننا کوئی حرام تھوڑی ہے۔ صرف تھوڑا سا گناہ ہی تو ملتا ہے۔ اور گناہ کا کیا ہے وہ تو اللہ معاف کر ہی دے گا۔ شاباش تم جیو اپنی زندگی۔

شیطان کو اللہ نے انسان کا کھلا دشمن کہا ہے۔ لیکن ہم اس چیز کو سنجیدہ ہی نہیں لیتے۔ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا ہے وہ کس طرح چپکے سے آخر ہماری زندگی میں زہر گھول جاتا ہے۔ وہ تو اس تاک میں رہتا ہے کے کسی طرح بندے کو اس کے رب سے دور کردوں۔ یہی تو وعدہ کیا تھا اس نے اللہ سے۔۔

کے جب تک حشر کا وقت نہیں آتا تب تک مجھے مہلت دے۔۔۔ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور وہ کر رہا ہے۔

انسان اتنا کم فہم، اتنا نا سمجھ اور اتنا بے وقوف نہیں ہے جتنا وہ بنتا ہے۔

سارے گناہ اور برے کام کر کے شیطان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے کے مجھ سے یہ کام اس مردود نے کروایا۔ میں نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے مجبور کیا۔

اور تمہیں معلوم ہے قیامت کے دن جب بندہ یہی بات کرے گا تو شیطان آکر کیا کہے گا؟

وہ کہے گا۔ جو کیا وہ تونے خود کیا۔ میں نے تو صرف مشورہ دیا تھا کے یہ کام کرو۔۔ میں نے ہاتھ پکڑ کے کرنے کے مجبور نہیں کیا تھا۔

تم نے میرا مشورہ کیوں مانا؟ تم انکار بھی کر سکتے تھے تم میرے مشورے کو رد بھی کر سکتے تھے کے۔ نہیں مجھے یہ کام نہیں کرنا۔ میرے اللہ نے اور اس کے محبوب ﷺ نے روکا ہے۔ منع کیا ہے کے یہ کام مت کرنا۔ تم نے اپنی مرضی و منشا سے کیا جو بھی کیا۔ لہذا میرے پر اپنا جرم مت دھرو۔۔

پھر کیا ہوگا؟ پھر ہم کیا عذر پیش کریں گے اللہ کے آگے؟

اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر دور میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ جب لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں کے ان کو سنو۔ اللہ پر ایمان لاو۔ شیطان کے راستے پر مت چلو اس کی منزل تو جہنم ہے۔ تم اللہ کے راستے پر چلو۔ رسول ﷺ کی سنتوں پر عمل کرو۔

لیکن کچھ لوگ تکبر میں آجاتے تھے۔ وہ جھٹلاتے تھے۔یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے کے یہ کتاب اللہ نے بھیجی ہے۔ ہم کیوں مانیں اس کی تعلیمات۔۔ ہم تم وہیں کریں گے جو ہمارا دل چاہے گا۔

اور پھر معلوم ہے ان کے ساتھ کیا ہوا؟ اللہ نے ان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

ہم کیا کرتے ہیں؟ ہم بھی تو یہی کرتے ہیں۔ موذن اذان دے رہا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ بھلائی کے راستے پر آو۔۔

اور ہم کیا کرتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔ ٹی وی کی آواز کو کم کر دیں گے۔لیکن

اسے آف نہیں کریں گے۔ سماعتیں اذان کی جانب ہیں لیکن نظر اور دماغ اسکرین میں لگا ہے۔

دل اس انتظار میں ہے کے کب یہ اذان ختم ہو اور میں آواز بڑھا کر اپنے پروگرام کو دیکھوں۔ کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اللہ دن میں پانچ بار کہتا ہے آو مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ میں ہی تمہارا رب ہوں۔ میرے علاوہ تمہیں کون نوازے گا؟۔ لیکن ہمارا دل اس قدر مردہ، اس قدر سیاہ ہو چکا ہے کے کبھی نماز پڑھ بھی لیں تو نہ ذہن حاضر ہوتا ہے اور نہ دل۔۔

نماز میں بھی یہی خیال آرہے ہوتے ہیں کے جلدی سے ادا کروں اور اپنے کاموں کو مکمل کروں۔

"کیا ہم صرف دنیاوی کاموں کو نمٹانے کے لئے اس دنیا میں آئیں ہیں؟

سارے کام ایک طرف نماز کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے صرف پانچ نمازیں نہیں پڑھی جاتیں ہم سے۔ با مشکل ایک گھنٹہ لگتا ہے ساری نمازوں میں۔

قرآن پڑھنے بیٹھے تو سمجھ کچھ آنہیں رہی ہوتی اور بس پڑھے چلے جا رہے ہوتے ہیں۔

اللہ کے بندوں۔۔ اس کا ترجمہ تو پڑھو۔اس کی تفسیر تو پڑھو۔۔ سمجھو تو سہی کے اللہ کہہ کیا رہا ہے۔

لیکن نہیں۔۔ ہم کیوں سمجھیں؟ ہم کیوں مانیں؟ پڑھ لیا بس فرض ادا ہو گیا۔ ہماری شفاعت تو ویسے ہی ہو جانی ہے۔

آخر کو حضور ﷺ کے امتی ہیں۔وہ کروا دیں گے ہماری شفاعت۔

اور یہ وہی حضور ﷺ ہیں جن سے اللہ فرمایا کرتے تھے کے

" میرے محبوب! ساری رات نہ جاگا کر۔ کبھی سو بھی لیا کر"

وہ ساری ساری رات اللہ کو یاد کرتے ہوئے ان کی عبادت میں گزار دیا کرتے تھے۔

اور ایک ہم ہیں کے پانچ نمازیں پڑھنا اتنا بھاری لگتا ہے۔

کیوں لگتا ہے بھاری؟ کیوں کے ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کے رب ہے کیا؟

اللہ کے بارے میں جانتے ہی کچھ نہیں ہے۔ اس کو سمجھتے ہی کچھ نہیں ہیں۔

بس آنکھیں بند کر کے شیطان کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔

ہمیں اپنی ماں سے دنیا میں سب سے زیادہ محبت ہے کے اس نے ہمیں پیدا کیا۔ ہمیں اس دنیا میں لانے کا ذریعہ بنی۔

تو پھر اپنے رب کو کیوں بھلا بیٹھے ہو؟۔۔ اس سے کیوں منہ موڑتے ہو۔ کیا ہمیشہ کے لئے یہاں رہ جاو گے؟ کبھی پلٹ کے اس کے پاس نہیں جاو گے؟

یہ دنیا تو ایک دھوکا ہے۔ ایک پل میں مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گی۔ جب اللہ اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ اور پوچھے گا کے۔

بتا میرے بندے۔۔ دنیا میں بھیجا تھا میں نے تجھے۔ کیا کر کے آو ہو وہاں پر؟

کیا جواب دیں گے ہم خالق کو؟

کے کچھ نہیں کیا ہم نے۔ گناہ پر گناہ کرتے رہے۔ موویز دیکھنے میں مگن رہے۔ بڑے بڑے سنگرز کے گانے سنتے رہے۔

کیا یہ جواب دیں گے؟

کافر کہتے ہیں اللہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہم کیوں مانے کے یہ کائنات اس نے بنائی ہے۔

تمہیں نہیں دکھائی دیتا۔ کیوں کے تمہارے پاس دیکھنے والی آنکھ ہی نہیں ہے۔

ہم سے پوچھو، ہمارا تو یہی عقیدہ ہے کے ذرے ذرے میں اسی کی ذات پوشیدہ ہے۔

وہی تو ہے جو چوبیس گھنٹے تمہاری جانب متوجہ رہتا ہے۔ تمہیں دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ جب اس سے مانگتے ہو تو وہ فرشتوں سے فرماتا ہے کے۔

دیکھو۔ میرا بندہ مجھے یاد کر رہا ہے۔ مجھے پکار ہے۔

وہ تمہاری ایک پکار پر لبیک کہتا ہے۔ پھر تم اس کے پکارنے پر اس کے پاس کیوں نہیں جاتے؟

جس نے بنایا ہے اسی سے منہ موڑو گے تو آخرت میں پھر کس سے فریاد کرو گے؟"

ہال کمرے میں ایک گہرا سکوت طاری تھا۔ صرف پروفیسر صاحب کی نرم سی آواز وہاں گونج رہی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر جذب سے بولتے ہوئے وہ سب پر نگاہ ڈال رہے تھے جو خاموشی سے انھیں سن رہے تھے۔

"آو ماشا۔۔" وہ دستک دے کر اندر آئی تو فرمان نے اسے کاوچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسی کے منتظر تھے۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھ گئی۔ جانے فرمان نے اسے کیا کہنے کے لیے بلایا تھا۔

"داریان کے لیے تمہاری پسندیدگی سے ناواقف نہیں ہوں میں۔۔"

فرمان کے سادگی سے کہنے پر بھی اس پر گھڑوں پانی پڑا تھا۔ نظریں جھکائے وہ لب کاٹنے لگی۔

"اور میں یہ بھی جانتا ہوں کے داریان کی ذات کے حوالے سے کافی متجسس بھی ہو تم۔۔ اور ایسا ہونا کوئی غلط بات نہیں"

"میں جو کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا ماشا۔۔دھیان سے "

رائٹنگ ٹیبل کی چیئر اٹھا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ جو کچھ کہنے لگے تھے ان کا دل راضی نہیں تھا اس پر۔

"تم کئی بار عیشہ سے پوچھتی ہو کے میں اپنے خاندان والوں سے اور رشتے داروں سے کیوں نہیں ملتا؟ ہم خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک کیوں نہیں ہوتے۔۔ میں بتاتا ہوں تمہیں اس کی وجہ۔۔"

بات کو جاری رکھنے میں انھوں نے کچھ لمحوں کا توقف کیا۔ پھر گہری سانس بھر کر بولے۔

"اس کی وجہ داریان ہے۔۔ "

ماشا نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر انھیں دیکھا۔
جن کے چہرے پر نامعلوم سی اذیت رقم تھی۔
"میں اسے اپنا بھائی کہتا ہی نہیں سمجھتا بھی ہوں۔۔ لیکن میرے خاندان والوں کو وہ قبول نہیں۔۔ وہ کہتے ہیں اگر مجھے داریان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر باقی سب سے واسطہ ختم کرنا پڑے گا"
"وہ لوگ داریان سے نفرت کرتے ہیں۔۔ اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔۔"
فرمان کو اس بارے میں بات کرنا اذیت ناک لگتا تھا۔
داریان کے ماضی پر بات کرنا انھیں تکلیف سے دوچار کر جایا کرتا تھا۔
"کیوں؟ ایسا کون سا گناہ کیا ہے انھوں نے؟"
فرمان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں حیرت تھی۔ تجسس تھا۔
"اس نے اللہ کو قبول کیا ہے"
"داریان کو صرف دیکھ کر ہی پتا چل جاتا ہے کے وہ ہمارا سگا بھائی نہیں ہے۔۔ لیکن میرے دل سے پوچھو۔۔ وہ مجھے اپنے خون کے ہر رشتے سے بڑھ کر عزیز ہے۔۔"
"میں نے اپنے خاندان والوں سے کہہ دیا تھا۔ اگر کسی کو مجھ سے رشتہ نہیں رکھنا تو نہ رکھے۔۔ لیکن میں داریان سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوں گا"
"وہ پہلے مسلمان نہیں تھے؟"
ماشا شاک کے عالم میں انھیں کہتے ہوئے سن رہی تھی۔
"انسان کا ماضی میٹر نہیں کرتا۔ نہ ہی اس کے ماضی کی بنیاد پر اس کے حال کو جج کرنا چاہیے۔۔ اللہ نے اسے ہدایت سے نواز کر میری دلی خواہش کو پورا کیا ہے"
گود میں دونوں ہاتھ دھرے۔ کچھ دیر اس نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں لگائی تھی
"وہ پریشان کیوں تھے؟"

کچھ دیر پہلے جو داریان کی حالت تھی وہ اس کے بارے میں میں محو سوال تھی۔

ایک وقت تھا جب وہ عروج کی بلندیوں کو چھونے والا تھا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔ دولت، عزت، شہرت، محبت۔۔ سب کچھ۔۔ لیکن پھر۔۔ اس نے سب کچھ چھوڑ دیا۔۔ اپنا گھر۔۔ اپنے ماں باپ۔۔ بہن بھائی۔ اپنا شہر، ملک۔۔ اپنی کامیابی۔۔ کچھ بھی نہیں رہا اس کے پاس۔"

"اس وقت میں اس کے ساتھ تھا۔۔ پلیٹ میں رکھ کر پیش کیۓ جانے والے سنہرے مستقبل کو اس نے میرے سامنے اللہ کی خاطر ٹھکرا دیا۔۔ سب کچھ اس کے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل گیا۔۔ اس ٹوٹے بکھرے داریان کو اس کے حال میں چھوڑ دینا میں نے گوارا نہیں کیا۔۔ میں اسے اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ میرے پیرینٹس کو وہ اپنے بیٹے کی طرح عزیز تھا۔ وفات سے پہلے وہ اس سے بھی اتنی محبت کیا کرتے تھے جتنی مجھ سے اور دائم اور مہد سے کیا کرتے تھے۔ میری کزن سے میری منگنی تھی اس وقت۔ کچھ ہی مہینوں میں شادی ہونے والی تھی۔ میرے تایا نے رشتہ قائم رکھنے کی شرط رکھ دی۔ اگر داریان کو واپس اس کے ملک بھیج دوں تو وہ اپنی بیٹی کی شادی کریں گے مجھ سے ورنہ نہیں۔۔ امی بابا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انکار کر دیا۔داریان کو اس وقت میری ضرورت تھی۔ میں اسے ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میرا رشتہ ختم ہو گیا۔ پھر عیشہ سے میری شادی ہو گئی۔ اس کے گھر والے بھی زیادہ یہاں آنا پسند نہیں کرتے۔"

"آپ کے خاندان والے ایسا کیوں سوچتے ہیں فرمان بھائی؟"

اس نے بھیگے لہجے میں پوچھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہ رہے تھے۔

"انھیں لگتا ہے کے نیلی آنکھوں والے باوفا نہیں ہوتے۔۔ اور یہ کے میں انتہائی بے وقوف انسان ہوں جو داریان کے دھوکے کا شکار ہو رہا ہوں۔۔اور ایک دن وہ مجھے برباد کر کے واپس اپنے ملک اور مذہب میں لوٹ جائے گا۔۔"

"بہت ہی چھوٹی سوچ کے مالک ہیں آپ کے رشتے دار۔۔ شکر ہے وہ یہاں نہیں آتے۔"

سرخ ناک اور بھیگی آنکھوں سے وہ خفگی سے بولی۔

"داریان نے یہاں آکر پھر کسی جن زاد سے قرآن پاک پڑھا تھا؟"

اچانک سے یاد آنے پر اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"وہ انگلش میں کئی بار اس کی تفسیر پڑھ چکا تھا۔ یہاں آکر اس نے باقاعدہ سیکھنا شروع کیا تھا۔"

"آپ نے مجھے بتایا نہیں ۔۔ وہ پریشانی میں توڑ پھوڑ کیوں مچا رہے تھے؟ کیا سچ میں کوئی جن زادی ان سے ملنے آتی ہے؟"

"جن زادی؟" فرمان نے حیرانگی سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔

مہد اور دائم کی طبیعت صاف کرنے کا انھوں نے قصد کر لیا تھا۔

"ان دونوں کو بھی صرف اتنا ہی معلوم ہے جتنا میں نے تمہیں بتایا ہے۔۔ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔۔"

"داریان کے لئے یقیناً تمہارے خیالات بدل گئے ہونگے۔ اب اگر اپنے قدموں کو واپس موڑنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔۔ لیکن میرے بھائی کے حوالے سے کبھی کوئی غلط بات مت کرنا ماشا۔۔ نہ کبھی اس کے ماضی کے بارے میں مزید جاننے کی کوشش کرنا۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ بہت نرمی سے اسے باور کروا رہے تھے۔

جو اس جھٹکے سے سنبھلنے کی کوشش ہی کر رہی تھی۔

"مس مہر ماہ"

وہ اپنے روم کی جانب بڑھ رہی تھی جب عقب سے ابھری آواز پر رکی۔ "جی کہئے مینیجر صاحب" اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ "کیا آپ نے نوٹ کیا ہے کے آپ کا بی ہیوئیر کیسا ہے باس کے ساتھ؟"

"نہیں تو۔۔ کیوں کیسا ہے میرا بی ہیوئیر؟" مہماہ نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔ "آپ بہتر جانتی ہیں کے کیسا ہے۔ اور اسے بہتر کریں اگر آپ جاب سے فارغ نہیں ہونا چاہتی تو۔"۔

"جب آپ کے باس کو میرے رویے سے مسئلہ نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونا چاہئے" وہ تنک کر بولی۔

"معلوم ہے مجھے۔ باس آپ کو کچھ نہیں کہیں گے بے شک آپ جو مرضی کرتی پھریں۔ لیکن اٹس مائی ریکوئسٹ۔۔آفس کے کسی ایمپلائی کے سامنے کم از کم آپ پروفیشنل نظر آئیں۔ اور میری موجودگی میں بھی! "

ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ اسے باور کروا رہا تھا۔

"آپ کے باس کو خود اپنی عزت کا خیال نہیں ہے تو میں کیوں کروں پھر؟" اس نے زچ ہو کر پوچھا

"مس مہر ماہ۔۔ میری ریکوئسٹ سمجھ لیں"

اس کے بعد مہر ماہ نے کچھ نہیں کہا۔

گہری سانس بھر پر "اف" کہتی اپنے روم کی جانب بڑھ گئی

عشاء کی نماز ادا کرنے اور کافی دیر تک سورت البقراہ کی تلاوت کرتی رہی تھی۔ پھر دعا مانگ کر اٹھی۔ قرآن پاک کو جزدان میں لپیٹ کر شیلف پر رکھ کے زیر لب کچھ آیتیں پڑھ کر خود پر دم کیا۔ سر پر لپٹے نماز کے انداز میں دوپٹے کو ڈھیلا کرنے کے بعد اس کا ارادہ ریشام کے روم میں جانے کا تھا جب پیچھے سے ابھری اس آواز پر ساکت ہوئی۔

"قرآن پاک کو اتنی روانی میں نہیں پڑھتے۔ بلکے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے ہیں۔"

بریزے کا سانس سینے میں اٹکنے لگا۔ تھوگ نکلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔اس کے بدترین خیالات کی تصدیق ہو چکی تھی۔

وہ پھر سے اس کے سامنے موجود تھا۔ شیاطین وغیرہ تو اس جگہ قدم نہیں رکھتے جہاں سور البقراہ کی تلاوت کی جاتی ہو۔ وہ اسی نیت سے پڑھ رہی تھی۔ لیکن اسے کیا معلوم کے جسے بھگانے کے لئے وہ پڑھ رہی ہے وہ تو سارا وقت اس کے پیچھے بیٹھا سکون سے اسے پڑھتے ہوئے سن رہا تھا۔

"تم مجھ سے جان چھڑانے کے لئے سورہ البقراہ پڑھ رہی تھیں؟ میں کوئی برا جن زاد نہیں ہوں۔ نہ ہی شیطان کا پیروکار ہوں۔ اللہ کا کلام تو میں خود بھی پڑھتا ہوں"

"تم کیوں میرے سامنے آتے ہو فاطم؟"

جھنجھلائے ہوئے انداز میں وہ بولی

"کیا تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے"

دو قدم اس کی جانب بڑھاتے ہوئے ساتھ ہی ابرو اٹھا کر استفسار کیا۔

"مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن کوئی میری بات کا یقین نہیں کرتا کے مجھے کوئی جن دکھائی دیتا ہے"

"تم کسی کو یقین کیوں دلانا چاہتی ہو؟"

''میں نہیں چاہتی کوئی مجھے پاگل کہے''

''تمہیں کسی کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں پاگل کہنے والوں سے میں خود ہی نمٹ لوں گا''

کیا شان بے نیازی تھی اس کی۔

''میں ریشام کے روم میں جا رہی ہوں۔ وہاں مت آجانا۔ وہ تمہیں دیکھے گی تو خوفزدہ ہو جائے گی''

''میں ہر کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوتا''

''میرے سامنے بھی مت ہوا کرو''

''تمہارے معاملے میں' میں مجبور ہوں''

''قرآن پاک لے کر آو''

اس کی اگلی بات پر وہ دنگ ہوئی۔

''کیوں؟'' اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔

''کچھ الفاظ کو ادا کرتے ہوئے تمہارا تلفظ ٹھیک نہیں تھا۔''

''تو کیا تم پڑھاو گے مجھے قرآن پاک؟''

''میں کیوں نہیں پڑھا سکتا؟''

''فاطم۔۔ اب تم خوفزدہ کر رہے ہو مجھے''

اس کی آنکھوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔

''میں تم سے کوئی وظائف نہیں کر وا رہا جو تم خوفزدہ ہو رہی ہو''

''تم ایک جن ہو۔ میں تم سے کیسے پڑھ سکتی ہوں بھلا؟''

"جنوں کے لیے کوئی الگ سے کتاب نہیں اتری تھی۔ ہم بھی وہی پڑھتے ہیں جو تم انسان پڑھتے ہو۔"

"میں آندہ روانی میں نہیں پڑھوں گی۔ آرام سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوں گی"

اس نے اتنی عجلت میں کہا کے مبادہ وہ اسے سچ میں ہی پڑھانے نہ بیٹھ جائے۔

وہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"تم ہنستے بھی ہو" بریزے سانس روکے بولی۔نگاہوں میں تحیر تھا۔

اب اس کی جگہ ہلکے سے خوف نے بھی لے لی تھی۔

جبھی کمرے کے ساری لائٹس ایک ساتھ بند ہوئی۔ سارے میں اندھیرا چھا گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ڈر کے باعث چیخنا چاہتی تھی لیکن یوں معلوم ہوا جیسے کسی نے اپنی ہتھیلی اس کے منہ پر رکھ دی ہو۔

وہ آنکھیں پھیلا کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سوائے اندھیرے کے اسے اور کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

ہلکی سی ایک روشنی کی لکیر کھلی کھڑکیوں سے اندر داخل ہوتی ہوئی اس کے گرد دائرے کی شکل میں گھومنے لگی۔

سنہری سی روشنی نے ان دونوں کے گرد ہالہ بنا لیا تھا۔ وہ جگنوں تھے۔ جو ایک قطار میں رقص کرتے ان کے گرد گھوم رہے تھے۔

وہ ساکت کھڑی تھی۔ دنگ نظروں سے کبھی جگنوؤں کو دیکھتی اور کبھی اپنے سامنے کھڑے مسکراتے فاطم کو۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہی اس اندھیرے کمرے میں جگنوؤں نے سنہری سی روشنی پھیلا دی۔ جو سارے میں اڑتے پھر رہے تھے۔

وہ مسمرائز سی انھیں خوشی سے دیکھ رہی تھی۔وہ سب اس کے لیے انوکھا تھا۔ اتنے جگنو اس نے ایک ساتھ کبھی نہیں دیکھے تھے۔

"یہ سب۔۔ بہت خوبصورت ہے" وہ خوابیدہ سی کیفیت میں بولی۔

جب کے وہ دیوار سے ٹیک لگائے سینے پر بازو باندھے اس دیکھنے میں مگن تھا۔ جومدھم سروں میں بجتے ساز کی دھن پر رقص کرتے تتلیوں اور جگنوؤں کے جھرمٹ میں ہاتھ پھیلا کر وہاں جھومتی مسرور سی تھی۔

آفس وزٹ سے آکر وہ ابھی روم میں آ کر بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی زید کو بھی بلوا لیا تھا۔

"مس مہر ماہ کے متعلق آپ نے جو انفارمیشن لینے کے لئے بھیجا تھا میں معلوم کر آیا ہوں"

اس نے آتے ہی ایک فائل اس کے سامنے رکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"بتاو"

اپنے دوسرے کام چھوڑے وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"مس مہر ماہ ریمنٹ کے گھر میں رہائش پذیر ہیں اپنے پیرنٹس کے ساتھ"

"ریمنٹ کے گھر پر؟"

سالار کی پیشانی پر نا سمجھی و الجھن کے بل پڑے۔

"ان کے فادر جن کے ساتھ پارٹنر شپ میں بزنس کر رہے تھے اس نے سلطان زہیر کی تمام پراپرٹی دھوکے سے اپنے نام کروا لی تھی۔ یہاں تک کے ان کا آبائی گھر بھی۔ جس کی مالیت کروڑوں میں تھی"

یہ خبر اس کے لیے حیران کن تھی۔ ساتھ میں افسوس ناک بھی۔

"اب وہ کیا کر رہے ہیں؟"

"ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ اور کافی علیل بھی ہیں جس کے باعث کہیں جاب نہیں کر رہے۔مس مہر ماہ کے علاوہ ان کی کوئی اولاد بھی نہیں"

"جو ایڈوانس مس مہر ماہ نے لیا تھا وہ سلطان صاحب کے علاج کی وجہ سے ہی لیا تھا"

ایک ایک کر کے وہ ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کرتا جا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جاو تم۔۔"

ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

"اوکے سر۔۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے باہر چلا گیا۔ جبکے وہ راکنگ چئیر پر بیٹھے پیچھے کو ٹیک لگائے گہری سوچوں میں غلطاں تھا۔

"وہ ماضی کی جس مہر ماہ کو جانتا تھا اسے تو اپنے باپ کی دولت و امارت پر کافی زعم تھا۔غرور و تکبر تو اس کی شخصیت کا حصہ مانا جاتا تھا۔ خاص برینڈز کے علاوہ کسی لوکل برینڈز کی اشیاء کو تو وہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

اس کے ہاتھوں کی انگوٹھیاں تک امیٹیشن نہیں ہوا کرتی تھیں۔

اصلی ہیروں اور سونے سے بنے زیورات اسے دیوانگی کی حد تک پسند تھے۔

لیکن اس وقت کی مہر ماہ اور آج کی مہر ماہ میں اسے زمین آسمان کا فرق نظر آیا تھا۔

کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟"

عبیر اس کی ماتھے کی بینڈیج چینج کر رہا تھا جب اسے غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے کسی خیال میں غرق پایا تو نا سمجھی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔"

عبیر کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی تھی۔ چونک کر اسے جواب دیا۔

"کچھ پریشان سے لگ رہے ہو سب خیریت تو ہے؟"

"پریشان نہیں ہوں۔ لیکن خیریت بھی نہیں ہے"

"کیا مطلب؟ کیسی خیریت نہیں ہے؟"

"آپ کو بتاوں گا تو آپ مجھے پاگل کہیں گے۔"

اس کے حیرانگی سے پوچھنے پر عاشر نے جواباً کہا۔

"عام دنوں میں بھی ایک نارمل انسان والی بات کی توقع میں رکھ بھی نہیں سکتا تم سے۔ بتاو کس وجہ سے پریشان ہو؟"

"بریزے کی بات پر یقین ہے آپ کو؟"

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اس نے پوچھا۔

''کون سی بات پر؟''

''یہی کے اسے۔۔اسے کوئی جن نظر آتا ہے''

عاشر جانے کیوں جھجھک محسوس کر رہا تھا اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے۔

''جانے اس کے دماغ میں کیا خناس بھرا ہے۔''

وہ محظ بڑبڑا کر رہ گیا۔

''یعنی آپ کو یقین نہیں ہے؟''

''کیا فضول بات کر رہے ہو عاشر؟۔ اب تم بھی اس کی طرح باتیں کرکے میرے سر میں درد مت کرو''

عبیر کی اب واقعی میں بس ہو چکی تھی۔ گزرے دنوں سے جن نامہ سن سن کر وہ پک چکا تھا۔

''عبیر بھائی اس چیز کو ڈینائی بھی تو نہیں کیا جا سکتا نا؟'' ''میں نہیں کر رہا ڈینائی۔۔''

''لیکن آپ یقین بھی تو نہیں کر رہے''

''کم از کم میری عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کے اس حویلی میں ایک جن گھوم رہا ہے''

''میں نے آپ سے کہا تھا کے مجھے اپنے ایکسیڈنٹ سے پہلے ایک سایہ نظر آیا تھا''

''لیکن تم اس پر شیور نہیں تھے۔ تم نے خود کہا تھا کے وہ محظ تمہارا وہم بھی ہو سکتا ہے''

عبیر نے اس طرف بھی اس کی یاد دہانی کروانا ضروری سمجھا۔

''ہاں میں نے کہا تھا یہ۔ لیکن۔۔''

"لیکن؟"

"میں نے اسے ---اسے دوبارہ دیکھا"

نظریں جھکائے کہتے ہوئے وہ خود پر افسوس کر رہا تھا کے یہ بات وہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے۔ جو کبھی اس قسم کی بات کہنے پر بریزے کا مذاق بنایا کرتا تھا۔

"عاشر-- ہوش میں تو ہو نا تم؟"

عبیر کو لگا واقعی میں اس کا دماغ چل گیا ہے۔

"ہوش و حواس میں ہی میں نے اسے دیکھا تھا۔ فاز کی شکل میں میرے سامنے آیا تھا--کہہ رہا تھا بریزے سے دور رہو"

"اور؟"اس نے ضبط سے پوچھا۔

"پھر غائب ہو گیا"

"یہ کیسا جن ہے جو تمہیں اور بریزے کو ہی دکھائی دیتا ہے؟ ہم بھی تو اس حویلی میں ہی رہتے ہیں۔ اسے کہو کبھی ہمارے سامنے بھی آجایا کرے"

"بھائی آپ میری بات کو سیرئیس نہیں لے رہے"

"وہ تم سے کیوں کہہ رہا تھا بریزے سے دور رہنے کو؟"

عبیر نے جانچتی نظروں سے اس انداز سے پوچھا کے وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی جگہ پر گڑبڑا گیا۔

"بھائی آپ شک مت کریں مجھ پر--"

"اصل بات بتاو--" اس نے سختی سے پوچھا۔

"اصل میں وہ بریزے پر عاشق ہو چکا ہے"

"فضول بات کرو گے تو ایک تھپڑ لگاؤں گا تمہیں"

"میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں آپ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے" اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کے کس طرح عبیر کو اپنی بات کا یقین دلائے۔

"تم نے ایسا کیا کیا بریزے کے ساتھ جو اس جن زاد کو تمہارے سامنے ظاہر ہونے کی زحمت کرنی پڑی؟"

اس کی نگاہوں میں شک نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گیا۔

"میں نے بس۔۔میں نے بس اسے ڈرا دیا تھا تھوڑا سا۔۔"

"ڈرا دیا تھا؟"

"عبیر بھائی آپ اس طرح سے سوالات کر کے مجھے میری ہی نظروں میں شرمندہ کر رہے ہیں۔۔ میں نے بس اسے کہا تھا کے اسے چھت سے پھینک دوں گا۔۔"

"چھت سے پھینک دوں گا؟ گڈ اور ایکسیڈنٹ کس بات پر ہوا؟ ایسا کیا کہا تھا تم نے بریزے کو کہ اس کا بدلہ لینے کے لئے اس جن نے تمہارا ایکسیڈنٹ ہی کروا دیا؟"

سینے پر بازو باندھے وہ جانچتی پرکھتی نظروں سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔

جو کچھ پریشان اور الجھن زدہ سے تھے ۔

عبیر کی پوچھ گچھ پر اس کا چہرہ اب سرخی مائل بھی ہونے لگا تھا۔

"بحث ہو گئی تھی تھوڑی سی کسی بات پر"

"تھوڑی سی بحث پر اس نے یہ حشر کیا تمہارا؟"

وہ طنز سے بولے۔

"شاید وہ کچھ زیادہ ہی پوزیسیسو ہو رہا ہے بریزے کے لئے"

"بحرحال تم دونوں کے لئے ہی بہتر ہے کے اپنے خالی دماغ کو کہیں پر مصروف کرو۔ بریزے نے بھی ایڈمشن فارم سبمٹ کروا دیے ہیں۔ اب وہ تمہارے ساتھ ہی یونیورسٹی جایا کرے گی"

"میری یونیورسٹی میں ایڈمشن کیوں کروایا ہے اس کا؟"

اس کا دماغ بھک سے اڑا۔

"عاشر۔۔"

عبیر نے محظ اس کا نام لینے پر اکتفا کیا۔

"عبیر بھائی میں اس آفت کی پرکالہ کو اپنے ساتھ لے کر نہیں جاوں گا"

اس کا موڈ پل میں بگڑا۔

"مت لے کر جانا۔ میں پک اینڈ ڈراپ دے دیا کروں گا اسے"

وہ ابھی کچھ کہتا کے جبھی فاز چائے کا کپ پکڑے دوسرے ہاتھ میں فون لیے اپنے ہی دھیان میں وہاں آیا۔

وہ دونوں بھی اس وقت لاؤنج میں ہی بیٹھے دھیمی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ فاز نے جب ان دونوں کو دیکھا تو عبیر فرسٹ ایڈ باکس بند کر رہا تھا جب کے عاشر کینہ طوز نگاہوں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"عبیر بھائی سمجھا لیں اسے۔ صبح سے اتنی مشکوک نظروں سے گھورے جارہا ہے مجھے۔۔ کوئی بات کروں توآگے سے پوچھتا ہے کے "پہلے بتاو کے بریزے تمہاری بہن ہے یا اس سے بڑھ کر ہے؟" اس نے بیزار کر کے رکھ دیا ہے مجھے"

عاشر کی وجہ سے اس کا سہی معنوں میں دماغ خراب ہو چکا تھا۔

"وہ کہہ رہا ہے کے جن تمہاری شکل میں اس کے پاس آیا تھا۔"

عبیر نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

"میری شکل میں؟"

وہ ہونقوں کی طرح کبھی عبیر کو دیکھ رہا تھا تو کبھی عاشر کو۔

"جب تم روم کے باہر کھڑے تھے لیپ ٹاپ لے کر تب میں اس کے ساتھ کمرے میں موجود تھا۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا کے۔۔"

عاشر روانی میں کہتے کہتے رکا۔

کچھ سوچا، پھر سر جھٹک دیا۔

عبیر کی طرح اس نے بھی فضول میں مشکوک ہو جانا تھا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

فازنا سمجھی سے اس کی جانب متوجہ تھا جو نچلا لب دبائے عبیر کو مدد طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا

وہ عاشر کے تاثرات سے سمجھ گیا تھا کے وہ کیوں کہتے کہتے رک گیا۔

''کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ بریزے کے پاس عاشر کی شکل میں آتا ہے اور عاشر کے پاس تمہاری شکل میں۔۔دیکھا جائے تو اب تمہاری باری ہے۔ محتاط رہنا کیا معلوم کس کے روپ میں ظاہر ہو جائے تمہارے سامنے۔''

لا پرواہی سے کہتے ہوئے وہ فاز کو ڈرا گیا تھا۔

''اللہ نہ کرے جو وہ میرے سامنے آئے۔ میرا تو اس سے کوئی واسطہ نہیں''

''ہاں لیکن تمہاری بہن کا واسطہ ضرور پڑ چکا ہے اس سے۔۔ اب اس کے حوالے سے ہی سہی۔۔ وہ جن تم سے دعا سلام کرنے ضرور آئے گا۔۔ آخر کو ایک اکلوتے سالے ہو اس کے''

عاشر نے طنز سے کہا تو عبیر نے ایک تنبیہ نظر اس پر ڈالی۔

''کوئی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاو اپنے روم میں۔۔ جو میں نے کہا ہے یاد رکھنا۔۔ بریزے تمہارے ساتھ ہی یونیورسٹی جائے گی''

عبیر نے حتمی انداز میں کہتے ہوئے بات ہی ختم کردی۔

''اور اگر اس کے جن کو پسند نہ آیا اس کا میرے ساتھ جامعہ آنا جانا تو؟۔۔ آپ کو معلوم ہے ہماری نہیں بنتی۔ غصے میں کچھ کہہ دوں گا میں اسے تو آپ کو تو وہ کچھ نہیں کہے گا سارا غصہ مجھ پر اتارے گا کے میں نے اس کی چڑیل کو ایسے کیوں کہا، ویسے کیوں کہا۔ ''

وہ اتنے شکایتی انداز میں اس سے مخاطب تھا کے عبیر نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔

''عزت سے نام لو بریزے کا۔ یہ نہ ہو اس بے ادبی پر وہ تمہیں پھر سرزنش کرنے کے لئے سامنے آجائے''

بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ اٹینڈ کر کے وہ اپنے روم میں آگیا تھا۔

آج صبح سے ہی اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ معمول کے مطابق اس نے آفس وزٹ بھی نہیں کیا تھا۔ ساری میٹنگز اور اپائیٹمنٹس بھی کینسل کروا دی تھیں۔

"چار بجے تمہاری بہروز اینڈ سنز کے ساتھ میٹنگ ہے"

ہاتھ میں پکڑی چھوٹی سی ڈائری پر لکھے آج کے شیڈول کو دیکھتے ہوئے اس نے سالار کی یاد دہانی کروائی۔

"میں کہہ چکا ہوں آج کی ساری میٹنگز کینسل کردو"

کوٹ اتار کر اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے تکان سے کہا۔

مہر ماہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو دو آنکھیں موندیں دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو گھر چلے جاو"

"اس کی ضرورت نہیں، ٹھیک ہوں میں"

"آج مزید کوئی کام نہیں ہے تو میں آف کر رہی ہوں پھر"

سالار نے پلکیں وا کر کے اسے دیکھا۔ جو سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہنے کو اس کی ایمپلائی تھی۔ لیکن کسی کام کے لئے وہ دوسرے ورکرز کی طرح اجازت نہیں مانگا کرتی تھی۔ صرف فیصلہ سنایا کرتی تھی۔ اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں سب کچھ ویسا ہی تھا۔

لیکن اس نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اس کی شان و شوکت سے میل نہیں کھاتا تھا۔ جس قسم کے لباس وہ پہننا پسند کیا کرتی تھی ان کی قیمت ہزاوں میں ہوا کرتی تھی۔ اس کے شوز، گھڑی، ائیر رنگ۔۔ سب معمولی قیمت کے تھے۔

"بیٹھو۔۔"

سنجیدگی سے اس نے مہماہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جو بنا کچھ کہے بیٹھ گئی۔ لیکن چہرے پر الجھن ضرور تھی۔

"میں پوچھنا نہیں چاہتا لیکن۔۔ وہ مہر ماہ کہاں ہے جسے میں جانتا تھا؟"

اس کی نرم دھیمی سی آواز اسے تیر کی طرح لگی تھی۔

اسے معلوم تھا ایک نہ ایک دن وہ ضرور استفسار کرے گا۔

لیکن آج وہ موقع ہوگا یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

نہ ہی وہ اس کے لیے تیار تھی۔

پہلے اس کی آنکھوں میں تحیر کے رنگ ابھرے پھر سرد مہری کے۔

"تمہیں اس سے کیا لینا دینا؟"

اپنے تیکھے انداز لہجے میں اس نے استفسار کیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں"

"میرے سامنے ایسے پوز مت کرو جیسے تمہیں کچھ معلوم نہیں۔۔۔ میرے بارے میں کیا تم نے ساری انفارمیشن نہیں نکلوائی ابھی تک؟.. یا میرے منہ سے سننا چاہتے ہو؟۔۔تاکے میرے منہ پر میری ہنسی اڑا سکو"

اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

لہجے میں بھی شعلوں کی لپک تھی۔

"تم پہلے صرف مغرور ہوا کرتی تھیں۔ لیکن اب تلخ بھی ہو گئی ہو"

"حالات ایک سے نہیں رہتے مسٹر سالار"

طنز سے مسکراتے ہوئے اسے باور کروایا۔

"تمہارے فادر نے کیس فائل کیوں نہیں کیا فراڈ کا؟"

اسے دکھ رہا تھا کے یہ موضوع مہرماہ کے لیے کس قدر نا قابل سماعت اور برداشت بن رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے محو سوال وہ اس وجہ کو جان لینا چاہتا تھا جو وہ تب سے جاننے کا منتظر تھا جب سے مہرماہ کو اپنے آفس میں دیکھا تھا۔

"سالار بہتر ہوگا کے تم میرے پرسنل میٹرز میں مت پڑو"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"

اس کے چہرے پر نرم سا تاثر تھا۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے"

تیز لہجے میں کہتے ہوئے وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"بیٹھ جاو مہر ماہ۔" اپنے دکھتے سر کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ تکان سے بولا۔ لیکن اس کی ہر بات کی نفی کرنا جیسے اس پر فرض تھا۔

ابھی بھی اسے کوئی اہمیت دئے بنا اس کے آفس سے نکل گئی تھی۔

دکھتے سر کو اس نے سیٹ کی پشت سے ٹکا لیا تھا۔

آسمان پر بادلوں کے ڈیرے میں چھپا سورج پل بھر کو اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو رہا تھا۔اس کی آنکھ مچولی سے کچھ دیر سارے میں نرم سی روپہلی روشنی پھیل جاتی۔ جو پھر بادلوں کے امڈ آنے سے فوراً چھپ جاتی۔

سینے پر بازو لپیٹے وہ اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا یہاں وہاں کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخری پیپر بھی آج ان کا ہو گیا تھا۔ واپسی پر حویلی جانے کے بجائے ریشام نے اسے ایک صوفی بزرگ کے مزار پر چلنے کو کہا تو وہ اسے وہاں لے آیا۔ خود اندر نہیں گیا تھا۔ اس کے انتظار میں باہر ہی کھڑا رہا۔ اسے گئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی۔ جب سفید بے داغ لباس پر سیاہ چادر خود پر لپیٹے وہ واپس آتی دکھائی دی۔ اسے واپس آتے دیکھ یوسف نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

ویسے ہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

''ہاتھ آگے کرو''

اس کے سامنے کھڑی حکم جاری کیا۔ ''کس لیے؟'' اس نے ابرو کے اشارے سے پوچھا۔

''کرو تو سہی'' وہ زور دے کر بولی تو یوسف نے الٹا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ ریشام نے تنک کر اسے دیکھتے ہوئے اس کا الٹا ہاتھ نیچے کر کے سیدھا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

''یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟'' وہ حیرانگی سے اسے اپنی کلائی پر کوئی دھاگہ سا لپیٹتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

''منت کا دھاگہ ہے'' وہ اپنے کام میں مصروف سی بولی۔

"تو پھر اسے آپ کو اپنے ہاتھ پر باندھنا چاہیئے" اس نے ناراضگی سے کہا۔

"جب منت تمہاری لیے مانی ہے تو یہ دھاگہ بھی تمہارے ہاتھ پر ہی ہونا چاہیئے نہ" سختی سے گانٹھ لگا کر اس نے کاجل سے لبریز سیاہ آنکھیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"آپ کیوں ان چکروں میں پڑ رہی ہیں؟--ان سب کا کوئی فائدہ نہیں"

اس نے دھاگہ بندھوانے سے منع نہیں کیا تھا۔ لیکن اعتراض ضرور کیا تھا۔

"کیا تمہارا معجزوں پر ایمان نہیں؟" اس نے تیکھے ابرو سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"معجزہ؟ "

اس کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ ابھری۔

"آپ کہنا چاہ رہی ہیں کے آپ منت مانے گی تو حویلی والوں کے دل نرم پڑ جائیں گے؟ اور وہ بخوشی راضی ہو جائیں گے؟"

"ایسا ہو بھی سکتا ہے-- نا امید نہیں ہونا چاہیئے انسان کو-- آجاو تم بھی دعا مانگ لو" وہ شاید اسے بلانے کے لیے ہی واپس آئی تھی۔

"نماز پڑھ کر دعا مانگنا کافی نہیں جو آپ یہاں آئی ہیں؟"

"جتنا ہو سکے اتنی دعا مانگنی چاہیئے-- اللہ کہتے ہیں میرے نیک بندوں کے وسیلے سے بھی دعا مانگا کرو-- میں وہ بھی قبول کیا کرتا ہوں۔ اور ہر بات میں بحث کرنا لازمی ہوتا ہے تمہارا؟ چپ چاپ اندر چلو میرے ساتھ"

بیچ کا فاصلہ اس نے قائم رکھا تھا۔ ورنہ تو یوسف کو لگا کہیں وہ ہاتھ پکڑ ہی اندر نہ لے جائے۔

"کیا آپ مجھ سے دستبردار نہیں ہو سکتی؟"

اس نے بے چارگی سے پوچھا۔

"یوسف تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ ہر دو دن بعد تمہیں دورہ پڑ جاتا ہے۔ کیا تمہیں کوئی خواب آتا ہے کے ہمارا رشتہ قائم ہو گیا تو کوئی بد شگونی ہو جائے گی؟ جو تم مجھے باز رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہو؟" وہ جل کر گویا ہوئی۔

"خواب نہیں آتے۔۔ لیکن بس ایسا محسوس ہوتا ہے کے یوسف آپ کے لئے نہیں بنا"

"لیکن ریشام غازی تو صرف یوسف کے لئے ہی بنی ہے"

گردن اٹھا کر وہ وثوق سے بولی۔

اس کے لہجے سے زیادہ اس کی کانچ سی نگاہوں میں جتاتا ہوا سا تاثر تھا۔

"ایسا نہ ہو کسی دن پچھتانا پڑے آپ کو اپنے فیصلے پر"

"ریشام مر نہ جائے اس دن"

"آپ تو مجھ غریب کے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں"

گہری سانس بھر کر وہ اسے نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے یہاں وہاں نظریں دوڑانے لگا۔

"تو تم بھی میرے پیچھے پڑ جاو۔۔ میں نے تو منع نہیں کیا۔۔ بلکہ میں تو بخوشی راضی ہوں"

نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اس نے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

"مجھے اتنی جلدی مرنے کی خواہش نہیں ہے۔ جس دن اس دنیا سے دل اٹھ گیا اس دن ساری حویلی کے سامنے اقرار کر لوں گا"

جواباً وہ بھی ضبط سے مسکراتا بولا۔

"اور میرے سامنے کب کرو گے؟"

وہ شدت سے منتظر تھی۔

"کبھی بھی نہیں۔۔ میرے اقرار کرنے کی تو دعا ہی مت کیا کریں۔آپ کو لینے کے دینے بھی پڑ سکتے ہیں"

ذومعنی باتوں میں وہ جانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

" تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں "

وہ خفگی سے بولی۔

"یوسف کی باتیں سمجھنے کے کئے آپ کو اس کی زبان سیکھنی پڑھ گی"

"کب آوں پھر تم سے کلاس لینے؟"

اس نے اشتیاق سے ہتھیلی میں چہرہ گراتے ہوئے پوچھا۔

"ایڈمشن کلوز ہو چکے ہیں"

"میں مالکن ہوں تمہاری" ریشام نے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ جبھی آپ کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیا کرتا میں۔آپ کا کیا بھروسہ کبھی آسمان پر پہنچا دیں اور کبھی زمین پر گرا دیں"

" تم ایسا سمجھتے ہو مجھے؟"اسے گہرا صدمہ ہی تو پہنچا تھا۔

"ناراض ہوں میں تم سے۔۔اور اب بات بھی نہیں کروں گی کبھی"

سینے پر بازو باندھے اس نے رخ ہی موڑ لیا۔

"واقعی میں؟ یہ تو سچ میں معجزہ ہو گیا۔ آپ دعا مانگ لیں تب تک میں شکرانے کے نفل ادا کر لیتا ہوں "

یوسف کا اتنی خوشی کا اظہار اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"کیا سچ میں ناراض ہو گئی ہیں؟"

اس کی خاموشی پر اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا لینا دینا؟"

وہ دانت پیس کر بولی۔

"بازار لے چلوں آپ کو؟"

"وہ اور لڑکیاں ہوتی ہیں جو ذرا سی شاپنگ سے مان جایا کرتی ہیں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں"

"ذرا سی شاپنگ۔۔ پورا بازار خرید کر دے دوں تو کیا آپ راضی ہو جائیں گی؟"

"اپنا گھر بیچ کر بازار خریدو گے میرے لئے؟"

وہ اس کی سیاہ آنکھوں کی تاب نہ لا پایا تھا۔

"گھر بیچنا تو ناکافی ہوگا۔ جان و دل بیچنا پڑ گیا تو وہ بھی کر گزروں گا"

"اپنا دل اور جان بیچ سکتے ہو۔۔ لیکن مجھے دینے کے روادار نہیں ہو تم۔" اس نے دانت پیس کر کہا

"بیچ بھی تو آپ ہی کے لئے رہا ہوں"

"مجھے دے دو گے تو بیچنے کی نوبت نہیں پڑے گی"

"آپ کو دے دیا تو پھر اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا"

"تم نے تو میرے گھر والوں کو سر پر ہی سوار کر رکھا ہے۔ کیا معلوم وہ خوشدلی سے ہمیں قبول کر لیں؟"

"قبول کر لیں وہ بھی خوشدلی سے؟۔۔ میں اس قسم کے خواب نہیں دیکھا کرتا۔ آپ بھی نہ دیکھا کریں"

"اف۔۔۔" مٹھیاں بھینچیں وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"حویلی چلو۔۔" حکم دیتے ہوئے وہ پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"دعا نہیں مانگ رہیں آپ؟" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"اڑا لو جتنا میرا مذاق اڑانا ہے۔۔ جس دن میں نے تم سے منہ موڑ لیا نہ پھر غلطی سے دوبارہ دیکھوں گی بھی نہیں تمہیں"

"ایسا مت کیجئے گا۔ میں تو مر ہی جاوں گا"

وہ سب سمجھ رہی تھی اس کی شرارت کو۔ اب واقعی میں منہ پھلا کر کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔

"حویلی سے فرار ہونے کے منصوبے بنا رہی ہیں کیا؟"

اس کی خاموشی برداشت نہ ہوئی تو پھر چھیڑ بیٹھا۔

"میری نیت کوئی غلط نہیں ہے جو میں فرار ہونے کے منصوبے بناوں"

"ایک معصوم انسان کو ورغلا کر آپ مسلسل اسے بغاوت پر اکسا رہی ہیں۔ اور پھر کہتی ہیں کے نیت صاف ہے آپ کی؟"

"اللہ اللہ---یوسف نہ ہی تو تم معصوم ہو اور نہ ہی میں نے تمہیں ورغلایا ہے-- زیادہ بھولے نہ بنو میرے سامنے"

وہ بیک ویو مرر میں نظر آتی اس کی آنکھوں کو دیکھ کر گھورتے ہوئے بولی۔تو اس نے بنا کوئی جواب دیے گاڑی روک دی۔

"یہ --؟" ریشام نے کھڑکی سے نظر آتا باہر کا منظر دیکھ کر حیرانگی سے یوسف کو دیکھا۔ جو گاڑی ریورس کر کے دوبارہ مزار کے احاطے میں لے آیا تھا۔

سیٹ بیلڈ ہٹا کر نیچے اترتے ہوئے اس نے ریشام کی طرف آتے ہوئے اس کا درواہ بھی کھول دیا۔

پھر کھلے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آپ کی دعا ادھوری رہ گئی تھی۔آجائیں مانگ لیں"

"کیا مانگوں دعا میں؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ محو سوال تھی۔

"مجھے مانگ لیں--" اس کی سیاہ آنکھوں کا سحر یوسف کو اپنے رگ و پے میں اترتا محسوس ہو رہا تھا۔

"اتنے عرصے سے تمہیں ہی تو مانگ رہی ہوں" وہ یاسیت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"دعا قبول نہیں ہو رہی-- یقیناً اس میں خیر نہیں ہوگی" ریشام نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔چپ چاپ گاڑی سے اتر گئی۔

وہ مزار کے اندر نہیں گئی تھی۔ باہر جالیوں کے پاس ہی رک گئی۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا شریعت میں ممنوع تھا۔

اس لئے وہ دوسری عورتوں کے ساتھ وہیں ٹھہر گئی تھی۔ ابھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کے جبھی اس پر بے ارادہ سی نگاہ پڑی۔

جینز پر وائٹ ڈریس شرٹ پہنے، رومال کو سر پر باندھے وہ اس کے ساتھ سے گزر کر اندر چلا گیا تھا۔

آنکھیں بند کیئے وہ زیر لب اللہ سے ہمکلام، کتنی ہی دیر وہاں کھڑی دعا مانگتی رہی تھی۔

نیم واں پلکوں سے اس نے نو وارد کو دیکھا۔ جس نے پین کلرز لا کر اس کے سامنے رکھی

"یہ دوا لو اور سیدھے گھر چلے جاو"

"اس طرح سے حکم مت چلاو۔ میں تمھارا باس ہوں تم نہیں ہو۔۔"

اس نے تکان بھرے لہجے میں ٹوکتے ہوئے یاد دلایا۔

"میں جو کہہ رہی ہوں وہ سنو تم۔۔اٹھ کر دوا لو"

"اس دوا سے میرا کچھ نہیں ہوگا۔۔، مجھے اس وقت کافی کی طلب ہے صرف"

" اس کو تو بھول جاو۔۔ "

"مہر ماہ میں مذاق نہیں کر رہا۔۔ میرے سر کا درد صرف کافی سے ٹھیک ہوتا ہے۔ پلیز بنا دو"

اس کے چہرے پر آج اضطراب سا اسے نظر آیا تھا۔

"تم کیفین کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرتے ہو۔ جو نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔۔ "

"کیا تمہیں میری ایسی حالت نظر آرہی ہے کے میں تمھارا لیکچر سنوں گا؟"

"مت سنو میرا لیکچر۔۔ لیکن کافی بھی نہیں ملے گی تمہیں۔۔آفس میں بھی میں نے سب کو منع کر دیا ہے۔۔ میرے علاوہ کوئی تمہیں بنا کر نہیں دے گا۔"

"کس کی اجازت سے کیا تم نے یہ؟'

"مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ میں اس آفس میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔۔ اگر نہیں منظور تو نکال دو مجھے یہاں سے"

"میری برداشت کا ناجائز فائدہ اتنا ہی اٹھاو جتنا بعد میں سہے سکو۔"

" گہری سانس بھر کر کہتے ہوئے سالار نے پین کلر اٹھا کر منہ میں رکھی۔ پھر پانی کے گلاس سے دو گھونٹ بھر کر واپس رکھا۔

"اگر اس ٹیبلیٹ سے میرا سر درد ٹھیک نہ ہوا تو گلا دبا دوں گا تمہارا"

"گلا دبانے کے لئے تم زندہ ہی نہیں بچو گے"

"زہر تو نہیں دے دیا تم نے ؟

" زہر تم پر اثر نہیں کرتا۔ ورنہ ضرور دے دیتی"
"گھر نہیں جانا تو صوفے پر لیٹ جاو کچھ دیر۔۔"
"میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ کیا تم نے مجھے نیند کی گولی دے دی؟"
وہ مشکوک سا پوچھ رہا تھا۔
"کچھ دیر آرام کر لو ٹھیک ہو جاو گے۔۔ آفس کے معاملات کو اتنا سوار مت کیا کرو ذہن پر"
وہ زچ ہو کر بولی

پھوپھو؟"

وہ ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں جب وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے اب؟ مما بتا رہی تھیں صبح سے آپ کے سر میں درد ہے"

"اب پہلے سے بہتر ہوں۔ تم بتاو کیسا ہوا آخری پیپر؟

"بہت اچھا۔۔ شکر ہے جان چھوٹی پڑھائی سے۔۔ ابھی چائے بنانے کے لئے کہا ہے خالدہ بوا کو"

"ریشام۔۔یہاں بیٹھو"

رائمہ نے اسے اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔

"تمہاری طرف سے کافی فکرمند ہوں میں۔۔اس دن جو تم نے باتیں کیں۔ مجھے پریشانی سے دوچار کر دیا ہے"

"اس دن میں خود پریشان تھی۔ اس لئے پتا نہیں کیا کچھ کہہ گئی آپ سے۔۔آپ میری طرف سے فکرمند نہ ہوں"

"کیسے فکرمند نہ ہوں؟ تمہاری باتوں نے میرا سکون ہی چھین لیا ہے۔۔ریشام۔۔ بہت عزیز ہو تم مجھے۔۔ ایسا کوئی قدم مت اٹھانا جو حویلی کی بربادی کا سبب بنے"

ان کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

"پھوپھو آپ اس طرح کی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟"

"میں آنے والے وقت سے خوفزدہ ہوں۔۔تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ جب یہ بات کھلے گی تو معلوم ہے تمہیں کیا کچھ ہو سکتا ہے؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔۔سب کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار ہے۔ اسلام نے ہر لڑکی کو یہ آزادی دی ہے کے اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے"

وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"اسلام نے گھر والوں کے مخالف جانے کی تعلیم نہیں دی"

"تو گھر والے کیوں مخالف ہو رہے ہیں۔۔ دے دیں خوشی خوشی اجازت"

"کوئی اپنی بیٹی کا برا نہیں سوچتا ریشام۔۔ مجھے نام بتاو اس شخص کا۔۔اگر اعلیٰ حسب و نصب کا ہوا تو میں خود قائل کروں گی بابا جان کو"اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ نرمی سے اسے منا رہی

تھیں۔

"اعلیٰ حسب و نصب؟ --کیا وہ کوئی عام سا انسان نہیں ہو سکتا پھوپھو؟"

اس نے آس بھری نگاہوں سے رائمہ کو دیکھا۔

"سالار غازی کے مقابلے میں تم عام سے انسان کو ترجیح دو گی ریشام؟"

"سالار بھائی؟ ان کا یہاں کیا ذکر؟" ریشام بری طرح چونک اٹھی۔

"وجاہت بھائی جان نے بابا جان سے بات کی ہے تمہارے اور سالار کے رشتے کے حوالے سے--"

"بابا جان کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے"

"میں کسی قیمت پر سالار بھائی سے شادی نہیں کروں گی"

اپنا ہاتھ کھینچ کر وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے سانس لینے میں مشکل درپیش آرہی تھی۔ جیسے کسی نے بھاری سل اس کے سینے پر رکھ دی ہو۔

"لیکن اس کے علاوہ کسی اور سے تمہاری شادی نہیں ہوگی۔ یہ بات بھی بٹھالو اپنے دماغ میں"

"پھوپھو آپ تو کم از کم ایسے مت کریں میرے ساتھ"

اس کی آنکھیں شفاف پانی سے بھرنے لگی۔

"تم مجھے نام بتاو اس شخص کا۔ مجھے ملوا دو اس سے ایک بار-- اگر وہ مجھے تمہارے قابل لگا تو میں راضی کروں گی سب کو"

رائمہ نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اس نے منع کیا ہے"

ریشام نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر گیلی سانس کھینچ کر محظ اتنا ہی بولی۔

"کیوں منع کیا ہے اس نے؟"

"مجھے نہیں معلوم"

وہ رخ موڑ گئی۔

"ریشام تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔ کوئی غلط قدم مت اٹھانا لینا۔۔نا جانے کس سے دل لگا بیٹھی ہو"

"آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ وہ اتنا برا نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں"

"برا نہیں ہے تو پھر جانتے بوجھتے یہ کیوں کر رہا ہے؟"

"کیا کر رہا ہے؟"

اس نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

"کیوں ورغلا رہا ہے تمہیں؟ کہیں اسے تمہاری پراپرٹی کا لالچ تو نہیں؟"

ان کی اتنی فکرمندی سے کہنے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی زیر لب مسکرا گئی۔

"وہ تو کہتا ہے کے میں نے اسے ورغلایا ہے"

"تم نے؟"

"حالانکہ اس کے دل میں بھی وہی ہے جو میرے دل میں ہے۔۔ لیکن پتا نہیں اقرار کیوں نہیں کرتا میرے سامنے"

"جب وہ سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے قدم پیچھے ہٹا رہا ہے تو تم بھی پیچھے ہٹ جاو۔۔"

"پیچھے ہٹ جاوں؟ ۔۔نہیں پھوپھو۔۔ ریشام ضمیر غازی اس سے دستبردار نہیں ہوگی۔۔"

"میرے دل کی دنیا صرف اس کے نام سے آباد ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کے اسے بھول جاوں؟۔۔ اسے بھول جاوں گی تو میرا نام و نشان بھی مٹ جائے گا پھر"

رائمہ نے دہل کر اسے دیکھا۔ وہ سچ میں دیوانی ہو چکی تھی۔

جانتے ہو پھر بھی انجان بنتے ہوں

اس طرح ہمیں پریشان کرتے ہو

پوچھتے ہو، تمہیں کیا پسند ہے؟

جواب خود ہو پھر بھی سوال کرتے ہو۔۔

وہ جب اپنے کمرے میں آئی تو اس کا چہرہ شدت ضبط سے سرخ پڑتا جا رہا تھا۔ لگ رہا تھا دل پر کسی نے جلتے ہوئے انگارے رکھ دئے ہو۔

وہ طویل سانسیں لیتے ہوئے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ لیکن پورا وجود جیسے ایک اضطرابی کیفیت کا شکار تھا۔ دل چاہ رہا تھا کے سب کچھ تہس نہس کر دے۔

"تم کیا کر رہی ہو؟" اپنی ہی پریشانی میں وہ دیکھ نہیں پائی تھی کے بریزے پہلے سے وہاں موجود تھی۔ راکنگ چیئر پر بیٹھی غیر مرئی نقطے کو دیکھتی جانے کون سے جہاں میں پہنچی ہوئی تھی۔

ریشام کے متوجہ کرنے پر اس نے نگاہوں کا رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"کہاں کھوئی ہوئی ہو تم؟" اس نے پھر پوچھا تو وہ خوابیدہ سی کیفیت میں بولی۔

"کیا تم نے جگنوؤں کو رقص کرتے دیکھا ہے ریشام؟"

"جگنوؤں کا رقص؟" ریشام نے آنکھیں میچ کر چند سیکنڈ بعد کھول کر اسے گھورا۔ "اس وقت میرے ضبط کی طنابیں چھوٹ رہی ہیں اور تمہیں جگنوؤں کا رقص یاد آرہا ہے بریزے؟" اس نے سخت تپے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''میں خود کو اس کے سحر سے نکال نہیں پا رہی''

''کیا پھر کوئی خواب دیکھا ہے تم نے؟''

''نہیں! اب وہ خواب میں نہیں آیا کرتا'' اس کے انکار پر ریشام نے شکر کا سانس بھرا کے چلو یہ سلسلہ تو ختم ہوا۔ لیکن اس کی اگلی بات پر اس کا غصہ پھر ابلنے لگا۔

''اب وہ خواب نہیں ہے۔ نہ ہی خیال ہے۔ وہ حقیقت ہے مجسم حقیقت۔ وہ حقیقت میں دکھائی دیتا ہے''

''اور جب وہ آتا ہے تو تمہیں جگنوؤں کا رقص دکھاتا ہے؟'' اس نے گہرے طنز سے پوچھا۔

''صرف جگنوؤں کا نہیں۔ تتلیوں کا بھی۔۔جب وہ میرے سامنے ہوتا ہے تو میرے ارد گرد صرف تتلیاں اور جگنوؤں اڑتے پھرتے ہیں۔ہر سو سنہری روشنی پھیل جاتی ہے۔ سحر انگیز خوشبوئیں۔ معطر ہوائیں۔۔یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کسی جنت میں چلی گئی ہوں''

وہ واقعی اپنے ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔ ذہنی طور پر وہ کہیں اور ہی پہنچی ہوئی تھی۔

''کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟ ہوش میں آو۔ پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟'' ریشام نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔

اس کا دماغ پہلے ہی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھا تھا ایسے میں بریزے کی الٹی سیدھی باتیں اسے طیش میں مبتلا کر رہی تھیں۔

''مجھے پاگل مت کہو۔میرا یقین کرو میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے''

''اچھا؟ تم نے دیکھا ہے اسے سچ میں؟''

''ہاں'' وہ ریشام کی آنکھوں میں دیکھتی وثوق سے بولی۔

"ٹھیک ہے پھر بلاو اس کو یہاں پر-- میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں اسے"

"تم؟-- تم اسے دیکھ کر کیا کرو گی؟" اس کی فرمائش بریزے کے لئے حیرانگی کا سبب تھی۔

"میرا موڈ اس وقت شدید خراب ہے۔ میں اسے کہوں گی مجھے بھی جگنوؤں کا رقص دکھائے"

" تم میری باتوں کو مذاق میں مت لو ریشام۔" اس کے طنز سے کہنے پر وہ ناراضگی سے بولی۔

"میں جب تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتی، نہیں مانوں گی کے تمہارے کمرے میں کوئی جن رہتا ہے"

اکھڑ سے لہجے میں کہہ کر وہ روم سے باہر آ گئی۔ پھر بڑبڑاتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ سر درد سے پھٹنے کو تھا۔ ایک ہاتھ سے سر کو دباتی وہ اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب عبیر کی آواز پر ناچار رکی۔

"رکو ریشام!"

"عبیر بھائی اس وقت میرا دل کر رہا ہے کے میں یہاں سے کہیں دور بھاگ جاوں"

سیڑھیاں اتر کر نیچے ہی دائیں طرف بڑا سا کچن واقع تھا۔ جہاں وہ پین کلر لینے کے لئے جا رہی تھی۔

دوائیوں کا ڈبہ خالدہ بوا وہیں رکھا کرتی تھیں۔

اترنے کے لئے اس نے ابھی پہلی سیڑھی پر ہی قدم رکھا تھا جب عبیر کے وہاں آنے پر وہیں رک گئی۔

"کیوں؟"

اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری۔۔

"ایک تو رائمہ پھوپھو کی باتوں نے مجھے اتنا غصہ دلا دیا اور پھر بریزے کی باتوں نے میرا دماغ خراب دیا ہے"

"بریزے سے جھگڑا ہوا ہے تمہارا؟"

"جھگڑا نہیں ہوا میرا اس کے ساتھ۔ لیکن اتنی انوکھی سی باتیں کر رہی ہے جو میرا ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں"

"ایسا بھی کیا کہہ دیا اس نے؟"

"پھر وہی جن کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ کہہ رہی ہے اب خواب میں نہیں آتا بلکے حقیقت میں آتا ہے"

"اوہ"

اس نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

"میرا مشورہ مانیں تو آپ حمنہ تائی اور وہاج تایا سے بات کر کے اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں"

"اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تم اسے پاگل سمجھ رہی ہو"

"میں اسے پاگل نہیں سمجھ رہی عبیر بھائی۔۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی سائیکی ایشو ہے۔۔ میں فکرمند ہوں اس کے لئے"

"اس کی فکر مت کرو وہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔۔ میں اس سے بات کروں گا"

"آپ ایک بار اس سے بات کر کے دیکھیں آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کے اسے علاج کی ضرورت ہے یا نہیں؟"

"اسے تو صرف علاج کی ضرورت ہے۔ لیکن تمہیں تو شاید دو تھپڑوں کی ضرورت ہے" اس کا موڈ پل میں بدلتے دیکھ کر ریشام نے حیرت سے اسے دیکھا

"عبیر بھائی؟--"

"تھپڑ کی ضرورت وہ بھی مجھے؟" وہ ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے اس سے ایسا بھی کیا کام سرزد ہو گیا جو عبیر اس پر غصہ کر رہا ہے۔

" اس سے زیادہ پاگل پن کا شکار تو تم ہو ریشام--"

"آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں مجھے بلکل سمجھ نہیں آرہی"

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ کیا مجھے معلوم نہیں ہے جو کچھ بھی تم کرتی پھر رہی ہو؟" اس کا انداز کڑا تھا۔

"میں کیا کرتی پھر رہی ہوں؟" عبیر کا انداز اسے ناگوار گزرا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں ریشام-- مجھ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے--" وہ سنجیدگی اور اشتعال سے کہتے ہوئے آخر کیا جتانا چاہ رہا تھا۔

وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے"

"یوسف کے بارے میں بات کر رہا ہوں میں-- پسند کرتی ہو نہ تم اسے؟"

وہ کوئی الفاظ نہیں تھے۔ کوئی پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔

یوں لگا جیسے حویلی کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔

چند لمحے سکتے کی حالت میں کھڑی وہ عبیر کو یک ٹک دیکھے گئی۔

آیا وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟

لیکن وہ تو کوئی خواب نہیں تھا۔

وہ حقیقت میں ہی اس کا راز اس کے منہ پر کھول رہا تھا۔

جسے ایک نہ ایک دن تو کھلنا ہی تھا۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کے اس طرح سے یہ آشکار ہوگا۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے کے حویلی کے باقی مکینوں کو جب اس بات کی خبر ہوگی تو کیا ہوگا؟"

اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑتا جا رہا تھا۔

"بریزے کے پیچھے خود کو ہلکان مت کرو۔۔ اپنی جان کی فکر کرو۔۔"

اس کے لہجے میں طنز کی گہری کاٹ تھی۔

غازی کا خون جب بوجہ غیرت جوش مارتا ہے تو سب تہس نہس ہو کر رہ جاتا ہے ۔ وہ دن بھی بس آ ہی گیا تھا۔

ریشام نہیں جانتی تھی کے اس نے کن آندھی طوفان کو دعوت دے ڈالی ہے۔ جو اس در پر جلد ہی دستک دینے والی تھی۔

"عبیر یہ بات جان گیا تھا؟ یقیناً قیامت دور نہیں تھی۔ وہ قیامت جو سعدین حویلی پر گرنے والی تھی۔

ریشام کو اپنی موت سر پر ناچتی محسوس ہوئی۔

کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب صرف کپکپا کر رہ گئے تھے۔

عبیر کو معلوم پڑ گیا تھا تو بس حویلی میں اب سب کو خبر ہو جانی تھی۔ اور پھر یقیناً اس کا انجام تو یوسف اور اس کے لیے موت ہی تھی۔ وہ سخت خوف کا شکار ہو چکی تھی۔ دل ہی دل میں شدت سے دعا گو تھی کے عبیر کسی کو اس کے بارے میں نہ بتائے۔

لیکن ایسی خواہش کرنا تو دیوانے کے خواب کے جیسا تھا۔

وہ ملامت بھری سفاک سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے وہ پلٹ کر اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔ اس کی منتیں کرنا چاہتی تھی کے وہ اس بات کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرے۔

اگر تو عبیر کچھ کہہ دیتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے یوسف کا وہم حقیقت کا روپ دھار کر اسے موت کی نیند سلا دیتا۔

اس نے زندگی میں پہلی بار عبیر کا یہ انداز دیکھا

جو اسے اندر تک ڈرا گیا تھا۔

اس نے تو ہمیشہ عبیر کو بڑے بھائی کے شفیق روپ میں ہی دیکھا تھا۔

اس کا یہ روپ تو اسے رونے پر مجبور کر گیا تھا۔

ریشام کے لیے تو اتنا بھی بہت تھا کے عبیر نے غصے کا شکار ہو کر اسے تھپڑ نہیں دے مارا تھا۔ نہ ہی سب کو جمع کر کے اس کی حرکت کے بارے میں بتایا تھا۔

یقیناً وہ بھی نہیں چاہتا ہوگا کے حویلی میں کسی کو بھنک بھی پڑے۔

جو بھی تھا۔ ریشام کی جان حلق میں آ پھنسی تھی۔

وہ بے جان قدموں سے سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچی۔ دل تو چاہ رہا تھا کے بھاگ کر انیکسی میں جائے۔ اور یوسف سے کہے کے کہیں دور چلا جائے۔ کہیں بہت دور۔

جہاں اس کی پرچھائی بھی حویلی والوں کی پہنچ سے دور ہو۔

ہاتھ میں بازو کے درمیان ہیلمٹ دبائے ہاتھوں پر گلوز چڑھاتے ہوئے وہ اچانک ہی اس کی راہ میں آیا۔

"کن خیالوں میں کھوئی ہوئی ہو؟"

عاشر نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو اس وقت اپنے آپ میں نہیں لگ رہی تھی۔

اس کے روکنے پر ریشام نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے ریشام اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟ تمہاری بات کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔کس سے بات کر رہی تھیں تم؟"

عب۔۔عبیر بھائی سے بات کر رہی تھی۔"

اس نے خشک لبوں کو تر کرتے ہوئے کہا"

"عبیر بھائی سے؟"

عاشر نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو ایسی کون سی بات کی ہے انھوں نے تم سے جو تمہارا چہرہ اتنا سفید پڑ گیا ہے؟۔۔کیا موت کا پروانہ دے دیا ہے انھوں نے تمہیں؟"

عاشر تو ازراہ مذاق ہی بولا تھا۔ لیکن وہ الفاظ اسے چابک کی طرح لگے۔

موت کا پروانہ ہی تو دیا تھا اس نے۔۔

بے بسی کی مارے اس کی آنکھوں کے کٹورے نمکین پانیوں سے بھرنے لگے۔

عاشر اس کے رونے پر حواس باختہ ہوا۔

"تم رو کیوں رہی ہو یار؟"

وہ پریشانی سے اس سے دریافت کر رہا تھا جب سامنے داخلی دروازے کی جانب نظر اٹھی۔

ریشام کی پشت تھی اس جانب اس لئے وہ نہیں جانتی تھی کے کون آیا ہے۔

لیکن عاشر الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ کبھی ریشام کو دیکھتا تو کبھی نووارد کو۔

"آپ نے بتایا نہیں کبھی کے آپ کا ہم شکل بھائی بھی اس حویلی میں رہتا ہے؟"

عاشر نے مصنوئی حیرانگی لہجے میں سموتے ہوئے عبیر کو مخاطب کیا جو سارہ کے ساتھ وہیں آرکا تھا۔

"تم کہاں مل لئے اس سے؟"

عبیر نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔

"ریشام سے بات ہوئی ہے اس کی۔۔ اسی نے دیکھا ہے اسے"

وہ شانے اچکا کر بولا۔ جب کے پشت سے آنے والی عبیر کی آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

ہوبہو وہی تھا۔

"کیوں بھئی۔۔کیا کہہ رہا تھا میرا جڑواں بھائی؟"

عبیر نے ان براہ راست ریشام سے پوچھا جس کی حالت ایسی تھی کے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے عبیر کو دیکھے جا رہی تھی۔

ابھی تو وہ اسے اوپر بات کر رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے ہی پلٹ کر روم میں چلا گیا تھا اور وہ نیچے آ گئی تھی۔

پھر وہ یہاں کیسے آ گیا؟؟

"بریزے کو پاگل مت کہو۔۔ اس کی فکر مت کرو۔۔ یوسف کو پسند کرتی ہو نا تم؟ اپنی جان کی فکر کرو۔۔ اگر حویلی میں کسی کو معلوم ہو گیا تو؟؟"

اس کے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔

یعنی وہ بریزے کا جن ہی تھا۔ جو کڑے انداز میں اسے دھمکی دے کر گیا تھا کے اگر بریزے کے خلاف کچھ بھی الٹا سیدھا کہا تو وہ اس کا راز فاش کرنے میں بھی لمحہ نہیں لگائے گا۔۔

"یا اللہ۔۔"

اس نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا۔

"ریشام تم ٹھیک تو ہو؟" سارہ نے پریشانی سے اس کے گال کو چھوا۔ جو برف کی طرح ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔

اسے سب کچھ گھومتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

کتنی ہی ساری سوچیں ایک ساتھ اس پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ جن کی تاب نہ لا کر وہ چکرا کر گر پڑی۔

بیڈ کراون سے ٹیک لگائے۔ ایک پیر کھڑا کئے اس پر ہاتھ کی کہنی ٹکائے وہ اسے دیکھے بنا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

''ماضی کو سینے سے لگا کے رکھنے والے کبھی مستقبل میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔۔تمہیں جب ایک نعمت سے نوازا گیا ہے تو اس کی قدر بھی کرو''

''مجھے میرا ماضی بھولتا ہی نہیں۔۔جب سوچتا ہوں کے میں کیا سے کیا ہو گیا ہوں تو یقین ہی نہیں آتا کے یہ واقعی میں' میں ہوں؟''

سرخ ڈوروں سے سجی نگاہ اٹھا کر داریان نے اسے دیکھا جو کافی دیر سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''تمہیں شکر گزار ہونا چاہیئے کے اللہ نے تمہیں ہدایت سے نوازا''

''آئی ڈو۔۔لیکن بس کبھی کبھار خود کو بہت بے بس محسوس کرتا ہوں'' اس کے لہجہ ٹوٹا بکھرا سا تھا۔

''تم اپنی بے بسی میں کافی توڑ پھوڑ مچاتے ہو۔ جس سے کچھ لوگ خوف میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں''

یہاں وہاں نظریں دوڑاتے ہوئے اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔

''اپنے اشتعال کو باہر نکالنے کے لیے مجھے یہی طریقہ مناسب لگتا ہے''

''لیکن تمہیں خود کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے'' اس نے داریان کے سفید پٹی سے بندھی ہتھیلی کو دیکھ کر افسوس سے کہا۔

''آئندہ خیال رکھوں گا''

وہ سپاٹ سا بولا۔

''کیا ہو گیا ہے موڈ کیوں خراب ہے تمہارا؟''

ہر بات کے جواب میں اس کے ایک ہی جیسی بات سن کر اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"موڈ خراب نہیں ہے بس تھک گیا ہوں۔ یونیورسٹی اور اکیڈمی کے بعد فرصت ہی نہیں ملتی کسی چیز کے لیے"

"تمہیں ہی شوق چڑھا تھا استاد بننے کا۔۔ اپنے بھائی کی سن لیتے نہ کرتے اکیڈمی جوائن"

"اب کیا تم بھی مجھے نصیحتیں کرو گے؟" داریان نے تھکے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ویسے بھی میں نے صرف خود کو مصروف رکھنے کے لئے یہ فیصلہ کیا تھا۔"

"مصروف تو تم نے کیا ہونا تھا۔ الٹا اپنا آپ ہی بھلا بیٹھے ہو"

"مٹھائی کھالی ہے تو اب آپ یہاں سے جانے کی کریں۔ میں سونا چاہتا ہوں کچھ دیر"تکیہ ٹھیک کر کے وہ لیٹ گیا تھا۔ بلیکنٹ خود پر پھیلاتے ہوئے اس نے بغیر کسی لحاظ کے کہا۔

"ویسے تمہارے دونوں بھائیوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی ہے تمہارا بریک اپ ہو چکا ہے کسی جن زادی سے۔۔ اور یہ توڑ پھوڑ وہی مچا کر جاتی ہے جب اسے تم غصہ آرہا ہوتا ہے تو"

"یہ دائم اور مہد کسی دن زندہ نہیں بچیں گے مجھ سے"

اس کے لطیف سے انداز سے کہنے پر وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہے ہو تم؟"

فرمان کی آواز پر وہ وہاں ٹھہر گیا۔

"داریان بھائی کو بلانے جا رہا ہوں۔ آج کرکٹ میچ ہے ہمارا۔ انھوں نے بھی کہا تھا ساتھ چلنے کے لیے"

بیٹ کو کندھے پر ٹکائے اس نے جواب دیا۔

"اسے رہنے دو تم دونوں چلے جاو۔ "

پشت پر ہاتھ باندھے فرمان نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔"

"کیا کوئی آیا ہے ان کے روم میں؟"

اس کے روم سے کچھ فاصلے پر ہی وہ دونوں رکے ہوئے تھے۔ جہاں سے مدھم مدھم سی آوازیں آرہی تھیں۔ جو اتنی بلند نہیں تھیں کے سمجھ میں آپاتی۔

"اس کا دوست آیا ہوا ہے۔۔ "

"دوست؟" مہد نے بے ساختہ تھوگ نکلا۔

"ٹھیک ہے میں اور دائم ہی چلے جاتے ہیں"

دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلا تھا۔

پیچھے فرمان پرسوچ نظروں سے اس بند دروازے کو دیکھ رہے تھے۔

ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے پر وہ دونوں بازو سینے پر باندھے بیٹھا ریشام کو دیکھ رہا تھا جو رائمہ پھوپھو کی گود میں سر رکھ کے لیٹی تھی۔

"آر یو شیور کے تم نے عبیر بھائی کو نہیں دیکھا تھا؟"

عاشر نے جب دوسری بار بھی اس سے وہی بات دہرائی تو وہ ناگواری سے بولی۔

"کیا لکھ کر دوں میں تمہیں؟ کہہ تو رہی ہوں کے مجھے وہم ہو گیا تھا کے میں نے شاید عبیر بھائی کو دیکھا ہے"

ہوش میں آنے کے بعد وہ صاف مکر گئی تھی اپنی بات سے۔ صرف یہی ایک گردان کیۓ جا رہی تھی کے اسے وہم ہوا تھا۔

لیکن وہ جانتا تھا۔

یہ وہم نہیں تھا!!

اس صورتحال سے وہ بھی گزر چکا تھا۔

عبیر کو لگتا تھا کے وہ جن فاز کے سامنے حاضر ہوگا۔

لیکن وہ فاز کے پاس نہیں گیا۔ وہ ریشام کے پاس آیا تھا۔

لیکن کیوں؟؟

عاشر کے پاس تو اس صورت میں آیا تھا کے وہ آئندہ بریزے کے تلخ کلامی نہ کرے۔۔

یقیناً ریشام اور بریزے کا بھی کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہوگا۔ جبھی وہ اس کے سامنے ظاہر ہوا۔

لیکن عبیر کی شکل میں آ کر اس نے ایسا کیا کہا تھا ریشام کو جو وہ اتنی خوفزدہ ہو چکی تھی کے بے اختیار رو پڑی۔

بات یقینی طور پر کچھ اور ہی تھی۔ کیونکہ اگر صرف وہ اسے بریزے کے حوالے سے ڈرانے آتا تو وہ اس بات کو نہ چھپاتی۔ سب کو اس بارے میں لازمی بتاتی۔

لیکن اس نے نہیں بتایا۔ وہ صاف چھپا گئی۔

وہ باقی سب کو تو بہلا چکی تھی۔ لیکن عاشر اس کی باتوں میں آنے کو تیار نہیں تھا۔

کیوں کے یہ سب اس کے ساتھ بھی تو ہو چکا تھا۔

سب سمجھ رہے تھے کے وہ کمزوری کی باعث بے ہوش ہوئی ہے۔ پچھلے دنوں پڑھائی کے برڈن کی وجہ سے اس نے ٹھیک سے کھانا پینا بھی تو چھوڑ رکھا تھا۔

لیکن در حقیقت وہ لا علم نہیں تھا۔ وہ اسے دھوکے میں نہیں رکھ سکتی تھی۔

اتنا تو جان ہی گیا تھا کے کچھ تھا جو بہت اسپیشل تھا۔ جسے وہ چھپانے کی وہ جان توڑ کوشش کر رہی تھی۔

اس وقت روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھوپھو بھی نماز کی نیت سے جا چکی تھیں۔ لیکن وہ نہیں گیا۔

وہیں بیٹھا رہا اپنی جگہ پر۔

" تم بھی جاو۔۔ کیا ساری رات یہیں گزار دو گے ؟"

اسے ڈریسنگ کے کنارے جمے دیکھ ریشام نے تنک کر پوچھا۔ رونے کے باعث اس کی آنکھیں سوجی سوجی سی تھیں ۔

"مجھے کنفیوژن ہو رہی ہے۔۔ اور کنفیوژن سے زیادہ مجھے تمہارا بی ہیوئیر مشکوک کر رہا ہے۔۔"

"کیوں؟ -- ایسا کیا کر دیا میں نے؟"

سرخ ناک کے ساتھ اس نے تیز لہجے میں پوچھا--

"میرے سامنے اس طرح پوز مت کرو-- مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتیں تم-- مجھے معلوم ہے وہ جن تمہارے سامنے آیا تھا عبیر بھائی کے روپ میں-- " وہ سپاٹ لہجے میں جتا کر بولا۔

"عاشر میں کہہ چکی ہوں مجھے وہم ہوا تھا تم بار بار ایک ہی بات کو ریپیٹ کیوں کر رہے ہو؟"

"کیوں کے مجھے معلوم ہے تمہیں وہم نہیں ہوا تھا! مجھے یقین ہے جو کچھ تم نے دیکھا وہ حقیقت تھا-- وہ وہم ہو ہی نہیں سکتا"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ ریشام کے دل میں خوف جگا رہا تھا۔

"اچھا-- کیسے کہہ سکتے ہو تم اتنے وثوق سے؟" ڈر کو دباتے ہوئے وہ خود کو پرسکون رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"کیوں کے میں بھی اسے دیکھ چکا ہوں-- پہلے فاز کی شکل میں اور پھر اس کی اصلی شکل میں-- میں تسلیم کرتا ہوں کے بریزے جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی لیکن --"

وہ رکا۔

ریشام کا چہرہ دیکھا۔ جن پر پتھروں کی سی سختی تھی۔

لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے۔

"تم اتنی خوفزدہ کس بات پر ہو گئی؟ کیا کہہ کر ڈرایا تھا اسنے تمہیں"

وہ جانچتی نظروں سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاو کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میرے روم سے نکلو۔۔"

اس کا لہجہ تیز تھا۔ بد لحاظ سا۔

"ریشام میں صرف پوچھ۔۔۔"

"فوراً نکل جاو یہاں سے۔۔ میں نے کسی جن کو نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس سے بات کی ہے۔۔ دوبارہ میرے سامنے اس کا تذکرہ بھی مت کرنا"

وہ اپنے اندر کی وحشت کو دبا نہیں پا رہی تھی۔

درشتی سے اسے دفع ہونے کے لئے کہا۔ جو تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے روم سے باہر نکل گیا تھا۔

لیکن جاتے جاتے بھی اس نے قصد کر لیا تھا کے اصل حقیقت کا پتہ وہ لگا کر ہی رہے گا۔

اور وہ تو تھا بھی ایسا کے جس چیز کے پیچھے پڑ جائے۔ قبر تک اس کا پیچھا کرتا تھا۔

اپنی متجسس فطرت کے ہاتھوں وہ حد سے زیادہ مجبور تھا۔ جو اسے چین سے کہیں بیٹھنے نہیں دیا کرتی تھی۔

ریشام کی ذات اسے شبہ میں ڈال رہی تھی۔ اس کے تجسس کو اور ہوا دے رہی تھی۔

اس بار وہی سہی۔۔

اس بار ریشام غازی ہی سہی۔۔

اسے باہر نکال کر روم لاک کر کے اسی سے پشت لگا کر وہیں بیٹھ گئی

دونوں ہاتھوں میں سر گرائے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بھل بھل بہہ رہے تھے۔

"یا اللہ ایسا بھی کیا کہہ دیا تھا میں نے بریزے کو جو وہ جن اس طرح سے مجھے ڈرا کر، دھمکا کر گیا ہے؟--اگر اس نے سچ میں کسی کو بتا دیا تو؟؟"

اس سے آگے اس سے کچھ سوچا نہیں گیا۔ نہ ہی وہ سوچنا چاہتی تھی۔

کیوں کے اس سے آگے تو صرف موت ہی تھی۔

لا متناہی سوچوں میں گھرا جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلتا ہوا وہ دیکھ نہیں پایا تھا کے وہ ڈھیر ساری کتابیئں اٹھائے سامنے سے آرہی ہے۔

وہ کتابیں اس کے سر سے اوپر جا رہی تھیں جبھی وہ بھی دیکھ نہیں پائی تھی کے کوئی سامنے سے آرہا ہے۔

نتیجتاً دونوں کا تصادم واقع ہوا۔

"دیکھ کر نہیں چلا جاتا تم سے؟"

بریزے کے ہاتھ سے ساری کتابیں نیچے گر چکی تھیں جبھی اس پر برسی۔

"نہیں میں اپنی آنکھوں کا استعمال نہیں کرتا۔- لیکن تم تو کر ہی سکتی تھی نا؟ لیکن تمہیں زبان چلانے سے فرصت ملے تب نہ"

کتابیں اس کے چہرے پر لگی تھیں۔ ناک اور پیشانی کو سہلاتے اس نے گھور کر کہا۔

"تمہیں کوئی تمیز نہیں ہے بات کرنے کی؟"

"اوہ معذرت-- میں بھول گیا تھا-- آپ کی شان میں گستاخی کرنا ممنوع ہے--ورنہ آپ کے جن صاحب حاضر ہو کر اچھی خاصی ڈانٹ پلا جاتے ہیں--معاف کر دیں اس ناچیز انسان کو"

دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر چہرے کے سامنے کیے وہ جذب سے کہہ رہا تھا۔

لہجے میں مصنوئی سا خوف بھی موجود تھا۔

"فاطم نام ہے اس کا"

اس نے گھور کر جتایا۔

"اوہ۔۔فاطم صاحب کو میرا سلام پیش کیجئے گا"

"خود ہی دے دینا میں بھیج دوں گی اسے تمہارے پاس"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔۔ مجھے ویسے بھی کچھ راز کی باتیں کرنی ہے اس سے"

"تمہیں ڈر نہیں لگتا عاشر؟" اس نے تیکھے چتونوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"کس سے؟ اس جن سے یا تمہاری جیسی چڑیل سے؟" عاشر نے حیرانگی سے کہا۔

"پہلے بھی تم نے مجھ سے بد تمیزی کی تھی۔ اور یاد ہے نا کے وہ آیا تھا تمہارے پاس؟"

"ہاں آیا تھا۔۔لیکن اسے کہو کے دوسروں کی شکل میں آکر مجھے ڈرانے دھمکانے سے بہتر ہے کے اپنے اصل روپ میں میرے سامنے آئے۔۔پھر مجھ سے بات کرے" وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔

بھلے سے وہ اندر سے کتنا ہی اس سے خوفزدہ ہو لیکن بریزے کے سامنے مر کر بھی ظاہر نہیں کرنے والا تھا۔

"وہ تم سے جس انداز میں بات کرے گا شاید تمہیں پسند نہ آئے۔۔"

"پسند تو مجھے تم بھی نہیں ہو۔۔ پھر بھی تمہیں برداشت کر رہا ہوں نا؟ تو اسے بھی کر لوں گا"

"مر جاو اپنے اس غرور کے ساتھ"

چبا کر کہتے وہیں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کتابیں سمیٹنے لگی۔

عاشر اس کے ساتھ سے ہو کر گزرنے لگا تھا جب بے ارادہ سی نگاہ نیچے گری کتابوں پر پڑی۔ جن میں نوٹ بکس اور رجسٹرز بھی شامل تھے۔ حیرت سے منہ کھولے اس نے جھپٹ کر بریزے کے ہاتھ سے نوٹ بک چھینی۔

وہ سارا کورس اس کے فرسٹ ائیر کا تھا۔

بریزے اس سے جونیئر تھی شاید اسی لیے وہ اس کے کمرے سے وہ سب اٹھا لائی تھی۔

"کس سے پوچھ کر تم نے اسے ہاتھ لگایا ہاں؟"

وہ شدید غصے کا شکار لگ رہا تھا۔

" اور میرے روم میں جانے کے لیے اجازت لی تھی تم نے مجھ سے؟"

"میں پھوپھو سے پوچھ کر گئی تھی۔

"وہ تمہاری پھوپھو کا نہیں میرا روم ہے-- جہاں داخل ہونے کے لئے تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا-- "

وہ تیز لہجے میں اس پر برس رہا تھا۔

"اتنا اوور ری ایکٹ مت کرو-- میں نے کونسا تمہاری جائیدادوں کی فائلز اٹھا لی ہیں جو تم اتنا غصہ کر رہے ہو؟"

"بریزے مجھے اس وقت اتنا شدید غصہ آرہا ہے تم پر کے میں تمہیں تھپڑ مارنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا"

''کبھی تم مجھے بالکنی سے پھینکنے کا کہہ کر ڈراتے ہو اور کبھی تھپڑ مارنے کا کہہ کر۔۔ اتنا ہی شوق ہے تو۔۔ یہ لو مار دو تھپڑ اگر مار سکتے ہو تو۔۔'' اس کا انداز چیلینج کرنے والا تھا۔

''اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کے میں تمہیں نہیں مار سکتا؟۔۔میں نہیں ڈرتا تمہارے جن سے۔۔''اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا بولا۔

''میں فاطم کی وجہ سے نہیں کہہ رہی۔۔ اگر تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانا ہی ہوتا تو اسی دن مار دیتے جس دن میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔''

''اچھا یاد دلایا۔۔ زیادہ خوش فہمی میں نہ رہنا۔۔ وقت آنے پر اس کا حساب بھی بے باک کر دوں گا۔۔ فلحال تو یہ سب اٹھاو اور واپس میرے روم میں لے جا کر رکھو۔۔''

چٹکی بجا کر کہتے اس نے حکم جاری کیا۔

''لیکن مجھے اس کی ضرورت ہے۔۔ یہ کورس میرے کام آئے گا''

''تم مجھے پسند نہیں کرتی تو پھر میرے بنائے ہوئے نوٹس سے بھی تمہیں پڑھائی میں ہیلپ نہیں لینی چاہیے۔۔ فاطم کو کہو وہ اریج کرے گا نا تمہارے لیے نوٹس اور کورس۔۔'' وہ پھر طنز سے بولا۔

''وہ میرے بنا کہے ہی کر دے گا۔۔ کم از کم تمہاری طرح چھوٹے دل کا نہیں ہے'' اسے گھورتے ہوئے بریزے بمشکل ساری کتابیں سمیٹ کر کھڑی ہوئی۔

''چھوٹا دل تو میرا بھی نہیں ہے۔۔ بس تم جانتی نہیں ہو میں اپنی چیزوں کے کئے حد سے زیادہ پوزیسو ہوں۔۔ جس پر میری نظر ہو میں اس پر کسی اور کی پرچھائی بھی برداشت نہیں کرتا۔۔''

''اپنی بیوی کو تو تم سات پردوں میں چھپا کر رکھنا پھر''

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے عاشر کے روم میں داخل ہوئے۔

بریزے نے ساری کتابیں بیڈ پر رکھی۔ پھر نوٹس اور رجسٹر کو علیحدہ کرتے ہوئے الماری میں لے جا کر رکھا۔ اور کتابوں کو واپس بک شیلف میں سجایا۔

جبکے اس دوران وہ راکنگ چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کوئی شک نہیں کے میں ایسا ہی کروں گا۔۔"

"اپنے پاگل پن کی وجہ سے مار ہی دو گے تم بے چاری کو"

الماری کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے تاسف سے کہا۔

"تمہیں اس کے لئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ عاشر مرزا کی بیوی کوئی عام لڑکی نہیں ہوگی۔۔ "

"ہاں تمھارے لیے تو آسمان سے اتر کر آئے گی اسپیشلی"

"کیوں کیا میں ڈیزرو نہیں کرتا آسمان کی پری کو؟"

"شکل دیکھو اپنی اس میں۔۔ پھر بات کرنا پری کی۔۔" ڈریسنگ مرر کی جانب اشارہ کر کے اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے جواب دیا۔

"جیسی بھی شکل ہے بہت پیاری بنائی ہے اللہ نے۔۔ اگر جن زاد ہوتا تو میں بھی ہر سیکنڈ اپنی شکل بدل لیتا۔۔ لیکن میں عاشر ہوں۔۔ ایک مٹی کا انسان۔۔ جیسی بھی ہے میں خوش ہوں اپنی شکل سے۔۔ اگر اسے بدلنے کا اختیار ہوتا بھی میرے پاس تو بھی میں نہ بدلتا۔۔"

"بار بار فاطم کو بیچ میں کیوں لا رہے ہو؟"

وہ اس کی ایک ہی گردان سے زچ ہو چکی تھی۔

"کیوں کے وہ آرہا ہے بیچ میں!"

"اور اسے کہو کے صرف تم تک ہی محدود رہے۔ ریشام کو تنگ کرنے کی کوشش نہ کرے۔۔"

"ریشام کو تنگ کرنے کی کوشش؟"

اس کی پیشانی پر بل پڑے

"اسے کیا پڑی ہے کے وہ ریشام کو تنگ کرے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم وہ یہ کیوں کر رہا ہے۔۔ لیکن اسے کہو ریشام سے دور رہے"

"عاشر تمہاری تو مجھے سمجھ ہی نہیں آتی۔۔ کبھی تم یقین ہی نہیں کرتے کے فاطم کا وجود ہے بھی یا نہیں۔۔ مجھے پاگل قرار دینے کی کوشش کرتے ہو کے میں پڑھائی نہ کرنے کا بہانہ بنارہی ہوں ایک جن کا ڈرامہ کریئیٹ کر کے۔ اور کبھی کہتے ہو کے وہ جن ریشام کو تنگ کر رہا ہے۔۔ اسے دور رہنے کو کہو۔۔ تم چاہتے کیا ہو آخر؟"

"میں جو بھی چاہتا ہوں تم اس کی فکر میں خود کو پریشان مت کرو۔۔ اپنے چھوٹے سے ذہن پر اتنا بوجھ مت ڈالو"

وہ سلگ ہی تو اٹھی تھی اس کے انداز پر۔

"اور اب جاو میرے روم سے باہر۔۔ ورنہ تمہارے فاطم صاحب برا منائیں گے"

"میں کہہ دوں گی تم ہی لائے تھے مجھے یہاں پر"

اس نے تنتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بدک اٹھا۔

"تمہیں شرم نہیں آئے گی جھوٹ بولتے ہوئے؟" اس نے تیز نظروں سے گھورا۔

"اس میں جھوٹ کہاں ہے؟ تم نے ہی تو کہا تھا کے بکس واپس لے جا کر رکھو۔۔ تم خود بھی تو رکھ سکتے تھے نا؟"

''انھیں تم نے اٹھایا تھا تو واپس رکھنے کی ذمہ داری بھی تمہاری ہی تھی۔''

''دے دو مجھے۔ تم کیا میوزیم میں رکھواو گے اپنی یاد کے طور پر؟''

اس کے سامنے کھڑی وہ ناراضگی سے کہہ رہی تھی۔

اشارہ ان کتابوں کی جانب ہی تھا۔

''میوزیم میں رکھواوں یا سمندر میں بہا دوں۔ میری چیز ہے۔ میں کسی کو نہیں دوں گا۔۔اور تمہیں تو بلکل بھی نہیں۔''

کرسی کی ہتھی پر کہنی ٹکا کر ہتھیلی میں سر گرائے وہ راجہ اندر بنا بیٹھا تھا۔

کل اس کا جامعہ میں پہلا دن تھا۔ کلاس میں جانے سے پہلے وہ تھوڑا کورس ریوائس کرنا چاہتی تھی۔ لیکن عاشر نے تو جیسے نہ دینے کی قسم کھالی تھی۔

''چلو ایک ڈیل کر لیتے ہیں''

بریزے نے ترپ کا پتا پھینکا۔

''کیسی ڈیل؟'' عاشر کو اس کی مسکراہٹ مشکوک لگ رہی تھی۔

وہ اس سے کسی بھلائی کی امید نہیں کر سکتا تھا۔

''تم مجھے اپنا سارا کورس دے دو۔۔ اور میں پھر وعدہ کرتی ہوں کے کسی کو نہیں بتاوں گی کے تم اسموکنگ کرتے ہو۔۔ہاں اگر تم اس ڈیل سے منع کرتے ہو تو پھر جان لو۔۔ میں پھر سب کو اکٹھا کر کے تمہارا کارنامہ بتاوں گی۔۔ ابھی تک تمہارا راز محفوظ تھا میرے پاس۔۔ لیکن اب۔۔۔''

سینے پر بازو باندھے۔ نیلے دوپٹے سے سر ڈھکے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر جلانے والے انداز میں کہتی اس کا سکون درہم برہم کر رہی تھی۔

عاشر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے خود پر لعنت ملامت کی۔
وہ خود سے اعتراف کرنا نہیں چاہتا تھا۔
لیکن پھر بھی کر رہا تھا کے۔۔
وہ چڑیل اسے بلیک میل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی تھی۔
"کھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی ہی پڑتی ہے عاشر مرزا۔۔"
اس کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ ابرو اٹھا کر مسکرا کر کہتی اسے زہر سے بھی بری لگ رہی تھی۔

آنکھوں سے بازو ہٹا کر اس نے بھاری ہوتی پلکوں کو با مشکل کھولا۔ اس کا آفس نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے آرام کے خیال سے وہ جاتے ہوئے ساری لائٹس بند کر گئی تھی۔ سوائے ایک کے۔
جو اس کشادہ آفس کو روشن کرنے میں ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔
اس کا ذہن ابھی بھی غنودگی میں تھا۔
کافی دیر ایک ہی پوزیشن میں لیٹے رہنے کی وجہ سے اس نے کروٹ بدلی تھی۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ صوفے پر سے دھڑام سے نیچے گرا۔
"آہہ" بے ساختہ کراہتے ہوئے ماتھے کو مسلا۔
وہ کبھی زندگی میں صوفے پر نہیں سویا تھا۔ وہ صرف کچھ دیر آرام کی نیت سے لیٹا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کے آنکھ لگ جائے گی۔
نیند اڑن چھو ہو چکی تھی۔ سر کا درد بھی غائب تھا۔ کچھ دیر کی ہی سہی۔ لیکن اس نیند کے بعد وہ خود کو فریش محسوس کر رہا تھا۔
وہ کارپیٹ سے اٹھا نہیں تھا۔ وہیں صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا فون کو چیک کرنے لگا۔ جبھی کوئی آہستہ سے دروازہ دکھیل کر اندر آیا۔

نیم اندھیرے میں فون کی روشنی سالار کے چہرے پر پڑتی اسے چمکا رہی تھی۔

"اٹھ گئے تم؟"

مہماہ نے اسے جاگتے دیکھ کر سوئچ بورڈ سے سارے بٹن آن کر کے لائٹس جلا دی تھی۔

کافی دیر غنودگی میں رہنے کے بعد ایک ساتھ اتنی روشنی اس کی آنکھوں پر پڑی تو اس نے بے ساختہ ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا۔

"بند کرو انھیں۔۔"

ناپسندیدگی سے اس نے کہا تو مہر ماہ نے اتنی روشنی جلنے دی تھی کے اندھیرا بھی چھٹ گیا تھا۔ اور کافی روشن بھی نہیں تھا۔

"میں دو بار آئی تھی تمہیں دیکھنے لیکن تم سو رہے تھے"

"تمہاری مہربانی سے۔۔ ویسے ایک انسان کو اگر سر درد کی شکایت ہو تو اسے پین کلر دینے کے بجائے نیند کی گولی دے دینا کہاں کا انصاف ہے؟"

اس کی آنکھوں میں مصنوئی سی خفگی کی جھلک تھی۔

"تمہیں سر درد کی شکایت جس وجہ سے تھی میں نے اس وجہ کو دور کیا ہے صرف۔۔"

"اتنے کام رہ گئے میرے تمہاری وجہ سے۔۔"

سر جھٹک کر فون آف کر کے ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اس نے پیشانی مسلی۔

"چھ بج رہے ہیں ابھی۔۔ آفس ٹائم پانچ بجے تک ہے۔۔ تم یہاں کیوں موجود ہو ابھی تک؟"

دیوار پر لگی بڑی سی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اس نے چونک کر پوچھا۔

"وہ ۔۔ میں کچھ کام کر رہی تھی۔۔ پھر تم بھی تو سو رہے تھے۔"

"تمہیں میرے انتظار میں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔زید کو بتا کر وقت سے گھر چلے جانا چاہئے تھا تمہیں۔۔"

اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کے اسے پسند نہیں آیا تھا اس کا وہاں ٹھہرنا۔

"انھیں معلوم ہے وہ یہیں پر ہیں"

"باقی سب چلے گئے؟"

"ہاں۔۔"

"زید کو میرے پاس بھیج دو۔۔ اور تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاو"

اسٹینڈ پر سے کوٹ اتار کر پہنتے ہوئے وہ اس کی اگلی بات پر رکا۔

"میں کل آف کروں گی"

"کس خوشی میں؟"

"تمہیں اس سے کیا مطلب؟" اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"میرے سارے شیڈول تمہارے ذمے ہوتا ہے۔ اگر بہت زیادہ مجبوری نہیں ہے تو آف مت کرو۔۔
ہاف ڈے کے لئے ہی آ کر زید کو سمجھا دینا باقی وہ دیکھ لے گا"

سالار کے نرمی سے کہنے پر وہ کچھ خاموش کھڑی ہونٹ کچلتی رہی۔ پھر دھیمی آوا میں بولی

"بابا کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے"

سالار نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس بھری۔

"ٹھیک ہے۔۔زید ابھی تو یہیں پر ہے نا۔ کل کا شیڈول ابھی بتا جانا اسے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے آجاوں گی میں کل ہاف ڈے کے لئے"

وہ کہہ کر روم سے باہر چلی گئی تھی جب زید اندر آیا۔

"خیریت ہے سر؟ آج سے پہلے آپ کبھی آفس میں نہیں سوئے۔ طبعیت زیادہ خراب ہو گئی تھی آپ کی؟"

وہ اس کے لیے فکرمند تھا۔

"نہیں بس سر میں درد تھا تو آنکھ لگ گئی۔کیا ہوتا رہا آفس میں میرے سونے کے بعد؟"

والٹ اور گاڑی کی چابی ڈرا سے نکالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔ سب روٹین کے مطابق ہو رہا تھا۔ آپ تقریباً چار گھنٹے تک سوئے ہیں۔ مس مہر ماہ نے کسی کو آپ کے روم میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ میں آپ کی خیریت معلوم کرنے آنا چاہتا تھا مجھے بھی نہیں آنے دیا۔ ساری ضروری اپائیٹمنٹس بھی کینسل کر دیں"

"وہ گھر کیوں نہیں گئی؟ کیا کرتی رہی سارا وقت؟"

سالار کو صرف اس بات کو جاننے میں دلچسپی تھی۔

"مس سبرینہ آج آف پر تھیں۔ ان کے ذمے کچھ کام تھا تو مس مہر ماہ اسے مکمل کر رہی تھیں۔"

اس نے ادب سے جواب دیا۔

"آئندہ میری غیر موجودگی میں مہرماہ کو یہاں آف ٹائم کے بعد ہرگز اکیلے رکنے مت دینا۔"

وہ سختی سے اسے باور کروا رہا تھا۔

زید نے ایک لمحے اسے دیکھا۔ خشک لبوں پر زبان پھیری۔ پھر نا چاہتے ہوئے بھی اپنی سوچ کو زبان دے ڈالی۔

"معذرت کے ساتھ۔۔۔ لیکن آپ کچھ زیادہ ہی فکرمند نہیں ہو رہے اس کے لیے؟۔۔آئی مین وہ صرف ایک سیکریٹری ہے"

زید نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا کے کہیں وہ برا مان کر ڈانٹ ہی نہ دے۔ "سیکریٹری وہ صرف دنیاو والوں کے لئے ہے!"

زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے محظ اتنا ہی کہا۔ جس میں جانے کتنے ہی گہرے راز پنہاں تھے۔

"دائم اور مہد کا اس میں کیا قصور ہے۔ جس طرح کی تمہاری حرکتیں ہیں وہ لوگوں کو خود ہی شک و شبے میں ڈال دیتی ہیں"

"میں جان بوجھ کر نہیں کرتا بس ہو جاتا ہے مجھ سے"

"تمہارے دماغ کا علاج تو مجھے ہی کرنا پڑے گا۔"

اپنی جگہ سے حرکت کر کے وہ اس کے نزدیک آنے لگا

"کیا کر رہے ہو؟ کیا جلانے کا ارادہ ہے مجھے؟"

اسے قریب آتے دیکھ داریان بے ساختہ پیچھے ہٹا۔

اس کے وجود سے تپش سے اٹھ رہی تھی۔

"تم جل کر مر گئے تو اس لڑکی کا کیا ہوگا جو تمہیں دل دے بیٹھی ہے؟"

"میں نے نہیں مانگا تھا اس سے اس کا دل۔ اپنے حصے کی محبت میں کر چکا ہوں۔۔ باقی اب کسی سے مجھے کوئی سروکار نہیں!"

"تمہیں اتنا پتھر دل نہیں ہونا چاہئے ۔۔ نرمی پیدا کرو اپنے اندر"

"فلحال تم یہاں سے جانے کی کرو۔۔ میرا سر مت کھاو"

تکیے پر سر رکھے وہ بڑبڑا کر بولا

"تم بہت ہی بے ادب بھی ہو۔۔ شاید تم بھلا بیٹھے ہو کے شاہ صاحب کی غیر موجودگی میں بعض دفعہ میں تمہیں قرآن کا سبق دیا کرتا تھا۔ تمہیں میرا احترام کرنا چاہئے۔ آخر کو میں نے تمہیں قرآن پڑھایا ہے!"

"اس کے لئے میں تمہارا ممنون ہوں فاطم۔۔ لیکن ابھی نکلو یہاں سے میں آرام کرنا چاہتا ہوں کچھ دیر۔۔"

اس نے تکان سے کہا۔

"مٹھائی کے لیے شکریہ۔ ابھی جا رہا ہوں لیکن جب اگلی بار آوں تو اپنے مزاج درست کر کے رکھنا۔۔ ورنہ میں خود ٹھکانے لگا دوں گا۔۔!"

اس کے دھمکانے کا ذرا بھی اثر لیے بنا وہ آنکھیں موند گیا۔

وجہ تسکین بھی ہے خیال اس کا

حد سے بڑھ جائے تو گراں بھی ہے

زندگی جس کے دم سے ہے ناصر
یاد اس کی عذاب جاں بھی ہے۔

ٹیرس پر پڑے بڑے سے جھولے پر بیٹھی وہ دور آسمان میں اڑتے پرندوں کے غول کو دیکھ رہی تھی۔اس کی سوچیں بھی انھیں کے ساتھ اڑان بھرتی اسے حال سے بیگانہ کر رہی تھی۔
جب وہ چھوٹی ٹرے میں دو کافی کے مگ رکھے وہاں آئی تو اس کی محویت کا سکوت ٹوٹا۔
"انکل کی طرف سے پریشان مت ہو تم۔اللہ نے چاہا تو وہ جلد ری کور کرلیں گے۔"
جب سے وہ آئی تھی ماشا اس کی دلجوئی کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ابھی بھی نرمی سے اسے دلاسہ دیا۔
"کیسے پریشان نہ ہوں؟ ان کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے"
وہ ازحد فکرمند لگ رہی تھی۔
"تمہیں کسی اچھے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہئے۔۔فرمان بھائی تمہاری ہیلپ کر دیں گے"
"اچھے ڈاکٹر کی فیس بھی پھر اچھی خاصی ہی ہوگی۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ ساری پریشانیاں ایک ساتھ ہی آگئیں مجھ پر"
اس کی آواز میں نمی سی گھل رہی تھی۔
اوہ ہو ایسے نہیں کہتے۔"
ماشا نے بے ساختہ ٹوکا۔
"اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی مشکلات میں گرفتار کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کے کیا میرا بندہ واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔۔ جب میں نے اسے خوشحالی دی تھی تب تو یہ میرا بڑا شکر گزار تھا۔ کیا تنگی میں بھی اتنا ہی فرمانبردار رہتا ہے یا مجھ سے منہ موڑ لیتا ہے۔"
"میں نے تو کبھی آسائشوں والی زندگی میں بھی اللہ کا شکر نہیں کیا۔ حق کی طرح سب کچھ استعمال کرتی تھی جیسے یہ دولت، عیش و عشرت بنا ہی میرے لیے ہو۔"

آنکھ کے کنارے جمع ہوتے پانی کو انگلی سے صاف کرتی وہ جیسے خود سے ہی شکوہ کناں تھی۔

"ماضی اگر دردناک ہو تو اسے یاد کر کے خود کو اذیت میں نہیں رکھتے۔"

"مجھ سے نہیں بھلایا جاتا۔ میں نے پوری زندگی اس آسائشات میں گزاری تھی۔ اور جب میں ان کی عادی ہو گئی تو سب کچھ چھن گیا مجھ سے"

نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ ایک بے نام اذیت کا شکار تھی۔

"اللہ مال و دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی۔۔ جو شکر کرتے ہیں اللہ انھیں اور نوازتا ہے۔ اور جو شکر نہیں کرتے۔ غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اللہ ان سے چھن بھی لیا کرتا ہے۔۔ اور تمہیں اتنا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اللہ ہی کی چیز تھی۔ تم نے قدر نہیں کی تو اس نے لے لی واپس۔ ویسے آفس کیسا جا رہا ہے تمہارا؟"

اس کا دھیان بٹانے کو ماشا نے موضوع چینج کیا تو وہ بھی گہری سانس بھر کر خود کر پرسکون کرتی بولی۔

"ٹھیک ہے بس"

"ٹھیک؟ کیا تمہیں پسند نہیں آیا؟"

"پسند نہ بھی آیا تو بھی مجھے وہیں جاب کرنی پڑے گی" اس کے انداز میں بے زاری تھی۔

"تمہاری سیلری بھی اچھی ہے۔۔ ویسے تمہیں میڈیکل کی فیسیلیٹی تو ملی ہوگی آفس کی طرف سے۔۔؟"

"میں ان کے توسط سے کبھی بھی پاپا کا علاج نہیں کرواوں گی۔ میں کسی کا احسان نہیں لوں گی"

ماشا اس ضدی لڑکی کی ہٹ دھرمی کو دیکھتی رہ گئی۔

"بے وقوف ہو تم۔۔ کیا تمہاری انا انکل کی صحت سے بڑھ کر ہے؟"

"ماشا میں تمہارے پاس مائنڈ ریلیکس کرنے آئی تھی۔ تم نے مجھے ایسے نصیحتیں کرنی ہیں تو بتا دو میں چلی جاتی ہوں یہاں سے۔"

ناراضگی سے کہتی وہ واقعی جھولے پر سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"ناراض مت ہو۔۔اچھا بیٹھ تو جاو۔ پرامس اب کچھ نہیں کہوں گی۔" اس نے بوکھلا کر اسے روکا۔
"تم مجھے بہت عزیز ہو مہرو۔۔ تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی ہیں"
ماشا نے اسے گلے لگاتے ہوئے فکرمندی سے کہا تو جانے کتنے ہی آنسو اس نے اپنے اندر اتارے تھے۔

ایک وقت تھا جب اس کا وسیع حلقہ احباب ہوا کرتا تھا۔
کافی سارے دوست تھے اس کے جو ہمہ وقت اس کے لیے حاضر رہتے تھے۔ وقت اور حالات بدلے تو وہ بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔
جب سلطان زہیر نے اس علاقے میں گھر رینٹ پر لیا تو تب ماشا سے اس کی دوستی ہوئی تھی۔ جو اس کے برے وقت میں اسے سنبھالنے میں کافی مددگار ثابت ہوئی تھی۔ورنہ تو جن لوگوں کی دوستی پر اسے مان تھا انھوں نے تو پلٹ کر اس کی خبر تک نہ لی تھی۔

کلک کی آواز سے دروازہ کھلا تو اس نے وحشت سے اس جانب دیکھا۔ جانے کیسا خوف اس کے اندر سرائیت کر گیا تھا جو وہ ذرا سی آہٹ پر بھی چونک چونک جا رہی تھی۔
"کیا تم ٹھیک ہو ریشام؟" بریزے نے ہاتھ میں پکڑی ڈھیر ساری کتابیں بیڈ پر رکھتے ہوئے تشویش سے اسے دیکھا جس کی آنکھیں متورم سی تھی۔
"میں ٹھیک ہوں۔۔" بھیگی آواز میں کہتے ہوئے وہ کمبل سر تک تان کر لیٹ گئی۔
جبھی وہ پیر سے ادھ کھلے دروازے کو دھکیلتے ہوئے اندر آیا۔
ہاتھوں میں پکڑے نوٹس اور رجسٹر بیڈ پر پھینکے۔ساتھ ہی اسے کینہ طوز نگاہوں سے گھورا۔جو گردن تانے کھڑی بے نیاز سی نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"آج کے بعد مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش مت کرنا بریزے غازی۔۔ اس بار چھوڑ رہا ہوں۔ اگلی بار جان بخشی نہیں کروں گا تمہای!"

شہادت کی انگلی اس کی جانب اٹھائے وہ سخت لہجے میں دھمکا رہا تھا جب بریزے نے اس کی جاب رخ موڑ کر اس کی اٹھی ہوئی انگلی دیکھا۔ پھر استہزائیہ مسکراتے ہوئے اسے اپنی مٹھی میں مقید کر لیا۔

"جان بخشی؟-- اپنے الفاظ واپس لو--مجھے دھمکانا تمہیں مہنگا پڑ سکتا ہے "

[ ] "تم ایک کام کرو-- فاطم کو کہو کے تمہیں اپنے ساتھ ہی کہیں لے جائے-- کم از کم ہماری زندگیوں میں تو سکون آئے گا"

وہ شدید تپا ہوا لگ رہا تھا۔

"جو لطف ہے اس درد میں
تجھے کہاں ملے گا وہ سکون میں؟"

وہ شرارت سے شاعرانہ انداز میں بولی۔ عاشر کو دھمکا کر اس سے کتابیں ہتھیانے پر جو سرشاری محسوس ہو رہی تھی اس کی بات ہی الگ تھی۔

"اس نے تمہیں شاعری بھی سکھا دی؟" وہ طنز سے مبہم مسکرا کر بولا

"اس نے نہیں سکھائی-- یہ الفاظ تو بس ابھی ابھی وارد ہوئے ہیں"

اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"تو انتظار کرو--جب وہ آجائے تو اسے سنانا-- میری تو جان چھوڑو" عاشر نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا

"عاشر تم اتنا چڑتے کیوں ہو مجھ سے؟-- میں اتنی بری بھی نہیں ہوں-- کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

وہ مصنوئی سی معصومیت چہرے پر طاری کیئے بولی۔

"اتنی چاپلوسی کس خوشی میں کر رہی ہو؟ کورس دے دیا ہے نا کیا کافی نہیں ہے؟ اب کیا اپنی جان بھی دے دوں تمہیں؟"

اس کے چہرے پر نظریں گاڑے اس نے استہزائیہ پوچھا۔

"کیا نہیں دے سکتے ؟-- تم میرے لیے اپنی جان قربان نہیں کر سکتے ؟" آج جانے اس کے جی میں کیا سمائی تھی جو اسے زچ کرنے کا کوئی موقع نہیں جانے دے رہی تھی۔

"عاشر مرزا کی جان اتنی سستی نہیں جو تم پر قربان کردوں"

وہ زہر خند سا بولا تو اس نے ڈھیروں ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"ہنہ ڈائلاگ تو دیکھو"

"اس کو فیل بھی کرو" اس نے چبا کر جتایا۔

"تم دونوں دفع ہو جاو یہاں سے اس سے پہلے کے میں تم دونوں کو قربان کر کے قاتل بن جاوں" جبھی وہ تپے ہوئے چہرے کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔ غصے سے ان دونوں کو لتاڑا جو موقع محل دیکھے بنا کہیں بھی شروع ہو جاتے تھے۔

ریشام کے سر میں ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں ان کی آوازیں۔

"آئم سوری--ریشام"

بریزے نے شرمندگی سے کہتے ہوئے ساتھ ہی عاشر کو تیز نظروں سے دیکھا

"تمہاری وجہ سے اس کی نیند خراب ہوگئی"

"میری وجہ سے ؟" اس نے بریزے کے صاف جھوٹ پر اس ابرو بھینچ کر گھورا۔

"اب جاو بھی باہر-- دیکھ نہیں رہے اس کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے"

اس چڑیل سے پناہ مانگتے ہوئے عاشر نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر جانا۔

پین لبوں کے درمیان دبائے کتاب کے صفحے پلٹتی وہ مکمل طور پر پڑھنے میں مصروف تھی جبھی ایک جانی پہچانی سی خوشبو اس کو چاروں طرف پھیلنے لگی۔

پین لبوں سے نکال کر اس نے زیر لب اس کا نام لیا۔
"فاطم؟"
مڑ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔
وہی تھا۔ اپنے ازلی پرسکون چہرے کے ساتھ دیکھتا اس کے دل کی دھڑکن بڑھا رہا تھا۔
ہوا سے اس کے بال دائیں بائیں لہرانے لگے۔ جن کی طرف سے بے پرواہ وہ اسی کو تکے جا رہی تھی۔
وہ بھی اس طرح سے کے جانے کب سے اس کو دیکھا نہ ہو۔
"تمہارے آنے جانے کا تو کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔ اچانک سے آتے ہو اور پھر ایک دم سے غائب ہو جاتے ہو"
وہ اس کے شکوے پر مسکرا دیا۔ بریزے کو یوں لگا جیسے بہاروں نے اس کے کمرے کا رخ کر لیا ہو۔
"کیا تم مجھے یاد کر رہی تھیں؟" وہ ایک ایک قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آ گیا۔
"آج تم بتا ہی دو کے کہاں سے پیچھے پڑے ہو میرے؟--"
"ہمم" وہ پرسوچ سا اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"تمہیں معلوم ہے تم ایک بار اپنی دوست کے گاوں گئی تھی اس سے ملنے؟"
"میری دوست؟--سونا کے علاوہ میری کوئی اتنی خاص دوست نہیں ہے جن سے میں ملنے جاوں--
آخری بار میں اسی سے ملنے گئی تھے اس کی برتھ ڈے پر"
"اس کے گھر سے باہر کہیں گھومنے نکلی تھیں تم؟"
"ہاں--ہم چہل قدمی کے لئے نکلے تھے--باتوں میں ہمیں پتا ہی نہیں چلا کے ہم کافی دور نکل گئے تھے"
"تمہارے قدم ایسی جگہ بھی پڑے تھے جہاں نہیں پڑنے چاہئے تھے"
بریزے نے الجھن سے اسے دیکھا۔
"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کے اس دنیا میں انسانوں سے زیادہ جنات کی آبادی موجود ہے۔۔ کچھ جگہیں اور علاقے ایسے ہوتے ہیں جہاں جنات کافی تعداد میں موجود تھے۔ یا یوں کہنا چاہئے کے وہ ان ہی کی سر زمین ہوتی ہے۔۔ جہاں بے دھڑک داخل نہیں ہوا جاتا۔۔بے خبری میں۔ تم نے جس زمین پر قدم رکھے ۔۔ وہ میرا علاقہ تھا۔"

وہ سکون سے بولا تو بریزے نے تنک کر کہا۔

"تم نے کوئی سائن بورڈ نہیں لگایا ہوا تھا۔ پھر مجھے کیسے معلوم ہوتا کے میں کسی ممنوعہ علاقے میں جا رہی ہو۔۔"

"اور ایک بات تو بتاو۔۔"

بریزے نے پیشانی پر کتنے ہی بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"یہ کون سی شرافت ہے کے اگر کوئی بھولے سے آپ کے گھر میں داخل ہو جائے تو آپ اس پر عاشق ہی ہو جائیں؟"

"واقعی میں شریفوں والی حرکت نہیں تھی یہ۔۔"

مسکراہٹ دباتا وہ پشیمانی کے تاثرات چہرے پر سجاتا بولا۔

"سونا بھی تو میرے ساتھ تھی تم اس کے پیچھے بھی تو جا سکتے تھے نہ؟"

"مجھے تم پر ہی عاشق ہونا تھا۔ پھر میں کسی اور کے پیچھے کیوں جاتا؟"

" لیکن اس عاشقی کا کوئی فائدہ نہیں۔۔ تم ایک جن زاد ہو مجھ سے شادی نہیں کر سکو گے۔۔میری شادی کسی انسان سے ہی ہوگی"

"جس انسان کا تم انتخاب کرو گی میں اسے زندہ نہیں رہنے دوں گا"

"تم اسے مار دو گے؟" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"شاید۔۔"

" اوہ۔۔"

"تم خوش ہو رہی ہو؟" اب کے حیران ہونے کی باری اس کی تھی۔

"ہاں مجھے لگ رہا ہے جیسے کسی فلم کی شوٹنگ چل رہی ہے اور کوئی ولن مجھ سے اپنا حال دل بیان کر رہا ہے"

"تم ہیرو بھی کہہ سکتی تھیں؟" اس نے افسوس سے کہا۔

"پتا نہیں لیکن تم سے ہیرو والی وائب نہیں آتی۔۔"

"ہیرو نہ سہی ولن ہی سہی" وہ شانے اچکا کر کہتا اس پر بھی راضی لگ رہا تھا۔

کردار کوئی بھی ہو۔اس کے لئے اتنا ہی بہت تھا کے وہ اس کی زندگی میں شامل تھا۔

جبھی ہلکی آواز سے دروازہ کھول کر وہ اپنے ہی دھیان میں اندر آئی۔

فاطم اور بریزے اسی کو دیکھ رہے تھے جو نماز کے اسٹائل میں دوپٹہ لپیٹے ہاتھ میں قرآن پاک لئے کاوچ پر بیٹھ گئی تھی۔

پھر اسے چوم کر کھولنے کے بعد اس نے تلاوت کرنا شروع کردی۔

"تم نے اس بے چاری کو بھی ڈرا دیا تھا۔ دیکھو تمہیں بھگانے کے لئے یہ بھی پڑھ رہی ہے"

وہ افسوس سے بولی تو فاطم نے شہادت کی انگلی لبوں پر رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ ریشام کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اور بریزے کو اس کے علاوہ سب پس منظر میں جاتا محسوس ہو رہا تھا۔

جو آنکھیں بند کئے پرسکون سا بیٹھا اس کی تلاوت سن رہا تھا۔

تلاوت ختم کر کے قرآن پاک کو چوم کر دوبارہ جزدان میں رکھنے لگی تو بریزے بے ہچکچاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کیا ہوا؟" ریشام نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا جس نے پہلے اپنے دائیں جانب دیکھا اور پھر دوبارہ ریشام کو۔

"وہ تمہاری آواز اچھی ہے۔ پرسوز سی۔۔ لیکن کئی جگھوں پر تم سہی الفاظ ادا نہیں کر رہی تھیں"

وہ من و عن وہی الفاظ دہراتے ہوئے اس کی غلطیاں بتا رہی تھی جو فاطم اسے کہہ رہا تھا۔

ریشام کو کچھ کھٹک رہا تھا۔ کچھ ایسا تھا جو نارمل نہیں تھا۔

اس نے بے ساختہ چونکتے ہوئے کمرے کے اطراف میں نظریں دوڑانی شروع کردی۔ کوئی شک نہیں تھا کے وہ اسے ہی تلاش کر رہی تھی۔

"کیا وہ یہیں ہیں؟" اس نے سراسیمگی سے پوچھا۔

ریشام کے مطابق تو اس جن کو اب اس حویلی سے کوسوں دور بھاگ جانا چاہیئے تھا۔ لیکن کیا وہ ابھی بھی یہیں براجمان تھا؟

بریزے نے اثبات میں سر ہلایا تو ریشام نے بے ساختہ الماری کا سہارا لیا۔

"ڈرو نہیں وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

"میں قرآن پڑھ رہی تھی۔۔ وہ پھر بھی نہیں گیا؟"

"وہ خود بھی قرآن پڑھتا ہے۔۔ وہ برا جن زاد نہیں ہے"

اور ریشام کے لیے تو وہ صرف ایک جن زاد تھا۔۔

جو اس کے راز سے واقفیت رکھتا تھا۔

اچھے برے سے اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ بس اس سے خوفزدہ تھی۔

کیوں کے کوئی بعید نہیں تھی کے وہ کبھی بھی کسی کے بھی سامنے آکر اس راز سے پردہ اٹھا دیتا۔

"تم نے کیا کہہ کر ڈرایا ہے اسے؟"ریشام کے وہاں سے جانے کے بعد بریزے نے تجسس سے پوچھا۔

"ایک راز ہے اس کا میرے پاس"

"راز؟ کیسا راز؟" وہ مزید متجسس ہوئی۔

"وہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟ تم تو عاشق ہو نہ مجھ پر؟ کیا اپنی ہی بات سے پھر گئے ہو؟" وہ پھر خفا ہوئی۔

"میں کبھی اپنی بات سے نہیں پھرتا۔۔اور رہی اس کے راز کی بات تو۔۔ جس کا پردہ اللہ نے رکھا ہوا

ہے میں اسے کھول نہیں سکتا"

"جب اللہ چاہے گا تب اس کی بات بھی سامنے آجائے گی۔۔تمہیں اس کے لیے اتنا متجسس ہونے کی ضرورت نہیں ہے پڑھائی پر دھیان دو"

" تم کیسے جن ہو؟ بجائے مجھے یہ کہنے کے پڑھائی وڑھائی کو چھوڑو بس میری ہو کر رہ جاو۔۔ تم الٹا مجھے پڑھنے پر لگا رہے ہو"

"کیا تمہیں پڑھنا نہیں پسند؟"

اس نے ابرو اٹھا کر تحیر سے پوچھا۔

"بلکل بھی نہیں۔۔ جتنا مجھے شوق تھا اتنا میں پڑھ چکی ہوں۔۔ لیکن تمہاری وجہ سے یہ مصیبت میرے گلے پڑ گئی۔"

"میری وجہ سے؟"

فاطم نے اس کے ناراض سے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جب میں نے کہا کے مجھ پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے تو کسی نے یقین نہیں کیا میری بات کا۔۔بلکے مجھے مصروف کرنے کے لیے مجھے پڑھائی میں لگا دیا۔

"اگر تم نہیں پڑھنا چاہتی تو رہنے دو" اس کے مشورہ دینے پر ریزے نے پرجوشی سے اسے کہا

"تم ایک کام کرو۔۔ عاشر کی یونیورسٹی میں آگ لگا کر آجاو۔۔ پھر میری اس سے جان چھوٹ جائے گی"

"جنات تو یوں ہی بدنام ہیں۔۔اصل شر پسند تو تم انسان ہوتے ہو"

"کیا تم میرے لئے اتنا نہیں کر سکتے؟" اس کے بڑبڑانے پر بریزے نے گہرے صدمے سے پوچھا۔

"یونیورسٹی میں آگ لگانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں؟"

"تمہاری جگہ اگر کوئی ولن ہوتا تو پورے شہر کو ہی آگ لگا دیتا"

وہ نروٹھے سے لہجے میں جتا گئی۔

"بریزے تم کیوں چاہتی ہو کے سب جل کر مر جائیں؟"
"میں صرف اتنا دیکھنا چاہتی ہوں کے تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"
"محبت کے دعویدار ہو نا؟ تو پھر پروف بھی کرو"
اس کی سیاہ آنکھوں میں جلتے شعلوں کو دیکھتی وہ اس کی محبت کا ثبوت طلب کر رہی تھی۔
"جب وقت آئے گا تو تم یہ بھی جان لو گی۔"فاطم نے ہلکا سا ہاتھ اس کے سر پر مارا تو اسے لگا جیسے کسی شعلے نے اسے چھو لیا ہو۔
"کوئی انسان تو تمہارے قریب بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ جلا ہی دو گے اسے"
وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے اسے گھورتی ہوئی فوراً سے پیچھے ہٹی۔"
یسے اگر میں تمہیں گلے لگا لوں گا تو ممکن ہے کے میرا جلتا ہوا وجود سرد پڑ جائے۔"
وہ شرارت چھپائے گہری سنجیدگی سے بولا تو بریزے نے تھوک نگل کر اسے دیکھا۔ پھر جلدی سے بیڈ سے اتر کر دروازے کی جانب بھاگی۔
"مجھ سے دور رہنا فاطم۔۔ میں جل کر مرنا نہیں چاہتی!"
وہ دروازے سے لگی کھڑی خوف کا شکار لگ رہی تھی۔
" صرف ایک بار۔۔"
وہ سماجت کرتا اس کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ جب بریزے نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔
"کیا تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا؟"
اس کے بہت قریب کہیں پرتپش سی سرگوشی ابھری۔
"مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا۔ تم مجھے اپنے سحر میں مبتلا کر رہے ہو۔ کیا تم۔۔۔ تم ساحر ہو؟"اس نے آنکھیں نہیں کھولی۔
خوابیدہ سی آواز میں وہ بڑبڑائی۔
"میں فاطم ہوں۔۔جنات کے مومن قبیلے سے۔۔ایک جن زاد!"

مسکراتے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بالوں کو ہلکا سا چھوتے ہوئے وہ تحلیل ہو چکا تھا۔
جب اس کی خوشبو اور تپش کا احساس کم ہوتا محسوس ہوا تو بریزے نے پلیں وا کر کے دیکھا۔ لیکن سامنے کمرہ خالی پڑا تھا۔
"پھر غائب ہو گیا۔۔"
"وہ زیر لب کہتی سر جھٹک گئی۔

"کب تک خفا رہو گی آئزل؟" ہیری نے تھکن زدہ انداز میں پوچھا۔ وہ اس سے اتنی لمبی ناراضگی نہیں پالا کرتی تھی کبھی۔
کچھ دیر میں ہی مان جایا کرتی تھی۔ لیکن اس بار تو جیسے اس نے قسم کھا لی تھی۔
"ہیری بہتر ہوگا کے ہم دوستی ختم کر دیتے ہیں"
"کیوں؟ "
اس کی گہری سنجیدگی پر اس نے چونک کر پوچھا۔
ہیری کو سمجھ نہیں آرہی تھی کے اب ایسا بھی کیا ہو گیا تھا جو وہ اس قسم کی بات کر رہی تھی۔
"اگر میں کہوں کے سنگر بننے کا خواب چھوڑ دو تو کیا تم مان لو گے میری بات؟"
"آئزل تم جانتی ہو میں نے اس سب کے لیے کتنی محنت کی ہے"
وہ پھر سے وہی بات شروع کرنے لگی تھی شاید۔
"مجھے معلوم ہے۔۔ اسی لئے کہہ رہی ہوں۔ اگر وہ سب نہیں چھوڑ سکتے تو مجھے چھوڑ دو"
"تم نے کبھی مجھ سے میرے معاملات میں اس طرح سے ضد نہیں کی۔"
وہ اسے ناراض نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے کا بھی روادار نہیں تھا۔
"پہلی بار کر رہی ہوں۔۔ کیا نہیں مان سکتے میری بات؟" وہ کتنے مان سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے بس میں نہیں تھا ورنہ اس کی ہر ضد کو سر آنکھوں پر رکھتا۔

''دولت اور شہرت پر میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا دوسرے انسانوں کا ہے۔۔میں بھی تو یہ سب ڈیزرو کرتا ہوں۔۔کیا مجھے حق نہیں کے دنیا میں میرے نام کے ترانے بجیں؟''

وہ اس سے ناراض نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ ہی اس سے سخت لہجے میں بات کرتا تھا۔ ابھی بھی اپنے لہجے کو نرم رکھنے کی اس نے بہتر کوشش کی تھی۔

''جب مر جاو گے تو کیا کرو گے پھر اس دولت شہرت کا؟ ۔۔قبر میں ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی اس کی''

''جب تک زندہ ہوں تب تک تو اسے وصول کر سکتا ہوں نا؟''

''اور جب مر جاو گے تب؟''

''تب کی تب دیکھی جائے گی'' اس کے ہاتھ جھلا کر کہنے پر وہ افسوس سے اسے دیکھتی رہی۔

کچھ لمحے ان کی درمیاں یونہی گزر گئے۔

''تب کچھ نہیں دیکھا جائے گا ہیری۔۔ تب صرف تمہیں بدلہ دیا جائے گا ان کاموں کا جو تم یہاں کر کے جاو گے''

''اور جب اللہ تم سے پوچھیں گے کے ایک تو تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور دوسرا اس کے کتنے ہی بندوں کو بھی گناہ میں مبتلا کرتے رہے۔۔پھر کیا کہو گے اللہ کو؟''

سینے پر بازو باندھے وہ تصویر کا وہ رخ اس کے سامنے رکھ رہی تھی جس سے وہ دامن بچانا چاہتا تھا۔

''اگر میں غلط کام کی طرف ان کو بلا رہا ہوں تو کیا یہ لوگ کم عقل ہیں؟ انھیں نہیں معلوم کے سہی کیا ہے اور غلط کیا ہے؟''

''ذریعہ تو تم بھی بن رہے ہو۔۔جب وہ تمہارے میوزک پر سر دھنتے ہوئے تمہاری واہ واہ کر رہے ہوں گے تب دیکھنا جہنم میں کیسا عذاب تیار ہو رہا ہوگا تمہارے لیے''

''تم نے تو قصد ہی کر لیا ہے مجھے جہنم میں بھیج کر ہی دم لوگی''

اس کی بس ہو چکی تھی۔ بڑبڑاتے ہوئے وہ گہری سانس پر خود کو پرسکون کرنے لگا۔

"میں خود سے نہیں کہہ رہی-- جو پڑھا ہے وہی بتا رہی ہوں -- میں نہیں چاہتی تم جہنم میں جاو"

"جو اللہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اللہ ان سے دنیا میں بھی راضی ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی- مان جاو میری بات"

آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر التجا لئے وہ اسے منا لینا چاہتی تھی جو سر جھکائے لب بھینچے اسے سن رہا تھا-

---

"خالی ذہن کے ساتھ وہ چپ چاپ آ کر لاؤنج میں آئی جہاں سب ہی موجود تھے-

ملازمہ نے اسے چائے لا دی تھی- جسے لے کر وہ رائمہ کے پاس بیٹھ گئی-

ناجانے کیا موضوع زیر بحث تھا- اس کی سوچ کے تانے بانے تو کہیں اور ہی تھے-

"بہت ہی وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے-- کم از کم قتل تو نہیں کرنا چاہئے تھا"

حمنہ تائی کی آواز اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی تھی-

جو افسوس سے کہہ رہی تھیں-

"قتل سے کم کوئی سزا نہیں ہوتی چچی جان--"

یہ عبیر کی آواز تھی جو کافی سنجیدہ نظر آرہا تھا-

"کیا ہوا ہے پھوپھو؟"

ریشام نے رائمہ کو دیکھا- جن کے چہرے پر تذبذب کے اثرات تھے-

شاید وہ بتانا نہیں چاہتی تھیں-

سارہ اپنے گاوں کا واقعہ بتا رہی تھی- ایک زمیندار گھرانے کی لڑکی نے بھاگ کر شادی کر لی تھی کسی سے-- نتیجتاً اس کے باپ بھائیوں نے غیرت کے نام پر ان دونوں کو قتل کر دیا"

رائمہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما جس کا رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا-

"جسے اپنے خاندان کی عزت کا پاس نہیں- جو اپنے باپ بھائیوں کی عزت کو یوں مٹی میں رول

دے۔۔اسے مر ہی جانا چاہئے"

"اتنی شدت پسندی بھی اچھی نہیں ہوتی عبیر۔۔ اگر اس لڑکی کے گھر والے اس کے مرضی سے کر دیتے شادی۔"

زاریہ غازی نے بھی افسوس سے کہا۔

"یہ لڑکیاں کم عمر اور کم عقل ہوتی ہیں۔ جہاں کسی نے دو میٹھے بول بولے وہیں سب کچھ پیچھے چھوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑتی ہیں۔۔گھر والوں کو زیادہ بہتر پتا ہوتا ہے کے ان کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں ۔۔ ان کے لئے فیصلے کرنے والے ان کے بڑے موجود ہوتے ہیں۔۔ اگر وہ پھر بھی اتنی ہٹ دھرمی دکھائیں تو پھر ان کا انجام یہی ہونا چاہئے۔۔اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔"

"بس بھی کرو عبیر۔۔ اور شکر کرو تمہاری بہنیں اتنی بے وقوف نہیں ہیں"

رائمہ نے موضوع ختم کرنے کو اسے ٹوکا۔

"بے شک۔۔ اپنی دونوں بہنوں پر مجھے بہت مان ہے۔۔فخر ہیں یہ دونوں میرا۔" اب کے ریشام اور بریزے کے لئے اس کے لہجے میں نرمی سی تھی۔

جانے کتنے ہی آنسو اس نے اپنے اندر اتارے تھے۔

"بہنیں تو بھائیوں کا غرور ہوا کرتی ہیں۔ جب وہ کسی پرائے لڑکے کی محبت میں گھر سے قدم باہر نکالتی ہیں ساتھ ہی اپنے گھر کی بربادی کا سامان بھی کر جاتی ہیں۔۔ پیچھے باقی کیا رہ جاتا ہے؟ کبھی نہ ختم ہونے والی ذلت، تضحیک؟جگ ہنسائی؟

کوئی باپ، کوئی بھائی پھر ساری زندگی سر اٹھا کر باہر نہیں نکل سکتا۔ ان کی لاڈلی بہن ان کے لیے پھر صرف ایک گالی بن کر رہ جاتی ہے۔۔

دنیا تھوکتی ہے ایسے لوگوں پر کے دیکھو یہ وہی ہیں جن سے ان کی بہن نہ سنبھالی گئی۔۔ پوری زندگی کی کمائی عزت لمحے میں مٹی میں مل جاتی ہے۔"

عبیر کی آواز مدھم پڑھتی جا رہی تھی۔

ریشام کو اپنی بے بسی پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔

براون کلر کے کیپری اور شرٹ پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے چادر ہاتھ میں لئے وہ کہیں جانے کے لئے تیار لگ رہی تھی۔

"پڑھائی ختم ہو گئی ہے تو اب کہاں کی تیاری ہے؟" سفینہ تائی نے اس نے چہرے کی سرخی کو جانچتی نظروں سے دیکھ کر استفسار کرنا ضروری سمجھا۔

"کچھ کام ہے تائی امی یونیورسٹی سے کال آئی تھی"

"نگاہیں چراتے ہوئے وہ مدھم سا بولی۔

" تمہاری طبعیت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کل چلی جانا"

زاریہ نے اس کی پیشانی چھوتے ہوئے تشویش سے کہا۔

"آج ہی نمٹانا ہے یہ کام۔جلد ہی آجاوں گی"

"فاز سے کہہ دو وہ تمہیں لے جائے گا" ان کے کہنے پر وہ انکار کر گئی۔

"وہ۔۔ میں یوسف کے ساتھ جا رہی ہوں۔۔اسے بھی تو بلایا ہے"

"ٹھیک ہے جاو۔ جلدی آنے کی کوشش کرنا"

اس کی پیشانی چومتے ہوئے انھوں نے یاددہانی کروائی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

آج تو ہر شے نے جیسے اداسی کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔

سب کچھ خفا خفا سا محسوس ہو رہا تھا۔ ساری رونقیں، ساری شادابیاں جیسے ماند پڑ گئی تھیں۔

یونیورسٹی کے وسیع گراونڈ میں پشت پر ہاتھ باندھے سیاہ شلوار قمیض پہنے وہ اس سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔

جو کھلے اور شاداب سے آسمان کو دیکھتی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔

"ایسی کیا بات ہو گئی جو آپ کو جھوٹ بول کر آنا پڑا؟"

اس کی بکھری ہوئی حالت اسے پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی۔

زیادہ دیر خود کو روک نہیں پایا تو پوچھ ہی بیٹھا۔

"کیا تم یقین کرتے ہو جنات پر؟"

وہ چلنا موقف کر کے اس کے سامنے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

جو اس کے اچانک سے رک جانے پر خود بھی وہیں تھم گیا تھا۔

"جنات پر تو وہ یقین نہیں کرتے جنھوں نے قرآن نہیں پڑھا۔۔ میں نے تو الحمدللہ پڑھا ہے"

"کیا تم نے کبھی کسی جن کو دیکھا ہے؟"

"خیریت ہے آج سے پہلے آپ نے کبھی اس موضوع پر بات نہیں چھیڑی۔"

یوسف کو اس کا انداز غیر معمولی لگ رہا تھا۔

"ایک جن ہے۔۔وہ بریزے کے پیچھے پڑا ہے۔۔وہ مجھے بھی دکھائی دیا تھا۔ وہ سب جانتا ہے۔۔تمہارے اور میرے بارے میں۔۔ اس نے مجھے بہت خوفزدہ کر دیا ہے"

"واقعی میں؟"

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔۔ وہ آیا تھا میرے سامنے"

"آپ سورہ البقراہ پڑھا کریں وہ نہیں تنگ کرے گا"

"وہ اس سے بھی نہیں بھاگتا۔۔ بلکے وہ سننے بیٹھ جاتا ہے۔۔ اور پھر غلطیاں نکال کر سرزنش کرتا ہے کے ٹھیک سے پڑھا کرو"

"آپ کو کیسے معلوم؟" اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال تھا۔

"مجھے بریزے نے بتایا۔۔ جب میں نے تلاوت ختم کی تو اس نے مجھے کہا کے فاطم کہہ رہا ہے تم

یہاں غلطی کر رہی تھیں۔"

"فاطم نام ہے اس کا؟"یوسف نے کچھ چونک کر تصدیق کی

"یہی بتایا تھا اس نے"

"تم اپنے گاوں چلے جاو یوسف-- مجھے تمہاری بہت فکر ہے"

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں-- سب ٹھیک ہو جائے گا وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا" وہ نرمی سے بولا۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کیوں کے یہ ایسی مخلوق ہے کے آپ جب تک خود سے انھیں پریشان نہ کریں یہ آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ نہ ہی آپ کے کاموں میں عمل دخل کرتی ہے--آپ اس سے کی جانب سے لاتعلق ہو جائیں وہ کچھ نہیں کرے گا"

"کیا وہ اچھا جن ہے؟" اس نے سراسیمگی سے پوچھا۔

"شاید ہاں-- یقیناً مومن قبیلے سے ہوگا۔ ورنہ برے جنات اس گھر یا جگہ پر داخل نہیں ہوتے جہاں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے"

"ان کے بھی قبیلے ہوتے ہیں؟"

اس نے حیرت سے پوچھا۔

"قریباً ستر ہزار قبائل موجود ہیں ان کے دنیا میں--اور ان کی۔ آبادی اتنی زیادہ ہے کے کہتے ہیں کے اگر آسمان سے ایک سوئی بھی پھینکی جائے تو بھی وہ کسی نہ کسی جن کے سر پر ہی گرے گی--"

"ان میں ہر قسم کے جن پائے جاتے ہیں-- کچھ شیطان کے پیروکار ہوتے ہیں تو کچھ مومن جنات ہوتے ہیں۔ کچھ آتش پسند ہوتے ہیں آگ کے قریب رہنا پسند کرتے ہیں۔ کچھ جنگل بیابانوں میں آباد ہوتے ہیں۔ کچھ عاشق ٹائپ کے ہوتے ہیں اور کچھ تو خون کے اتنے شوقین ہوتے ہیں کے اگر کسی انسان کا ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرے تو وہ لپک کر اس کی جانب بھاگتے ہیں"

"تمہیں اتنی جانکاری کیسے ہے؟ کیا تمہارا بھی ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہیں؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں تھیں۔

"کیوں نا چیز پر شک کررہی ہیں؟ -- یہ اتنی کوئی انوکھی بات تو نہیں ہے۔ نہ ہی اتنی نایاب ہے کے بہت کم لوگ اسے جانتے ہو-- یہ تو سب کو ہی معلوم ہے کے یہ دنیا جب قائم ہوئی تھی تو یہاں جنات ہی آباد تھے۔ جنھیں اللہ نے انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال قبل آگ سے پیدا کیا تھا۔ پھر جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ابلیس سے فرمایا کے اپنا لشکر لے کر جاو اور سارے جنات کو پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھیج دو--"

"ہنہ ابلیس-- کتنا فرمانبردار تھا یہ اللہ کا"

وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔

"فرمانبردار بھی اور بہت عبادت گزار بھی--لیکن اپنے غرور کے باعث عرش سے فرش پر پھینک دیا گیا۔"

"ایک تو ہمارے باپ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اوپر سے یہ قسم بھی کھائی کے اس کی اولاد کو بھی اللہ کو سجدہ کرنے سے روکتا رہوں گا-- یہاں تک کے قیامت واقع ہو جائے"

"سہی نام رکھا گیا ہے اس کا--شیطان کہیں کا"

وہ بڑبڑائی تو وہ زیر لب مسکردیا۔

"اگر کوئی ہمارے باپ کو کچھ کہہ دے تو ہم تو مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں سامنے والے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں-- لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کے جس نے آدم سے بیر باندھا۔ ہم اسی سے یارانہ قائم کیے ہوئے ہیں-- جس کا نتیجہ عذاب کی صورت نکلے گا"

"میں نمازیں پڑھتی ہوں۔ میرے پاس پہلے ہی اتنی پریشانیاں ہیں اور تم مزید مجھے ڈرا رہے ہو"

وہ نرم لہجے میں اسے سمجھاتا اسے اس کا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں جنگ سی چھڑی تھی۔

کے اس شخص سے دستبردار ہونا بھی چاہئے یا نہیں؟

"کیا نمازیں پڑھنا کافی ہوتا ہے؟"

"آپ کو معلوم ہے۔۔ کچھ نمازیں ایسی بھی ہوں گی جب کوئی بندہ قیامت کے دن وہ لے کر اللہ کے سامنے جائے گا تو وہ نمازیں اس کے منہ پر مار دی جائیں گی"

"کیوں؟" وہ بے ساختہ چونکی۔

"اللہ کو منافقت شرک سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔۔شرک میں تو بندہ اللہ کو ماننے سے ہی انکار کر دیتا ہے نعوذباللہ۔۔

لیکن منافقت میں کیا کرتا ہے کے نماز تو پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کا ذہن ہی حاضر نہیں ہوتا۔ جو صرف جان چھڑانے کو جلدی جلدی نماز پڑھ کر اپنے دنیاوی کاموں میں لگ جاتے ہیں نہ یہ وہی لوگ ہیں جنھیں اللہ پھر چھوڑیں گے نہیں"

"مجھے نماز میں بعض دفعہ تمہارا خیال آتا ہے۔۔ میں خود سے یاد نہیں کرتی ۔ بس اچانک سی تمہاری کوئی بات یاد آجاتی ہے"

انگلیاں مروڑتی وہ ہچکچا کر بولی۔

"اپنے ساتھ ساتھ آپ میرا بھی جہنم میں جانے کا پورا پورا بندوبست کر رہی ہیں"

"کہہ تو رہی ہوں کے میں خود سے یاد نہیں کرتی۔۔ بس شیطان ہی تمہارا خیال لے آتا ہے تا کے میں ٹھیک سے نماز نہ پڑھ سکوں"

"ہر بات میں شیطان کو الزام دے کر سائیڈ پر کر دینا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔۔ وہ صرف انھیں بھٹکاتا ہے جو بھٹکنے کے لیے پہلے سے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔۔ جو صرف ایک معمولی سے اشارے کے انتظار میں ہوتے ہیں۔۔ نماز کو صرف فرض اور سنت سمجھ کر اتنا ایزی نہ لیا کریں۔۔ سمجھ کر پڑھیں۔۔ اور سب سے بڑھ کر یہ یاد کر کے اور دھیان میں رکھ کر پڑھیں کے آپ کس کو سجدہ کر رہی ہیں۔۔ جب ذہن و دل میں اللہ کی یاد نہیں ہوگی تو سجدے میں جا کر کیا کریں گے بھلا؟"

"دنیاوی محبتیں یہی رہ جائیں گی۔۔ اللہ سے محبت کریں"
آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے نظریں نیچی کئے وہ اس سیاہ لباس والے شخص کی کلائی پر بندھے سیاہ دھاگے کو دیکھ رہی تھی۔
پھر خود پر انتہا کا ضبط کرتے ہوئے بولی۔
"یہ دھاگہ توڑ دو۔۔"
یوسف نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ کیا اتنی جلدی اثر ہو گیا تھا اس پر؟
"کیوں؟"
"کیوں کے میرا رشتہ پکا ہو رہا ہے سالار بھائی سے۔۔"
وہ زخمی سا مسکرائی تھی۔ لیکن یوسف نہیں دیکھ پایا تھا۔
حویلی سے باہر وہ چادر سے نقاب کیا کرتی تھی۔ لیکن اسے یاد نہیں تھا کے کبھی ریشام نے اس سے بھی چہرہ چھپایا ہو۔
آج پہلی بار تھا۔
تو کیا سچ میں سارے تعلق ختم کرنے آئی تھی وہ۔؟
اس کا دل انجانے خوف کا شکار ہو کر دھڑکا۔
اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی بھیگا ہوا تھا۔
"تمہارے لئے بہتر یہی ہوگا کے اپنے گاوں ہی چلے جاو"
"تو آپ کر لیں گی ان سے شادی؟"
اب کے اس کے انداز میں بھی ٹھہراؤ تھا۔
"اگر تم حویلی میں ہی رہو گے تو نہیں کروں گی۔۔ میں کسی اور سے شادی کے بعد تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہوں گی"
"تو آپ کو ابھی پریشانی کس چیز کی ہے؟ اس جن کے پاس اپنا راز ہونے کی یا سالار سر سے شادی

کی؟"
"کسی کی بھی ہو۔۔ تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے "
"اگر تم حویلی میں رہو گے تو میں کسی راہ چلتے سے بھی نکاح کر لوں گی لیکن سالار بھائی سے نہیں کروں گی"
"میرا واپس گاوں جانا شروع سے ہی طے تھا۔ میں تو یہاں صرف ڈگری لینے ہی آیا تھا"
اگر تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا تو پھر یوسف اسے اس کے فیصلے پر ثابت قدم ہی دیکھنا چاہتا تھا۔
اپنے دل کی دہائیوں کو نظر انداز کرتا وہ آج بھی پہلے جیسا یوسف بنا ہوا تھا۔
جس نے کبھی اس کے بڑھتے قدموں کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔
اور آج جب وہ قدم پیچھے ہٹا رہی تھی تو بھی وہ اس کے فیصلے کو سراہا رہا تھا۔
"کیا تم سچ میں چلے جاو گے؟"
دل ہی تھا نا۔۔
اتنی جلدی تو راضی نہیں ہوسکتا اپنا چین و سکون اجڑنے پر۔
"مجھے خوشی ہے کے آپ نے ایک عقلمندانہ فیصلہ لیا ہے"
"بھول جاو گے تم مجھے؟"
آنسو اس کی آنکھوں کے کنارے سے بہتے گالوں پر بکھر رہے تھے۔
"آپ کو اتنی آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا۔۔ ہاں میں کوشش ضرور کروں گا"
"مجھ سے تو کوشش بھی نہیں کی جائے گی"
اب کے وہ اختیار کھو بیٹھی تھی۔
بے ساختہ رو پڑی۔
"اپنی جان سے بڑھ کر تمہیں چاہا تھا۔۔ بارہا اپنی انا کو قربان کر کے تمہارے سامنے روئی ہوں۔۔اور ایک تم ہو کے"

"تمہارے دل کی سختی کے آگے تو ان پہاڑوں کی سختی بھی کچھ نہیں"

"میں کل جا رہا ہوں گاؤں"

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کے رونے سے نگاہیں چراتے اس نے اطلاع دی۔ اطلاع دینے سے زیادہ وہ آہستہ سے اس کی روح ہی کھینچ لے گیا تھا۔

یعنی اب وہ اسے دیکھنے سے بھی گئی۔

"میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔۔اللہ نے جس کو آپ کے ہمسفر کے طور پر چنا ہے۔اس کی محبت آپ کے دل میں ڈال دے"

"میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا یوسف!"

"تقدیر کے آگے سب بے بس ہیں"

اس کے رونے پر اس کا دل کٹ رہا تھا۔

لیکن اتنے نازک موقع پر تسلی کے دو لفظ کہہ کر اس کے فیصلے میں دراڑیں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں۔۔وہ کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کرتا"

اس کی بھی آنکھیں بھی گلابی پڑ رہی تھیں۔

"جب تم میرے نصیب میں نہیں تھے تو پھر تمہاری محبت کو بھی میرے دل میں نہیں ہونا چاہئے تھا"

"میں لوٹ کر نہیں آوں گا کبھی۔۔ آپ سالار سر سے شادی کے بعد یہاں سکون سے رہ سکتی ہیں"

"سکون؟ میرا سکون تو تم اپنے ساتھ لے جا رہے ہو"

"ریشام کا دل۔۔اس کی روح۔۔ اس کا سکون۔۔ سب کچھ تمہارے ساتھ ہی جائے گا۔۔میں خالی جسم کا یہاں کیا کروں گی؟"

"تم سے دور بھی نہیں رہ سکتی۔ اور تمہیں مرتا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتی۔۔"

"صرف اس لیے تم سے دستبردار ہو رہی ہوں کے اس بہانے تم زندہ تو رہو گے۔۔"

"تمہاری جان سے بڑھ کے بھی کچھ عزیز نہیں مجھے"

اس کی جانب سے رخ موڑ کر یوسف نے شدت سے خود کو باز رکھا تھا اس کی دلجوئی کرنے سے۔

اس کا دل ٹکڑوں میں کٹ رہا تھا۔

اپنی قسمت پر وہ شکوہ کناں نہیں تھا۔

لیکن ریشام تھی۔۔

اسے کھلتی تھی یوسف کی معمولی حیثیت۔۔

اگر تو وہ امیر کبیر ہوتا تو آج شاید اس سے دستبردار نہ ہونا پڑتا۔

سعادت غازی اپنے کمرے میں تینوں بیٹوں اور بہوؤں سمیت ایک ضروری گفتگو میں مصروف تھے۔

رائمہ بھی وہیں موجود تھیں۔

"کیا لگتا ہے کسی چیز کا فیصلہ ہو رہا ہوگا اندر؟"

فاز نے بے چینی سے عاشر سے پوچھا۔ جو ہاتھ کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھے میچ دیکھنے میں مگن تھا۔

اسے اس چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا کے آخر کس قسم کی میٹنگ جاری ہے بند دروازے کے پیچھے۔

"آپ کو کچھ آئیڈیا ہے؟" اس نے پھر سالار کی جانب رخ موڑا جو سنگل صوفے پر لیپ ٹاپ لئے کانوں میں ائیر بڈز لگائے بیٹھا تھا۔

فاز کے مخاطب کرنے پر اس نے لاعلمی سے شانے اچکا دئے۔

چائے کا مگ پکڑے اپنے کمرے ہی بالکنی میں کھڑا باہر کے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔

عاشر بھی اس کے ساتھ وہیں بیٹھا تھا۔

"جب آپ جنات پر یقین کرتے ہیں تو پھر مان لیں کے اس حویلی میں بھی کوئی ہو سکتا ہے"

"آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا اس نے سعدین حویلی کا راستہ کہاں سے دیکھ

لیا۔"

"بریزے لے کر آئی ہے نا اسے اپنے ساتھ"

"وہ تو حویلی سے کہیں باہر جاتی ہی نہیں۔۔"

"لیکن آپ کو یقین کرنا ہی پڑے گا۔ اب تو وہ ریشام کو بھی دکھائی دیا تھا"

"لیکن وہ ماننے پر راضی نہیں کے اس نے دیکھا تھا"

"میں آپ سے ابھی بریزے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔آپ کو اس سے ایک بار تفصیل سے پوچھنا چاہیے اس جن کے بارے میں"

"اور پھر کیا ہوگا؟"

عبیر نے بے زاری سے اسے دیکھا۔

"پھر اس کی شادی کروانی پڑے گی اس جن زاد سے"

"عاشر تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ ۔۔ایک انسان کی شادی کبھی جن سے ہوتی ہے بھلا؟"

اسے سخت ناگوار لگی تھی اس کی بات۔

"کیوں نہیں ہو سکتی؟"

"آگ اور مٹی کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ فضول باتیں کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔۔"

وہ اسے گھورتے ہوئے بڑبڑایا۔

"رہی بریزے تو میں دیکھ لوں گا کیا کھچڑی پک رہی ہے اس کے دماغ میں"

"میرے خیال سے وہ پسند کرتی ہے اس جن کو۔۔ جبھی تو اب کسی کو بتاتی نہیں کے وہ اسے دکھائی دیتا ہے۔ بلکے چھپا جاتی ہے"

"عبیر بھائی آپ کو میری بات غور سے سننی چاہئے۔۔"

اسے متوجہ نہ ہوتے دیکھ وہ زور دے کر بولا۔

اس سے پہلے کے عبیر اس کی فضول گوئی پر اچھے سے اس کی طبعیت صاف کرتا تبھی دروازے پر ہوئی ہلکی سی دستک پر وہ دونوں ہی متوجہ ہوئے تھے۔

"بیٹھو میں دیکھتا ہوں"

عاشر کو وہیں رکنے کا کہہ کر وہ دروازہ کھولنے کی نیت سے ابھی دو قدم ہی بڑھا تھا کے جبھی دروازہ خود ہی کھل گیا۔

"میں آپ کو ایک گڈ نیوز دینے آیا تھا۔ سالار بھائی اور ریشام کا رشتہ پکا کر دیا گیا ہے کانفرنس میں"

وہ اپنی ہی دھن میں اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔ لیکن عبیر سن کھڑا تھا۔ اس خبر نے اسے اتنا حیران نہیں کیا تھا جتنا خبر دینے والے نے اس کے ہوش اڑا دیے تھے۔

اپنی پشت اسے جلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ جبھی کوئی سائیڈ سے نکل کر اس کے سامنے آیا۔

وہی سفید چہرہ اور سیاہ آنکھیں۔ دروازے میں کھڑے عاشر کی سانس بھی سینے میں اٹکی۔

سر کو دائیں جانب جھکا کر خفیف سی حرکت دیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔

ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ لیے وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔

دیکھتے دیکھتے ہی وہ ان دونوں کی نظروں کے سامنے تحلیل ہو گیا۔

"عبیر بھائی۔۔" عاشر تیزی سے اس کی جانب لپکا۔

"آپ۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟۔۔ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

عاشر نے بے ساختہ اس کا بازو تھاما جس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔۔ بہت ۔۔بہت غلط ہو رہا ہے۔۔ بریزے؟۔۔کہاں ہیں بریزے؟"

وہ شدید خوف اور اضطراب کا شکار لگ رہا تھا۔

طبیب یوں کوشش نہ کر

تجھے کیا خبر میرے مرض کی

تو عشق کر پھر چوٹ کھا

پھر لکھ دوا میرے درد کی

"عبیر بھائی ٹھہر جائیں۔۔"

"کیسے رک جاوں وہ نقصان پہنچا سکتا ہے بریزے کو"

"نقصان پہنچانے کی نیت نہیں ہے اس کی۔۔اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلے ہی کر چکا ہوتا یہ کام۔"

"تو پھر۔۔لیکن۔۔"

اس کی سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیسے ری ایکٹ کرے۔

"ریلیکس ہو جائیں۔۔ وہ کچھ نہیں کرے گا"

"لیکن ہمیں سب کو بتانا چاہیے اس بارے میں"

وہ باہر جانے کے لئے بضد تھا لیکن عاشر نے سختی سے اس کا بازو پکڑا کر اسے روکا ہوا تھا۔

"جیسے آپ نے میری بات کا یقین نہیں کیا ایسے ہی کوئی آپ کی بات کا یقین بھی نہیں کرے گا۔۔"

"فاطم کو خود آپ کے سامنے آنا پڑا تھا آپ کو یقین دلانے کے لئے"

عاشر کی بات قابل توجہ تھی لیکن وہ خوف کا شکار تھا۔

"تو کیا پھر وہ باقی سب کے سامنے بھی آئے گا؟"

"فلحال تو اس بات کو آپ بھول جائیں۔۔خوشی کا موقع ہے۔۔سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں۔۔میں نہیں چاہتا کے اس خوشی کے ماحول میں خوف و ہراسگی پھیل جائے"

"عاشر میرا دماغ ماوف ہورہا ہے"

وہ سر پکڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کچھ سمجھ نہیں آرہا"

"اس کا حل بھی نکل ہی آئے گا۔آپ سنبھالیں خود کو"

وہ اسے تسلی دینے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا"

اپنے سارے جذبات و احساسات کو دل میں دفن کئے جب وہ حویلی پہنچی تو اس خبر نے اس کا استقبال کیا۔

اسے تو ماتم کرنے کی بھی فرصت نہ ملی تھی کے بڑا سا گلابی زرتار دوپٹہ اس کے سر پر اوڑھا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔

وہ خالی الذہن کے ساتھ بیٹھی ان سب کو دیکھ رہی تھی جو ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے اس کے پاس بیٹھ کر اسے مٹھائی کھلا رہے تھے۔ اس کی تو دنیا ہی ختم ہو گئی تھی۔ وہ تو زہر کھانے کی تمنائی تھی۔ لیکن یہ سب تو اس کے حال سے بے پرواہ اس کا منہ میٹھا کروا رہے تھے۔

بے بسی اور ضبط کی انتہا تھی اس کے لیے۔

بس نہیں چل رہا تھا کے سر سے نوچ کر وہ دوپٹہ اتار پھینکے جو اسے نوکیلے کانٹوں کی طرح چبھ رہا تھا۔

دل تو اپنی موت آپ مر گیا تھا۔ پہلی بار اسے اتنا کھل رہا تھا اتنے ہائی اسٹیٹس گھرانے کی بیٹی ہونا۔

اگر تو وہ بھی کسی مڈل کلاس گھر میں پیدا ہوئی ہوتی تو شاید آج اسے اپنی محبت کو حویلی کی بقا کے لئے قربان نہ کرنا پڑتا۔

گلابی پڑتی آنکھوں کو اس نے سختی سے میچ کر آنسوؤں کو بہنے سے روکا۔

پوری حویلی میں اعلان کر دیا گیا تھا کے ریشام اور سالار کی شادی فکس کر دی گئی ہے۔

سفینہ تائی خود پر بے انتہا جبر کئے مسکراتے ہوئے ریشام کے سر سے صدقے کے پیسے وار رہی تھیں جب انھیں چوکھٹ پر کھڑا سالار نظر آیا۔

سینے پر بازو لپیٹے۔ شانے کو دروازے سے ٹکائے وہ انھی کی جانب متوجہ تھا۔

"آجاو۔ تم کیوں وہاں کھڑے ہو؟"

رائمہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لے آئی تھیں۔ پھر اسے ریشام کے ساتھ ہی صوفے پر بٹھا کر گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا۔

سب ہنستے مسکراتے فون میں تصویریں کھینچتے ان خوبصورت لمحوں کو محفوظ کر رہے تھے۔

"اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے"

زاریہ نے ان دونوں کا صدقہ اتارے ہوئے دعاوں سے نوازا۔

وہیں باہر یوسف تمام ملازمین سے ملتے ہوئے گاؤں جانے کے لئے تیار تھا۔

"خیال رکھنا اپنا۔۔ بہت یاد آو گے تم"

خالدہ بوا نے چادر کے کونے سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ وہ جتنا عرصہ بھی اس حویلی میں رہا تھا تمام ملازوں کو عزیز ہو گیا تھا۔

خالدہ بوا تو اسے اپنا بیٹا ہی سمجھا کرتی تھیں۔

"آپ گاوں آئیں گی تو مجھے خوشی ہوگی۔۔ کسی دن مجھے بھی مہمان نوازی کا موقع دیجئے گا"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا تم ملنے بھی نہیں آو گے یوسف؟ "

"فرصت ملی تو ضرور آوں گا چاچا"

چوکیدار کے افسوس سے پوچھنے پر اس نے نرمی سے جواب دیا۔

سب سے ملنے اور سعادت غازی کو بھی سلام کرنے کے بعد کندھے پر بیگ ڈالے اس نے ایک نظر سعدین حویلی کی فلک بوس عمارت پر ڈالی۔

پھر سر جھٹکتے ہوئے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اسے چھوڑنے دوسرا ڈرائیور کریم جا رہا تھا۔

"تو یہی تک تھا یوسف کا سفر۔۔"

سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر وہ خود سے بڑبڑایا۔

گزرے ہوئے ایام ایک فلم کی طرح اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ وہ حویلی سے کوئی ساز و سامان نہیں لایا تھا۔

ان یادوں کا بوجھ ہی اتنا تھا کے اسے مزید کچھ ساتھ لینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

وہ حویلی سے نکل تو گیا تھا لیکن اپنا دل، اپنا چین و سکون سب اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کی جھولی میں ہی ڈال آیا تھا۔

"ریشام یہ کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنا"

سارہ اور رائمہ گفت و شنید میں مصروف جونہی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں اسے زار و قطار روتے دیکھ دونوں کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ تیزی سے اس کے پاس پہنچی جو بیڈ کی پائنتی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دور فرش پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سارہ نے اس کے شانے پر ڈالا۔ جس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

ٹوٹی ہوئی کتنی ہی کانچ کی چوڑیاں کارپیٹ پر اس کے پاس بکھری ہوئی تھیں۔ جسے سارہ نے ترحم سے اسے دیکھتے ہوئے سمیٹنا شروع کیا۔

"مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔۔"

رائمہ کے گلے لگی وہ شدت سے رو دی تھی۔

اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کے یوسف کی جگہ کسی اور کو دے پاتی۔

"سارہ۔ دروازہ بند کرو۔۔"

رائمہ کی ہدایت پر وہ اثبات میں سر ہلاتی جلدی سے اٹھ کر دروازہ لاک کر آئی تھی۔

"تم نے پھر وہی بے وقوفوں والی باتیں شروع کر دیں؟۔۔سالار سے اچھا لڑکا تمہیں کہاں ملے گا؟ وہ خوش رکھے گا تمہیں"

اس کےآنسو صاف کرتے ہوئے وہ پریشانی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ جس کے سرخ چہرے پر تناو تھا۔

"اگر تمہارے رونے کی کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو معلوم ہے کے کیا ہوگا؟"

"سالار بھائی بہت اچھے ہیں ریشام۔۔"

سارہ بھی اس کی زخمی کلائیوں پر سفید پٹی باندھتی اسے تاسف سے سمجھا رہی تھی۔ لیکن وہ برح طرح چونکی۔

اس کےدل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"اسے آج جانا تھا۔۔ "

بے خودی میں کہتی وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"وہ نہیں جاسکتا۔۔"

دوپٹہ اس کے شانے سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا۔

"وہ مجھے یہاں ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔۔"

بکھرے بال۔ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ بھاگتی ہوئی بالکنی میں پہنچی۔ اپنی حالت سے بے پرواہ وہ یک ٹک سامنے دیکھ رہی تھی جہاں دھول اڑاتی گاڑی گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔

پیچھے کھڑے تمام ملازمین الوداعی نظروں سے اسے تک رہے تھے۔

اس نے دیر کردی تھی۔ وہ اسے آخر بار دیکھ بھی نہیں پائی تھی ۔دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھامے وہ بری طرح روتی وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

جب کے رائمہ اور سارہ ششدر کھڑی اسے تڑپ تڑپ کے روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

"یوسف؟--"

رائمہ اور سارہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ان دونوں کی آنکھوں میں ایک جیسا جذبہ تھا۔

حیرانگی اور خوف کا--

"پھوپھو--"

سارہ کا دل انجانے خوف سے بے تحاشہ دھڑکا۔

اگر تو کسی کو پتا چل جاتا تو؟-- وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے آگے کیا ہو سکتا تھا۔

رائمہ خود اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں متامل نظر آتی تھیں۔

ان کے بد ترین خدشے کی تصدیق ہو چکی تھی۔

جو ہلکا سا شک انھیں تھا وہ آج ایک خوفناک حقیقت اختیار کر گیا تھا۔

جی تو چاہ رہاتھا کے کھینچ کے تھپڑ ماریں ریشام کے منہ پر۔

جو جانتے بوجھتے اس آگ میں کھود پڑی تھی جس کے انجام میں صرف موت ہی ملنی تھی۔

"اسے سنبھال سارہ۔۔ میرا تو ذہن مفلوج ہو رہا ہے۔"

رائمہ کو اپنی ہی آواز سرسراتی محسوس ہوئی۔

سربراہی کرسی پر بیٹھی وہ لب کچلتے ہوئے وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ جبکے وہ دونوں پیشانی پر بل لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

بریزے نے گہری سانس بھر کر خود کو کچھ کہنے کے قابل کیا۔ لیکن جونہی نظر اٹھا کر ان دونوں کی جانب دیکھا فوراً سے گڑبڑا کر نگاہ جھکا گئی۔

"کیا وہ یہیں پر ہے؟"

عبیر نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"نن نہیں عبیر بھائی۔۔"

وہ جلدی سے بول اٹھی۔

"جھوٹ بول رہی ہے عبیر بھائی۔۔وہ یقیناً یہیں موجود ہوگا"

"کب سے پڑا ہے وہ تمہارے پیچھے؟"

عبیر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کوئی میرے پیچھے نہیں پڑا ۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں"

"دیکھیں پھر سے جھوٹ بول رہی ہے" عاشر نے پھر اس کی توجہ دلائی۔

"اسے بچانے کے لئے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو بریزے۔۔ وہ خود ہمارے سامنے ظاہر ہو رہا ہے ہمیں دھمکیاں دے کر جا رہا ہے اور تم کہہ رہی ہو کے تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں؟"

عبیر کے درشتی سے کہنے پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر ندامت سے چہرہ جھکا گئی۔

"کیوں پیچھے پڑا ہے وہ تمہارے؟"

"مجھے نہیں معلوم"

وہ دھیمی آواز میں بولی

"کہاں ملی تھی تم اس سے؟"

"میں نہیں جانتی"

"کیا چاہتا ہے وہ تم سے؟"

"مجھے کوئی علم نہیں ہے آپ مجھ سے اس قسم کے سوالات نہ کریں"

ناراضگی بھرے انداز میں کہتے ہوئے کتنے ہی آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپکے تھے۔

"عبیر بھائی چلیں یہاں سے"

وہ بوکھلا کر ایک دم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ ساتھ ہی عبیر کا بازو پکڑ کر اسے بھی کھڑے ہونے پر اصرار کیا۔

"یہ رو گئی ہے۔۔ آپ کو نہیں معلوم وہ فاطم غصہ کرے گا۔۔ اس سے پہلے کے آ کر ہم پر غصہ اتارے ہمیں چلنا چاہیے یہاں سے"

"ٹھہر جاو تم مجھے بات تو کر لینے دو اس سے"

عبیر اس کے ہڑبڑانے پر اسے روکتے ہوئے بولا۔

"اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔ یہ صاف چھپا رہی ہے اسے۔۔ہمیں کسی جن اتارنے والے سے بات کرنی ہوگی"

"چپ کرو عاشر۔۔اور تم سیدھی طرح مجھے ساری بات بتاو ورنہ گھر میں سب کو بتا دوں گا"

"عبیر بھائی آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے کچھ نہیں معلوم"

وہ روہانسی ہو گئی تھی ان دونوں کی باتیں سن کر۔

""یہ ایسے نہیں مانے گی عبیر بھائی۔۔آپ اس کو تھپڑ ماریں وہ خود ہی سامنے آجائے گا" عاشر نے پھر مشورہ دیا تو عبیر نے سختی سے کہا۔

"کمرے سے باہر جاو عاشر"

"لیکن بھائی میں تو۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن عبیر نے اسے مزید بولنے کی اجازت نہیں دی۔ ناچار وہ ابرو بھینچے بریزے کو دیکھتا روم سے باہر نکل گیا۔

"بھائی سمجھتی ہوں نا تم مجھے بریزے؟"

عبیر کے انداز اس بار نرمی تھی۔

"آپ میرے لیے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں۔"

"کیا میں امید رکھوں کے بعد میں ہی سہی لیکن تم مجھے ساری بات بتاو گی؟"

"میرے پاس بتانے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں"

"میں انتظار کروں گا بریزے"

اس کے انکار کو خاطر میں لائے بغیر وہ یاد دہانی کرواتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا تو وہ لب کچل کر رہ گئی۔

رائمہ کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

دل میں تو خوف پنجے گاڑے بیٹھ چکا تھا۔ انھیں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ازحد پریشانی کا شکار کسے سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں۔

سارہ کو بھی انھوں نے سختی سے تاکید کی تھی کے کسی کے سامنے منہ نہ کھولے۔

اگر تو کسی مرد کو یہ بات معلوم پڑ جاتی تو کوئی بعید نہیں تھی کے پہلے فرصت میں یوسف کو جان سے مار دیا جاتا۔ جس نے سعدین حویلی کی بیٹی کو اتنا نڈر اور باغی بنا دیا تھا۔

اس سب صورتحال میں انھیں یہی ٹھیک لگ رہا تھا کے کسی طرح جلد سے جلد ریشام اور سالار کی شادی ہو جائے۔

شاید ایسے میں وہ یوسف کو بھلانے میں کامیاب ہو جاتی۔

جو بھی تھا انھیں سب سے پہلے ریشام کو سنبھالنا تھا۔

جو ابھی تک سوگ کی کیفیت میں تھی۔

جو یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی کے یوسف سچ میں حویلی سے جا چکا تھا۔

بیٹھک میں سعادت غازی سربراہی صوفے پر براجمان اس ملازم سے محو گفتگو تھے جو ان کے سامنے ہاتھ باندھے مودب سا کھڑا تھا۔

"یوسف کو چھوڑ آئے ہو گاوں؟"

"جی بڑے غازی۔۔"

اس نے ادب سے جواب دیا۔

"کیا اس کے گھر والوں سے ملے تھے؟"

انھوں نے اگلا سوال کیا۔

"ملا تھا۔۔جو پیسے آپ نے ان کے لیے بھجوائے تھے وہ میں دینے لگا تھا لیکن یوسف نے دیکھ لیا۔۔ اور پیسے واپس کر دئے"

"بہت ہی خودار ہے یہ لڑکا۔۔"

"امید ہے اپنا فیصلہ بدل کر وہ جلد ہی لوٹے گا"

"مجھے نہیں لگتا بڑے صاحب۔۔ وہ تو کہہ رہا تھا گاوں میں اسکول اور ہسپتال وغیرہ بنوانے کا ارادہ رکھتا ہے"

"اس میں کونسا وقت لگتا ہے؟۔۔بنوا کر واپس بھی تو آ سکتا ہے"

وہ لاپرواہی سے بولے۔

انھیں یقین سا تھا کے وہ واپس ضرور لوٹے گا۔

بلیو جینز پر وائٹ شرٹ پہنے۔ آنکھوں پر ڈارک گاگلز لگائے وہ سیٹی پر دھن بجاتے ہوئے اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ ابھی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کے جبھی کچے دھاگے کی کڑھائی والی سفید چادر اوڑھے وہ بھی وہیں آگئی۔

"تمہیں لے تو جا رہا ہوں میں اپنے ساتھ۔۔لیکن وہاں ڈھنگ سے رہنا۔۔کسی سے زیادہ جان پہچان بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"عاشر مجھے جتنی ہدایتیں میرے بابا نے دینی تھی انھوں نے دے دی ہیں۔۔ تم میرے باپ نہ بنو تو بہتر ہوگا"

وہ طنز سے مسکراتے ہوئے اسے باور کروانے کو بولی۔

"وہ میری یونیورسٹی ہے ایک ایک بندہ جانتا ہے مجھے وہاں پر"

"کیا تم نے وہ یونیورسٹی خریدی ہوئی ہے؟۔اور تم تو ایسے پوز کر رہے ہو جیسے تم عاشر مرزا نہ ہوئے کوئی ٹام کروز ہو گئے جو تمہارے اسکینڈلز بن جائیں گے "

وہ ناک سکیڑ کر بولی۔

"ٹام کروز نہ سہی اس سے کم بھی نہیں ہوں"

"اونچی دکان پھیکے پکوان ۔چلو جلدی ورنہ پہلے ہی دن لیٹ کروا دو گے مجھے"

"وہ سر جھٹکتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی تو عاشر نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اگنیشن میں چابی لگا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔

کئی بار ٹرائے کرنے کے بعد بھی جب گاڑی نے اسٹارٹ نہ ہونے کی قسم کھائی تو اسٹئیرنگ پر ہاتھ مارتا وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلا۔

پھر بونٹ اٹھا کر تاروں کو دیکھنے لگا۔

بریزے بھی بے زار سی باہر نکل آئی۔

''تمہاری گاڑی بھی تمہاری طرح ہے۔۔ بلکل فارغ''

''اثر دیکھ رہی ہو اپنی نحوست کا؟ ابھی صرف نکل رہے تھے یونیورسٹی جانے کے لیے۔۔ کے گاڑی ہی خراب ہو گئی میری۔ وہاں پہنچ کر تو جانے کیا کچھ دیکھنا پڑے گا۔۔ اللہ ہی رحم کرے مجھ پر۔۔''

وہ چبا کر بولا۔

''کیوں ایک دوسرے کو کھا جانے والے انداز میں گھور رہے ہو؟ کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟''

کوٹ بازو پر ڈالے اپنی گاڑی کی جانب بڑھتا سالار انھیں آمنے سامنے کھڑے دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا۔

''دیکھیں نہ سالار بھائی میرا پہلا دن ہے یونیورسٹی کا۔اس کی وجہ سے لیٹ ہو رہی ہوں''

سالار نے عاشر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے۔ میں اپنی بائیک پر چلا جاوں گا اسے آپ چھوڑ دیجئے گا''

عاشر کو تو سنہرا موقع مل گیا تھا اس آفت سے جان چھڑانے کا۔

''میری تو میٹنگ ہے۔۔ تم ایسا کرو میری گاڑی لے جاو۔ میں عبیر بھائی کے ساتھ ہی چلا جاوں گا''

''دیکھ لیں۔ اس کی نحوست کی وجہ سے میری قیمتی گاڑی خراب ہو چکی ہے ایسا نہ ہو کے آپ کی گاڑی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ویسا ہو جائے''

''سالار بھائی آپ اسے سمجھا لیں زیادہ میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرے''

بریزے نے کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سالار کو ناراضگی سے کہا۔

"عاشر مت تنگ کرو اسے"

"اور تم کنفیوز مت ہونا۔ پہلا دن ہے یونیورسٹی میں کانفیڈنٹ رہنا"

اسے ساتھ لگاتے ہوئے سالار بڑے بھائیوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

"اسے تسلیاں دینے کے بجائے دعائیں مانگیں کے جامعہ والے محفوظ رہیں اس کے شر سے۔"

بریزے نے سالار کو ایسا دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "دیکھ رہے ہیں آپ اسے؟"

"ناجانے کیسے پڑھو گے تم دونوں وہاں"

سالار نے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی کی چابیاں عاشر کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"آج یہ میرے ساتھ جا رہی ہے بس سمجھ لیں آج سے اس جامعہ کی بربادی شروع ہو رہی ہے"

بریزے اس کی فضول گوئی پر پر تپش سی نگاہوں سے اسے دیکھتی سالار کی گاڑی کہ جانب بڑھ گئی تھی۔

"نہیں ہے وہ یہاں پر"
اس کے بیک ویومر سے بار بار بیک سیٹ کی جانب دیکھنے پر وہ چڑ کر بولی
"مجھے یقین نہیں آرہا کے اس نے تمہیں میرے ساتھ تنہا چھوڑ دیا۔"
"کیوں تم کوئی آدم خور ہو جو مجھے کھا جاو گے؟"
"ایسا کرو گاڑی روک کر چھت پر بھی دیکھ لو" اس نے جل کر مشورہ دیا۔
"ویسے لگ تو مجھے بھی ایسا ہی رہا کے کہیں وہ گاڑی کی چھت پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ یونی نہ جا رہا

ہو"

"تمہیں معلوم ہے تم کتنا فضول بولنے لگ گئے ہو؟ تم پہلے ہی ٹھیک تھے ہر وقت ناک پر غصہ لئے گھومتے رہتے تھے "

"پہلے بھی تمہاری شکل دیکھ کر ہی آیا کرتا تھا غصہ"

"تم مسلسل میرا موڈ خراب لئے جا رہے ہو۔ خاموش ہو جاو کچھ دیر"

بریزے نے زچ ہو کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"کیا کر رہی ہو گھر کیوں نہیں گئیں ابھی تک؟"

وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"وہ۔۔میں بس یہ کام مکمل کر کے جا ہی رہی تھی"

فائل سے سر اٹھا کر مصروف سے انداز میں کہہ کر دوبارہ اس پر جھک گئی۔جبکے سالار نے لب بھینچتے ہوئے وہ فائل اس کے سامنے سے اٹھا لی۔

مہر ماہ نے حیرانگی و نا سمجھی کے ملے جلے جذبات سے اسے دیکھا

جو سرسری سی نگاہ اس فائل پر ڈال کر اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"جو جس کے کرنے کا کام ہے اس کو وہ کرنے دو۔اور تمہیں جس کام کے لئے یہاں رکھا گیا ہے وہی کام کرو تو بہتر ہوگا مہر ماہ سلطان!" ٹیبل پر ہاتھ رکھے آگے کو جھکے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا فری ٹائم تھا یہ۔ تمہاری شکل دیکھنے سے بہتر ہے کے میں کسی کی ہیلپ ہی کروادوں" وہ بے زاری سے بولی۔

"میری شکل دیکھو یا دیواروں کو دیکھو یا پھر دیواروں سے ٹکریں مارو۔۔میرے علاوہ کسی اور کو امپورٹنس

دینے کی تمہیں اجازت نہیں ہے"

"اچھا؟ --اجازت نہیں ہے"

"اور یہ ڈیسائید کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟" اس نے آنکھوں میں اشتعال لئے اسے دیکھا۔

"میں باس ہوں تمہارا" اس نے جتا کر کہا۔

"باس ہو تم میرے-- میں تمہارے پاس جاب کرتی ہوں--تم نے خریدا نہیں ہے مجھے-- مجھ پر اپنے حکم مت چلایا کرو"

وہ جھٹکے سے اپنی چیئر پیچھے دکھیل کر اٹھی۔

"زمانہ کافی آگے نکل چکا ہے حکم چلانے کے لئے اب خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی-- بلکے جاب پر رکھ لینا کافی ہوتا ہے"

اس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"سالار-- کس بات کی ضد لگالی ہے تم نے مجھ سے؟؟ تم میری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟" وہ تنگ آچکی تھی اس سے۔

"تمہاری جان تو میں قیامت تک نہیں چھوڑوں گا-- کافی بنا کر میرے روم میں لاو"

وہ حکم صادر کر کے جا چکا تھا۔

"ناجانے کس گناہ کی سزا کے طور پر مسلط ہو گئے ہو مجھ پر"

وہ اس کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

جب وہ اپنے روم میں پہنچا تو زید پہلے سے وہاں موجود تھا۔

"یہ مس سبرینہ کو لے جا کر دو-- اور ان سے کہو یہ کام مکمل کر کے اپنا ریزینیشن لیٹر میری ٹیبل پر پہنچا دیں--"

"لیکن سر---"

سالار وہ فائل اس کی جانب اچھالتے ہوئے گھوم کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھتے ہوئے بولا تو زید نے

حیرانگی سے اسے دیکھا۔
وہ تو کافی اچھا کام کرتی تھی۔ پھر ایسا کیا ہو گیا تھا کے وہ کھڑے کھڑے اسے جاب سے فارغ کر رہا تھا۔
سالار نے اسے جواب دینے کے بجائے صرف ابرو کو خفیف سے جنبش دی تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گیا۔
یقیناً وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔
اگر سبرینہ کسی اور ایمپلائی سے اپنا کام مکمل کرواتی تو شاید اسے وارننگ دے کر چھوڑ دیا جاتا۔
لیکن اس نے غلطی کی۔ جو سالار غازی کی سیکرٹری کو اپنا کام کرنے کو دے دیا۔

پہلی انٹروڈکشن کی کلاس کافی اچھی رہی تھی۔ وہ سب سے خوش دلی سے ملتی کافی خوش تھی۔ کافی ٹائم بعد پھر سے اسٹڈیز جاری رکھنے پر وہ کچھ کنفیوز تھی تو ایکسائٹڈ بھی بہت تھی۔
دوسری کلاس شروع ہونے میں تھوڑا وقت تھا۔ اس نے سوچا ایک چکر لائبریری کا ہی لگا آئے۔ ویسے تو اس کی نئی دوستوں نے اسے یونیورسٹی دکھا دی تھی پوری۔
اس لئے لائبریری کا راستہ اسے یاد تھا۔ لیکن اچانک ہی ایک شور و غل کی آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔
دیکھتے ہی دیکھتے کچھ نقاب پوش لڑکوں نے ڈنڈے اٹھائے یونی پر دھاوا بول دیا۔
ہر طرف توڑ پھوڑ مچاتے وہ جامعہ کی املاک کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسٹوڈنٹس کو مارنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے تھے۔
"اللہ یہ جہادی کدھر سے آ گئے؟"
وہ خوف کا شکار، حواس باختہ جلدی سے لائبریری کے اندر داخل ہو گئی۔
جہاں اور بھی اسٹوڈنٹس موجود تھے۔

ہوا کچھ یوں تھا کے یونین کونسل کی سیٹ کے لئے جو الیکشن ہوئے تھے اس کا رزلٹ اناوس کیا گیا تھا۔

جس کے باعث ہارنے والی پارٹی کی طرف سے یہ الزام عائد کیا گیا تھا کے دھاندلی کی گئی ہے۔ جب ان کی درخواست پر ایکشن لینے کے بجائے اسے رد کر دیا گیا تو انھوں نے مشتعل ہو کر ساری جامعہ میں فساد برپا کر دیا۔

لیکن اس شور شرابے پر تو قابو پا لیا گیا تھا۔

ایک شور اس کے بعد اٹھا تھا۔

سب کی زبانوں پر اب کوئی اور ذکر عام تھا۔

عاشر مرزا نے پوری جامعہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا کیوں کے اس فساد اور توڑ پھوڑ کے دوران اس کی کزن لاپتہ ہو چکی تھیں۔

سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ وہ خود ایک ایک جگہ پر اسے تلاش کرتے ہوئے ساتھ ہی جامعہ کی انتظامیہ کو بھی سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے ان پر برس رہا تھا۔

اس کے دوست بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتے اسے پر سکون کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے جو غصے میں بھپرا کسی کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔

بریزے کو اپنا اندازہ سہی ہی لگا تھا۔

وہ یونیورسٹی یقیناً اس کی جاگیر میں ہی شمار کی جاتی تھی۔

ان مشتعل اسٹوڈنٹس نے جامعہ کو اتنا ٹف ٹائم نہیں دیا تھا جتنا عاشر نے آدھے گھنٹے میں سب کو حواس باختہ کر دیا تھا۔

سب بوکھلاہٹ کا شکار کسی نہ کسی طرح اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے جو لائبریری میں

باقی اسٹوڈنٹس کے ساتھ پناہ لئے ہوئے تھی۔
ابھی وہ ڈین کے آفس میں ایک طرف پڑے تھری سیٹر صوفے پر بیٹھی تھی۔
جبکے وہ میز کے سامنے پڑی کرسی پر پیر پہ پیر رکھے تنفر سے بیٹھا ان سے مخاطب تھا۔
''آپ کی انتظامیہ کی لاپرواہی کی وجہ سے جو کچھ بھی جامعہ میں ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔۔''
''عاشر میں تم سے سوری کر رہا ہوں آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا''
وہ اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔
آخر کو اس کے نانا کی طرف سے اس یونیورسٹی کو کافی بھاری فنڈز ملا کرتے تھے۔
وہ عاشر مرزا تھا۔ وہ غازیوں کا بیٹا نہیں تھا۔ سعادت غازی کا نواسہ تھا۔اس جامعہ میں اس کی اہمیت پھر بھی ایسی تھی جیسے وہ یونیورسٹی اس کے نانا نے اسے خرید کر تحفے میں دی ہو۔
کافی دیر تک ڈین سے بات چیت کرنے کے بعد وہ اسے لئے پارکنگ میں آ گیا۔ ویسے تو بریزے کی کلاسز ابھی باقی تھیں لیکن عاشر نے اسے وہاں مزید ٹھہرنے ہی نہ دیا۔
وہ لب کچلتی اس کے پیچھے پیچھے چلتی گاڑی تک پہنچ گئی۔
''میری دو کلاس رہتی ہیں ابھی''
اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کے وہ اس کے سامنے ہچکچا کیوں رہی تھی۔ وہ پہلے کی طرح نڈر نہیں لگ رہی تھی جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کیا کرتی تھی۔
کچھ دیر پہلے عاشر کا جو روپ اس نے دیکھا وہ اسے حیرانگی سے دوچار کر گیا تھا۔
کیا وہ اس کے لیے اتنی اہمیت رکھتی تھی کے ذرا دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر اس نے پوری جامعہ کی دوڑیں لگوا دی تھیں۔
''اتنی توڑ پھوڑ کافی نہیں ہے بریزے غازی؟ کیا تالے لگوا کر جان چھوڑو گی اس جامعہ کی؟''
''میں نے تو کچھ پڑھا ہی نہیں تھا ابھی''

"شکر ہے اللہ کا۔۔اگر تو آپ کچھ پڑھ لیتی تو بس آگ لگنے کی ہی کسر رہ جانی تھی اس جامعہ میں"

بریزے کو معلوم تھا اب اس نے ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا تھا۔

وہ بگھو بگھو کر مارنے کا فن خوب رکھتا تھا۔

"میری وجہ سے نہیں ہوا کچھ بھی"

"وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اچھا واقعی میں؟ مجھے تو لگا فاطم نے بھیجا ہے ان لڑکوں کو"

اس کی مصنوئی حیرانگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"بحر حال جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا۔۔اب گھر میں بیٹھو سکون سے"

"اتنی مشکل سے میرا پڑھنے کا ارادہ بنا ہے اور تم اب پابندیاں لگا رہے ہو مجھ پر"

"تم پر پابندی نہیں لگاوں گا تو مجھے ڈر ہے کے اس یونیورسٹی کی ایک اینٹ بھی نہیں بچے گی"

وہ بے چارگی سے بولا تو بریزے اسے گھورتی ہوئی منہ پھلا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

تیاریاں زور و شور سے شروع کر دی گئی تھیں۔ شادی کی تاریخ اسی مہینے کی رکھی گئی تھی۔

وہ کسی کام میں شریک نہیں ہو رہی تھی۔ سارا دن منہ لپیٹے پڑی رہتی۔ بریزے اور سارہ زبردستی اسے اٹھا کر اپنے ساتھ بازار لے جانے کی کوشش کرتیں تو صاف انکار کر جاتی۔

"نہ کسی کام میں دلچسپی لیتی ہو نہ ٹھیک سے کھاتی پیتی ہو۔۔ ایسے کیسے چلے گا ریشام؟"

سارہ اس کی منتیں کرتے تنگ آچکی تھی۔

"کوئی اپنے زندہ دفن ہونے کے لیے بھی تیاریاں کرتا ہے کیا بھابھی؟"

"فضول مت بولو ورنہ تھپڑ کھاو گی مجھ سے"

"تم نے تو اسے روگ ہی بنا لیا ہے اپنی زندگی کا"

"جب وہ عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں سے جا سکتا ہے تو تم موو آن کیوں نہیں کر سکتیں؟

ٹھیک ہے ہو جاتی ہے محبت-- کوئی برائی نہیں اس میں-- لیکن ہر کوئی اتنا خوش نصیب نہیں ہوتا کے اسے حاصل کر پائے-- تمہارے نصیب میں بھی نہیں ہے تو صبر کر جاو--"

"اس سے محبت کی تو میں نے اپنا آپ بھلا دیا۔ اسے دیکھتی تھی تو خود کو فراموش کر بیٹھتی تھی-- اس کے علاوہ مجھے منظر میں کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تھا--اور آپ کہہ رہی ہیں کے اسے بھول جاوں؟"

"آپ مجھے مار دیں--میں اسے بھلا نہیں سکتی"

گھٹنوں کے گرد بازو پھیلائے بیٹھی اس کی آواز زخموں سے چور تھی۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کیا کروں تمہارا-- تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ چند دن رہ گئے ہیں تمہاری شادی میں--"

"شادی میں نہیں میری موت میں"

سارہ نے برداشت کا گھونٹ بھرا۔

وہ اس ضدی لڑکی کو سمجھا نہیں سکتی تھی۔

تبھی وہ دروازہ کھول کر برے موڈ کے ساتھ اندر آئی۔

سر سے چادر اور کندھے پر سے بیگ اتار کر صوفے پر پھینکا اور خود بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سارہ نے نا سمجھی سے اس کے اکھڑے نقوش دیکھے تو خفگی سے کہتے ہوئے وہ ساری بات گوش گزار کر گئی۔

"اب تو وہ مجھے کسی قیمت پر نہیں لے کر جائے گا اپنے ساتھ"

وہ روہانسی ہوگئی۔

"جو ہوا اچھا ہی ہوا۔ اب ریشام اور سالار بھائی کی شادی کے بعد ہی جانا-- "

رات چاروں اور اپنے پر پھیلائے تسلط جما چکی تھی۔

لیکن سعدین حویلی کی رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ پوری حویلی کو برقی قمقموں سے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔

وہ دونوں اس کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے باہر لان میں واک کر رہے تھے جب عبیر نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"خوش ہو نا سالار؟"

"معلوم نہیں عبیر بھائی۔۔"

"یہ کیسا جواب ہوا بھلا؟ تم تو پسند کرتے تھے نہ ریشام کو؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہمم وہ اچھی لڑکی ہے۔۔ کسی کو بھی آسانی سے محبت ہو سکتی ہے اس سے۔۔"

"تمہیں بھی ہو گئی؟"

"نہیں۔۔ مجھے وہ صرف اچھی لگتی ہے ۔۔ محبت کی حد تک پسند نہیں ہے"

"چلو شادی کے بعد جب ایک دوسرے کو سمجھو گے تو محبت بھی ہو ہی جائے گی"

وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔

وہ چاہنے کے باوجود بھی اپنے دل کی بات کسی سے کر نہیں پا رہا تھا۔

اس جنت نظیر وادی کے شان و شوکت سے کھڑے فلک شگاف پہاڑوں کی چوٹیاں سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

دور تک پھیلی ہریالی اور آبشاروں کو دیکھ کر وہ وادی جنت کا ایک حسین ٹکڑا ہی معلوم ہوتی تھی۔

جہاں گزرتا ہوا پانی میٹھے گیت کی طرح شور کرتا ہوا سا تھا۔

ہواؤں کی سرمستی میں جھومتے رنگ برنگے ہر طرح کے پھولوں کی چھب ہی نرالی تھی۔

اس خوبصورت اور پہاڑی علاقے میں ایک قدیم طرز کی بڑی سی حویلی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی الگ ہی سحر سا اس ماحول میں پھونک رہی تھی۔

جانے کتنے ہی راز اپنے اندر دفن کیۓ کتنی ہی کہانیوں کی رازدار تھی۔
جس کا آہنی بڑا سا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔
ہر سو خوشی کا سماں تھا۔
اولین چاند کے دن تھے۔
ہر طرف اندھیرا اور خاموشی کا راج تھا۔
لیکن برقی قمقموں اور روشنیوں سے جگ مگ کرتی سعدین حویلی دور سے ہی جگمگاتی ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر رہی تھی۔
وہاں تو مانو ایک جشن کا سماں تھا۔ خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔
وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کے رنگ تھے۔
کئی مرلے پر پھیلی حویلی کے اطراف میں عام دنوں میں جو جگہ خالی پڑی رہتی تھی
وہاں گاڑیوں کی ایک بڑی قطار موجود تھی۔
کافی بڑی تعداد میں وہاں مہمان مدعو تھے۔
باہر کی طرح اندر کا ماحول بھی کافی شوخ سا تھا۔
بڑے سے لاؤنج کو گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ لکڑی کا بڑا سا جھولا بھی پھولوں سے لدا تھا۔
ملازمین مستعدی سے کام نمٹاتے پھر رہے تھے وہیں ساری لڑکیاں لاؤنج میں ہی ڈھولک سنبھالے شادی کے گیت گانے میں مصروف تھیں۔
کسی کام سے اندر آتے سالار غازی نے جب وہ ماحول دیکھا تو ایک مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔
اس نے صرف ایک نظر ہی جھولے پر موجود اس وجود کو دیکھا تھا جس نے مایوں کا زرد لباس زیب تن کر رکھا تھا۔
وہ باوجود کوشش کے اس کا لمبے سے گھونگھٹ میں چھپا چہرہ دیکھنے میں ناکام رہا تھا۔

"سالار بیٹا، اب تم بھی جلدی سے آجاو رسم کے لئے--پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے"

حمنہ چاچی نے اسے دوبارہ باہر کی جانب جاتے دیکھا تو اسے روک کر کہا۔

"بس دو منٹ چاچی-- ابھی آرہا ہوں"

وہ ان سے کہہ کر باہر فاز کے پاس آیا تھا تاکے اسے ٹیریس کی لائیٹس ٹھیک کروانے کے لیے بھیج سکے۔ لیکن تمام مرد حضرات کو اس نے دروازے کی جانب کھڑے دیکھا تو تعجب میں گھرے اس نے وہیں قدم بڑھا دیے۔

بڑا سا آہنی دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔

جہاں بلکل سامنے دو پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

سعدین حویلی کے دروازے پر پولیس کی آمد؟

وہاں موجود ہر شخص کو حیرانی میں مبتلا کر گئی تھی۔

"کیسے آنا ہوا ایس ایچ او صاحب؟"

وجاہت تایا نے لہجے کی ناگواری کو چھپانے کی قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں معذرت خواہ ہوں وجاہت صاحب کے---اس موقع پر آپ کے در پر آنا پڑا--لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کے ہمیں مجبورا آنا پڑا۔"

"آپ کھل کر بتائیں گے اپنے یہاں آنے کی وجہ؟"

چھوٹے تایا نے بھی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

مہمانوں کی توجہ بھی اسی جانب تھی۔

"اصل میں میرے پاس ایف آئی آر درج کروائی گئی تھی کے سعدین حویلی میں ریشام ضمیر غازی کی زبردستی شادی کروائی جا رہی ہے--"

وہ الفاظ وہاں موجود ہر شخص کو الجھانے کے ساتھ ساتھ غصہ دلا گئے تھے۔

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ کیا فضول بات کر رہے ہیں آپ؟"

حویلی کی بیٹی کا نام ایک پولیس والے کی زبان پر سب کو ہی طیش دلا گیا تھا۔
''ہماری بیٹی کی شادی اس کی مرضی و منشا سے ہو رہی ہے---''
''کس نے ایف آئی آر درج کروائی ہے؟ نام بتائیں گے آپ ؟''
سالار کا انداز سخت ناگوار تھا۔
''جی بالکل--''
ایس ایچ او اس کی جانب دیکھ کر بولا۔
''یہ ایف آئی آر ریشام ضمیر غازی کے شوہر انس غازی نے درج کروائی ہے-- میرے پاس کورٹ کا نوٹس بھی موجود ہے-- آپ کسی کی منکوحہ کا زبردستی نکاح کروائیں گے تو مجھے مجبوراً آپ کو اریسٹ کرنا پڑے گا''
وہ کوئی الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ تھا؟
جو وہاں موجود ہر شخص کی سماعتوں میں انڈیلا گیا تھا۔
ضمیر غازی نے جھپٹ کر وہ نکاح نامہ ان کے ہاتھ سے لیا۔
جب اس کے متن پر نظریں دوڑائیں تو پیشانی کے بلوں پر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔
''یہ--انس غازی؟--کون ہے یہ انس غازی؟''
ان کے چہرے پر الجھن کے تاثرات رقم تھے۔
''نام سے تو معلوم پڑتا ہے کے آپ ہی کے خاندان کا کوئی چشم چراغ ہے''
''غازی خاندان میں کوئی لڑکا ایسا نہیں جس کا نام انس ہو''
وہ پھنکار کر بولے
''تو پھر آپ کو اپنی صاحب زادی سے استفسار کرنا چاہئے نا غازی صاحب-- اسے تو معلوم ہی ہوگا''
''زبان سنبھال کر اور اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو۔'' عبیر کا بس نہ چلا تھا کے اس پولیس آفیسر کا گریبان ہی پکڑ لیتے۔

"میں صرف اطلاع دینے آیا تھا کے آپ زبردستی انس غازی کی بیوی کی شادی کروانے کا جرم سرزد نہ کیجئے-- خیال رکھئے گا مجھے دوبارہ آپ کے دروازے پر نہ آنا پڑے-- اگر پھر سے آنا پڑا تو ریشام ضمیر غازی کے شوہر اور کورٹ کی جانب سے آرڈرز ہیں کے میں پھر ان کو ساتھ ہی لے جاوں"

ٹھہر ٹھہر کر کہتے وہ اچھے سے باور کروانے کے بعد اپنے آفیسرز کے ساتھ واپس جا چکے تھے۔

پولیس کی ساری گاڑیاں واپس پلٹ گئی تھیں۔

لیکن ایک داغ سعدیں حویلی کے ماتھے پر سجا گئی تھی۔

گاوں کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں اور کچے راستوں سے ہوتے ہوئے اس نے گھر کے سامنے گاڑی روکی۔

پھر اتر کے اس دروازے پر دستک دی ۔ جب تک دروازہ کھلا وہ تب تک نظریں دوڑاتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

جہاں دور تک کچے پکے سے مکان بنے تھے۔ جن کے باہر میلے سے کپڑوں میں ملبوس بچے بے فکری اور خوش باشی سے کھیلنے میں مگن تھے۔

"جی فرمائے؟"

ایک نو عمر بچے نے دروازہ کھول کر اسے دیکھ کر پوچھا۔

"میرا نام کریم ہے-- میں سعدین حویلی سے آیا ہوں-- کیا یوسف ہے گھر پر؟"

"یوسف بھائی؟ --جی وہ ہیں گھر پر-۔آپ اندر آجائیں میں بلاتا ہوں"

اس کے تعارف کروانے پر دہ بچہ خوشدلی سے اسے اندر لے آیا تھا پھر اسے بیٹھک میں بٹھا کر اپنے بڑے بھائی کو بلانے چل دیا۔

اسے سعادت غازی نے ہی یوسف کو لینے کے لئے بھیجا تھا۔ تاکے شادی کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔

عبیر کی شادی میں جس خوش اسلوبی سے اس نے ساری ذمہ داریوں کو اٹھایا تھا سب ہی اس کے

قائل ہو گئے تھے۔
کچھ ہی دیر بعد اس نے بیٹھک میں قدم رکھے تو کریم اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

شادی کا گھر ماتم کے ماحول میں تبدیل ہو چکا تھا۔
گھونگٹ اٹھائے وہ برستی آنکھوں سے سب کے چہرے دیکھ رہی تھی۔
"ریشام کیا ہے یہ سب؟"
ضمیر غازی ہاتھ میں وہی نکاح نامہ پکڑے شدید اشتعال میں اس سے باز پرس کر رہے تھے۔
"آرام سے ضمیر۔۔ پہلے اس سے تصدیق کر لو۔۔ اگر تو اس نے یہ کام کیا ہے تو پھر اس کی سزا میں خود اسے دوں گا۔"
"تایا ابو میرا یقین کیجئے میں نے کسی سے کوئی نکاح نہیں کیا۔۔ میں تو جانتی بھی نہیں ہوں کے کون ہے یہ انس غازی"
وہ روتے ہوئے خود کی بے گناہی کا یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی جب سفینہ تائی نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔
وہ گال پر ہاتھ رکھے رونا بھول چکی تھی۔
اسے تو آج تک کسی نے ڈانٹا تک نہ تھا
اور آج اسے تھپڑ مارا گیا تھا وہ بھی اس جرم کی پاداش میں جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔
اس کی صفائی میں کہے گئے لفظوں کو سننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔
اتنی بے اعتباری وہ بھی اس حویلی کی بیٹی پر
"ماں ہاتھ مت اٹھائیے اس پر"
عبیر نے ضبط سے انھیں کہا۔
"تمہارے دستخط ہیں اس پر۔۔ تم کیسے ہماری آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو؟"

اسے نظر انداز کیے وہ ریشام پر برس رہی تھیں۔

زاریہ اور ضمیر غازی تو اب تک بے یقین تھے کے ان کی بیٹی کوئی ایسی حرکت بھی کر سکتی ہے۔

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں خدارا میری بات کا یقین کیجئے یہ جعلی نکاح نامہ ہے۔۔ میں نے کسی سے نکاح نہیں کیا"

وہ مایوں کی دلہن بری طرح روتی سب کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی جنھوں نے اس کی بغیر کسی ثبوتوں اور اس کی صفائی کے اسے مجرم ٹھہرا دیا تھا۔

"کیا تم نے نکاح کیا ہے ریشام؟"

ضمیر غازی اس کے سامنے کھڑے پوچھتے ضبط کی انتہاؤں پر تھے۔

ریشام نے دھندھلائی آنکھوں سے انھیں دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا

"بابا آپ تو یقین کریں مجھ پر۔۔ آپ کی ریشام کیا کبھی ایسا قدم اٹھا سکتی ہے؟ آپ تو مجھے مجرم نہ کہیں۔۔ میں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں بابا۔۔ میں نہیں جانتی اس شخص کو۔۔ یہ نکاح نامہ جعلی ہے۔ یہ میں نے سائن نہیں کیا"

"جب تمہیں اس شخص کے بارے میں کوئی علم نہیں تو وہ تمہارے بارے میں اتنا سب کیسے جانتا ہے کے اسے تمہارا دستخط بھی معلوم ہے؟"

ریشام کے الفظ جیسے سارے ختم ہو گئے تھے۔

وہ پتھرائی آنکھوں سے ان کی بے یقینی کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے ہاتھوں سے ضمیر غازی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔

"مجھے کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے کوئی میرے بارے میں جو سمجھنا چاہے سمجھے۔۔ مجھے صرف آپ کا خیال ہے بابا۔۔ کیا آپ کو بھی میں قصوروار نظر آتی ہوں؟"

"بس بہت ہوا تمہارا ڈرامہ۔۔ جب تم نے کسی اور سے نکاح کر ہی لیا تھا تو پھر یہ سب تماشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی تمہیں؟۔۔اس حویلی کی عزت کو تم نے مٹی میں ملا کر رکھ دیا۔۔"

سفیدی تائی زہریلے لہجے میں جانے کیا کچھ کہے جا رہی تھیں۔ ریشام کا دل تو اس بات پر کٹ رہا تھا کے انھیں خاموش کروانے کو کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ یعنی سب ان سے متفق تھے۔

صرف ایک لمحے میں سارا کایا پلٹ گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے جو حویلی قہقوں اور شادی کے گیتوں سے گونج رہی تھی وہاں اب رونے اور چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

یوں گمان ہوتا تھا جیسے ہنستے بستے گھر کو کوئی بد نظر کھا گئی ہو۔

پیلے لباس میں اس کا چہرہ بھی زرد ہو رہا تھا۔

رو رو کر اس کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔ جس شخص کی وجہ سے اسکی یہ حالت تھی اگر تو وہ اس کے سامنے آجاتا تو وہ اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

"کپڑے بدل لو ریشام۔۔ " نگاہیں چراتے ہوئے سادہ سے کپڑوں کا ہینگر لئے وہ اس کے پاس آئی۔

"سالار بھائی نے منع کر دیا ہے شادی سے؟"

اس نے خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایک نکاح کر کے تم اس گھر میں گنہگار بن چکی ہو۔ اب کیا نکاح پر نکاح کر کے مزید اپنے گناہوں میں اضافہ کرنا ہے؟"

"کیا آپ کو بھی مجھ پر بھروسہ نہیں؟"

"مجھے تم پر بھروسہ ہے ریشام۔۔ لیکن " وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔

"لیکن کیا بھابھی؟"

"آنکھوں دیکھا بھی تو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔۔ تمہارے انکار کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔۔ اگر تم ڈر کے باعث انکار کر رہی ہو تو ایسا مت کرو۔۔سب کو سچائی بتا دو" وہ ملتجی انداز میں بولی تو ریشام نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا۔

"سچائی؟ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہنے کے لئے۔۔ میں جس کو جانتی ہی نہیں اس سے نکاح کیسے

لروں گی؟"

"کپڑے بدل لو۔۔"

سارہ سپاٹ سے لہجے میں کہتی ہوئی اس کے ہاتھوں سے وہ ہری چوڑیاں اور پھولوں کے کنگن اتارنے لگی جو کچھ گھنٹوں پہلے اس نے ہی کتنے چاو سے اسے پہنائے تھے۔

وہ لب سئے بنا کچھ کہے اسے دیکھتی رہی۔ لیکن آنسو اس زیادتی پر خاموش نہیں رہے تھے۔

کہیں سے کوئی جان کاری ہاتھ لگ رہی تھی نہ اس شخص کا کوئی سراغ مل رہا تھا۔ پولیس بھی تعاون نہیں کر رہی تھی۔

اپنے سارے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے بھی وہ اس شخص تک پہنچنے میں ناکام رہے تھے جس نے کچھ ہی لمحوں میں اس حویلی کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس کا عالیشان سا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی اس اندھیرے کا مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔ اے سی کی خنکی سے اس کمرے کا ماحول مزید خواب ناک سا معلوم ہو رہا تھا۔ سینے کے بل جہازی سائز بیڈ پر لیٹا وہ پر سکون گہری نیند کی وادیوں میں اترا ہوا تھا۔

اس کے وجیہہ چہرے پر آج سے پہلے اتنا سکون کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

اچانک ہی اس کی پلکوں میں اضطرابی حالت میں حرکت سی ہوئی۔

سینے میں اٹھتے درد کے باعث وہ نیند سے جاگتے ہوئے ہوش کی دنیا میں آنے پر مجبور ہوا۔

لب بھینچ کر اس درد کو محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا۔

بکھرے بال اور سرخ ڈوروں سے سجی آنکھوں کے ساتھ وہ دل کے مقام پر سیدھا ہاتھ رکھے اپنی بے ترتیب ہوتی سانسوں کو سنبھالنے کی کوشش میں بے حال ہو رہا تھا۔

جبھی کوئی دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ جب اندھیرے میں کچھ بجھائی نہ دیا تو نووارد نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر ساری لائٹس آن کردیں تو اس نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں اتنی تمیز تو ہونی چاہیئے کے کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت ہی لے لو"

آنکھیں جب روشنی سے مانوس ہونے لگیں تو وہ ناگواری سے اس پر برسا جو اس کے بیڈ کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا خوب کہا۔ تم سعدین حویلی میں چٹکی بجاتے طوفان کھڑے کر دو اور میں تمہارے روم میں بغیر اجازت داخل بھی نہیں ہو سکتا؟" اس نے ماتھے پر بل لیے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا۔

"چپ کرو جاو داریان مجھے ویسے بھی کچھ اچھا فیل نہیں ہو رہا"

سینہ مسلتے ہوئے وہ اضطرابی حالت میں کہتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنے لوگ مل کر تمہارے حق میں بد دعائیں کر رہے ہوں گے ظاہر ہے کچھ تو اثر ہوگا ہی نہ؟"

"مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میری بلا سے جہنم میں جائیں سب"

اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولا۔

"اور ریشام غازی؟"

اس کے سکون سے پوچھنے پر وہ لمحے کو چپ ہوا۔ ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔ پھر رکھائی سے بولا۔

"وہ ان میں شامل نہیں ہے"

"تو اسے کس کیٹیگری میں رکھا ہوا ہے تم نے؟"

"کسی بھی کیٹیگری میں نہیں ہے۔۔ سارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔ میں کون ہوتا ہوں اسے کسی ایک حصے تک محدود کرنے والا؟"

"بد دعائیں دے رہی ہو گی تمہیں"

"معلوم ہے مجھے۔۔ جبھی سکون سے سوتے ہوئے بے چین ہو کر اٹھ بیٹھا۔

"بہت بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے تم نے اسے" داریان نے افسوس سے کہا تو اس نے لہو رنگ

آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں لیکن اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا میرے پاس۔۔وہ سالار غازی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے صرف اس شادی کو روکا ہے"

"لیکن تمہارے کیۓ کا خمیازہ وہ بھگت رہی ہو گی"

"وہ سہہ لے گی۔۔جب پتھر دل یوسف کو برداشت کر سکتی ہے تو یہ چھوٹے موٹے دکھ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔"

کیا یوسف نہیں آیا؟"

کریم کے استفسار پر نووارد نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا۔

"میں ہی یوسف ہوں۔ کیا کام ہے آپ کو مجھ سے ؟"

"تم ؟"

کریم نے حیرانگی سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"یہ کیا مذاق کر رہے ہو تم میرے ساتھ۔ تم یوسف کیسے ہو سکتے ہو؟" اس نے طیش سے پوچھا۔

"میں ہی یوسف ہوں آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں میں سمجھ نہیں پا رہا؟" وہ نا سمجھی اور الجھن کا شکار تھا۔

"لیکن تمہیں تو میں نے سعدین حویلی میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں وہاں کام نہیں کرتا۔۔ میں تو مکینک ہوں"

اس کی باتیں کریم کے ہوش اڑا رہی تھیں۔

"تم یوسف ولید ہی ہو نا؟"

مزید تسلی کے لئے اس نے پورا نام پوچھا۔

"ہاں میرا نام یہی ہے "

"لیکن اس نام سے تو کوئی اور شخص کام کرتا تھا حویلی میں" اس کے تصدیق کرنے پر اس نے الجھ کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں مجھے تو مکینک کی جاب پر انس غازی نے رکھوایا تھا۔ "

"انس غازی؟" وہ اپنی جگہ ساکت ہوا۔

وہ راستے میں تھا جب اس کے ساتھی ملازم نے اسے فون کر کے ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

انس غازی کا نام تو ویسے بھی سب کی زبانوں پر زد عام ہو چکا تھا۔

"اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" کریم نے عجلت میں پوچھا۔ اسے خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دے رہی تھی۔ وہ جلد از جلد فون کر کے حویلی کے کسی فرد کو خبردار کرنا چاہتا تھا۔

"میں ان کے بارے صرف اتنا جانتا۔۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا کے جبھی دو تین نقاب پوش عجلت میں دروازہ کھول کر اندر گھس آئے۔

دو نے کریم کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لیا جب کے ایک نے اس کے منہ پر کس کے پٹی باندھ دی۔

"اپنا منہ بند رکھنا اگر انس غازی کے قہر کا نشانہ نہیں بننا چاہتے تو۔"

لال انگارہ ہوتی نگاہوں سے اسے دھمکاتے ہوئے وہ تینوں اسے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

بلیک پینٹ پر وائیٹ سوئیٹ شرٹ پہنے۔آستینوں کو کہنیوں تک کھینچے وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے داریان سے بات کرتا نیچے اترتا دکھائی دے رہا تھا۔

"نیند پوری ہو گئی آپ کی؟ مجھے تو لگا آپ بروز قیامت ہی آنکھیں کھولیں گے"

کچن سے چائے کی کیتلی لے کر نکلتی ماشا نے جب اسے فریش سا دیکھا تو خفگی سے جتا کر بولی۔

"بڑے بھائی کو کوئی ایسے کہتا ہے؟"
اس کے لئے ناشتہ تیار کرتی صوفیہ نے بیٹی کو سرزنش کی۔
"اسے کہہ لینے دیں امی۔۔ آج مجھے کسی کی کوئی بات نہیں لگ رہی"
اس کا خوشگوار موڈ کبھی کبھار ہی دیکھنے کو ملتا تھا۔
"آپ کی پڑھائی ختم ہو چکی ہے تو اب آپ میری دوست سے شادی کر لیں"
اس نے ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی سنبھالی تو جھٹ اس کے دائیں جانب بیٹھتی ماشا نے بے صبری سے کہا۔
وہ جو کرسٹل کے گلاس کو منہ سے لگائے پانی حلق میں انڈیل رہا تھا وہیں اسے زور کی کھانسی آئی۔
"یہ ڈیل کب ہوئی تھی ماشا غازی؟"
انس نے حیرانگی کے تاثرات چہرے پر سجاتے ہوئے پوچھا۔
"آپ اپنی بات سے پھر رہے ہیں؟"
وہ ناراضگی و خفگی سے بولی۔
"تمہاری جو دوست ہے نا مہر ماہ سلطان۔۔ اس کو مجھ سے بھی اچھا لائف پارٹنر مل جائے گا۔۔ انفیکٹ میں اس شخص کو جانتا بھی ہوں"
"کون ہے وہ شخص؟ مجھے بتائیے نہ پلیز"
اس کا بازو پکڑے وہ اس کے سر ہو چکی تھی۔
"جب وقت آئے گا تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔۔ اور یہ بتاو کالج کیوں نہیں گئیں تم؟ ۔۔ڈاکٹر بننے کا بھوت اتر گیا کیا سر سے؟"
اب کے اس کے لہجے میں خالص بڑے بھائیوں والا رعب تھا۔
"اتنی آسانی سے نہیں اترنے والا یہ بھوت۔۔ دیکھئے گا ایک دن بیسٹ ڈاکٹر بن کر دکھاوں گی"
"بیسٹ ڈاکٹر بننے کے لیے پڑھنا بھی پڑتا ہے بیٹا"

"آپ کے آنے کی خوشی میں نہیں گئی تھی--یقین مانیں آپ کے بغیر تو جیسے ساری رونقیں ختم ہو گئی تھیں--شکر ہے آپ کی پڑھائی تو ختم ہوئی"

"اسے سکون سے ناشتہ کرنے دو ماشا"

صوفیہ نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ناچار اٹھ گئی۔

"مجھے ایک دو کام نمٹانے ہیں۔ ان سے فری ہو جاوں پھر ہم شطرنج کی بازی کھیلیں گے"

انس نے اس بال بگاڑتے ہوئے کہا تو اس کا آف موڈ پھر سے بحال ہو گیا۔

"بھول نہیں جائیے گا"

وہ یقین دہانی کرواتی کچن میں چلی گئی۔ ان کی باتوں کے دوران وہ جو ماشا کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا فون پر مصروف تھا۔ اب اس کے جاتے ہی انس کی جانب متوجہ ہوا جس نے اپنی ناشتے کی ٹرے اس کی جانب کھسکا دی تھی۔

"شام کے چار بج رہے ہیں۔ میں صبح سویرے ناشتہ کرنے کا عادی ہوں"

بغیر کسی مروت کے داریان نے وہ ٹرے دوبارہ اس کی جانب بڑھائی تو وہ شانے اچکاتے ہوئے ناشتہ کرنے لگا۔

"ناشتہ کر لو پھر رضا انکل اور فرمان بھائی کے سامنے حاضری ہے تمہاری"

چائے کا کپ ہاتھ میں لئے وہ اس کے گوش گزار کر رہا تھا جب کے وہ ایسے بیٹھا تھا جیسے ناشتہ کرنے کے سے زیادہ ضروری کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا اس دنیا میں"

"وہ صوفے پر پیر اوپر کیے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی جب وہ دونوں اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"تم دونوں بھی تفتیش کرنے آئے ہو مجھ سے؟"

"ریشام نے سر اٹھا کر شکوہ کناں نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

جو اس کے پاس دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے۔ "ہمیں یقین ہے تم ایسا کوئی کام نہیں کر سکتیں جس سے حویلی کی عزت پر کوئی حرف آئے"

"جسے یہ بات کہنی چاہیئے تھی اس نے تو مجھ سے پوچھا تک نہیں ایک بار بھی۔۔ اور رشتہ ہی ختم کر دیا "

بھیگا گال رگڑتے ہوئے وہ سالار سے بھی خفا تھی۔ وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر اسے اپنی زندگی بنانے جا رہی تھی۔ اگر وہ اس سے شادی کر رہا تھا تو کم از کم اس پر اعتبار تو کرتا۔

"سالار بھائی بہت ڈسٹرب ہیں۔۔ حالات تمہارے سامنے ہی ہیں۔۔اگر شادی کی تقریبات جاری رکھی جاتیں تو ایسے میں کوئی بعید نہیں تھی کے پولیس دوبارہ آجاتی۔۔انھوں نے ہماری عزت کی خاطر یہ فیصلہ کیا تھا"

عاشر اس کے سر پر ہاتھ رکھے نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"میرے سامنے کسی کی وکالت مت کرو۔۔ مجھے سب پر شدید غصہ ہے"

"تمہارا غصہ جائزہ ہے۔۔ "

"لیکن فوری طور پر صورتحال کو سمجھنا تھوڑا مشکل تھا"

"اسی لیے سب مجھ پر چڑھ دوڑے" اس نے گلابی پرشکوہ آنکھوں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی اس شخص کا بھی تو کچھ پتا نہیں چل رہا ہے نا۔ پتا نہیں کون ہے اور کہاں سے آ کر ہماری زندگیوں میں بھونچال مچا گیا ہے"

"جو بھی ہے میں تو اس کا شکریہ ادا ضرور کروں گی جس کی وجہ سے سب کی اصلیت میرے سامنے آئی۔"

فاز اور عاشر بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ جو سلوک اس کے ساتھ کیا گیا تھا وہ واقعی قابل مذمت تھا۔ اسی لئے وہ دونوں اس کے پاس آئے تھا تاکے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر سکیں لیکن وہ تو کچھ کہنے سننے کو ہی راضی نہیں تھی۔

سینے پر بازو باندھے وہ اسی کے انداز میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کے فاطم کی نگاہوں میں جلتے شعلوں میں نرمی تھی تو بریزے کی آنکھیں پر تپش۔۔

وہ بغیر پلکں جھکائے اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔

"کیسے عاشق ہو تم؟ میرا اتنا سا کہا نہیں مان سکتے؟"

تھک ہار کے وہ منہ پھلا کر سنگل صوفے پر جا بیٹھی۔

"مجھے اجازت نہیں ہے ورنہ میں ضرور بتا دیتا"

"ویسے تم جانتے ہو نہ کون ہے انس غازی؟"

بریزے نے پرجوشی سے پوچھا۔

"ہاں۔ جانتا ہوں"

"پلیز بتا دو"

"نہیں!:

"پلیز فاطم"

"کہا نہ نہیں"

"پلیز۔"

"اب تم نے ضد کی تو تمہارا خون پی جاوں گا"

"جن ہو تم۔ ویمپائیر نہیں ہو"

اس نے شدید ناراضگی سے کہتے ہوئے یاد دہانی کروائی۔

"اسے ڈھونڈنا فضول ہے۔۔وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگے گا۔"

"لیکن ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کے آخر کون ہے یہ شخص جو خود کو غازیوں کا خون کہہ رہا ہے۔"

"وہ جب چاہے گا خود ہی منظر عام پر آجائے گا۔۔ تم جا کر اپنی کزن کو تسلی دو"

"مجھ میں تو حوصلہ ہی نہیں ہے ریشام کے سامنے جانے کا۔۔ اتنا برا حال کر لیا ہے اس نے رو رو کر۔۔"

"پتا نہیں کیوں سب اسے قصوروار سمجھ رہے ہیں"

"تائی امی اور تایا ابو کا تو بس نہیں چل رہا تھا کے اسے جان سے ہی مار دیں"

"یونیورسٹی نہیں گئیں تم دوبارہ؟"

اس نے اچانک ہی موضوع تبدیل کیا تو بریزے کو ریشام کا غم بھول کر اپنا دکھ یاد آگیا۔

"اس عاشر کے بچے نے جانے ہی نہیں دیا"

"یہی تو چاہتی تھیں تم" اس کے منہ بنا کر کہتے ہوئے اس حیرانگی سے یاد دلایا۔

"ہاں لیکن وہاں جانے کے بعد میرا مائنڈ بدل گیا تھا"

"تو دوبارہ چلی جانا"

"وہ لے کر ہی نہیں جائے گا اب۔" ہتھیلی میں چہرہ گرائے۔ صوفے پر بیٹھی وہ منہ بنا کر کہتی فاطم کو سارے جہاں سے عزیز ہو گئی تھی۔

پرشوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ گھٹنے کے بل وہ اس کے پاس نیچے بیٹھا۔

"تمہیں معلوم ہے تم مجھے کتنی عزیز ہو؟"

صوفے کی جس ہتھی پر بریزے نے کہنی ٹکائی ہوئی تھی فاطم نے بھی ویسے ہی کہنی ٹکا کر ہاتھ کی مٹھی بنا کر چہرے تلے رکھے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے کبھی بتایا نہیں مجھے"

"اتنی عزیز ہو کے میرا بس چلے تو تمہیں اپنے ساتھ لے جاوں"

"اپنے ساتھ؟ کہاں پر؟ کیا پہاڑوں پر لے کر جاو گے؟ تم تو وہیں رہتے ہو نا؟" اس کا جوش عود کر آیا۔

"میں پہاڑوں پر نہیں رہتا۔۔"

فاطم نے کہتے ہوئے اچانک ہی بند ہاتھ کی مٹھی میں قید کتنی ہی گلاب کی پتیاں اس کے چہرے پر پھینکیں۔

وہ ہڑبڑا اٹھی۔

ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

"فاطم" خفگی سے کچھ کہنے لگی تھی کے اس نے پھر وہی حرکت کی۔

اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا۔

جیسے ہی وہ پھول اس کے چہرے پر پھینکتا وہیں اس کی ہتھیلی دوبارہ ان مہکتے پھولوں سے بھر جاتی۔

"یہ کیا کر رہے ہو رکو تو سہی۔۔"

وہ اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ساتھ میں ہنس بھی رہی تھی۔ جو اس کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھا۔

وہ جب داریان کے ساتھ اسٹڈی میں داخل ہوا تو رضا صاحب اور فرمان اسی کے منتظر تھے۔

بیٹھنے کے بجائے وہ میز کی سطح سے ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھے کھڑا ہو گیا۔

"خوش ہو تم اپنی ضد پوری کر کے؟"

رضا صاحب کے چہرے پر ناخوشی کے تاثرات تھے۔

وہ ہمیشہ اپنے اکلوتے بیٹے سے اس کی حرکتوں کے باعث نالاں ہی رہتے تھے۔

"ابھی ضد پوری نہیں ہوئی میری"

"انس۔۔ تمہاری حرکتوں کو بہت تحمل سے برداشت کیا ہے انکل نے۔ اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے کم از کم تمہیں ایک بار مشورہ تو کر لینا چاہیئے تھا" فرمان بھی رضا صاحب کے ہم خیال تھے۔

وہ دونوں اس کے ہر کام سے باخبر تھے۔

"میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا فرمان بھائی۔"

"لیکن تمہیں جعلی نکاح نامہ دے کے پولیس کو ان کے دروازے پر نہیں بھیجنا چاہئے تھا۔ جلد یا بدیر انھیں حقیقت معلوم ہو ہی جائے گی" وہ پریشانی سے بولے۔

"جب تک انھیں حقیقت معلوم ہوگی تب تک میں ریشام غازی کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا ہوں گا"

"لیکن سعدین حویلی میں تم اس مقصد سے نہیں گئے تھے" رضا صاحب نے جیسے اسے کچھ یاد دلایا۔

"میں جانتا ہوں۔۔ وہ لڑکی میری راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔۔ میں نے کوشش کی تھی کے اسے رکاوٹ نہ بننے دوں لیکن۔۔ میں بے بس ہو گیا تھا۔"

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی انس۔۔ ریشام کے ساتھ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کم از کم اسے اعتماد میں لے لیتے" رضا غازی گہرے تاسف سے بولے۔

"میں نے اس لڑکی کو اگنور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر سر جھٹک گیا۔

"بحر حال کیا سوچا ہے اب تم نے؟" فرمان نے اس سے آگے کا لائحہ عمل جاننا چاہا۔

"فلحال تو ریشام کو کسی طرح وہاں سے نکالنا ہے۔۔"

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے"

خاموشی سے ان کی باتیں سنتے داریان نے بھی لب کشائی کی۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہے"

وہ اسے دیکھتے ہوئے ترکی با ترکی بولا۔

"اس سے بات کر کے ایک بار اسے اعتماد میں لے لو"

رضا غازی کو صرف اس لڑکی کی فکر تھی جسے انھوں نے دیکھا بھی نہیں تھا۔جو ان کے بیٹے کی حرکتوں

کے باعث اس مشکل میں گرفتار ہو چکی تھی۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔۔ اسے اس کے روم تک محصور کر دیا گیا ہے۔"

یقیناً اس کے وفادار اسے پل پل کی خبر دے رہے تھے۔

"ڈیڈ۔۔آپ بھروسہ کریں مجھ پر۔۔ سعدین حویلی پر جتنا ان لوگوں کا حق ہے اتنا ہی آپ کا بھی ہے۔۔ آپ سعادت غازی کے بیٹے ہیں اور یہ بات ان سب کو تسلیم کرنی ہوگی"

وہ مضبوط لہجے باور کروا رہا تھا۔

"ان گڑے مردوں کو اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے انس۔۔ میرے باپ نے مجھے اس وقت بھی قبول نہیں کیا تھا جب میری ماں انھیں روتے ہوئے یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھیں کے میں انھی کا خون ہوں۔۔ باپ کے ہوتے ہوئے بھی میں نے یتیموں والی زندگی بسر کی۔۔ زندگی کی تلخیوں اور محرومیوں نے مجھے ان آسائشات کے بغیر زندگی گزارنا سکھا دیا ہے۔۔ مجھے اب کسی شے کا لالچ یا طلب نہیں ہے۔۔ تم بھی ضد چھوڑ دو اپنی۔"

"نہ میں اپنا حق چھوڑوں گا۔۔ اور نہ ہی آپ کا حق ان کے پاس رہنے دوں گا۔۔ دنیا کا کوئی قانون آپ کو آپ کا حق لینے سے نہیں روک سکتا۔۔"

"میں قسم کھا رہا ہوں بابا۔۔سعدین حویلی پر قیامت ڈھا دوں گا۔۔ انھیں آپ کی حق تلفی کرنے نہیں دوں گا کسی بھی قیمت پر" اس کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں۔

"تم مجھے بہت عزیز ہو میرے بیٹے۔۔ وہ تمہاری جان کے دشمن بن جائیں گے" وہ بے بسی سے بولے۔

"اللہ بہتر جانتا ہے کب کس کی موت کس جگہ اور کس وقت پر مقرر ہے۔۔ اگر میری قسمت میں انھی کے ہاتھوں مرنا لکھا ہے تو مجھے کوئی عار نہیں۔۔ لیکن اس سے پہلے میں اس وعدے کو پورا کروں گا جو میں نے آپ سے کیا ہے"

وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ جس سے پیچھے ہٹنے کے لیے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

بیٹھک میں حویلی کے سارے مرد اور کچھ وکیل کافی دیر تک بحث مباحثے میں مصروف رہے تھے۔
آخر میں جب دو وکیلوں نے اس نکاح نامے کے جعلی ہونے کی تصدیق کردی تو ضمیر غازی نے بے ساختہ تشکر کا سانس بھرا تھا۔
انھیں اپنی بیٹی پر خود سے زیادہ بھروسہ تھا۔ جو آج ٹوٹا نہیں تھا۔
"پتا کرو اس کا۔۔کون ہے یہ جس نے سعدین حویلی کہ عزت کو اپنے پیروں تلے روندنے کی جرت کی ہے؟"
سعادت غازی کے چہرے پر غیض و غضب تھا۔
ان کے دروازے پر پولیس بھیج کر ان کی بیٹی پر نظر ڈالنے کا جو گناہ اس نے کیا تھا اس کا کفارہ تو اس کی موت سے ہی ادا ہو سکتا تھا۔
"ہر طرح کی کوشش کر کے دیکھ لی ہے۔۔سارے اختیارات استعمال کر لئے ہیں لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔۔ کہیں اس سے متعلق کوئی ڈیٹا نہیں۔۔"
"تو کیا اسے زمین نگل گئی؟" وہ دھاڑ کر بولے۔
"آپ پریشان نہ ہوں دادا جان۔۔ ہم اسے تلاش کر لیں گے"
عبیر نے انھیں پرسکون کرنے کو کہا۔
"اس کا مقصد صرف ریشام اور سالار بھائی کی شادی رکوانا تھا۔۔"
"تو؟" سب نے چونک کر عاشر کو دیکھتے ہوئے نا سمجھی سے استفسار کیا۔
"وہ نہیں چاہتا کے ان دونوں کی شادی ہو۔۔ جس میں وہ کامیاب بھی ٹھہرا ہے"
"کہنا کیا چاہتے ہو عاشر؟" سالار نے تنے ابرو سے پوچھا۔
"اگر یہ خبر عام کر دی جائے کے سالار بھائی اور ریشام کا ملتوی کیا گیا نکاح پھر سے ہو رہا ہے تو شاید وہ پھر منظر عام پر آجائے"

اس کی بات میں وزن تھا۔ جس سے باقی بھی متفق نظر آرہے تھے۔
"تمہاری بات غور طلب ہے۔۔"
عبیر نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
"ہمیں کل ہی یہ نکاح کر دینا چاہیئے"
سعادت غازی کے فیصلہ سنانے پر سب نے ان کے حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیا تھا۔

اس کی بھیگی آنکھوں میں ہزاروں شکوے تھے۔
"جب میں یہ بات کہہ رہی تھی تو تب کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا؟ بھری محفل میں سب کے سامنے مجھے تھپڑ مارا گیا۔ میری تذلیل کی گئی۔۔مجھے بے حیا جیسے القابات تک سے نوازا گیا جب کسی نے میرے حق میں ایک لفظ تک نہ بولا۔۔ میں اس گھر کی بیٹی تھی بابا۔۔لیکن میرے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کے میں اپنی ہی نظروں میں گر گئی۔۔ ان گناہوں کا بوجھ مجھ پر لادا گیا جو میں نے سرے سے کیئے ہی نہیں تھے۔ میں کسی کو معاف نہیں کروں گی کسی کو بھی نہیں"
"ریشام وہ سب بہت اچانک ہوا۔۔ہمیں سمجھ نہیں آیا تھا کچھ"
عبیر بھی شرمندہ سا اس کے سامنے بیٹھا بے بسی سے کہہ رہا تھا۔
"آپ کو میں نے ہمیشہ اپنا بڑا بھائی کہا ہی نہیں مانا بھی ہے۔۔ لیکن آپ نے میرا مان نہیں رکھا عبیر بھائی۔۔ آپ ایک بار کہہ دیتے کے ریشام ایسا نہیں کر سکتی۔۔ مجھے یقین ہے اس پر۔۔ کیا کسی کی مجال تھی کے وہ مجھ پر الزامات عائد کرتا؟"
آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر تھا۔
"کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ تمہارا اور سالار کا نکاح کل ہی ہوگا"
"میں اب کوئی نکاح نہیں کروں گی کسی سے۔۔"
اس کے سختی سے کہنے پر سب کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

لیکن وہ سب کو نظر انداز کیے سالار کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔
''اس شخص کے جھوٹ کی وجہ سے آپ نے مجھ سے رشتہ ختم کیا تھا نہ۔۔ آج میں آپ کو انکار کر رہی ہوں۔۔ ریشام غازی آپ سے شادی نہیں کرے گی!''
''پاگل مت بنو ریشام۔۔ابھی تم اتنی بڑی نہیں ہوئی ہو جو اس حویلی کے معاملات میں دخل اندازی کرو''
سالار کو سخت ناگوار گزری تھی اتنی ہٹ دھرمی۔
''دخل اندازی؟۔۔ کیا مجھے اپنی ذات کے لئے بھی بولنے کا حق نہیں ہے؟''
''تمہاری وجہ سے بہت سبکی ہو چکی ہے ہماری۔۔ بہتر ہوگا اب تم خاموشی سے وہی کرو جیسا ہم چاہتے ہیں''
''میری وجہ سے سبکی؟ کیا آپ ابھی بھی مجھے ہی قصوروار گردان رہی ہیں تائی امی؟''
''میں مر جاوں گی لیکن اب یہ شادی کسی قیمت پر نہیں کروں گی۔۔ اس حویلی میں رہنے سے تو بہتر ہے کے میں مر ہی جاوں۔''
''میری عزت نفس کو کچلا گیا ہے۔ جو مجھ پر اعتماد ہی نہیں کرتے میں ان کے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہوں گی''
بھیگی اور شاکی نظروں سے سب کو دیکھتی وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی تھی۔
اس کے پیچھے رائمہ اور بریزے بھی آئیں تھیں۔
''ریشام سنبھالو خود کو۔۔''
''آپ ان سے جا کر کہہ دیں پھوپھو اگر کسی نے مجھے مجبور کیا تو میں زہر کھا کے مر جاوں گی''
''مرنا مسئلے کا حل نہیں ہے ریشام۔۔''
بریزے نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے دکھ سے کہا۔
''تم ہی بتاو پھر کیا کروں میں؟۔۔میرا تو دم گھٹ رہا ہے اس قید میں''

"اللہ پر یقین رکھو-- کچھ برا نہیں ہوگا تمہارے ساتھ"

"میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہوتا-- جس کی خواہش کرتی ہوں وہی مجھ سے چھن جاتی ہے"

"اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے پھوپھو آپ یہ نکاح ملتوی کروادیں"

بریزے نے ان سے التجا کی تھی

"یہ فیصلہ بابا جان کا ہے-- وہ کسی صورت اسے نہیں بدلیں گے"

وہ خود بے بس تھیں- اپنی لاڈلی بھتیجی کے لئے چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھیں-

---

"ریشام--میری بیٹی"

"نہ کہیں مجھے اپنی بیٹی"

اس نے ضمیر غازی کا ہاتھ جھٹک دیا تھا-

"آپ کی اکلوتی بیٹی کے ساتھ اتنا برا کیا ان لوگوں نے اور آپ نے انھیں کچھ بھی نہیں کہا"

اس نے کتنے ہی آنسو اپنے اندر اتارے ہوئے انھیں کہا-

"ہم مجبور تھے بیٹا--تمہارے دادا اور تایا کے سامنے کیا ہماری چلنی تھی؟"

"اس حویلی سے چلیں بابا--میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں پر--ہم کہیں اور شفٹ ہو جاتے ہیں"

وہ ملتجی تھی-

"یہ ناممکن ہے-- بابا صاحب کبھی راضی نہیں ہونگے"

اس کا سر سہلاتے ہوئے انھوں نے لاچاری سے کہا-

"مجھے سالار بھائی سے شادی نہیں کرنی بابا-- ان سے کہیں مجھے مجبور نہ کریں"

ان کا ہاتھ پکڑے وہ کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح رہ رہی تھی-

لیکن ضمیر غازی تسلی کے دو بول بھی اسے نہ کہہ سکے تھے-

لب بھینچے اس سے نگاہیں چرا گئے تھے-

اپنی بیٹی کے لیے اسٹینڈ لینے کی اجازت بھی نہیں تھی انھیں۔

آف وائٹ سادی سی فراک زیب تن کیے اس نے بیڈ پر پڑی سیاہ چادر اٹھا کر اوڑھی۔ بہت سا رونے کے باعث آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

چہرہ بھی بخار کے باعث رہا تھا۔ اس میں کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہیں تھی پھر بھی اپنی ساری ہمت مجتمع کی ہوئی تھی

"شام کو تمہارا نکاح ہے۔۔ کہاں جا رہی ہو تم؟"

بریزے نے ہینگ ہوا نکاح کا جوڑا لا کر بیڈ پر رکھتے ہوئے اسے کہیں جانے کے لیے تیار دیکھا تو حیرت سے پوچھا۔

"درگاہ پر جا رہی ہوں دعا مانگنے۔۔ کے پھر سے کوئی انس غازی آ کر یہ نکاح رکوا دے" وہ زیر خند لہجے میں بولی۔

"آہستہ بولو۔۔اگر کسی نے سن لیا تو"

اس نے دہل کر اسے خاموش کروایا۔

"تو؟ جس کو جو سننا ہے وہ سنے۔۔ مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں۔۔ میرے لئے اب کسی کی کوئی اہمیت نہیں۔۔"

اس کا لہجہ کسی بھی جذبات سے عاری تھا۔

"ٹھہرو میں تمہارے ساتھ چلوں گی"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں کسی کی شکل دیکھے بنا اکیلے رہنا چاہتی ہوں کچھ دیر۔۔" ہاتھ اٹھا کر وہ بریزے کو روک گئی تھی۔

"کوئی تمہیں اکیلے جانے نہیں دے گا ریشام اسی لئے کہہ رہی ہوں مجھے ساتھ لے جاو"

"میں نے کہا نہ کچھ دیر اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔ اور فکر نہ کرو یہاں سے بھاگ نہیں رہی ہوں ۔۔ آجاوں

گی واپس کچھ دیر میں"

چادر سر پر اوڑھتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آئی۔

"خیریت ؟ کہاں کا ارادہ ہے ؟"

عبیر کسی کام سے اسی کے پاس آرہا تھا۔

"کیا میں کچھ دیر کے لئے باہر بھی نہیں جا سکتی عبیر بھائی؟"

"ضرور جا سکتی ہو لیکن آج۔؟"

"بس تھوڑی دیر کے لئے درگاہ تک جا رہی ہوں۔۔شام سے پہلے لوٹ آوں گی"

"ٹھہرو میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ"

"میں اکیلے رہنا چاہتی ہوں کچھ دیر۔۔کیا مجھے سب سے اجازت مانگنی پڑے گی اب باری باری؟"

وہ شدید بے زاری کے ساتھ طیش میں بھی مبتلا ہو چکی تھی۔

آخر کو اتنے سوال جواب کیوں پوچھے جا رہے تھے اس سے۔

"ٹھیک ہے چلی جاو۔۔ جلد ہی لوٹ آنا۔۔"

"اور صرف اس لئے تمہیں اکیلے جانے دے رہا ہوں تاکے تم ہم سے ناراضگی ختم کردو کے ہم تم پر اعتبار نہیں کرتے"

"اگر مجھ پر اعتبار کرتے تو اتنے سارے گارڈز کو نہ بھیجتے میرے ساتھ"

باہر اس کی گاڑی کے پاس کھڑے مستعد گارڈز کو دیکھا کر وہ طنز سے بولی۔

"تمہاری سیکیورٹی کے لئے ہے"

اس کی بات کا برا منانے بغیر وہ نرمی سے بولا۔

لیکن وہ سب سے بدظن ہو چکی تھی

دائیں بائیں سر سبز کھیتوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔

کھڑکی سے باہر کے منظر دیکھتی اس کی آنکھ کے کناروں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
جس گاڑی میں وہ سوار تھی اس کے پیچھے دو تین اسلحہ بردار محافظوں کی گاڑیاں بھی تھیں۔
اسے مزید رونا آرہا تھا کے وہ کونسا وہاں سے بھاگ جاتی تو جو اتنے سارے گارڈز کو اس کے ہمراہ کیا گیا تھا۔
جتنی زیادہ انس غازی سے اسے نفرت محسوس ہو رہی تھی اتنی ہی وہ اس کی شکر گزار بھی تھی جس کی وجہ سے اسے اپنے خونی رشتوں کے اصل چہرے دیکھنے کو ملے تھے۔
کچے راستے پر چلتی گاڑی اچانک رکی تو ریشام نے چونک کر ادھیڑ عمر ڈرائیور کو دیکھا۔
"کیا ہوا خان بابا؟" راستے کے بیچ وبیچ گاڑی روکنے پر وہ تشویش کا شکار تھی۔ تبھی ونڈ اسکرین سے اسے سامنے کا منظر دکھائی دیا۔
جہاں کچھ فاصلے پر ایک سیاہ ہائی لکس انکے راستے میں دیوار بن کر کھڑی تھی۔
اور صرف وہی نہیں۔۔ اس کے پیچھے کافی گاڑیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔
وائیٹ سوئیٹ شرٹ پر ڈیسم کی جیکٹ پہنے وہ شخص گاڑی سے ٹیک لگائے کافی پرسکون سا کھڑا تھا۔
اس کے تازہ ہیئر کٹ کے بعد اس کے گھنے بال پیچھے کی جانب سیٹ تھے۔ آنکھوں پر دھوپ کا کالا چشمہ لگائے جوتوں میں مقید پیروں کو قینچی صورت کئے وہ پرسکون سا کھڑا تھا۔
جیسے ایک انچ بھی وہاں سے نہ ہلنے کی قسم کھائی ہوئی ہو۔
اس کا حلیہ اس کا انداز اب اتنا بھی بدلا ہوا نہیں تھا کے وہ اسے پہچان نہ پاتی۔
"یوسف۔۔"
اس کے کپکپاتے لبوں سے اسکا نام ادا ہوا تو دل دھاڑے مار مار کر رونے کو مچل گیا۔ اسے دیکھ کر یوں گمان ہوا جیسے تپتے صحرا میں کوئی گھنا شجر دکھائی دے گیا ہو۔
وہ بے خودی میں گاڑی سے باہر نکل آئی۔
جسے نکلتے دیکھ وہ بھاری قدم اٹھاتا اس کے نزدیک بڑھنے لگا۔اس کا ہر قدم ریشام کو اپنے دل پر پڑتا

محسوس ہو رہا تھا۔

اس میں اور باقیوں میں کوئی فرق تو نہیں تھا۔

اس نے کبھی ریشام کے جزبوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ لیکن کبھی اسے دھتکارا بھی نہیں تھا۔ کبھی اسے سختی سے روکا بھی نہیں تھا۔

ریشام کو لگا جیسے وہ سب اس کے ان گناہوں کی ہی سزا تھی جو اس نے اپنی حد سے بڑھ جانے کے باعث کمائے تھے۔

اس شخص پر وہ جان چھڑکتی تھی۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں کئی بار اقرار بھی کر چکی تھی۔

اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اسے اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑنا نہیں چاہیئے تھا۔

لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو اسے مسیحا مان بیٹھا تھا۔

وہ اس کی بے تکی باتوں کو بنا ٹوکے چپ چاپ سن لیا کرتا تھا۔

ریشام کا دل چاہا کے اسے اپنے اوپر بیتی ایک ایک نا انصافی کے بارے میں بتائے۔

ریشام کے نزدیک تو وہ تو خود اس سے کہی زیادہ مجبور و بے بس تھا۔ وہ کسی کا گریبان پکڑ کر اس کے لئے کسی سے باز پرس نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن کم از کم وہ اپنا دل تو ہلکا کر ہی سکتی تھی اس کے آگے۔

"تم کہاں چلے گئے تھے یوسف؟"

وہ اسے دیکھ کر خود سے بے گانہ ہو چکی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اس پر آنے والی ساری مصیبتیں صرف یوسف کے دور چلے جانے سے ہی تھیں۔

انس کے چہرے پر پتھریلے تاثرات رقم تھے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے سب کچھ تہس نہس کر ڈالے۔

ریشام کی جو حالت اس کے سامنے تھی اس کا آدھا قصوروار تو وہ خود بھی تھا۔ لیکن باقی آدھے کے جو

ذمہ دار تھے انھیں وہ کسی صورت بخشنے والا نہیں تھا۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا ریشام بی بی"
اس کے سر سے ڈھلکتی سیاہ چادر کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔
"تمہیں کیا معلوم کیا قیامت گزری ہے مجھ پر"
اسے دیکھ کر ریشام کے زخم پھر سے رسنے لگے تھے۔
اپنی تذلیل بھلا کے اپنی عزت نفس کو مار کر وہ جو پھر سے سالار سے شادی کرنے کو تیار ہو چکی تھی۔
اب یوسف کو دیکھنے کے بعد اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کے کاش وہ اس کا مسیحا بن جائے۔
"مجھے سب معلوم ہے۔۔آپ فکر نہ کریں جنھوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی میں انھیں سکون کا سانس لینے نہیں دوں گا"
ریشام کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ کیا وہ حقیقت میں اس کے سامنے کھڑا تھا یا وہ کسی خواب کے زیر اثر تھی۔
اس کی مختصر باتیں اس کے جلتے زخموں پر ٹھنڈی پھوار بن کر برسی تھیں۔
اس کے انداز میں سحر تھا۔۔ جس کی قید میں وہ اس کی اسیر تھی۔
"میڈم کو گاڑی میں بٹھاؤ"
گردن کو خفیف سا موڑتے ہوئے اپنے ایک ملازم سے مخاطب ہوتے ہوئے وہ، سخت لہجے میں بولا۔ جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔
"میں درگاہ جا رہی تھی" اس کے کہنے پر یوسف اس کی جانب متوجہ ہوا۔
"آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔۔ یوسف آپ کی جھولی میں ڈال دیا گیا ہے۔۔ شکرانہ ادا کرنے ہم ساتھ چلیں گے درگاہ پر۔۔ فلحال آپ گاڑی میں بیٹھیں۔"
وہ تو جیسے اپنی جگہ سن کھڑی رہی گئی تھی۔ سماعتیں بے یقین تھیں۔
اس کا اتنا خوشگوار اقرار۔۔

کہیں وہ کوئی سراب تو نہیں تھا؟ کوئی نظر کا دھوکا یا پھر اس کا وہم --
ریشام کے خدشات کی نفی کرتا وہ مجسم حقیقت میں ڈھلا اس کے سامنے موجود تھا
وہ بھی تب جب وہ بلکل ہی امید چھوڑ بیٹھی تھی۔
اس کا دل تو سجدہ شکر بجا لانے کو چاہ رہا تھا۔ وہ اس کا مسیحا بن کے ہی آیا تھا۔
"لیکن تم مجھے کہاں بھیج رہے ہو؟ شام کو نکاح ہے میرا سالار بھائی سے"
"یہ لوگ ابھی تک بعض نہیں آئے؟" ہاتھ میں پکڑی پسٹل کی نال پیشانی پر ٹکائے اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔
"آپ مجھے ایک بات کا جواب دیں"
ریشام کا تو رواں رواں سماعت بن گیا تھا۔
"اگر سالار سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو میرے ساتھ چلیں۔اور اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہتی ہیں تو ابھی بتائیے-- میں یہیں سے واپس پلٹ جاوں گا"
"کیا تم لینے آئے ہو مجھے؟"
وہ سانس روکے اپنی قسمت پر حیران اس سے محو سوال تھی۔
"ہاں لینے آیا ہوں آپ کو-- اور معذرت خواہ بھی ہوں کے میں نے دیر کردی آنے میں"
وہ خود پر افسوس کرتا کہہ رہا تھا۔
"لیکن میں تمہارے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟"
دوسرے ہی لمحے وہ شدید بے بسی کو ہاتھوں مجبور ہو کر بولی
"آپ کسی کی فکر مت کریں۔ کسی سے مت ڈریں۔ کوئی آپ کو کچھ نہیں کہے گا"
فلک شگاف پہاڑ۔ پربت۔ ہوائیں سب اس کی قسمت پر رقص کرتے اسے مبارک باد رہے تھے جس کی قسمت نے ایسے پلٹا کھایا تھا کے وہ دم بخود رہ گئی تھی۔
وہ شخص آنکھوں میں امید اور مان لیے اسے کہہ رہا تھا کے "میرے ساتھ چلیں-- میں آپ کو لینے آیا

ہوں"

اس کا سحر آہستہ آہستہ اسے خود میں جکڑنے لگا تھا۔

کوئی چپکے سے اس کے کان میں کہہ رہا تھا کے ریشام کو اس کی بات مان لینی چاہیئے۔

اسے خالی ہاتھ بھیج کر نا شکری نہیں کرنی چاہیئے۔

اسے بھول گیا تھا کے وہ حویلی میں کیا کہہ کر آئی ہے۔ اسے نہیں یاد رہا تھا کے عبیر نے اس کے نکلتے وقت کس مان و اعتبار سے اسے اکیلے جانے کی اجازت دی تھی۔

اس کے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔

کچُھ بھی نہیں۔ اپنی اذیت، بے اعتباری، دکھ ۔۔وہ سب بھلا چکی تھی۔

اسے کچھ دکھائی دے رہا تھا تو صرف اس کا یوسف تھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

انس نے اس کے لیے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا تو ریشام نے اسے ساتھ نہ آتے دیکھ خوف سے پوچھا۔

"ڈرنا آپ کی خاصیت تو نہیں ہے۔۔ آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ کچھ کام نمٹا کر آجاوں گا آپ کے پاس۔۔"

اس نے مصنوئی حیرانگی سےکہتے ہوئے اس کا خوف زائل کرنے کو کہا پھر یقین دہانی کروائی۔

ڈرائیور اور جتنے بھی گارڈز ریشام کے ساتھ گئے تھے وہ سب ندامت سے سر جھکا کر کھڑے تھے۔

جو قسم کھانے کو تیار تھے کے ریشام کی گمشدگی کے بارے میں انھیں کوئی علم نہیں تھا۔ حالانکے ان سب کی آنکھوں کے سامنے یوسف اسے وہاں سے لے گیا تھا۔

حویلی پر قیامت تو سہی معنوں میں اب ٹوٹی تھی۔

"کس کام کے لئے رکھا ہوا ہے تم لوگوں کو؟ تم لوگوں کے سامنے سے وہ غائب ہو گئی اور تمہیں خبر ہی نہیں ہو سکی؟"

سالار کو ان کی باتوں پر ذرا بھر یقین نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا وہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے۔ لیکن

باوجود کوشش کے بھی اپنا منہ نہیں کھول رہے تھے۔
حویلی میں کہرام برپا ہو چکا تھا۔ ریشام کے اغواء کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

تھانے میں ایس ایچ او کے آفس میں وہ اکیلا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکے گارڈز آفس سے باہر پہرا دے رہے تھے۔
جو سادہ حلیے میں سول کپڑوں میں ملبوس اس طرح سے تھے کے انھیں دیکھنے پر یہ گمان نہیں ہوتا تھا کے وہ سیکیورٹی گارڈز ہیں۔ بلکے وہ عام لوگ ہی لگا کرتے تھے۔
سیاہ دھاگہ بندھے والے ہاتھ میں پیپر ویٹ گھماتے ہوئے وہ ایس ایچ او کی کسی بات پر دھیما سا مسکرایا۔
"ایک تو آپ نے مجھے جعلی نکاح نامہ دے کر سعدین حویلی کے دروازے پر بھیجا اور متضاد یہ کے غازیوں کی بیٹی کو اغواء کر کے حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔۔ آپ کو معلوم بھی ہے کے کتنے پرچے کٹوا چکے ہیں حویلی والے آپ کے خلاف؟"
اس کے بات کرنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کے وہ سامنے بیٹھے شخص سے کس قدر مرعوب ہے۔
"میں اس سے بھی زیادہ کا حق دار ہوں۔۔ بحر حال یہاں میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا اس تعاون کے لئے جو آپ نے کیا"
"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں غازی صاحب۔۔ جو نوازشیں آپ ہم پر کرتے رہتے ہیں یہ تو اس کے آگے کچھ بھی نہیں"
"آپ جب بھی پکاریں گے ہم حاضر ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کا یہاں آنا خطرے سے خالی نہیں۔ سعدین حویلی والے دن میں کئی چکر لگا جاتے ہیں تھانے کے۔ انس غازی کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔۔"

"تڑپنے دو انھیں۔۔ اتنی آسانی سے تو میں ان کے سامنے آنے والا نہیں"

وہ علاقہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جس کے چاروں اطراف میں خاردار جھاڑیاں تھیں۔ ایک پر اسرار سی خاموشی وہاں پھیلی تھی۔

کافی ساری گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کو جلا کر روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔

کافی سارے لوگ ہاتھوں میں اسلحے اٹھائے چوکنے کھڑے تھے ایسے میں وہ واحد تھا جو ایک گاڑی سے ٹیک لگائے وہ سگریٹ لبوں میں دبائے لائیٹر سے اسے شعلہ دکھا رہا تھا جبھی دو لوگ کریم کو سختی سے پکڑے اس کے سامنے لے آئے۔

"یوسف۔۔" حیرانگی سے وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش ترک کر کے وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔

جو اس یوسف سے قدرے مختلف تھا جسے وہ جانتا تھا۔

"سگریٹ کا کش لے کر منہ سے دھواں نکالتے ہوئے وہ اس کی حیرانگی پر ہلکا سا مسکرایا۔ پھر مضبوطی سے قدم بڑھاتا اس کی جانب بڑھا۔"

:کیسے ہو میرے دوست؟۔۔سنا ہے مجھ سے ملنے گاوں گئے تھے؟"

ایک طرف سے جیکٹ ہٹا کے اس نے کمر کے پیچھے سے وہ اپنا قیمتی پسٹل نکال کر اسے لوڈ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہے یوسف؟"

وہ خوف کی کیفیت میں اتنے سارے گارڈز کے گھیرے میں گھرا پیشانی پر شکنے لیے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

"کیا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں ہوا کے میں یوسف نہیں ہوں؟"

"کون ہو تم پھر؟"

"اچھا سوال ہے-- لیکن اس کا جواب جاننا تمہارے لئے اتنا ضروری نہیں ہے "

"مجھے بتاو کون ہو تم؟"

اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"کیا کرو گے جان کر؟" وہ استہزائیہ سا بولا۔

"بتا دیں سر--ورنہ مر جائے گا تجسس میں"

اس کے ساتھ کھڑے زید نے مصنوئی تاسف سے کہا۔

"چلو تمہارے کہنے پر بتا دیتا ہوں سالار غازی کے مینیجر۔"

انس کے کہنے پر وہ سر نفی میں ہلاتا ہنس پڑا۔

"میرا نام جاننا چاہتے ہو نا تم؟--میرا نام انس ہے --انس رضا غازی"

یہ انکشاف کریم کے چودہ طبق روشن کر دینے کے لئے کافی تھا۔

"تم--نمک حرام" وہ اس کا گریبان پکڑ کر اس پر جھپٹنا چاہتا تھا لیکن اس کے بندوں کی گرفت میں وہ محض پھڑپھڑا کر رہ گیا۔

پسٹل انس کے ہاتھ میں بھی تھی لیکن اسے استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کیوں کے زید نے پہلے ہی پستول کا بٹ کریم کے سر پر مارتے ہوئے اس گھٹنوں کے بل گرا دیا تھا۔

"میں تمہاری حقیقت سب کو بتا دوں گا۔"

"اس خواہش کو تو دل میں ہی دفن کر دو--ورنہ صرف ایک گولی تمہارے سر میں ماروں گا اور یہ سب ہاتھ اٹھا کر تمہاری فاتحہ پڑھ لیں گے"

ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پسٹل کی نال اس کے ماتھے پر رکھے وہ سفاکی سے بولتا وہ یوسف نہیں تھا جو دھیمی آواز میں بولتا زیادہ تر خاموش رہا کرتا تھا۔

آبادی سے ہٹ کر ویرانے میں بنا وہ فارم ہاوس کافی خوبصورت تھا جس کے چاروں اطراف میں فل پروف سیکیورٹی تھی۔

جب اس کی گاڑی احاطے میں آکر رکی تو اسکے پیچھے اس کے گارڈز کی گاڑیاں بھی تھیں۔

"نظر رکھنا"

اپنے خاص آدمی زید کو تنبہہ کرتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گیا۔

راہداری سے گزرتے ہوئے دائیں طرف بنی سیڑھیاں گولائی میں اوپر کی جانب جا رہی تھیں ۔دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ اوپر پہنچا جہاں لاؤنج میں ہی وہ اسے دکھائی دی تھی۔

اس کے قدموں کی رفتار میں کمی آئی۔ دھڑکنوں میں اشتعال سا اٹھا۔

"مجھے یہاں بھیج کر کہاں چلے گئے تھے تم؟"

سفید لباس اور سیاہ چادر میں قید وہ اس کے مقابل آتی پریشانی سے بولی۔

"ایک کام سے گیا تھا۔" اس کا سارا غصہ ساری طراری۔ ساری انا اس لڑکی کے سامنے آتے ہی سائیڈ پر ہو جاتی تھی۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے سامنے بے بس تھا۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں؟" اس کے گلابی چہرے کی شادابی اس وقت ماند تھی۔

"تمہیں اس سے کیا؟"

وہ شکوہ کناں تھی۔

"تم تو چھوڑ کر چلے گئے تھے مجھے۔۔ پھر کیوں آئے ہو واپس؟"

"واپس آنے کے لئے ہی گیا تھا" ریشام کے سامنے ہمیشہ اس کا سر اور نگاہیں جھکی رہتی تھیں۔ لیکن آج ایسا نہیں تھا۔

وہ نگاہیں اٹھا کر اس سے بات کر رہا تھا۔

"اپنی قسمت سے راضی ہوتے ہوئے تمہیں بھلانے کی کوشش کر کے میں کر رہی تھی سالار بھائی

سے شادی لیکن پھر۔۔۔ جو سلوک میرے ساتھ میرے ہی گھر میں کیا گیا میں تمہیں بتا بھی نہیں سکتی۔۔"

"آپ کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہر چیز سے با خبر ہوں" وہ نرمی سے بولا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کون ہے انس غازی؟" ریشام نے یاد آنے پر پوچھا

"اس کو بھی اسی وقت منظر عام پر آنا تھا جب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔" اس سے استفسار کرتے ہوئے وہ آخر میں جل بھن کر بولی۔

"ہاں لیکن اسی کے وجہ سے آپ کے خونی رشتوں کی سچائی آپ پر آشکار ہوئ ہے"

"وہ شخص میرے سامنے آگیا تو میں چھوڑوں گی نہیں اسے"

"اور تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" کافی دیر سے دل میں مچلتا سوال اس کے لبوں پر آ ہی گیا تھا۔

"تاکے آپ کو ان سے بچا سکوں"

"بچانا ہی تھا تو چھوڑ کے کیوں گئے تھے؟" اس کو وہ دکھ بھلائے نہیں بھولتا تھا۔

"ڈر گیا تھا۔۔اگر آپ کو نگاہوں سے دور نہ کرتا تو جذبات میں آ کر میں کچھ ایسے اقدام اٹھا لیتا جو اس وقت سازگار نہیں تھے۔

"تو کیا اب سازگار ہیں؟ اور یہ راتوں رات تمہارے ہاتھ کون سا خزانہ لگ گیا ہے؟"

اس کا حلیہ دیکھتے ہوئے وہ مشکوک تھی۔

انس نے ابھی تک اسی وائٹ سوئیٹ شرٹ پڑ جیکٹ پہن رکھی تھی۔

اس کا قیمتی لباس۔ مہنگا ہئیر کٹ ہاتھ میں قیمتی پسٹل اور موبائل فون۔

وہ کہیں سے بھی وہ یوسف نہیں لگ رہا تھا جو ہر وقت مفلسی اور غریبی کا رونا روتے رہتا تھا اس کے سامنے۔

"کہیں تمہیں۔تمہیں انس غازی نے تو نہیں بھیجا؟"

سرسراتے لہجے میں کہتی ہوئی وہ خوفزدہ سی دو قدم پیچھے ہٹی۔

"میں کسی کے کہنے پر نہیں آیا۔۔ کیا آپ بھروسہ کرتی ہیں مجھ پر؟"
اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔
وہ تو اس سے اندھا عشق کرتی تھی اور وہ محظ بھروسے کی بابت پوچھ رہا تھا۔
"کیا مجھ سے یہ بات پوچھنے کی ضرورت تھی تمہیں؟ ۔۔اگر تم پر اعتبار نہ ہوتا تو کیا تمہارے ساتھ یہاں آتی؟" وہ نروٹھے سے لہجے میں بولی۔
"سالار سے شادی کرنے پر راضی ہیں آپ؟"
"مجھے کسی صورت ان سے شادی نہیں کرنی" وہ اذیت سے بولی۔
"لیکن آپ حویلی واپس گئیں تو آپ کو لازمی کرنی پڑے گی"
"مجھے نفرت ہو رہی ہے سب سے۔۔ میں وہاں قدم بھی نہیں رکھنا چاہتی۔۔"
"اگر سالار سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو ٹھیک ہے۔۔" اس نے لمحے کا وقفہ دے کر گہری سانس بھری پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔
"مجھ سے نکاح کر لیں"
وہ آنکھیں پھیلائے بس اسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔
اس نے ایک بار پہلے بھی اسے یہی کہا تھا جب ریشام نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ کیوں کے یوسف کی پوزیشن سے وہ اچھے سے آگاہ تھی ایک ملازم سے شادی کر لینے پر ان دونوں کو ہی مار دیا جاتا۔ جب وہ اسی ڈر کے باعث انکار کر گئی تھی۔ لیکن آج جب اس نے وہی بات کہی تو ریشام کو ڈر نہیں لگا تھا۔
جانے کیوں اسے لگا کے وہ اس کے زخموں کا مرہم بن کے آیا ہے۔ اب کی بار اگر اس نے ہاں کردی تو وہ اسے بچا لے گا۔
اسے مرنے نہیں دے گا۔ کیا دعائیں ایسے بھی مستجاب ہوا کرتی ہیں۔
لیکن کہیں اندر ایک خوف کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

"جو الزامات مجھ پر لگائے گئے ہیں کیا انھیں سچ ثابت کر دوں؟"

"انس غازی سے نکاح نہیں کیا تھا میں نے۔۔ پھر بھی زندہ درگور ہونے والی تھی میں۔ تم سے نکاح کر لیا تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے مجھے"

وہ گومگو کی کیفیت میں تھی۔

"میرے نکاح میں آجائیں گی تو کسی کی ہمت نہیں ہوگی آپ کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی۔ میں آپ کو حویلی نہیں بھیجوں گا دوبارہ"

ریشام کا دل سر پٹخ رہا تھا کے بس اس، شخص سے مزید سوال جواب نہ کرے۔ اس کی کہی باتوں پر یقین کر لے۔

"تم پہلے اتنی ہمت دکھا دیتے تو اتنی نوبت ہی نہ آتی" اس کی ساری پریشانیوں کی وجہ آخر میں وہی شخص نکلتا تھا۔

"ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے ریشام بی بی۔۔ یہ سب اسی طرح سے ہونا لکھا تھا۔

" میرا یقین کرو میں نے تمہیں کوئی تعویز گھول کر نہیں پلائے پھر تم اتنا کیسے بدل گئے ہو یوسف؟"

ریشام کو وہ بدلا بدلا سا یوسف سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"جو اثر آپ کی شدت سے مانگی گئی دعاوں میں تھا وہ کسی تعویز میں نہیں ہو سکتا"

"ایک اور بات کہنی تھی مجھے۔۔امید ہے آپ اسے سمجھیں گی"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"پہلے آپ بتائیے۔۔کیا نکاح کے لئے راضی ہیں؟"

"میں راضی ہوں یوسف ۔۔مجھے نہیں معلوم میں یہ قدم اٹھا کر ٹھیک کر رہی ہوں یا نہیں۔۔ لیکن میں سالار بھائی سے شادی کر کے اس جگہ زندگی نہیں گزار سکتی جہاں مجھ پر اعتبار ہی نہیں کیا جاتا۔"

انس کو تو صرف اس کی پہلی بات ہی سنائی دی تھی۔

"جب مولوی صاحب میرا نام لے کر آپ کی رضا مندی جاننا چاہیں تو انکار مت کیجئے گا۔۔اس کے بعد

بے شک آپ مجھے قتل کر دیجئے گا۔۔"

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟" وہ شدید حیران پریشان سی بولی۔

"میری التجا سمجھ لیں۔۔پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔انکار کر کے میرا دل مت توڑیے گا"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو" وہ پھر اس کے انداز سے شاکی ہوئی۔

"فلحال تو مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے"

آنے والے حالات کا جان کر وہ سچ میں متفکر تھا۔ نجانے حقیقت جان کر وہ کیسے ری ایکٹ کرے گی۔

"یوسف اتنی سیکیورٹی یہ سب؟۔۔۔ کیا تم غیر قانونی کاموں میں ملوث تو نہیں ہو؟"

لاؤنج کی پوری دیوار گلاس کی بنی تھی۔ جہاں سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ریشام کی نظر وہاں پڑی تو پریشانی اور کچھ مشکوک سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ دیر میں ساری حقیقت معلوم پڑ جائے گی آپ کو۔۔ میں آپ کو نکاح سے پہلے کچھ بھی نہیں بتاوں گا"

"تم نے بھی ضد ہی لگا لی ہے جانے کون سے راز چھپا رہے ہو" "میں پھر کہہ رہا ہوں نکاح کے وقت مکر مت جائیے گا"

" میں نے ہاں کہہ دیا ہے جب ایک بار تو کیوں بچوں کی طرح بی ہیو کر رہے ہو" وہ زچ ہو چکی تھی اس کی ایک ہی تکرار سے۔

"مجھے ڈر ہے آپ مکر جائیں گی اپنی بات سے"

"جب میں اپنے منہ سے اقرار کر رہی ہوں تو پھر کیوں مکروں گی بھلا" ابرو بھینچ کر اس نے الٹا سوال کر ڈالا۔

"مجھے اعتبار نہیں۔۔ وعدہ کریں"

اس نے فون کو پسٹل والے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کے سامنے بڑھادیا۔

ریشام نے تنک کر اسے دیکھا۔
پھر سر جھٹک کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔
"وعدہ کر رہی ہوں۔ نہیں کروں گی انکار" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ یقین سے بولی
"اس احسان کے لیمیں ساری زندگی آپ کا ممنون رہوں گا"
اس کا مومی ہاتھ ہلکا سا دباتے ہوئے اس نے چھوڑ دیا تھا۔
اس کی نگاہوں میں جگنوؤں سی چمک جل اٹھی تھی۔
"پتا نہیں کیا اثر ہو گیا ہے تمہارے دماغ پر جو اسطرح کی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو"
ریشام اس کے لئے تشویش کا شکار تھی۔ اب اس کی بھی کوئی غلطی نہیں تھی۔ اس نے یوسف کو ہمیشہ سنجیدہ و سپاٹ ہی دیکھا تھا۔ اب ایسے میں وہ اس سے مسکرا کر بات کرتا اس انداز سے پیش آرہا تھا کے اس کا حیران ہونا لازمی بنتا تھا۔
اسے وہیں حیران پریشان چھوڑ کر سیڑھیاں اتر کر نیچے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے اسی ہاتھ کی کلائی میں بندھے سیاہ دھاگے کو چوما۔ پھر سرشاری سی کیفیت میں گھرا ڈرائینگ روم میں داخل ہو گیا جہاں نکاح خواں اور گواہان موجود تھے۔

کچھ بات ہے تیری باتوں میں

یہ بات یہاں تک آ پہنچی

ہم دل سے گئے، دل ہم سے گیا

یہ بات کہاں تک آ پہنچی۔۔

وہ نظریں گھما کر اس پر تعیش سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جو کافی کشادہ اور خوبصورت سا تھا۔ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے قریب پڑے اس جوڑے پر ہاتھ پھیرا جو سرخ رنگ کا خوبصورت سا دیدہ زیب تھا۔ کچھ دیر پہلے ایک ادھیڑ ملازمہ وہ وہاں رکھ گئی تھی۔ ریشام نے وہ زیب تن کرنے کے بجائے صرف اس کا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھ لیا تھا۔ قد آور آئنے کے سامنے کھڑی وہ خود کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی سفید فراک کو اس بڑے سے دوپٹے نے تقریباً چھپا ہی لیا تھا۔

اس کے گھر والے یقیناً اس کی گمشدگی پر خاموش نہیں بیٹھے ہوئے ہونگے۔ ان کی طرف سے ایک دھڑکا بھی اسے لگا ہوا تھا۔

وہ انھی سوچوں میں غلطاں تھی جب دروازہ کھٹکھٹا کر کسی نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

ریشام نے دوپٹے کو چہرے پر گرا کر گھونگٹ سا نکالتے ہوئے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔

جبھی زید کی ہمراہی میں نکاح خواں اور دو تین لوگ اندر داخل ہوئے۔

یوسف ان کے ساتھ نہیں تھا۔

وہ پہلے لڑکی کی رضا مندی جاننے آئے تھے۔ "یہاں بیٹھ جائیں بھابھی"

زید نے اسے سنگل صوفے پر بیٹھنے کو کہا تو وہ کچھ حیرانگی کی کیفیت میں اسے دیکھتی چپ چاپ بیٹھ گئی۔

زید کو وہ کئی بار حویلی آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ جسے وہ سالار غازی کے مینیجر کی حیثیت سے ہی جانتی تھی۔ لیکن یہ یہاں پر کیوں تھا؟

ریشام کو کسی انجانے خطرے کی بجتی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ برے خیالات کو جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور پھر یوسف نے وعدہ کیا تھا کے وہ نکاح کے بعد سب کچھ اسے بتا دے گا۔ یہی سوچ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

نکاح خواں اور باقی گواہاں تھری سیٹر صوفے پر بیٹھ گئے تھے جبکے زید رائیٹنگ ٹیبل کے پاس سے کرسی اٹھا کر ان کے قریب رکھے اس پر براجمان ہوا تو نکاح کی کاروائی شروع کی گئی۔

"ریشام غازی۔۔ولد ضمیر غازی آپ کو انس غازی ولد رضا غازی کے نکاح میں بعض پچاس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت دیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

زید کی نظریں اس کے جھکے ہوئے سر پر تھی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ انس نے اسے کافی ڈرا کر بھیجا تھا کے حقیقت جان کر وہ کچھ بھی ری ایکٹ کر سکتی ہے۔ خبردار رہنا۔

وہ خدشے میں گھرا تھا کے کہیں وہ انکار نہ کر دے۔ لیکن وہ تو بے جنبش تھی۔

پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھتی وہ سن بیٹھی تھی۔ اس کے ذہن جھکڑ چل رہے تھے۔

"مجھے اعتبار نہیں وعدہ کریں ۔۔۔آپ مکر تو نہیں جائیں گی؟۔۔۔پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔ میرا دل نہ توڑیئے گا۔۔۔کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے۔۔۔نکاح کے بعد میں آپ کو سب بتا دوں گا۔۔۔نکاح کے وقت جب میرا نام لے کر آپ کی رضا پوچھی جائے تو انکار نہ کیجئے گا۔۔" کچھ دیر پہلے کی گئی یوسف کے ساتھ گفتگو اس کے ذہن میں فلم کی طرح چل رہی تھی۔

وہ جو سمجھ رہی تھی کے یوسف کے واپس لوٹ آنے سے اب اس کے سارے زخم بھر جائیں گے۔ اپنے سگے رشتوں سے ملے دکھوں کا مداواں ہو جائے گا۔اسے پھر کبھی رونا نہیں پڑے گا۔

لیکن آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔ وہ جیت کے بھی ہار چکی تھی۔ اپنی منزل کے اتنا قریب پہنچنے کے بعد وہ منہ کے بل نیچے گری تھی۔ جو تکلیفیں اس کے گھر والوں کی طرف سے اسے ملی تھیں اس تکلیف کے آگے تو وہ کچھ بھی نہیں تھیں۔

خاموشی سے بہت کچھ اس کے اندر ٹوٹتا چلا گیا۔ جس کی تکلیف سے اس کا دل بلبلا اٹھا تھا۔

"پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں۔۔انکار مت کیجئے گا۔۔"

"انکار مت کیجئے گا۔۔"

"انکار مت کیجئے گا۔۔"

ذہن میں ہوتی بازگشت پر اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔

اس کی لہو لہان روح ماتم کناں تھی۔

لیکن پھر بھی لرزتے لبوں کے ساتھ اسے قبول کر گئی ۔ اس دشمن جاں کا مان رکھ لیا تھا۔ انکار نہیں کیا تھا۔

وہ جو بھی تھا۔ اپنی ذات سے بڑھ کر اسے عزیز رہا تھا۔ ایک عرصہ اس کی محبت میں مبتلا رہی تھی۔اس شخص کو اس نے اپنے دل میں سب سے اونچی مسند پر بٹھایا تھا۔ اس کا جو مجسمہ اس کے ذہن و دل میں تھا آج وہ شیشے کی طرح ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا۔

ریشام غازی نے صرف اسی محبت کی خاطر اقرار کر کے اس پر پہلا اور آخری احسان کیا تھا۔

انس کو اس کی محبت پر مان تھا۔ تو اس نے اس کا بھرم رکھ لیا تھا۔

لیکن اب دل سے اس کی محبت نکلنے میں لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔

محبت کو نفرت میں بدلنے کے لئے زیادہ وقت درکار بھی نہیں ہوتا۔ صرف لمحوں کا کھیل ہوتا ہے۔ اور بازی یوں پلٹ جاتی ہے۔

پین اس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ پھر بھی اسے جہاں جہاں سائن کرنے کو کہا گیا وہ کرتی چلی گئی۔

وہ جانتی تھی یہ نکاح نامہ نہیں اس کی موت کا پروانہ تھا۔ جو اب اسے سعدین حویلی کی جانب سے ملنے والی تھی۔

وہ جب سب کے ساتھ نیچے اترا تو انس ڈرائینگ روم کے بجائے وہیں ٹہلتا ہوا دکھائی دیا۔

اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ سخت بے چینی کا شکار تھا کے معلوم نہیں ریشام نے انکار کیا تھا یا اقرار۔۔

زید کی سنجیدہ شکل اسے ڈرانے کے لیے کافی تھی۔ اس میں پوچھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ لیکن جب زید نے اس کے گلے لگتے ہوئے "مبارک ہو سر" کہا تو بے ساختہ وہ سن ہوا پھر اس نے شکر کا سانس بھرا۔

اور کچھ ہی دیر میں جب اس کی جانب سے ایجاب و قبول کا مرحلہ طے ہوا تو اسے یوں گمان ہوا جیسے ساری دنیا کو فتح کر لیا ہو۔

سب اس کی مٹھی میں آگیا ہو۔ خود سے زیادہ خوش نصیب اسے آج کوئی اور نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا جی بے ساختہ شکرانے کے نوافل ادا کرنے کو چاہا۔ سب سے مل کر مبارک باد وصول کرنے کے بعد وہ کچھ دیر وہیں ان لوگوں کے پاس بیٹھا رہا جو اس کے نکاح میں شریک ہوئے تھے۔

انھیں رخصت کر کے جب وہ روم میں داخل ہوا تو اسے دیکھتا جہاں کا تہاں رہ گیا تھا۔ سرخ دوپٹے میں اس کا چاند چہرہ اس وقت پتھریلے تاثرات سے سجا تھا اس کی بھیگی آنکھیں۔سرخ پڑتی ناک۔ اور سختی سے پیوست ہوئے لب۔۔

اس کا انداز اس سمے بہت بھاری پڑ رہا تھا انس پر۔

وہ ابھی تک اسی صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ بس فرق صرف اتنا تھا کے کچھ دیر پہلے کیا گیا گھونگٹ موجود نہیں تھا۔ انس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

وہ ندامت سے چلتا ہوا آکر اس کے پاس رکا۔ ریشام نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اس کی جانب۔ وہ وہیں کھڑا اس کے جھکے سر کو دیکھا رہا۔

کچھ ساعتیں گزریں۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تو وہ دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ کسی مجرم کی طرح۔ وہ خود کے لئے خوش تھا۔ جو اس نے چاہا اسے پا لیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس لڑکی کے لئے بھی افسردہ تھا جو اس کے دھوکے کے باعث سخت بدگمانی کا شکار تھی۔

وہ جانتا تھا اس کا جرم کتنا سنگین ہے۔ اسے اندازہ تھا کے اس کی سزا کتنی کڑی ہونے والی ہے۔ وہ پھر بھی اس سزا کو سننے کے لئے منتظر تھا۔

وہ چاہتا تھا کے وہ اس پر چیخے چلائے اسے برا بھلا کہے۔ بد دعائیں دے۔۔

لیکن وہ پیوست لب بیٹھی تھی۔ صرف آنسو تھے جو بہے جا رہے تھے۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کے اسے مخاطب کرتا۔

"تم نے کبھی بتایا ہی نہیں مجھے کے اتنی نفرت کرتے ہو مجھ سے"

اس کی بھیگی نظروں نے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر ندامت رقم تھی۔

"ایک بار کہہ دیتے کے نہیں کرتے مجھ سے محبت۔۔میں پیچھے ہٹ جاتی۔۔ دوبارہ تمہاری راہ میں نہ آتی۔۔ اس طرح سے بدلہ کیوں لیا تم نے مجھ سے؟ میری محبت تم پر اتنی ناگوار گزری تھی کے تم نے مجھ سے اسے چھین ہی لیا؟۔۔"

"ساری دنیا کو چھوڑ کر تم پر بھروسہ کیا تھا۔۔ اور تم نے ہی مجھے دھوکا دیا۔۔ میرے گھر والوں نے صرف مجھ ہر الزامات لگائے تھے۔ اور تم نے ان الزامات کو سچ ثابت کروادیا۔۔ اس نکاح کے بعد تمہیں معلوم ہے میری کیا حیثیت رہ جائے گی میرے گھر میں؟"

"ریشام پلیز میری بات سنیں۔۔"

اس کے آنسو انس کے دل پر تیر کی طرح لگ رہے تھے۔ وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

لیکن ریشام کو اس کا مخاطب کرنا کانٹوں کی چھبن سے دوچار کر گیا۔

اسے پتا ہی نہیں چلا کے کب اس کا ہاتھ انس پر اٹھا۔

کمرے کی پر اسرار خاموشی میں اس تھپڑ کی گونج در و دیوار سے ٹکرائی تھی۔

"مار دیا ہے تم نے ریشام کو۔۔ زندہ درگور کر دیا ہے اسے۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے تم مجھے اتنا بڑا دھوکا دو گے"

اس تھپڑ کے جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا۔ کیوں کے وہ جانتا تھا جس تکلیف و قرب سے وہ گزر رہی ہے اس کے آگے تو وہ کچھ بھی نہیں۔

''میں اعتراف کرتا ہوں کے مجرم ہوں آپ کا لیکن۔۔ لیکن میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔۔ آپ کو کھونا نہیں چاہتا تھا''

''تم نے مجھے کھو دیا ہے یوسف ۔۔ میری زات کو تم نے مٹی کے ذروں میں تبدیل کر دیا ہے۔۔''

''میں سب ٹھیک کر دوں گا''

''کچھ ٹھیک نہیں کر سکتے تم ۔۔ کچھ بھی نہیں''

وہ وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی لیکن بے بس تھی کیوں کے وہ اس کی راہ میں ہی تو بیٹھا۔

''مجھے آنا ہی نہیں چاہیئے تھا تمہارے ساتھ۔۔'' چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ بری طرح روتی رہی۔ انس نے اسے خاموش کروانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کے وہ اچھے سے رو لے تا کے اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ وہ لب بھنچے اسے دیکھتا رہا۔

''بتاو مجھے کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟ کیا میں ہی ملی تھی تمہیں؟

تھوڑی ہی دیر بعد اس نے سخت اشتعال میں آتے ہوئے ایک اور تھپڑ انس کے منہ پر دے مارا۔جس کے لئے وہ قطعی تیار نہیں تھا۔

''دو تھپڑ مار چکی ہیں آپ۔۔ جو میرے کئے گئے دھوکے کے لئے کافی ہیں۔۔ اب اگر آپ نے تیسری بار مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو یہ سراسر زیادتی ہو گی میرے ساتھ'' وہ پیشانی پر بل ڈالے بولا۔

"جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے جواب میں تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ حویلی چھوڑ کے آو مجھے واپس۔۔ میں سب کو تمہاری حقیقت بتا دوں گی کے کیسے تم نے مجھے ٹریپ کر کے نکاح کیا ہے" انگلی اٹھا کر وہ سختی سے بولی۔

"یہاں آنے سے پہلے آپ کو بتا چکا تھا کے نکاح ہو جانے کے بعد آپ کو دوبارہ حویلی نہیں بھیجوں گا"

"تم کون ہوتے ہو اس کا فیصلہ کرنے والے؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"آپ کا مجازی خدا" نچلا لب دبائے اس کا لہجہ معنی خیزی سے لئے ہوئے تھا۔

"جسٹ شٹ اپ۔۔کچھ نہیں لگتے تم میرے"

"قبول کر کے مکر رہی ہیں۔۔حالانکے وعدہ کیا تھا آپ نے کے نہیں مکریں گی اپنی بات سے"

"میرا دل چاہ رہا ہے میں تمہاری جان لے لوں" انس کا وجود اس وقت اتنا ناگوار گزر رہا تھا اس پر کے بس میں ہوتا تو اس کا گلہ ہی دبا دیتی۔

اس کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔ انس نے بنا کچھ کہے چپ چاپ پشت سے اپنی پسٹل نکال کر اس کی جانب بڑھا دی۔

"ابھی مرنا نہیں چاہتا۔۔ کافی کچھ حساب بے باق کرنے ہیں۔۔ لیکن آپ مجھے مزید سانس لیتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں تو بے شک مار دیں مجھے"

ریشام نے بس ایک نظر ہی دیکھا تھا اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو۔

پھر انس کے اندازے کے عین مطابق وہ پسٹل جھپٹ کر اٹھالی

اس کے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کے اس قسم کی چیز اس نے پہلی بار ہاتھ میں اٹھائی ہے۔

وہ پھر بھی ڈر و خوف کا شکار نہیں ہوا تھا نہ ہی اس کے سکون میں کمی آئی تھی۔ وہ اب بھی اس کے سامنے ویسے ہی بیٹھا تھا۔

اس نے پسٹل کا رخ اس کی پیشانی کی جانب کر دیا تھا۔

پسٹل اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور مجرم اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے بیٹھا تھا۔

شروع سے لے کر ابھی تک کا عرصہ اس کے ذہن میں ابھر کر معدوم ہونے لگا۔ اس کے جان سے عزیز خونی رشتوں کے چہرے۔ ان کی بے اعتباری۔ یوسف کا دھوکا سب کچھ اس کے دماغ میں گڈ مڈ ہوتا جا رہا تھا۔

آخر میں اسے صرف اتنا یاد رہا کے سامنے موجود وہ شخص اس کا کچھ بھی نہیں لگتا۔ وہ صرف اس کا گنہگار ہے جس نے اس کے اعتبار کا فائدہ اٹھا کر اسے دھوکے میں رکھا۔ پھر اس نے لمحہ بھی صرف نہیں کیا تھا ٹریگر پر رکھی انگلی کو دبانے میں۔

ایک کلک کی ارتعاش جہاں گھٹنوں کے بل بیٹھے یوسف کو ساکت کر گئی تھی وہیں ریشام کی آنکھیں بھی حیرانگی سے پھیلیں۔

نفی میں سر ہلاتا وہ جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھنے کے بعد وہ کبھی گلاس وال کے پاس جاتا تو کبھی پھر ریشام کو دیکھتا۔ وہ بے یقین تھا۔ سخت بے یقین!!

چہرے سے وہ سخت ناخوش بھی لگتا تھا۔

"اگر میگزین خالی نہ ہوتا تو آپ نے تو مجھے سچ میں جان سے مار دینا تھا"

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کے وہ غصے میں اس حد تک بھی جا سکتی ہے۔

ریشام نے حیرانگی سے کئی بار ٹریگر کو دبایا۔ جب اسے یقین ہو گیا کے وہ گولیوں سے خالی پسٹل ہے تو اس کی سر سے لگی پیر پر بجھی۔

کینہ طور نظروں سے گھورتی ہوئی وہ اٹھی۔

"پھر دھوکا دیا تم نے مجھے!"

غصے میں سرخ ہوتی اس نے خالی پسٹل اس پر ہی پھینک ماری تھی جسے خود سے بچانے کی کوشش میں اس نے پکڑ تو لیا تھا لیکن پھر بھی وہ کافی زور سے اس کی پیشانی پر لگی تھی۔

جہاں سے اب خون کی بوندیں تیزی سے نمودار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"اتنی تشدد پسند کب سے ہوگئیں آپ؟"

ہتھیلی کو پیشانی پر سختی سے جماتے ہوئے وہ تاسف سے بولا۔

"جب سے تمہارا اصل چہرہ دیکھا ہے"

زہر خند لہجے میں کہتی وہ وہاں سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے پہنچی پھر راہداری سے نکل کر باہر آ گئی۔ جہاں دو اسٹیپس نیچے اترنے کے بعد پورچ تھا۔ وہ وہیں رک گئی۔ زید کے پاس۔

جو فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ ریشام کو وہاں دیکھا تو بری طرح حیران ہوا۔

"تم سالار بھائی کے مینجر تھے۔۔ تم بھی ملے ہوئے تھے اس کے ساتھ؟"

اب کے اس کے زیر عتاب وہ آیا تھا۔

"ایسی بات نہیں بھابھی -- اصل میں-- میں انس سر کا دوست ہوں" وہ باوجود کوشش کے اپنے لہجے ہی لڑکھڑاہٹ پر قابو نہیں پا پایا تھا۔

"دوست ہو تو پھر اسے سر کیوں کہہ رہے ہو؟"

لیکن وہ ریشام کے پیچھے کھڑے انس کو دیکھ رہا تھا جس نے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر دو انگلیوں سے وہاں سے نو دو گیارہ ہو جانے کا عندیہ دیا۔

" مجھ سے پوچھ لیں میں بتا دیتا ہوں--"

زید کے وہاں سے نکلتے ہی وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

"صرف زید ہی نہیں-- آپ کی حویلی میں زیادہ تر ملازم میرے ہی حکم کے مطابق چلتے ہیں"

"اور گارڈز؟" ریشام کو سخت ناگوار گزر رہا تھا اس کا اتنا پرسکون انداز۔

"وہ بھی میرے ہی لیے کام کرتے ہیں"

"اور کس کو خریدا ہوا ہے تم نے یہ بھی بتا دو "

"اب ہر بات تو نہیں بتائی جا سکتی-- کچھ باتوں کا راز رہنا ہی بہتر ہوتا ہے "

"کاش تمہارا راز بھی کبھی نہ کھلتا مجھ پر-- تم انتہائی گرے ہوئے انسان ہو"

اس کی جانب سے رخ موڑ کر وہ بڑے سے مین گیٹ کو دیکھنے لگی جہاں کافی سارے گارڈز چوکنے ہوئے کھڑے پہرا دے رہے تھے۔ قریب ہی دو تین نسلی کتے بھی موٹی سی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے۔

"انس غازی کو ایک دنیا سلام کرتی ہے-- اور آپ نا صرف مجھے تھپڑوں سے نواز چکی ہے اوپر سے مسلسل مجھے ڈس ریسپکیٹ بھی کر رہی ہیں"

"تم اس سے کہی زیادہ ڈیزرو کرتے ہو۔۔"

تلخی سے کہتے ہوئے اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ کے کس طرح وہاں سے نکلا جائے۔

"جب میرے گھر والوں پر تمہاری حقیقت کھلے گی نا تب تمہیں سمجھ آئے گا کے غازی خاندان سے دشمنی پالنا کتنا مہنگا پڑ سکتا ہے"

"میں بھی اسی خاندان کا چشم و چراغ ہوں۔۔ میری رگوں میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے۔۔ ان کے لئے بہتر یہی ہوگا کے مجھ سے دشمنی نہ پالیں۔۔ میں اپنے حریفوں پر رحم نہیں کھایا کرتا"

"انتہائی زہر لگ رہے ہو انس غازی بن کر"

"آپ ابھی تک انس سے ملی ہی کہاں ہیں؟ آپ کے لئے تو میں ابھی بھی یوسف ہی بنا ہوا ہوں۔۔انس سے مل لیتی تو شاید آپ کو میں زہر سے بھی بد تر لگنے لگ جاتا"

"اچھا تمہارا وہ روپ دیکھنا باقی ہے کیا ابھی؟" وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولی۔

"بلکل۔۔ لیکن آپ اسے دیکھنے کی خواہش نہ ہی کریں تو بہتر ہوگا۔۔ کافی سفاک ہے وہ۔۔"

"کیا رشتہ ہے تمہارا حویلی سے؟۔۔خود کو غازی کیوں کہتے ہو تم؟" آنکھوں میں تپش لئے وہ پوچھ بیٹھی۔

"میں کزن ہوں آپ کا۔۔ سگا نہ سہی سوتیلا ہی سہی"

"میرے کزن؟"

"جب آپ اپنے دادا جان سے میری شکایتیں لگائیں گی تو تب ان سے پوچھئے گا"

"تم میرے دادا پر الزام لگا رہے ہو" اس کا غصہ پھر عود کے آیا۔

''الزام لگانا میری فطرت نہیں ہے ریشام بی بی۔۔ ویسے یہاں سے بھاگنے کی جو ترکیبیں آپ بنا رہی ہیں ان سے باز آجائیں تو بہتر ہے۔۔ یہاں سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے'' کیا وہ اس کی سوچ تک رسائی رکھتا تھا؟

''تم مجھے یہاں قید کے نہیں رکھ سکتے۔۔'' وہ بپھر کر بولی

''یہ قید نہیں ہے۔۔ اگر آپ سمجھیں تو۔۔''

''کچھ نہیں سمجھنا مجھے۔۔جان چھوڑو میری۔۔''

دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتی وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

بے بسی کے مارے پھر اس کی سیاہ آنکھیں شفاف پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

''آپ واپس روم میں چلی جائیں۔۔ یہاں نہ بیٹھیں''

تیز خنک ہواؤں کے پیش نظر وہ نرمی سے بولا۔

کیوں کے وہ بغیر کسی گرم کپڑوں کے ابھی بھی صرف وہ سرخ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔

''تم مجھے آرڈر نہیں کر سکتے''

''کیا آپ ابھی بھی مجھے اپنا ملازم سمجھ رہی ہیں؟''

''ملازم تو میں نے تمہیں اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا جب تم ایک ملازم کی حیثیت سے حویلی میں داخل ہوئے تھے'' شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھتی وہ کیا کچھ جتا گئی تھی۔

''یہی آپ کی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔''

''تم سارے الزام میرے سر پہ ڈال کے بری الذمہ نہیں ہو سکتے''

"بھوک تو لگ رہی ہو گی آپ کو۔۔کھانا کھائیں گی؟"

"زہر کھلا دو" اچانک ہی موضوع بدل دینے پر اسے گھورتے ہوئے اس نے تپ کر کہا۔

"وہ تو اس وقت دستیاب نہیں ہے"

اس نے بے چارگی سے کہا تو ریشام ایک تیز نظر اس پر ڈالتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

بے ساختہ مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ اسی جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

سعدین حویلی کی درو دیواریں ماتم کناں تھیں۔ وہاں سوگ کا سماں تھا۔

جبھی دہ تیز قدموں سے چلتا وہاں آیا۔

"انس غازی نے ہی اغواء کیا ہے اسے"

اس کے اتنے وثوق سے کہتے پر سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" عبیر نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی پولیس کے پاس سے ہی ہو کر آرہا ہوں"

"جب پولیس کو معلوم ہے تو پھر اس تک پہنچنا آسان ہوگا" وہاج غازی کے کہنے پر سالار نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ ممکن نہیں۔۔ پولیس خود اسے پروٹیکشن دے رہی ہے۔۔سب کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے اس نے"

"کب تک چھپے گا۔۔ کبھی تو منظر عام پر آئے گا ہی" عبیر کے لہجے میں سنگینی تھی۔

''تو کیا جب تک ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہیں گے؟ وہ میری بیٹی ہے جس کو اس نے قید کر کے رکھا ہوا ہے'' ضمیر غازی غصے سے بولے۔ اپنی بیٹی کی بازیابی کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔

''اسے ریشام کے علاوہ کسی سے سروکار نہیں ہے۔۔ورنہ ضرور اپنا مطالبہ پیش کرتا۔'' عبیر کا اندازہ ٹھیک تھا۔ کیوں کے صبح سے اس کی طرف سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔

''یوں بھی تو ہو سکتا ہے کے ریشام اپنی مرضی سے اس کے ساتھ گئی ہو''

''وہ جب اسے جانتی ہی نہیں تو اس کے ساتھ کیوں جائے گی؟ فضول بات نہ کرو سالار'' عبیر نے اسے سختی سے ٹوکا۔

''میں صرف تصویر کا دوسرا رخ دکھا رہا تھا''

اس نے فوراً ہی اپنی بات کی وضاحت کی۔ لیکن پھر بھی سب کو سخت ناگوار گزری تھی اس کی بات۔

وہ صبح کی گھر سے نکلی ہوئی تھی۔باہر گہری کالی رات اپنے ڈیرے جما چکی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں ڈیڑھ کے ہندسے پر پہنچ چکی تھیں۔

جیسے جیسے وقت بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے اسے ہول اٹھ رہے تھے۔ کسی بھی طرح اسے صبح سے پہلے یہاں سے نکلنا تھا۔

لیکن پہرا اتنا سخت تھا کے وہ بھاگنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

صرف ایک ہی طریقہ تھا وہاں سے نکلنے کا۔

کسی طرح انس کو راضی کر لیا جاتا۔ لیکن وہ تو جیسے اس موضوع پر کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بھی تو کچھ نہیں ہونے والا تھا۔

ایک ناپسندیدہ فیصلہ کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے نہیں معلوم تھا کے وہ اس وقت کہاں پر ہوگا۔ پھر بھی اس کی تلاش میں کمرے سے نکل کر راہداری میں آئی۔

طائرانہ سی نگاہ یہاں وہاں ڈالتے ہوئے سیدھی چل رہی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کے کون سا راستہ کہاں پر جا رہا ہے۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگی تھی جبھی بے ارادہ سی نگاہ بڑی سی گلاس وال سے باہر نظر آتے منظر پر پڑی۔

ریشام اسی طرف آ گئی تھی۔ جہاں سے باہر لان اور پورچ دکھائی دے رہا تھا۔

ایک آدمی کو گردن سے پکڑے۔ پسٹل کی نال سختی سے اس کے سر پر رکھے وہ کوئی اور نہیں انس ہی تھا۔ جو سفاکی سے کہتے ہوئے جانے اس سے کیا باز پرس کر رہا تھا۔ آواز اسے سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اپنی اپنی گنز لوڈ کئے کچھ گارڈز انس کے پیچھے ہی کھڑے تھے اسے بیک دینے کے لئے۔

وہ ڈر کے بے ساختہ پیچھے ہٹی۔ یہ یوسف اس کے لئے اجنبی تھا۔

جبھی باہر گولیاں چلنے کی آواز آئی تو اس نے خوف سے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

کیا اس کا یوسف قاتل بھی تھا؟

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ہی دھیان میں روم کی طرف جا رہا تھا۔ جب ریشام کو وہاں کھڑے دیکھا تو تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

"ریشام --آپ ٹھیک ہیں؟" اس کے انداز حد درجہ فکر مند تھا۔

"مجھے میرے گھر جانے دو یوسف۔۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے جانے دو"

اس کے بازو پر پیشانی ٹکائے وہ بری طرح روتی ایک ہی گردان کئے جا رہی تھی۔

انس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

اس کی خواہش پوری کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ دوبارہ اسے وہاں بھیجنے کا روادار نہیں تھا۔
لیکن اس کا رونا بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔

وہ کینہ طوز نظروں سے اس کی پشت کو گھور رہی تھی جو فون کان سے لگائے گلاس وال کے پاس کھڑا جانے کس سے محو گفتگو تھا۔

اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے پلٹا تو وہ ابھی بھی پر تپش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے فون بند کر کے جیکٹ کی جیب میں ڈالا۔ پھر اس کے نزدیک چلا آیا جو بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"اگر میں آپ کی بات مان لوں تو بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"بدلے میں تمہیں صرف موت ملے گی۔۔ اس سے زیادہ کی توقع تم رکھنا بھی مت"

"آلرائٹ۔۔ میرے خیال سے آپ کا موڈ نہیں ہے گھر واپس جانے کا۔۔"

وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتا وہاں سے پلٹ کر جانے لگا تھا جب وہ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے اسے پکار گئی۔

"یوسف۔۔"

وہ رک گیا تھا۔ پھر پلٹ کر دوبارہ اس کو دیکھا جو تذبذب کا شکار لگ رہی تھی۔

"تم مجھے ابھی حویلی لے چلو میں دادا جان سے تمہاری سفارش کردوں گی کے تمہیں کم سے کم سزا دیں"

"مجھے کسی اور سے نہیں آپ سے بدلہ چاہیئے"

"کیسا بدلہ؟"

"اگر کسی نے آپ پر اس نکاح کو ختم کرنے کا دباؤ ڈالا تو آپ میرے حق میں فیصلہ دیں گی۔۔مجھے صرف اتنی ضمانت چاہیئے"

"دل تو کر رہا ہے ضمانت کے طور پر چار تھپڑ اور مار دوں تمہیں"

"میں اس پر بھی راضی ہوں۔۔"

"کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔۔ میں خود پہلی فرصت میں تم سے طلاق لوں گی"

"اگر آپ کا یہی ارادہ تھا تو آپ کو مجھے بتانا نہیں چاہیئے تھا۔ ہو سکتا ہے کے میرا پھر موڈ بدل جائے آپ کو گھر واپس بھیجنے کا"

"تم مجھے صرف ایک فون کرنے دو میرے گھر پر۔۔ وہ لوگ مجھے خود ہی یہاں سے لے جائیں گے"

"میرے گھر میں آکر میرے سامنے آپ کو لے جانا اتنا آسان نہیں ہوگا ان کے لئے۔۔ اگر آپ کے گھر کا کوئی ایک فرد بھی اس علاقے میں دکھائی بھی دیا تو میرے بندے ایک سیکنڈ ضائع نہیں کریں گے اسے گولی مارنے میں"

وہ سنگین لہجے میں اسے باور کروا رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کے جانے کس دہشت گرد کے پاس پھنس گئی تھی۔

"تمہیں جو ضمانت چاہیے تم لے لو مجھ سے۔۔ چاہے تو بلینک پیپر پر سائن کروالو۔۔ لیکن مجھے میرے گھر جانے دو بس"

وہاں سے نکلنے کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ بس ایک بار حویلی پہنچ جاتی اس کے بعد تو وہ اس کی شکل بھی نہ دیکھتی زندگی بھر۔

جبھی ایک محفوظ سی مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے انس نے سائیڈ ٹیبل کی ڈرا سے ایک نوٹ پیڈ اور پین نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"تم سچ میں بلینک پیپر پر سائن کرواو گے مجھ سے؟" وہ شاکی ہوئی۔

"آپ نے خود پیشکش کی تھی" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"میں نے پیشکش کی اور تمہیں موقع مل گیا فائدہ اٹھانے کا"

اسے گھورتے ہوئے نوٹ پیڈ اور پین اس کے ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے اس نے ایک خالی صفحے پر اپنے سائن کیئے پھر نوٹ پیڈ کو بیڈ پر پھینک دیا۔

"چلو اب۔۔"

"کھانا بجھوا رہا ہوں آپ کے لئے وہ کھا لیں پھر چلتے ہیں"

"یوسف پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔۔ تم مزید وقت ضائع کر رہے ہو"

"گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ضبط سے بولی۔

"آپ کو میری بات ماننی پڑے گی ورنہ میں اپنا ارادہ بدل بھی سکتا ہوں"

اس کی بڑھتی فرمائشوں پر وہ خون کے گھونٹ بھرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کے انس نے اس کے بات مان لی ہے۔ اور وہ خود اسے حویلی واپس چھوڑنے جا رہا ہے۔

"آپ کپڑے بدل لیں بی بی"

ایک ٹرے میں اس کے لئے کھانا لے کر آتی ملازمہ نے اسے کہا۔ صبح سے زیب تن کیا ہوا اس کا سفید لباس اب کافی ملگجا سا ہو چکا تھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں ایسے ہی۔۔ویسے بھی میرے پاس اور کپڑے نہیں ہیں۔

وہ انکار کر گئی تھی۔ اور وہ کونسا اپنے ساتھ جوڑے کے کر آئی تھی جو چینج کر لیتی۔

اس نے پانی کا گلاس اٹھا کر ابھی لبوں سے لگایا ہی تھا جبھی اس نے وارڈ کھول کر کچھ دیکھنا شروع کر دیا۔

ریشام پانی پینا بھول کر اسی جانب دیکھ رہی تھی جہاں ایک ترتیب سے کافی سارے قیمتی ڈیزائنر ڈریسز لٹکے ہوئے تھے۔

"انس صاحب نے کہا تھا کے یہ پہن لیں"

ایک شیشے کے کام سے مزین بھاری سا مہرون رنگ کا جوڑا لئے وہ اس کے پاس آ کر بولی۔

"تمہارے صاحب کیا مجھے مکلاوے کی دلہن بنا کر چھوڑنے جا رہے ہیں؟۔۔ اسے لے جا کر واپس رکھو اور جو سب سے ہلکا اور سادہ ڈریس ہے وہ لے آو"

ریشام کے کہنے پر وہ سر ہلاتی واپس چلی گئی۔ کافی تلاش و بسیار کے بعد گہرے نیلے رنگ کا جوڑا نکال لائی جو سوبر سا تھا۔ وہ پھر بھی ٹھیک تھا۔

دو چار لقمے لے کر اس نے ٹرے پرے کھسکا دی تھی۔

پھر جلدی سے کپڑے چینج کرنے کے بعد بالوں میں برش پھیر کر ان کا میسی سا جوڑا بنایا۔ اور شانے پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھا۔

اپنی سیادہ چادر کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دی۔ یقیناً وہ ملازمہ اس کے اتارے ہوئے کپڑوں کے ساتھ وہ چادر بھی لے گئی تھی۔

وہ باہر جا کر چادر واپس منگوانے کا سوچ ہی رہی تھی پھر خیال جھٹک کر وارڈ روب کے پاس چلی آئی۔

جیسے ہی ایک پٹ کھولا سامنے ہر رنگ کے ملبوسات کی بہار اسے نظر آئی۔ نیچے کچھ شوز اور سلیپرز وغیرہ پڑے تھے۔

اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لئے ساری تیاری کر کے رکھی گئی تھی۔

ریشام نے دوسرا پٹ کھولا تو اس میں انس کے کچھ کپڑے موجود تھے۔ یقیناً وہ خود بھی اس فارم ہاوس پر کبھی کبھار رہا کرتا ہوگا۔

ریشام کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن بحالت مجبوری میں وہ براون کلر کی گرم شال اس نے اٹھا کر اوڑھ لی تھی جو اتنی بڑی تھی کے سر پر اوڑھنے کے باوجود بھی وہ اس میں پوری چھپ گئی تھی۔

پھر جب وہ پورٹیکو میں آئی تو اسے خود کا منتظر پایا۔ جو سیاہ رنگ کی شلوار قمیض زیب تن کیے نکھرا ستھرا سا کھڑا تھا۔

اس کے اونچے قد پر وہ رنگ جچتا بھی خوب تھا۔ جب یوسف بن کے رہتا تھا تو تب اتنی توجہ نہیں دیا کرتا تھا خود پر۔ لیکن ابھی تو اس کی وجاہت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اس کی جانب آتی ریشام نے جب اسے دیکھا تو قدموں میں سستی در آئی۔

ناجانے کیوں اس کے اتنے ظلم کے بعد بھی اس کا دل انس کی راہ میں ہی رل جانے کو مچل رہا تھا۔ جس کی طرف سے اس نے سختی سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

''میں چاہتا تھا آپ میرے رنگ میں رنگ کر اپنے گھر واپس جائیں۔۔''

شاید وہ اسے مہرون والا جوڑے بھیجنے کی بابت بتا رہا تھا۔

''خیر یہ بھی ٹھیک ہے''

وہ تو اپنی شال اس کے قبضے میں دیکھ کر ہی خوش ہو گیا تھا۔ اس کی بائیں آنکھ سے کچھ اوپر لگی سفید بینڈیج کو دیکھ کر اس کا لمحے کو افسوس سے بھر گیا تھا۔

''واپسی پر دے دوں گی۔'' لیکن جب بولی تو انداز اکھڑا ہوا ہی تھا۔

''ریشام۔۔ ارادہ نہیں تھا میرا بلکل بھی آپ کو یہاں لانے کے بعد واپس بھیجنے کا۔۔ صرف آپ کے مجبور کرنے پر آپ کی خاطر یہ کر رہا ہوں''

''تو کیا چاہتے ہو اب تم اس کے لئے؟'' اس نے بیزاری سے پوچھا۔

'' میں بتا چکا ہوں آپ کو۔۔۔ میں آپ کا خیال کر رہا ہوں تو۔۔آپ بھی میرا خیال کیجئے گا''

''مجھے ریشام سننے کی عادت نہیں ہے۔۔ مجھے ریشام بی بی ہی کہا کرو'' اس کی معنی خیز سی التجا کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سخت لہجے میں بولی۔

'' جو آپ کا حکم۔۔''

یوسف نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا۔

مسجدوں سے فجر کی اذانوں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ سعدین حویلی کے مکینوں کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

کچھ دیر میں سورج نمودار ہو جانا تھا۔ جس کے ساتھ ہی اس حویلی کی برسوں کی عزت اور ساکھ مٹی میں مل جاتی۔

ریشام کے اغواء کو کئی گھنٹے بیت چکے تھے۔ جس کا سراغ لگانے کی سر توڑ کوشش کرنے کے بعد بھی وہ ناکام ہی نظر آرہے تھے۔

سعادت غازی کو ریشام کی گمشدگی سے زیادہ اپنی انا اور غرور کی فکر تھی۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی ان نے نگاہ اٹھا کر بات کرنے

کی۔

لیکن ریشام کی بدولت اب وہ انھی لوگوں کی طزیہ باتیں سننے والے تھے۔ ان کی شان رتبہ سب زمین بوس ہونے والا تھا۔

بیٹھک میں ان کے تینوں بیٹے ان کی دلجوئی کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ انھیں یقین دہانی کروا رہے تھے کے اس شخص کو وہ نشان عبرت بنا دیں گے جس نے غازیوں کی بیٹی کو اغوا کر کے ان کی غیرت کو للکارا ہے۔

دو ملازم بھاگتے ہوئے وہاں داخل ہوئے۔

"بڑے صاحب ۔۔" ان کے سانس پھولے ہوئے تھے جیسے کافی دور سے بھاگتے ہوئے آرہے ہوں۔اور انداز ایسا تھا جیسے جانے کیا حیرت انگیز چیز ان کی آنکھوں نے دیکھ لی ہو۔

"کیا ہوا ہے؟" وہاج غازی نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"وہ-- یوسف آیا ہے"

"کیا وہ پہلی بار یہاں آیا ہے جو اس طرح سے خبر دے رہے ہو" اس بار وجاہت غازی سے ناگواری سے کڑے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں بڑے صاحب-- وہ اکیلا نہیں آیا ہے-- اس کے ساتھ کافی سارے گارڈز اور پولیس بھی ہے--"

اب کے ان کے چہروں کے رنگ بدلے تھے۔ بے ساختہ سب نے ایک دوسرے کے متغیر چہرے دیکھے۔

"اور ساتھ میں-- "

"کون ہے ساتھ میں؟" ضمیر غازی کا انداز لرز رہا تھا۔

"اور ساتھ میں ریشام بی بی بھی ہیں" اس ملازم کے انداز میں خوشی بھی تھی۔ تفکر بھی۔

وہ سب تیزی سے باہر نکلے۔ جہاں پورٹیکو میں صرف انس کی سیاہ ہائی لکس کھڑی تھی۔ لیکن حویلی کے دروازے سے باہر پولیس کی گاڑی کے علاوہ کافی ساری گاڑیاں ایک لائن میں دور تک کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔

جو گارڈز حویلی کی سیکیورٹی پر معمور تھے۔ انس کے ساتھ آئے گارڈز نے ان پر ہتھیار تانتے ہوئے پوری حویلی کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

اک تصویر میں لگتا ہے کے ہم بھی خوش تھے

اک آواز سے لگتا ہے کے سب اچھا ہے

میری دنیا میں کچھ بھی ٹھکانے پر نہیں

بس تجھے دیکھ کر لگتا ہے کے سب اچھا ہے۔

سعدین حویلی کے احاطے میں جب اس نے گاڑی روکی تو خوشی سے سرشار پرجوشی سے اس نے روازہ کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب انس اس کے دوسرے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے ہوئے اسے روک گیا۔

ریشام نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھنے کے بعد اس کی جانب دیکھا۔

جس کی آنکھوں میں التجا تھی۔ وہ اسے روک لینا چاہتا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کسی ہارے ہوئے جواری کے سے تھے۔ جو جیت کر بھی شکست کھا چکا تھا۔

''اتنا حوصلہ کر کے مجھے یہاں تک لے آئے ہو تو اندر بھی جانے دو'' ریشام خلاف توقع کچھ نرم لہجے میں بولی۔ وہ اس کی شکر گزار تھی جس نے اس کی بات کا مان رکھا تھا۔

''میرا دل راضی نہیں آپ کو وہاں بھیجنے پر'' وہ پچھتا رہا تھا اپنے فیصلے پر۔ اسے ریشام کو یہاں نہیں لانا چاہئے تھا۔

''یوسف یہ میرا گھر ہے''

اب کے اس کے انداز میں نرمی مفقود تھی۔

''مجھے معلوم ہے۔۔ لیکن میں آپ کو یہاں اس حویلی کی بیٹی کی حیثیت سے نہیں۔۔ بلکے اپنی بیوی کی حیثیت سے چھوڑ کر جا رہا ہوں''

اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا مخملی کیس اٹھا کر اسے کھولا۔ پھر اس میں سے چمکتی دمکتی گولڈ کی چین نکال کر پہلے اس کا لاک کھولا۔ پھر ذرا سا اس کی جانب جھکتے ہوئے اس کے گلے میں پہنا دی۔

اسے روکے ٹوکے بنا وہ اس کی کاروائی کو دیکھتی رہی۔ کچھ حیرانگی اور کچھ بے یقینی سے۔۔۔

"آپ میرے دل کا چین ہیں۔۔آپ مجھ سے جدا رہیں گی تو میں بے سکون رہوں گا۔۔ کوشش کیجئے گا جلد واپس آنے کی"

کتنے نرم اور مان بھرے انداز میں التجا کر رہا تھا وہ۔۔

"میری واپسی کی امید میں مت رہنا۔۔ میں اب کبھی نہیں آوں گی تمہارے پاس!"

ریشام کی دھڑکنوں میں اشتعال سا اٹھ رہا تھا لیکن پھر بھی چہرے کے تاثرات کو اس نے سخت ہی رکھا۔

"جب بھی آپ کا ارادہ بنے۔۔ صرف ایک بار آواز دے دیجئے گا۔۔ میں اسی وقت آپ کو یہاں سے لے جاوں گا۔۔"

اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لئے اس کی جانب جھک کر اس کے شال سے ڈھکے سر کو چومتے ہوئے آنچ دیتے لہجے میں کہتا اسے ساکت کر گیا تھا۔

"اپنی حد میں رہو یوسف!"

ریشام نے اس کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچ کے ایک تیز نظر اس پر ڈال کر ناگواری سے کہا۔

"اب حد میں رہنے کا وقت نہیں ہے ریشام بی بی۔۔"

مسکرا کر پرشوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے انس نے ڈیش بورڈ سے اپنی پسٹل اٹھا کر لوڈ کی۔ پھر گاڑی سے باہر نکل گیا۔

ریشام بھی اس کی تقلید میں باہر اتر گئی تھی۔ اور اس سے پہلے ہی بھاگتی ہوئی اندرونی عمارت کی جانب بڑھ گئی۔

"ڈی ایس پی رضا غازی کا بیٹا ہے وہ۔۔انس رضا غازی"

وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا جہاں اسے دوسری جانب سے وہ خفیہ ذرائع سے ملی معلومات دی جا رہی تھی۔

"ڈی ایس پی کا بیٹا۔۔"

اس نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔ لیکن اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ اسے اتنا یقین تو تھا ہی کے سعدین حویلی سے ٹکر لینے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہوگا۔

وہ ابھی باقیوں کو بھی اس کی اطلاع دینے کے لئے نکل رہا تھا جبھی ایک غیر معمولی سے شور کی آواز آئی تو وہ حیرانگی سے لاؤنج میں نکل آیا۔

"ریشام؟"

سب کے مرجھائے ہوئے چہروں پر جیسے زندگی کی نئی چمک دوڑ گئی تھی۔ وہ بنا کسی کو دیکھے بھاگتی ہوئی زاریہ غازی کے گلے لگتے ہوئے رونا شروع ہو چکی تھی۔ پہلی بار اتنا وقت گھر سے وہ تنہا باہر رہی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو نہ ریشام؟"

ساری خواتین اس کے گرد جمع ہو چکی تھیں۔

جبھی مضبوط قدم اٹھاتا ہوا وہ وہاں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

ایک نظر اپنی پسندیدہ شال میں لپٹی ریشام کو دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئے وہاں پڑے سربراہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ میں پسٹل لیئے۔ جب کے دوسرے ہاتھ کی کہنی کو ہتھی پر رکھ کے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس پر چہرہ ٹکائے وہ ان عورتوں کو ہی دیکھ رہا تھا جو ریشام سے سوالات کیے جا رہی تھیں۔

جب اسے وہاں اس شان سے بیٹھے دیکھا تو شدید حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"یوسف؟--ریشام کو تم واپس لے کر آئے ہو؟" رائمہ غازی نے حیرانگی سے استفسار کیا۔ "

"یہ میرے ساتھ ہی تھیں رائمہ پھوپھو--"

جہاں وہ اس کی بات پر حیران ہوئیں وہیں اس کے طرز تخاطب پر گہرا شاک لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو یوسف؟"

وہ سب اس کی جرات پر حیرت زدہ تھیں

"اپنی بیوی کو یہاں چھوڑنے آیا تھا-- وہ کچھ دن اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارنا چاہ رہی تھی"

اس کی بات وہاں آتے ہوئے سالار اور عبیر کے ساتھ ساتھ سعادت غازی اور ان کے تینوں بیٹوں نے بھی سنی تھی۔ اور سننے کے بعد وہ سب سناٹے میں رہ گئے تھے۔

حویلی کے ٹکڑوں پر پلنے والا دو ٹکے کا ملازم اس حویلی کی بیٹی کو اپنی بیوی کہہ رہا تھا؟؟

"تو تم ہو انس غازی؟"

سالار کے دماغ نے منٹوں میں سارے تفریق جمع کر کے جو جواب اسے دیا تو وہ تلخی و تمسخر سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

جبکے باقی سب کے چہرے ایسے تھے جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

"یوسف انس ہے؟"

شدید بے یقنی سے وہ سب کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی شان تفاخر سے بیٹھے انس کو۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟؟" وجاہت تایا غصے سے لرز رہے تھے۔

"بکواس نہیں ہے تایا جان۔۔ حقیقت ہے۔۔"

اس کا اطمینان دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

"کوئی بھی کہیں سے بھی اٹھ کر آ کے خود کو غازیوں کا خون کہے گا تو کیا ہم مان لیں گے؟"

وہ زہریلے لہجے میں بولے۔

"آپ کو ماننا پڑے گا۔۔ میں انس غازی ہوں۔۔ڈی ایس پی رضا غازی کا بیٹا۔۔اور سعادت غازی کا پوتا" ایک ایک لفظ کو اس نے چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔

"تم جو کوئی بھی ہو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔اور تمہارے اس ڈرامے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔ معلوم ہے ہمیں وہ نکاح نامہ جعلی تھا۔۔"

عبیر کا انداز بھی کڑا تھا۔

"بے شک وہ والا نکاح نامہ جعلی تھا۔۔ لیکن آج صبح ہی میرا اور ریشام غازی کا نکاح ہوا ہے۔۔جس کی گواہی وہ خود دیں گی"

اس کی بات وہاں سب کو شاک ہی تو لگا گئی تھی۔

کیا ریشام نے واقعی اس سے نکاح کر لیا تھا؟

"بابا مجھے نہیں معلوم تھا یہ انس ہے"

سب کی توجہ اپنی جانب ہوتے دیکھ اس کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔

سب کی نظروں میں سوال تھا۔۔ ملامت تھی۔ اشتعال ۔۔دکھ صدمہ کیا کچھ نہیں تھا۔

"کیا مطلب تمہیں نہیں معلوم تھا؟ تم اسے کیا سمجھ کر نکاح کر رہیں تھیں پھر؟ کیا یوسف سمجھ کر؟" سالار کے سختی سے دریافت کرنے پر اس کی آواز جیسے حلق میں ہی اٹک گئی تھی۔ دل الگ بند ہوا جا رہا تھا۔

کیا ایسے سب کو معلوم پڑنا تھا؟؟ کیا اس کا پردہ چاک ہونے والا تھا؟

اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ آخر کو اپنے گناہ کا اعتراف اپنے منہ سے کرتی بھی تو کیسے۔۔وہ بھی سب کے سامنے۔۔۔

"میں نے گن پوائنٹ پر سائن کروائے تھے پیپرز!"

بوجھل و پر اسرار سی خاموشی میں اس کی بھاری آواز گونجی۔

وہ اچانک ہی بول پڑا تھا۔ ریشام نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔

وہ اسے بچا رہا تھا۔۔ اس کا پردہ رکھ رہا تھا۔ سارا الزام اپنے سر لے کر خود کو اس کی نظروں میں سرخرو کر گیا تھا۔

ریشام کو بھلے ہی اس سے کتنے شکوے شکایتیں ہوں۔ لیکن اس سمے وہ شخص اسے دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز ہو گیا تھا۔

لب بھینچے وہ کتنے ہی تشکر کے آنسو پی گئی تھی۔

''اوریجنل نکاح نامہ لئے میرے وکیل اور پولیس باہر ہی کھڑے ہیں۔۔ اس حویلی کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہتا اس لئے انھیں اپنے ساتھ اندر نہیں لے کر آیا''

اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے گردن تانے بولا۔

عاشر اور فاز کہیں باہر تھے۔ جب انھیں اطلاع ملی تو بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں کا ماحول خاصا گرما ہوا تھا۔

''اندر جائیں آپ سب۔۔''

وہ سختی سے ساری خواتین سے بولا۔ ''ممی اسے لے کر جائیں روم میں''

رائمہ کے ساتھ کھڑی روتی ہوئی ریشام کو دیکھ کر اس نے دوبارہ درشتی سے کہا۔

ویسے بھی حویلی کی کا یہ وطیرہ نہیں تھا۔ کسی بھی معاملے میں عورتوں کو بولنے یا عمل دخل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

''کیا تمہیں سمجھ نہیں آئی میری بات؟'' سب جا چکی تھیں لیکن بریزے وہیں رکی رہی تو وہ غصے سے اس پر برسا۔

وہ جانا نہیں چاہتی تھی وہاں سے۔۔ وہیں رک کر سچائی جاننے کی خواہش مند تھی۔ لیکن عاشر کی موجودگی میں کہاں وہ اپنی خواہش کو پورا کر سکتی تھی ناچار اسے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''حویلی کے تقدس کو پامال نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر یہ فوج اپنے ساتھ کیوں لے کر آئے تھے تم ؟ کیا ایسے ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کے تم واقعی اس حویلی کے بیٹے ہو؟''

وہاج غازی غصے سے بولے۔ ساری دنیا میں ان کا تماشا لگا دیا تھا اس شخص نے دو بار ان کے دروازے پر پولیس کو لا کر۔

"آپ مانیں یا نا مانیں-- لیکن حقیقت یہی ہے--میں آپ ہی کا خون ہوں دادا جان--"

وہاج غازی کو جواب دینے کے بعد اس کا روئے سخن سعادت غازی کی جانب مڑ چکا تھا جن کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ آنکھوں میں ویرانی سی چھلک رہی تھی۔

وہ اس کی بات کے جواب میں ایک لفظ نہیں بولے تھے۔ بس چپ چاپ خاموشی سے اسے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو جواب دیتے سن رہے تھے۔

"آپ اپنی اولاد کو بتائے نہ اپنی دوسری شادی کے بارے میں"

اس کا انداز بے تاثر تھا۔ لیکن ان سب کو طمانچے کی طرح لگی تھی اس کی بات۔

"بکواس بند کرو تم اپنی کیا الزامات لگائے جا رہے ہو"

"مجھے خاموش کروانے کے بجائے ان سے پوچھیئے حقیقت"

اب کے وہ تلخی سے بولا۔

"ہمیں کسی سے کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے-- کیا چاہتے ہو تم؟ مال دولت؟ -- ہم تمہیں بلینک چیک دے دیں گے-- لیکن ریشام کو ابھی اور اسی وقت طلاق دو گے تم"

سالار کے مطالبے پر سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اگر میں حقیقت بتاوں تو میں اسی نیت سے یوسف بن کے یہاں داخل ہوا تھا۔ مجھے سعادت غازی کی پراپرٹی میں سے اپنا حصہ اور اپنی حیثیت چاہیئے تھی-- میں چاہتا تھا کے آپ دنیا کے سامنے قبول کریں کے میں آپ کا پوتا اور رضا غازی آپ کے سگے بیٹے ہیں"

"لیکن اب مجھے آپ سے-- اس حویلی سے کچھ بھی نہیں چاہیئے۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے--"

وہ کبھی سعادت غازی کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا تو کبھی ان لوگوں کے غم و غصے سے سجے چہروں کو۔۔

"تمیں جتنی رقم چاہیئے ہم تمہیں دے دیں گے لیکن اس کے بعد کبھی اس در پر مت آنا"

وجاہت غازی نے مفاہمت کا دامن تھامتے ہوئے اس سے جان چھڑانے کو پیشکش کی۔

"میں نے کہا نہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔ میں اپنی کروڑوں کی وراثت ریشام غازی کے صدقے کے طور پر چھوڑ دوں گا۔۔ مجھے صرف اپنی بیوی سے مطلب ہے۔۔ جب تک وہ یہاں ہے اسے میری امانت سمجھ کر رکھیں۔۔ میں جلد ہی اسے یہاں سے لے جاوں گا"

"دادا جان آپ ٹھیک ہیں؟"

فاز نے تشویش سے ان کی حالت کے پیش نظر پوچھا جن کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔۔"

ان کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے فاز انھیں بازو سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے وہاں سے لے گیا تھا۔

"ریشام کا نام دوبارہ اپنی زبان پر لائے تو یہیں زندہ گاڑ دوں گا تمہیں۔۔ سمجھے؟" اس سے پہلے کے وہ غصے سے پاگل ہوتے ہوئے انس کو گریبان سے پکڑ لیتا عاشر اور عبیر نے بے ساختہ اسے پکڑ کر روکا تھا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لو اگر کر سکتے ہو تو۔۔ بحرحال۔۔جو مجھے کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔۔باقی اصل حقیقت تو سعادت غازی خود بتا ہی دیں گے"

"اور ایک بات! اگر اتنی فوج کو صرف ریشام کو یہاں چھوڑنے کے لئے لا سکتا ہوں تو جب اسے لینے کے لیے آوں گا تو یہ ضرور سوچیئے گا جب کتنی بڑی فوج میرے ہمراہ ہوگی"

اس کے سکون میں پھر بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ایک تمسخر بھری مسکراتی نگاہ ان سب پر ڈال کر اس نے گریبان میں سے ڈارک گلاسز نکال کر آنکھوں پر چڑھائے۔ پھر ہاتھ کو پیشانی تک لے جاتے ہوئے چار انگلیوں سے سلام کرتے ہوئے قیمتی قالین کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

وہ سیاہ لباس والا شخص آن کی آن میں حویلی والوں کا غرور مٹی میں ملا گیا تھا۔

ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مضبوط لہجے میں سفاکی سے بات کرتا وہ کوئی عام انسان نہیں لگ رہا تھا۔

اس کا انداز چیخ چیخ بتا رہا تھا کے وہ اسی حویلی کا خون ہے۔

"آپ لوگوں نے اسے اتنی آسانی سے جانے کیسے دیا؟"

سالار کا اشتعال کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ ان سب سے شاکی تھا جو نہ خود اسے کچھ کہہ رہے تھے اور نہ اسے کچھ کہنے دے رہے تھے۔

"فکر مت کرو۔۔ اپنے کیے کا ازالہ کرے گا وہ۔۔ وہ پچھتائے گا سعدین حویلی سے دشمنی پال کے"

"یہ دشمنی نہیں ہے بابا۔۔ وہ صرف اپنا حق مانگ رہا ہے"

عبیر نے ضبط سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ لیکن ضمیر غازی کرختگی سے بولے۔

"کیسا حق ؟ کون سا حق؟-- ہم کیسے مان لیں کے وہ سچ کہہ رہا ہے؟ اور اگر سچ کہہ بھی رہا ہے تو کیا اتنے سالوں تک وہ کہاں تھا؟ پہلے کیوں نہیں آ کر اس نے اپنا حق جتایا؟ کیا اسے راتوں رات خواب آیا تھا؟ یا الہام ہوا تھا کے وہ سعادت غازی کا پوتا ہے؟"

"اس کا جواب تو دادا جان ہی دے سکتے ہیں--لیکن اگر یہ سب سچ ہوا تو پھر؟؟"

"یہ سچ نہیں ہونا چاہئے عبیر---یہ سچ نہیں ہونا چاہئے!!"

اس بار وجاہت غازی نے سنگینی سے کہا۔

یقیناً وہ اس طوفان کی آہٹ کی آواز سن چکے تھے جو جلد یا بدیر اس حویلی سے ٹکرا کر انھیں اپنی لپیٹ میں لینے والا تھا۔

"انس بھائی--"

لب بھینچے خالی دل لئے وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا جب پشت سے آتی آواز پر رکا۔

"آپ نے اسے بتا تو نہیں دیا تھا نہ کے آپ کے نکاح میں ہم بھی شریک تھے؟"

اس نے رک کر پلٹ کے انھیں دیکھا جو کچھ فکر مند سے تھے۔

"نہیں بتایا"

اس کے اعصاب تنے ہوئے تھے لیکن ان کے چہرے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا تو ان دونوں نے بے ساختہ سکون کے سانس بھرے۔

"اگر تو اسے معلوم پڑ جاتا تو ہماری جان کو آجاتی۔ آپ تو ویسے ہی جان چھڑا کر بھاگ رہے ہیں"

فاز نے بے ساختہ تشکر سے کہا۔

اب وہ انھیں کیا بتاتا کے وہ جان چھڑا کر نہیں بھاگ رہا تھا۔ بلکے اپنی جان کو نا چاہتے ہوئے بھی وہاں چھوڑ جانے پر مجبور تھا۔

"اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر دینا۔۔"

اس نے سنجیدگی سے باور کروایا تو عاشر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ فکر مند نہ ہوں۔۔ ہم سنبھال لیں گے یہاں"

عاشر نےیقین دہانی کرواتے ہوئے ساتھ ہی اندرونی عمارت میں داخل ہونے والے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے اسے کسی آہٹ کے ابھرنے کی آواز آئی تھی۔

"انشاءاللہ پھر ملاقات ہوگی"

"ہاں اب تو آپ کا آنا جانا لگا رہے گا"

وہ مسکرا کر اسے سی آف کرنے کے بعد تیزی سے دو اسٹیپس چڑھنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔

تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے عاشر نے اسے راہداری میں ہی روک لیا تھا۔وہ اچانک سے اس کے سامنے آجانے سے چونک کر رکی۔

عاشر کی پیشانی پر لاتعداد بل پڑے تھے۔ وہ تیوریاں چڑھائے اسے گھور رہا تھا۔ بریزے نے بے ساختہ تھوک نگلا۔

"کیا سنا ہے تم نے؟"

"میں نے؟"

"کچھ بھی نہیں۔۔کچھ بھی نہیں سنا" چوری پکڑے جانے پر وہ خجالت سے مسکرا کر کہتی صاف مکر رہی تھی۔

"جھوٹ مت بولو میں تمہیں دیکھ چکا تھا چھپ کر ہماری باتیں سنتے ہوئے " اس کی تیوریاں مزید چڑھیں۔

"میرا یقین کرو میں نے کچھ نہیں سنا"

"اگر تم نے کسی کے بھی سامنے اپنی زبان کھولی تو بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ" وہ انگلی اٹھائے سختی سے بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے عاشر؟ کیا بریزے غازی تمہاری دھمکیاں سننے کے لئے پیدا ہوئی ہے؟" اب کے اس کے چہرے کے تاثرات بھی بگڑے تھے۔

"نہیں۔۔ بریزے غازی میرے ہاتھوں قتل ہونے کے لئے پیدا ہوئی ہے" وہ بھی دوبدو بولتے ہوئے اس کا پارہ مزید ہائی کر گیا۔

"اب تو میں سب کو چیخ چیخ کر بتاوں گی کے یوسف کے ساتھ ساتھ تم بھی ملے ہوئے تھے اور فاز بھی سب جانتا۔۔۔"

ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی جب ہی عاشر نے پھرتی سے اس کے منہ پر ہتھیلی جماتے ہوئے اس کی تیز آواز کا گلہ گھونٹا۔

وہ دیوار سے لگی خونخوارنظروں سے اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کی مضبوط گرفت کے باعث ناکام ہی رہی تھی۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں تمہیں۔۔ اپنی زبان بند رکھنا ورنہ میں سچ میں جان سے مار دوں گا"

آنکھوں میں تپش لئے وہ سنگین انداز میں اسے دھمکاتے ہوئے جھٹکے سے چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"وحشی انسان۔۔۔"

دونوں ہاتھوں کو گالوں پر رکھ کر انھیں دباتے ہوئے وہ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے بڑبڑائی۔

"کیسے ہو ہیری؟" علی نے خوشگواری سے دریافت کیا۔ وہ اس وقت درس میں جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا جب باہر کھڑے ہیری کو دیکھ کر چونکا۔ پھر اس کے پاس چلا آیا۔

"فائن۔۔آپ کیسے ہیں؟"

"الحمدللہ۔۔تمہارا تو کسرٹ ہے نہ کل؟ کیا تیاری نہیں کر رہے اس کے لئے؟"

"تیاری کی ضرورت ہی نہیں۔ جتنی کرنی تھی اتنی میں کر چکا ہوں۔۔"

"اچھا اچھا آئزل سے ملنے آئے ہو؟

علی کو اس کی وہاں آمد کا مقصد یہی لگا تھا۔ آئزل اس سے خفا تھی۔ کچھ دنوں سے وہ اس سے ٹھیک سے بات بھی نہیں کر رہی تھی۔ یقیناً وہ اسی سے ملنے آیا ہو گا"

''نہیں وہ آج فرائیڈے ہے نا۔۔ میں آپ کے ساتھ درس میں جانے کے لیے آیا تھا''

وہ ہچکچاتے ہوئے کہہ کر علی کو خوشگوار حیرت سے دوچار کر گیا تھا۔

''اپنے کنسرٹ کی تیاری چھوڑ کر وہ اس کے ساتھ درس میں جانے کے لئے آیا تھا۔ ورنہ علی کو تو لگا تھا اس دن کے بعد شاید وہ دوبارہ کبھی نہ جائے۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو کافی لوگ پہلے سے وہاں آچکے تھے۔ جن میں سے کچھ کے چہرے نئے تھے اور کچھ وہی تھے جن سے وہ پچھلے جمعے کو مل چکا تھا۔ اس دن کی طرح آج بھی سب نے اس کا نہ صرف پر تپاک استقبال کیا بلکے کافی گرمجوشی سے اسے ملے تھے

جب پروفیسر شمس الرحمان وہاں داخل ہوئے تو بلند آواز سے سب کو سلام کر کے اپنی نشست کی جانب آ گئے۔ لیکن سب سے آگے والی لائن میں ہیری کو بیٹھے دیکھا تو ان کے چہرے پر بھی خوشی و مسرت کے تاثرات ابھرے تھے۔ نشست سنبھالنے سے پہلے انھوں نے ہیری سے مصافحہ کیا۔ اس کا حال احوال پوچھا پھر پہلی بار وہاں تشریف لانے والوں کو خوش آمدید کہنے کے ساتھ ساتھ ان کے حق میں دعا کی پھر درود شریف پڑھنے کے بعددرس کا باقاعدہ آغاز کیا۔

''میرے جتنے بھائی اپنے ٹف شیڈول میں سے وقت نکال کر اللہ اور اس کے رسولﷺ کے ذکر میں شریک ہوئے ہیں میری دعا ہے کے اللہ انھیں اس دنیا میں بھی اجر دے اور آخرت کی زندگی میں بھی دوگنا اجر دے۔میرے بھائیوں۔۔''اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔۔اور جو حد سے بڑھتے ہیں بے شک وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ہیں''

اللہ تم سے محبت کرتا ہے۔۔ اور جو محبت کرتا ہے وہ یہ تو نہیں چاہے گا کے تمہیں دکھ دے۔ تکلیف دے۔۔ جہنم میں تمہارا ٹھکانہ کرے۔۔ وہ تو چاہتا ہے کے تمہیں ہمیشہ کی زندگی میں جنت میں ٹھکانہ دے۔۔ وہاں کے محل۔ نہریں آبشاریں سب تمہاری ملکیت میں دے دے۔۔ بدلے میں وہ تم سے کیا

چاہتا ہے؟ کے صرف اتنا کے اس کی پسند کے سانچے میں ڈھل جاو۔۔وہ جو کہتا ہے اس کی بات مان لو۔۔ اس کی رضا میں راضی ہو جاو۔۔ کیا یہ اتنا مشکل ہے؟"

"یقیناً مشکل ہے۔۔۔ جن کے دل اللہ کی یاد سے محروم ہوتے ہیں ان کے لیے مشکل ہے۔۔ جو نماز کو ٹالتے ہیں ان کے لئے مشکل ہے۔۔۔ جو رسول اللہﷺ کی سنت کو کچھ نہیں سمجھتے ان کے لئے مشکل ہے۔۔۔ تم ذرا سی تکلیفیں سے گھبرا کر اللہ سے شکوے شکایتیں شروع کر دیتے ہو کے۔۔اللہ میں ہی کیوں؟ کیا یہ سب میرے ساتھ ہی ہونا تھا؟ ۔۔ کس قدر گمراہی میں پڑے ہیں یہ لوگ۔۔ اللہ تمہیں آزماتا ہے۔۔تاکے تمہیں خود سے قریب کر سکے۔۔ لیکن تم اتنا ہی اس سے دور بھاگتے ہو۔۔ اس سے دور بھاگ کر کہاں جاو گے؟ کس سے پناہ مانگو گے؟ ساری کائنات ہی اس کی ہے۔۔ایک ذرے پر بھی اس کی حکمرانی ہے۔۔تم کہاں چھپو گے؟ وہ تو تمہارے اندر رہتا ہے۔ تمہارے دل کی سرگوشیوں تک سے با خبر ہے۔۔ کیا اس سے پیچھا چھڑاو گے؟۔۔کس قدر نادان ہو تم۔۔"

"معلوم ہے جنھوں نے اللہ کو چھوڑا ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ ۔۔ پھر اللہ نے انھیں چھوڑ دیا۔۔۔اور جسے اللہ چھوڑ دیتا ہے نہ۔۔ وہ اس دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی ذلیل ہوگا۔۔ ہر ایک کو موقع ملتا ہے ہر ایک کو۔۔۔ اللہ کی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اگر کوئی تکبر کرتا ہے اور اللہ کو واحد نہیں مانتا تو پھر اللہ انھیں اسی دنیا کی رنگینیوں میں گم کر دیتا ہے۔۔ وہ اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اللہ سے منہ نہ موڑو۔۔اللہ کے سوا نہ کوئی تمہاری مدد کر سکتا ہے اور نہ تمہیں بچا سکتا ہے۔۔ شیطان کا راستہ تو جہنم کا راستہ ہے۔۔ وہ تو اس دنیا میں آیا ہی تمہیں اللہ سے دور کرنے کے لیے ہے۔۔

"کتنے کا دن آف ملا ہوا ہے تمہیں آفس سے؟"

"جب تک میرے باس کی شادی چل رہی ہے۔۔سچ بتاوں تو میں تو بہت ہی خوش ہوں اس کی شادی سے۔۔ اس کی توجہ تو ہٹے گی مجھ پر سے"

مالٹے چھیل کر اس کی قاشیں منہ میں ڈالتے ہوئے وہ کافی ریلیکس انداز میں بیٹھی اس سے محو گفتگو تھی۔

جب بھی اس کے پاس فری وقت ہوتا وہ کچھ دیر ماشا کے پاس ضرور گزارنے آیا کرتی تھی۔

"تمہیں اتنا برا کیوں لگتا ہے تمہارا باس ؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"کیوں کے مجھے وہ پسند نہیں۔۔"

"اور ناپسندیگی کی وجہ کیا ہے ؟"

"وہ میرا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے ماشا۔۔ اور یونی ٹائم پر تو ہماری بلکل بھی نہیں بنتی تھی۔ کوئی موقع نہیں چھوڑتے تھے ہم ایک دوسرے کو تنگ کرنے اور نیچا دکھانے کا۔۔ اتنے ٹائم بعد جب آمنا سامنا ہوا اور اسے موقع مل گیا مجھے تنگ کرنے کا تو بس فضول میں میرے پیچھے پڑا رہتا ہے"

اس کا انداز بے زاری لئے ہوئے تھا۔

"اگر تو اس کی شادی نہ ہو رہی ہوتی تو میں یہی کہتی کے یقیناً وہ تم میں انٹرسٹڈ ہوگا۔۔ جبھی توتمہارا اتنا خیال کرتا ہے۔۔ لیکن بد قسمتی سے اس کی تو شادی ہو رہی ہے"

"انٹرسٹڈ وہ بھی مجھ میں؟ کیا فضول بات کر رہی ہو ماشا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" مہماہ کی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔۔ اب دیکھو جس طرح سے تم اس کی باتیں کرتی ہو وہ تمہاری اتنی کیئر کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر تمہیں ٹوکتا بھی نہیں ہے باس کہنے کے لیے۔ تم اس کے مینیجر کے سامنے بھی اس کی عزت نہیں کرتیں اور وہ پھر بھی تمہیں کچھ نہیں کہتا۔۔"

یہ پہلو تو واقعی غور طلب تھا۔ لیکن وہ اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

"اگر وہ تمہیں نا پسند کرتا تو تمہیں جاب سے نہ نکال دیتا؟ لیکن وہ بہانے ڈھونڈ رہا ہے تمہیں روک رکھنے کے لئے"

"لیکن وہ کسی اور سے شادی کر رہا ہے؟" ماشا کے پرجوشی سے کہنے پر اس نے جتا کر کہا۔

"ہاں یہ بات بھی سوچنے والی ہے کے وہ ایسا کیوں کر رہا ہے"

"معلوم ہے مجھے وہ صرف ترس کھا رہا ہے مجھ پر۔۔ میری زندگی نے جو پلٹا کھایا ہے وہ واقف ہے اس سے"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"تم اوور تھنک کر رہی ہو"

ماشا نے خفگی سے کہا۔ لیکن وہ کوئی جواب دیے بنا چپ چاپ بچا ہوا مالٹا کھاتی رہی۔

"اچھا موڈ تو نہ خراب کرو۔۔ "

اسے چپ لگ جانے پر وہ لجاجت سے بولی۔

"ٹھیک ہے میرا موڈ۔۔"

وہ سابقہ انداز میں ہی بولی۔

امام صاحب کے حجرے میں موجود وہ ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ جس کے چہرے پر کچھ الجھن اور پریشانی تھی۔ شاہ صاحب کے تاثرات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔" مجھے یقین نہیں آرہا کے فاطم ایسا کر سکتا ہے ؟"

وہ سخت بے یقینی کا شکار لگتے تھے۔ " مجھے تو کافی تشویش ہو رہی ہے۔۔وہ کافی ضدی اور شدت پسند ہے۔۔"

"پریشان نہ ہو داریان۔۔ ایک بار وہ آجائے تو ہم اس سے بات کر کے دیکھتے ہیں"

"دعا کیجئے گا شاہ صاحب کے جو میں نے سنا ہے وہ سچ نہ ہو۔۔ اگر وہی حقیقت ہوئی تو بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا"

"اللہ نے چاہا تو ایسا کچھ نہیں ہوگا۔۔"

اسے تسلی دیتے ہوئے انھوں نے آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ پڑھا۔ اور کچھ ہی لمحوں میں وہاں جانی پہچانی سی خوشبو پھیل گئی۔

"السلام علیکم۔۔۔" اس نے ظاہر ہوتے ہوئے ان دونوں پر سلامتی بھیجی۔ لیکن جواباً داریان اور شاہ صاحب نے اتنی گرم جوشی سے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔

"کیا کوئی پریشانی ہے ؟" سمجھ تو وہ گیا تھا لیکن پھر بھی نا سمجھی سے پوچھا۔

"فاطم۔۔۔ تمہیں معلوم ہے نہ اللہ نے جنات کی حدود قائم کر رکھی ہیں؟ جنوں کو اجازت نہیں ہے انسانوں کو تنگ کرنے۔ ان کے ساتھ شرارتیں کرنے اور ان سے۔۔۔شادی کرنے کی"

وہ لب بھینچ گیا۔ اسکی آنکھوں میں شعلوں کی لپک سی دکھائی دینے لگی۔

"مجھے پسند ہے وہ لڑکی"

"لیکن وہ انسان ہے۔۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے نہایت افسوس ہو رہا ہے۔۔ تمہیں معلوم بھی ہے تمہارا رتبہ کیا ہے؟ اس کے باوجود تم یہ بچکانہ بات کر رہے ہو"

"میں مجبور ہوں۔۔ کم از کم اس کے معاملے میں میں بے بس ہوں"

"میں تمہیں پھر بھی خبردار کروں گا کے تم بعض آجاو۔ وہ کام مت کرو جو تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو"

ان دونوں کی گفتگو کے دوران وہ خاموشی سے انھیں بولتے ہوئے سن رہا تھا۔

"اب جب یہ ثابت ہو چکا ہے کے یہ والا نکاح نامہ جعلی نہیں ہے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کے وہ ریشام کا شرعی اور قانونی شوہر ہے"

میز پر پڑے نکاح نامے کو دیکھتے ہوئے وہاج تایا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"لیکن یہ بات ابھی تک ثابت نہیں ہوئی ہے کے وہ سعادت غازی کا پوتا ہونے کی جو بکواس کر رہا ہے وہ سچ ہے یا نہیں"

''بابا کو تو ایک چپ سی لگ گئی ہے-- وہ کسی سے کوئی بات ہی نہیں کر رہے ہیں-- خود کو اپنے کمرے میں محصور کر لیا ہے''

ضمیر غازی نے پیشانی مسلتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

''دادا جان کے انداز سے تو یہی لگ رہا ہے کے وہ جھوٹ نہیں بول رہا''

''جب جھوٹ نہیں بول رہا تو پھر یوسف بن کر وہ ڈرامہ لگانے کی کیا ضرورت تھی اسے؟'' وہ تلخی سے بولے۔

''انتہائی مکار انسان ہے-- ساری پلاننگ کر کے یہاں داخل ہوا تھا-- حویلی کے ملازمین تک تو اس نے اپنے ساتھ ملا رکھا تھا-- حویلی کی ایک ایک بات سے وہ با خبر ہے--- اسے ہماری ساری خامیوں کے بارے میں معلوم ہوگا-- یقیناً اتنا عرصہ جو اس نے یوسف بن کے یہاں گزارا ہے یونہی تو نہیں وقت برباد کیا ہوگا''

''بے شک تم سہی کہہ رہے ہو--اسے ہماری سب خامیوں اور کمزوریوں کے بارے میں معلوم ہے-- جبھی تو ریشام کا استعمال کیا اس نے''

وہاج تایا نے سالار کی بات سے پورا اتفاق کیا تھا۔

''کل ہی خلع کا نوٹس بھجوائے اسے--- ریشام کو اس شخص کے ہاتھوں استعمال ہونے نہیں دیا جا سکتا بلکل بھی-- اور میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہے کے میری اس سے شادی ہونے والی تھی۔ وہ پہلے اس حویلی کی عزت ہے-- میری عزت ہے-- میں نہیں چاہوں گا کے کوئی بھی منہ اٹھا کے آئے اور کچھ بھی بکواس کر کے چلا جائے'' اب وہ زہر خند لہجے میں بولا۔

''یہ معاملہ بھی نمٹ ہی جائے گا-- اور یہ مسئلہ ختم ہو تو ریشام اور سالار کے ساتھ ہی بریزے کی شادی کا بھی بندوبست کرو---''

''بریزے کی شادی؟--اس نے تو ابھی داخلہ لیا ہے آگے'' وجاہت غازی کے نخوت سے کہنے پر فاز نے نا سمجھی و حیرانگی سے کہا۔

''بس پڑھ لیا اس نے جتنا پڑھنا تھا۔ ایک نے پڑھ کر کیا نہال کر دیا ہمیں جو اسے بھی اب یونیورسٹی بھیجنا شروع کر دیں''

''لیکن اس سب میں بریزے کی کوئی غلطی نہیں ہے بابا---اس گناہ کی تلافی وہ کیوں کرے جو اس نے کیا ہی نہیں؟''

''مجھ سے بحث مت کرو عبیر--جو میں نے کہہ دیا بس کہہ دیا-- بابا جان سے میں خود بات کر لوں گا-- بریزے کی شادی بھی ریشام کے ساتھ ہی ہوگی--''

انھوں نے جیسے بات ہی ختم کر دی تھی۔

اس ساری گفتگو کے دوران وہ جو خاموش سا سنگل صوفے پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا ان سب کو سن رہا تھا۔ وجاہت غازی کی بات پر وہ یکلخت سیدھا ہو بیٹھا۔

''بریزے کی شادی مجھ سے ہوگی''

وہ جب بولا تو اس کا انداز سرد و سپاٹ تھا۔

''تمھارے علاوہ اور کس سے کریں گے؟''

جہاں عبیر نے بیزاری سے کہا وہیں وہاج غازی نے ناگواری سے عاشر کو دیکھا۔

''تم نے یہ خوش فہمی کب سے پال لی کے میں تم سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا؟''

وہاج غازی کے تمسخر سے کہنے پر وہ سب بری طرح چونکے تھے۔

یہ بات تو بڑوں کے درمیان شروع سے طے تھی کے ریشام کی شادی سالار سے ہوگی اور بریزے کی عاشر سے۔۔

لیکن وہاج غازی اپنی بات سے پھر رہے تھے۔

اس فیصلے سے انکار کر رہے تھے جو سعادت غازی نے کیا تھا۔

عاشر ان کا بھانجا تھا۔ انھیں عزیز بھی تھا۔ لیکن اپنی بیٹی کے لئے موضوع نہیں لگتا تھا۔ کیوں کے وہ کافی غیر ذمہ اور لا ابالی سی نیچر کا مالک تھا۔یہی بات انھیں کھلتی تھی کے وہ اپنی زندگی میں سنجیدہ کیوں نہیں ہوتا۔

"مجھ سے کیوں نہیں ہو سکتی اس کی شادی؟"

اس کا انداز پر تپش سا تھا۔

"تم مجھے اس قابل نہیں لگتے کے میری بیٹی سے شادی کرو۔" وہ تنفر سے بولے۔

"یہ آپ لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہیں؟"

سالار نے ناپسندیدگی سے اس بے موقع بحث کو دیکھا۔

"آپ چاہیں یا نہ چاہیں آپ کی بیٹی کی شادی مجھ سے ہی ہوگی"

وہ سر اٹھا کر بولا تو اس کا چہرہ اور انداز سفاکی لئے ہوئے تھا۔آنکھوں میں الگ شعلے دہک رہے تھے۔

"بات کرنے کی تمیز بھی بھول بیٹھے ہو کیا عاشر؟"

وجاہت غازی نے غصے سے اسے گھرکا۔

"اگر اس کی شادی کسی اور سے کرنے کا سوچا بھی تو یہیں قیامت ڈھا دوں گا"

"کیا پاگل ہو گئے ہو تم ؟"

سالار نے سخت ناگواری سے کہتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھانے چاہے تھے جبھی عبیر نے پھرتی سے اسے بازو سے پکڑ کر عاشر کے قریب جانے سے روکا۔

"ٹھہر جاو -- عاشر نہیں ہے وہ"

عبیر کے چہرے پر پسینہ نمودار ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب عاشر نہیں ہے؟ کون ہے پھر؟"

وہ تڑک کر بولا۔ لیکن تبھی اس نے بڑی سی شیشے کی سینٹرل ٹیبل ایک ہاتھ سے اٹھا کر جارحانہ انداز میں پلٹ دی تھی۔ جو اتنی بھاری تھی کے اسے کھسکانے کے لئے بھی تین چار لوگ درکار ہوتے تھے۔

وہ سب ابھی دنگ نظروں سے اسے دیکھ ہی رہے تھے کے ساتھ ہی اچانک ہی گلاس وال اور بڑی سی کھڑکیوں کے شیشے چھناکے سے ٹوٹے--ایک تیز سی آواز سارے میں پھیل گئی تھی۔ ساری لائیٹس خود بخود بند کھول ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے اسے ؟"

وہ سب شدید حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوفزدہ بھی ہو چکے تھے۔ یوں لگتا تھا جانے کتنی زور آور قوتیں اس کے اندر آ گئیں ہوں۔

ابھی وہ ریشام کے مسئلے سے ہی نہ نکل پائے تھے یہ نئی افتاد آ پڑی تھی۔

لکڑی کے بنے خوبصورت سے گھر کی ساری لائٹس آف تھیں۔ماسوائے اس ایک کمرے کے۔جس کے بند دروازے کے نیچے سے پتلی سی روشنی کی لکیر باہر آ رہی تھی۔

جب ہی ایک جھٹکے سے وہ دروازہ کھولا گیا۔

ہیری نے ہڑبڑا کے نو وارد کو دیکھا۔

"کیا کر رہے ہو تم اس وقت؟"

وہ اس کی ماں تھی۔ جو اس وقت غم و غصے کا شکار لگ رہی تھی۔

"تم پھر وہی کتاب پڑھ رہے ہو؟"

اس کے ہاتھ میں قرآن پاک کی تفسیر دیکھ کر وہ طیش سے بولی۔

"کل تمہارا کنسرٹ ہے ہیری۔۔ بجائے تم اس پر توجہ دینے کے یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں اپنی تیاری کر چکا ہوں ممی۔۔۔نیند نہیں آرہی تھی تو بس ویسے ہی پڑھ رہا تھا"

اس نے جلدی سے بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بند کرو اسے اور سونے کی کوشش کرو۔۔۔ اور جہاں سے یہ کتابیں لے کر آئے ہو کل یہ سب واپس کرو انھیں جا کے۔۔"

اس کی ماں کو معلوم تھا اس کی سائڈ ٹیبل کی ڈرا میں کتنی اسلامی کتابیں پڑی تھیں۔ وہ اس کی بابت اسے وارن کر رہی تھی۔

"اور میری بات سنو تم۔۔ آئزل کے کزن کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔۔ وہ لڑکی کم تھی تمہارا برین واش کرنے لئے جو اب اس کا کزن بھی آن پہنچا؟"

''وہ میرے دوست ہیں'' وہ تذبذب سے بولا۔

''دوستی کرنی ہے تو اپنے جیسے اپنے مذہب کے لوگوں سے کرو۔۔ تم نہیں جانتے ان مسلمز کو''

''مسلمان ایسے نہیں ہوتے جیسے ہمارا میڈیا انھیں شو کرتا ہے۔۔ ''

''تم مجھ سے بحث کر رہے ہو ہیری؟'' وہ شدید شاکی تھیں۔

''سوری ممی'' اس نے نظریں نیچی کر کے ترنت معافی مانگی۔

''بند کرو اسے۔۔اور سو جاو ''

''دوبارہ تمہارے کمرے کی لائٹ جلی ہوئی نہ دیکھوں میں''

اسے تنبیہ کرتے ہوئے جب وہ روم سے نکل کر چلی گئیں تو ہیری نے ناچاہتے ہوئے بھی تفسیر کو چومنے کے شیلف پر رکھ دیا تھا۔

''جب کل صبح تم گھر سے نکل رہی تھیں تو تب یہ سوٹ نہیں پہنا ہوا تھا تم نے''

گلاس لبوں سے لگائے پانی کے گھونٹ اس کے حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔ جنھیں بمشکل نیچے اتارتے ہوئے اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کے سارہ کو دیکھا جو جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اور یہ شال بھی تمہاری نہیں ہے ۔۔ہے ناں؟''

اب کے اس نے غور سے اس مردانہ شال کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا جو ریشام نے ابھی بھی خود کے گرد لپیٹی ہوئی تھی۔

اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا کے وہ کیا کہے--

اب یہ تو کہہ نہیں سکتی تھی کے انس غازی نے اس کی آمد سے پہلے ہی پوری وارڈ روب نئے ملبوسات سے بھر رکھی تھی۔

"کن باتوں میں پڑ رہی ہو سارہ؟ --- اسے آرام کرنے دو"

رائمہ غازی نے اس کے چہرے پر تذبذب کے رنگ دیکھے تو سارہ سے بولیں۔

وہ سب اس سے ایسے ہمدردی کر رہے تھے جیسے انس اسے سچ میں گن پوائنٹ پر اغواء کر کے لے کر گیا ہو۔

زاریہ غازی تو کتنی ہی دیر اسے خود سے لپٹائے روتی رہی تھیں

"وہ انسان اس حویلی کی عزتوں سے کھیل رہا ہے اور یہ اس کی شال کو سینے سے لگا کر بیٹھی ہے-- یہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے جتنی یہ دونوں بنا کر پیش کر رہے--کچھ تو ضرور ہے جو یہ بھی چھپا رہی ہے اور وہ یوسف عرف انس غازی بھی چھپا رہا ہے"

سفینہ تائی نے گھاگ نظروں سے ریشام کے چہرے کے اتار چڑھاو دیکھتے ہوئے پرسوچ اور تیز لہجے میں کہا تو اس نے مدد طلب نظروں سے رائمہ کو دیکھا۔

"بھابھی جو بھی بات ہوگی وہ سامنے آ ہی جائے گی--اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے"

انھوں نے لہجے کو نرمی رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ورنہ سفینہ کے اتنے سوال کرنے پر وہ بھی ناگواری محسوس کر رہی تھیں۔

لیکن ان کی فطرت سے واقف تھی اس لئے جواباً کچھ نہیں کہہ رہی تھیں۔

"ہنہہ--"

وہ نخوت سے ہنکارا بھرتے ہوئے وہاں سے نکلیں تو ان کے پیچھے رائمہ سمیت سب ہی نکل گئی تھیں۔ صرف بریزے اس کے پاس موجود تھی۔

شکست خوردہ سے سعادت غازی نے خود کو اپنے کمرے میں مقید کر لیا تھا۔ ریشام کے علاوہ انھوں نے کسی کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

وہ فکرمندی سے ان کا ہاتھ میں ہاتھوں میں لئے بیٹھی تھی۔ جن کے چہرے پر گہرا کرب تھا۔

"کیا وہ سچ کہہ رہا تھا دادا جان؟"

"کیا وہ سچ میں آپ کا پوتا ہے؟"

وہ دھیمے لہجے میں ان سے استفسار کیے جا رہی تھی جو آنکھیں موندیں بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے ماضی کے اوراق کو کھول کر پڑھنا شروع ہو چکے تھے۔

گہری کالی رات میں تیز بارش کی بوچھاڑوں نے ہر طرف جل تھل سا مچا دیا تھا۔ بجلی کے کڑکنے سے لمحے بھر کے لیے سارے میں خوفناک سی روشنی پھیل جاتی تھی۔ پھر دوسرے ہی سیکنڈ وہی گھپ اندھیرا چھا جاتا۔

گھر کی اندرونی عمارت میں زہرا خاتون وجاہت اور وہاج کے ساتھ بے خبر سوئی ہوئی تھیں جن کی عمریں دو اور چار سال کے لگ بھگ تھیں۔ جبکے سعادت غازی باہر دالان میں شیڈ کے نیچے کھڑے اس

عورت کو حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے وہاں سے چلے جانے کے لیے کہہ رہے تھے جس نے ایک چھوٹے سے روتے بلکتے بچے کو سینے سے لگا رکھا تھا۔

"آپ میرے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیوں کر رہے ہیں؟۔۔ آپ اپنے خون سے کیسے نا واقف ہو سکتے ہیں۔۔یہ آپ کا ہی بیٹا ہے۔۔ میرا اور آپ کا۔۔"

"بس بہت سن لی میں نے تمہاری بکواس۔۔۔۔ دو منٹ میں یہاں سے نکل جاو اور دوبارہ تم نے یہاں قدم رکھنے کی جرت بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔"

سفاکی سے کہتے ہوئے انھوں نے اس عورت کو بے دردی سے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے دروازے سے باہر نکال کر کنڈی لگا دی تھی۔

انھیں نہیں معلوم پڑا کے وہ عورت کتنی دیر تک اس طوفانی بارش میں اس چوکھٹ پر بیٹھی اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ خود بھی بلک بلک کر روتی رہی تھی۔

ریشام کا دل لرز رہا تھا۔ آنکھوں میں نمکین پانی جمع تھا۔

لب کاٹتے ہوئے وہ انھیں دھیمی آواز میں کہتے ہوئے سن رہی تھی۔

"اس کا نام حلیمہ تھا۔۔"

ماضی کا کرب آنسو کی شکل میں سعادت غازی کی آنکھ سے ٹپکا۔

"تمہاری دادی زہرہ سے میری شادی میرے ماں باپ نے اپنی مرضی سے کروائی تھی۔ شادی کے کچھ ہی وقت بعد جب مجھ پر ذمہ داریاں ڈالی گئی تو میں نے بھی گاوں جا کر زمینوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ واپسی میں میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ اور وقت بھی کافی زیادہ ہو گیا تھا۔ رہنے کا کوئی

ٹھکانہ نہ تھا۔ جہاں ہماری رہائش ہوا کرتی تھی وہ جگہ بھی دور تھی۔ وہاں تک پیدل جانا بھی ممکن نہ تھا۔ ایسے میں حلیمہ کے باپ نے مجھے رات اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ میرے آرام کا ہر ممکن سامان کیا۔ جب پہلی بار اسے دیکھا تو مجھے لگا جیسے مجھے میری منزل مقصود مل گئی ہو۔۔ میں نے بہانے بہانے سے ان کے گھر جانا شروع کر دیا۔ اس کا باپ بھی یہ بات سمجھ گیا تھا کے میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔۔ پھر اس نے ایک دن مجھ سے حلیمہ سے شادی کرنے کو کہہ دیا۔۔ پہلے تو مجھے سمجھ ہی نہیں آیا کے میں کیا کہوں۔۔ کیوں کے میں پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ تھا۔

لیکن وہ یہ بات نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسی کا فائدہ اٹھا کر حلیمہ سے نکاح کر لیا۔۔ لیکن اسے حویلی نہیں لے کر آیا کبھی۔۔ جب بھی میں گاوں جاتا وہ مجھ سے ایک ہی فرمائش کرتی کے اسے حویلی جانا ہے۔۔ میں ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اسے ٹال دیتا۔

پھر جب اس کے باپ نے بھی دبے لفظوں میں کہنا شروع کیا تو مجھے بے زاری ہونے لگی۔۔ کیوں کے حلیمہ میں مجھے پہلے جیسی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ میں اپنی خاندانی بیوی اور بچوں کے ساتھ خوش تھا۔

پھر آہستہ آہستہ میں نے گاوں جانا بلکل ہی چھوڑ دیا۔ جب کبھی زمینوں پر جانا ہوتا تو میں وہیں سے پلٹ آتا۔ حلیمہ کے پاس نہیں جایا کرتا تھا۔

ایک روز اطلاع ملی کے حلیمہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ماں تو اس کی پہلے ہی نہیں تھی۔

مجھے افسوس ہوا۔ خود کو ملامت کی۔۔۔ پھر ارادہ بھی کیا وہاں جانے کا لیکن زہرہ کی طبعیت خرابی کی وجہ سے میں جا نہیں سکا۔۔اور پھر آہستہ آہستہ وہ میرے ذہن سے محو ہوتی بلکل ہی نکل گئی۔ میں اسے بھول چکا تھا۔ لیکن پھر اس نے حویلی کے دروازے پر دستک دی۔"

لمحے بھر کو سانس لینے کے لئے وہ رکے تو ریشام نے ا

میں ڈر گیا تھا۔۔ اگر تو اس کے بارے میں میرے گھر والے جان جاتے تو میرے لئے مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔ زہرہ مجھ سے بد ظن ہو جاتی اور سب سے بڑھ کر مجھے جائیداد سے عاق کر دیا جاتا چھپ کر دوسری شادی کرنے پر۔۔۔اسے لئے میں نے اسے دھتکار دیا۔۔ اور اسے ڈرا دھمکا کر وہاں سے بھیج دیا۔۔۔ "

"آپ نے دوبارہ کبھی انھیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی دادا؟"

ان کی آپ بیتی سنتی ریشام نے بھیگے لہجے میں پوچھا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد میرے ضمیر نے مجھے ملامت کرنا شروع کر دیا۔ میرا گناہ مجھے سونے نہیں دیتا تھا۔۔ میں نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی۔۔ اپنے سارے ذرائع استعمال کیے اسے تلاش کرنے میں۔۔ لیکن اس دن کے بعد وہ دوبارہ نہیں ملی۔۔۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہونے کے باوجود بھی میرا دل اس بچے کے لئے روتا تھا جو برستی بارش میں بھوک سے بلک رہا تھا۔ جی چاہتا کے بس وہ کہیں سے میرے پاس آجائے تو میں اسے سینے سے لگا لوں۔۔ وہ میرا ہی خون تھا۔۔ میرا بیٹا تھا جسے وہ رضا کہہ کر پکار رہی تھی۔ اور جب میں امید ہی کھو بیٹھا تھا تو اللہ نے کیسے مجھے اس سے ملا دیا۔۔"

برستی آنکھوں سے انھوں نے ریشام کو دیکھا۔

"اتنے عرصے بعد مجھے اس کے زندہ ہونے کی نوید مل گئی۔۔ معلوم نہیں حلیمہ حیات ہوگی یا نہیں۔۔انس کو فون کرو تم۔۔اسے کہو اپنے باپ کو میرے پاس لے کر آئے"

ریشام کے ہاتھ پکڑے وہ کسی بچے کی طرح اس سے التجا کر رہے تھے۔

"یہ چین۔۔"

سعادت غازی نے بری طرح چونک کر اس کے گلے میں موجود اس چین کو دیکھا۔

"یہ مجھے۔۔۔"

ریشام اس کو انگلیوں میں تھامے یہ کہنے میں ہچکچا رہی تھی کے وہ انس نے اسے پہنائی تھی۔

"حلیمہ کو دیا گیا یہ میرا واحد تحفہ تھا ریشام۔۔"

ان کی بات پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

حویلی کے اندرونی عمارت میں موجود لوگوں کو خبر ہی نہیں تھی کے باہر بیٹھک میں کیا طوفان آیا ہوا تھا۔

سربراہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا وہ اس وقت اپنے آپ میں نہیں لگ رہا تھا۔لہو چھلکاتی نگاہوں سے غیر مرئی نقطے کو دیکھتا ان سب کا خون خشک کیۓ جا رہا تھا۔

"حویلی میں اتنا سب ہوتا رہا اور تم نے ہمیں کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی؟"

وجاہت غازی عبیر پر برس رہے تھے جس نے ساری بات ان کے گوش گزار کی تھی۔

"سوری بابا۔۔لیکن مجھے خود بہت بعد میں پتا چلا تھا"

وہ ندامت سے بولا۔

کچھ دیر پہلے جو بیٹھک پر تعیش اور آرائشوں سے آراستہ تھی وہ اب جنگ کے بعد کا منظر پیش کر رہی تھی۔

فاطم نے جی بھر کے اپنا اشتعال وہاں نکالا تھا۔ جو ابھی بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

شام فراق اب نہ پوچھ آئی اور آ کے ٹل گئی

دل تھا کے پھر بہل گیا، جاں تھی کے پھر سنبھل گئی

"میرا فون دیکھا ہے تم نے؟"

اس نے روم میں آتے ہی بے صبری سے بریزے سے پوچھا۔

"تمہارا فون تو عبیر بھائی کے پاس ہے"

"ان کے پاس؟"

ریشام نے پہلے چونکی۔

"ان کے پاس کیوں ہے میرا فون؟"

پھر حیرانگی اور ناپسندیدگی سے بولی۔

"تمہارا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ نہ ہی تم سے کوئی کونٹیکٹ ہو پارہا تھا تو انھوں نے مجھ سے مانگا تھا شاید اس سے کچھ پتا چل جائے" وہ شانے اچکا کر بولی۔

"اوہ۔۔"

اس نے گہری سانس بھری۔ اتنا حوصلہ نہیں تھا اس میں کے جا کر عبیر سے اپنے فون کے بارے میں سوال کرتی۔

"تمہارا فون دو مجھے"

"کس سے بات کرنی ہے تمہیں؟"

"میں تمہیں کیوں بتاوں مجھے کس سے بات کرنی ہے"

"مت بتاو معلوم ہے مجھے یوسف کو ہی کرنی ہوگی۔۔ویسے ماننا پڑے گا۔۔ یہ پہلا انسان ہے جس نے سعدین حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجائی ہے"

"چپ رہو بریزے۔۔اور باہر جاو تم"

سائیڈ ٹیبل پر پڑا اس کا فون اٹھا کر وہ بے زاری سے ٹوک گئی۔

"ایسی کون سی باتیں کرنی ہیں تمہیں اس سے جو میرے سامنے نہیں ہو سکتی؟" وہ چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"جا رہی ہو یا نہیں؟"

ریشام نے گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی جا رہی ہوں۔ کر لو تم سکون سے بات"

وہ اسے چھوڑ کر روم سے باہر نکل تھی۔

وہ اس وقت تھانے میں ڈی ایس پی کے روم میں موجود رضا غازی سے ڈانٹ سننے میں مصروف تھا۔

"آخر تمہیں ضرورت ہی کیا تھی وہاں اکیلے جانے کی؟"

"اکیلے نہیں گیا تھا بابا۔۔۔"

"معلوم ہے مجھے پوری فوج کو لے کر گئے تھے اپنے ساتھ۔۔لیکن تم گئے ہی کیوں تھے وہاں جب میں نے تمہیں منع کر رکھا تھا"

"ریشام کو چھوڑنے گیا تھا۔۔وہ واپس جانا چاہتی تھی۔۔اسے معلوم پڑ گیا تھا کے میں یوسف نہیں انس ہی ہوں"

"تم نے اپنی مرضی جو کرنا تھا کر لیا لیکن اب صرف وہی ہوگا جو وہی بچی چاہے گی۔۔اگر وہ تم سے علیحدگی بھی چاہے گی تو تم اسے پریشرائز کئے بنا اسے ڈائیورس دو گے"

وہ انگلی اٹھا کر باور کرواتے ہوئے بولے۔

"آپ جیسا چاہیں گے میں ویسا ہی کروں گا"

وہ اس کی اتنی فرمانبرداری پر اسے گھور کر رہ گئے۔ اب انھیں کیا معلوم کے ان کے لاڈلے بیٹے نے اس بچی سے بلینک پیپر پر سائن کروا رکھے ہیں۔

تھانے سے باہر آتے ہی وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھول ہی رہا تھا کے جبھی ہاتھ میں موجود فون وائبریٹ ہوا۔

نمبر ان نون تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے فوراً کال پک تھی۔ اس امید پر کے شاید اسی دشمن جاں کا فون ہو۔

"پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"تم نے بتایا کیوں نہیں مجھے؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"آپ کو جانے کی ہی اتنی جلدی تھی۔۔ آپ کچھ دیر رک جاتیں تو میں بتا دیتا تو آپ کو ساری بات"

دوسری جانب اس کا لہجہ کافی خوشگوار تھا۔

"دادا جان بلا رہے ہیں تمہارے بابا کو"

ریشام نے آہستگی سے کہا.

"اور ان کے باقی بیٹے؟"

"وہ سب تو میٹنگ میں مصروف ہیں۔۔ کل ہی خلع کا نوٹس بھیجنے کا ارادہ ہے ان کا"

کھڑکی کے پاس کھڑی وہ باہر کا منظر دیکھتے ہوئے گلے میں پڑی چین کو دو انگلیوں سے چھیڑتی کہہ رہی تھی۔

"پہلے تو آپ ہی دستخط کریں گی!" اس کا انداز جتانے والا اور بہت کچھ یاد کروانے والا تھا۔

"تمہیں ضمانت دی تھی۔۔میں کیسے وہ پیپر سائن کر سکتی ہوں؟"

لمحے کو اس نے طمانیت سے آنکھیں بند کی تھیں۔ دل میں ڈھیروں سکون اترتا محسوس ہوا۔ لیکن کہیں ایک انجانا سا ڈر بھی تھا۔

"اور اگر کسی نے دباؤ ڈالا تو"

"دادا جان کے ہوتے ہوئے کوئی مجھے پریشرائز نہیں کر سکتا۔۔ اور اگر پھر بھی حالات سازگار نہ ہوئے تو۔۔۔"

"تو آپ مجھے کال کر دیجئے گا۔۔میں آجاوں گا آپ کو لینے"

اس کی بات کاٹ کر وہ ترنت بولا۔

"تم اتنا پروٹوکول اپنے ساتھ لے کر آتے ہو کے گاوں والے پریشان ہو جاتے ہیں کے سعدین حویلی پر ناجانے کس نے حملہ کر دیا ہے"

ریشام نے مصنوئی خفگی سے کہا۔

"آپ کی شان میں اتنا پروٹوکول لانا تو بنتا ہی ہے"

اس کا گہرا انداز اس کی دھڑکن کی رفتار بڑھا گیا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی اتنا عرصہ تک غریبی اور مفلسی کا رونا روتے رہے میرے سامنے؟"

اس کا غصہ عود کر آیا۔

"ریشام بی بی میرے اصل مقصد سے تو آپ آگاہ ہو ہی گئی ہیں۔۔ میں نہیں چاہتا تھا کے میرے انتقام کی زد میں آپ آئیں۔۔اسی لئے آپ کو نظر انداز کرتا رہتا تھا کے شاید آپ پیچھے ہٹ جائیں۔۔لیکن آپ نے تو مجھے اپنے ہی جان میں پھنسا لیا۔۔آپ نے میرے مقصد کے درمیان میں آ کر مجھے کمزور کر دیا۔۔"

"تم تو جیسے بہت معصوم اور شریف انسان تھے ناں؟" وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"کوئی شک نہیں جب میں پہلی بار حویلی میں داخل ہوا تھا تو میں ایسا ہی تھا۔۔ لیکن آپ کی نظر کرم مجھ پر پڑنے کی دیر تھی کے آپ کی صحبت میں رہ رہ کر میں بھی آپ کے جیسا ہو گیا"

"ہنہ رہنے دو بس۔۔ اپنی غلطی تم مانتے ہی کہاں ہو"

وہ نخوت سے بولی۔

"انتظار کیجئے گا۔۔میں بہت جلد آوں گا۔۔"

بھاری لب و لہجے میں کہتے ہوئے وہ رابطہ منقطع کر چکا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی فون کو کان سے لگائے آنکھیں بند کیئے کھڑی رہی تھی۔۔اس کا انتظار تو ابھی سے شروع ہو چکا تھا۔

وہ ایک پوش اور سرسبز سا علاقہ تھا۔ جہاں کی صاف ستھری سڑکوں پر اس کی گاڑی دوڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ ڈیش بورڈ پر پڑے فون کی اسکرین پر گوگل میپ اسے راستہ دکھا رہا تھا۔ یقیناً جس جگہ وہ جا رہا تھا اس کے راستوں سے آشنا نہیں تھا۔ چند منٹوں بعد اس نے بڑے سے سفید گیٹ کے پاس اپنی گاڑی لے جا کر روکی۔

آنکھوں پر سے ڈارک گلاسز اتار کر گریبان میں اٹکاتے ہوئے وہ فون اٹھا کر باہر نکل آیا۔ ایک نظر فون کی اسکرین کو دیکھنے کے بعد دروازے کے ساتھ ہی لگی نیم پلیٹ کو دیکھا جہاں سنہری لفظوں میں غازی مینشن لکھا تھا۔ جس کے نیچے ہی بریکٹ میں لکھا "ڈی ایس پی رضا غازی" دیکھ کر اسے اطمینان ہو گیا کے وہ سہی جگہ پہنچا تھا۔

دو قدم آگے بڑھ کے اس نے بیل بجا دی۔

کچھ ہی دیر میں دروازہ کھل گیا تھا۔

وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو دروازے کھولے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی اس کی آمد کا مقصد جاننا چاہتی تھی۔

وہ چھوٹی سی کم عمر لڑکی یقیناً انس غازی کی بہن ماشا غازی ہی تھی۔

''انٹرسٹنگ۔۔'' سالار کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

''السلام و علیکم۔۔مجھے سالار غازی کہتے ہیں۔۔کیا میں آپ کے بھائی سے مل سکتا ہوں؟''

وہ کافی نرمی اور خوشگواری سے پوچھتا اسے تذبذب کا شکار کر گیا۔

آج سے پہلے کبھی کسی نے اس دروازے پر آکر انس کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

''آپ میرے بھائ کو کیسے جانتے ہیں؟''

وہ اس کے سر نیم پر بری طرح چونک کر پوچھ بیٹھی۔

''کیا تمہارے بھائی نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟''

''کس بارے میں نہیں بتایا؟''

''یہی کے میں میں تمہارا کزن ہوں''

''میرے کزن؟؟ میں نے توآپ کوآج سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں۔۔آپ میرے کزن کیسے ہو سکتے ہیں؟؟''

وہ اب مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی

مہاد اور دائم کو جلد آنے کی یقین دہانی کرتے ہوئے وہ کہنیوں تک پہنچی ہوئی آستینوں کو نیچے کرتے ہوئے مسجد جانے کے لیے نکل رہا تھا۔

اس کی پیشانی اورچہرے سے ابھی بھی وضو کے قطرے چمک رہے تھے۔

گھر سے نکلتے ہی جب برابر میں انس کے گھر کے پاس کھڑی ایک انجان گاڑی کو دیکھا تو بری طرح چونکا۔

اپنی چھٹی حس پر خبردار ہوتے ہوئے وہ تیزی سے قدم اٹھاتا وہاں پہنچا جہاں ماشا ابھی بھی آدھا دروازہ کھولے اس سے تفتیش کر رہی تھی۔

"میں کیسے یقین کر لوں کے آپ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟؟"

"اس کی الجھن زدہ سی آواز داریان کے کانوں سے بھی ٹکرائی تھی۔

ابھی سالار اس کی بات کا جواب دینے ہی لگا تھا جبھی اس کی آمد پر خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

وہیں ماشا بھی اسے دیکھ کر گڑبڑا اٹھی تھی۔ پہلے کی نسبت اب اسے داریان سے خوف آتا تھا۔ دائم اور مہد کی زبانی وہ کہانیاں سن کر اسے پکا یقین ہو چلا تھا کے داریان کا تعلق صرف جنات سے نہیں ہے۔ بلکے وہ بھی کوئی چھوٹا موٹا سا جن ہی ہے۔۔

"اندر جاو۔۔"

اس نے سنجیدگی سے ماشا کو حکم جاری کیا۔

"یہ خود کو میرے کزن کہہ رہے ہیں اور میں تو۔۔۔"

"میں نے کہا نہ اندر جاو۔۔"

اس کے سخت انداز پر ماشا کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ کینہ طوز نظروں سے دیکھتی وہ دروازہ پٹخ کے بند کرتی اندر چلی گئی تھی۔

"آپ کی تعریف؟"

سالار نے سر سے پیر تک اس سفید کرتا شلوار میں موجود داریان کو تکا۔

جو چہرے کے نقوش سے فارنر لگتا تھا

"داریان درانی نام ہے میرا۔۔ میں انس غازی کا دوست ہوں"

اس کی نیلی آنکھوں کی طرح اس کی آواز میں بھی نرمی کا شائبہ نہیں تھا۔

"میں یہاں انس سے ملنے آیا تھا۔۔شاید وہ گھر پر موجود نہیں ہے"

اسے صاف لہجے میں روانی سے اردو بولتے دیکھ سالار نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد کہا۔

"وہ نہیں ہے۔۔لیکن میں ہوں!"

"لیکن میں جس سلسلے میں اس سے بات کرنے آیا تھا وہ تم سے نہیں کر سکتا"

"لیکن میں بتا چکا ہوں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے"

"مجھے انتظار کرنے میں کوئی ایشو نہیں ہے"

اس کا وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں لگ رہا تھا

"داریان میں نے کب سے تمہیں کہہ رکھا ہے ان کتابوں کا آخر کب لا کر دو گے؟"

پشت سے ابھری آواز پر سالار غازی کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھی یہ نہیں جانتی تھی کے داریان کے سامنے کون کھڑا ہے۔ اسے صرف اس کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔

"اگر شام تک میری کتابیں نہیں ملیں تو خیر نہیں ہوگی تمہاری!"

وہ اب کافی سنگین انداز میں اسے دھمکا رہی تھی۔

"شام سے پہلے ہی لا دوں گا"

"پکا؟"

اس کے یقین دہانی کروانے پر بھی اسے اعتبار نہیں تھا۔

"یہ کون ہے؟"

ساتھ ہی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اشاروں کنائیوں میں اس سے دریافت کیا۔

لیکن داریان کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ خود ہی رخ موڑ گیا۔

مہر ماہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے گرتے گرتے بچی۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے سالار غازی اسے سر راہ بھی مل سکتا ہے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

وہ شاک زدہ سی بولی۔

"کیا تمہارا گھر پاس میں ہی ہے؟"

اس کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو اس کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

ایسا پہلی بار ہی ہوا تھا کے نماز میں بھی اس کا دھیان کہیں اور لگا ہوا تھا۔

نماز پڑھ کے وہ جب گھر کے دروازے پر پہنچا تو تبھی ایک بائک سوار نے اس کے قریب اپنی بائک لا کر روکی۔

پھر ہیلمٹ اتار کر بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے غور سے داریان کی شکل دیکھی۔

''بابا سے ڈانٹ تو میں نے سنی ہے--چہرہ تمہارا کیوں اترا ہوا ہے؟--کیا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟'' اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

''مسئلہ خود چل کر یہاں پہنچ چکا ہے''

''کیا مطلب؟ کون آیا ہے سعدین حویلی سے؟'' داریان کی بات پر اس نے چونک کرپوچھا۔

''وہی جس کی نا ہونے والی بیوی کو تم نے اپنے نکاح میں لے رکھا ہے''

اس کے شانے ڈھیلے پڑے۔ انس کو معلوم تھا کے وہ ضرور آئے گا۔

وہ خاموش بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''کہاں پر ہے؟ کیا گھر میں ہے؟''

''تمہاری بہن نے اسے گھر میں گھسنے ہی نہیں دیا--اسے یقین نہیں آرہا تھا کے اس کا بھی کوئی کزن اس دنیا میں ہو سکتا ہے''

''داریان کے کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

سلطان زہیر کے چھوٹے لیکن نفاست سے سجے ڈرائنگ روم میں وہ سنگل صوفے پر آرام دہ انداز میں بیٹھا ان سے اس طرح گفتگو کر رہا تھے جیسے ان سے برسوں کی آشنائی ہو۔

''مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کے مہراہ تمہارے پاس جاب کرتی ہے''

''ویسے تم دونوں کی تو یونیورسٹی لائف میں کبھی بنی ہی نہیں تھی ایک دوسرے سے--''

''جب حالات بدلتے ہیں نا بابا تو ناپسند لوگوں کو برداشت کرنا بھی انسان سیکھ ہی جاتا ہے'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

''ویسے انکل آپ کی بیٹی پڑھائی سے زیادہ اپنے کپڑوں پر توجہ دیا کرتی تھی۔۔ لیکن اب دیکھیں تو اتنے فلسفے بولتی ہے کے اپنی کتابیں لانچ کر دے مارکیٹ میں'' اس کی نسبت سالار کا انداز شوخ سا تھا۔

''میری بیٹی بہت بدل گئی ہے۔۔۔ ''

''میں نے آسائیشوں کا عادی بنا کر اسے جاب کے لئے دھکے کھانوں پر مجبور کر دیا۔۔ چاہے کسی انسان کے پاس کتنا ہی مال و دولت کیوں نہ ہو۔۔ اسے اپنے بچوں کو ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار میں اتنا نہیں بگاڑنا چاہیئے کے جب وقت بدلے اور ہاتھ میں کچھ نہ رہے تو اس کے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بجائے اس وقت کو یاد کر کے شکوے کریں کے ہم اتنے خوشحال تھے اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔''

''بابا آپ کن باتوں میں لگ گئے ہیں؟'' مہماہ نے انھیں ٹوکتے ہوئے ساتھ ہی سالار کو کہا۔

''چلیں؟ آپ کو دیر ہو رہی ہو گی''

''تمہاری ماں کھانا تیار کر رہی ہے بیٹا''

وہ اسے اتنی جلدی بھیجنے پر رضامند نہیں تھے۔

''بابا انھیں میٹنگ میں شرکت کرنی ہے یہ پھر کسی کھا لیں گے'' مہ ماہ اسے جلد سے جلد وہاں چلتا کرنا چاہتی تھی۔

''میری میٹنگ کینسل ہو گئی ہے۔۔''

اس کے اطلاع دینے پر مہماہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہی ہوا۔۔جاو تم بھی اپنی ماں کے ساتھ ہاتھ بٹاو کچن میں" سلطان صاحب نے اسے وہاں سے بھیج ہی دیا تھا۔

وہ اچانک گہری نیند سے جاگتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ بھاری ہوتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ بیڈ سے اتر گیا۔

ایک عجیب سی بے چینی نے اس کے وجود کو جکڑا ہوا تھا۔ کمرے کی گھٹن کو کم کرنے کے لیے اس نے دبیز پردوں کو ایک جانب کھسکا کر ساری کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ جہاں سے نظر آتا باہر کا منظر دیکھ کر وہ چونکا۔ کافی سارے مزدور بیٹھک کی جانب کام میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔ اسے لگا شاید سعادت غازی بیٹھک میں رینیویشن کروا رہے ہیں۔

"اتنی ٹینس ماحول میں نانا جان کو آخر بیٹھک کی تزئین و آرائش کا خیال کیسے آ سکتا ہے"

وہ بڑبڑاتے ہوئے شاور لینے کے بعد فریش سا ہو کر روم سے باہر نکل آیا۔

جینز پر وائٹ شرٹ پہنے ملازم کو چائے لانے کا کہہ کر وہ باہر لان میں ہی آ گیا تھا۔ جہاں فاز اسے ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈرل مشین تھی اس کے سامنے میز پر کچھ اوزار بھی پڑے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟" اس کے استفسار پر فاز نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جو توڑ پھوڑ تم نے مچائی تھی اسی کو ٹھیک کیا جا رہا ہے"

"میں نے کون سی توڑ پھوڑ مچا دی؟ ۔۔ میں تو ابھی سو کر اٹھا ہوں"

"میں سونے سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔۔کچھ یاد ہے کس وقت سوئے تھے تم؟"

''پتا نہیں۔۔کچھ یاد نہیں آرہا کے کیا ہوا تھا۔۔صرف اتنا یاد ہے کے ہم سب ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھک میں۔۔اور انس بھائی کے متعلق بات ہو رہی تھی'' پیشانی کو دو انگلیوں سے مسلتے ہوئے اس نے کہا۔

''اس کے بعد وجاہت تایا نے کہا کے ریشام کو خلع دلوا کر سالار بھائی سے اس کی شادی کریں گے اور ساتھ میں بریزے اور تمہاری بھی۔۔''

''بریزے اور میری؟؟ کیا بکواس کر رہے ہو؟'' وہ اپنی جگہ اچھل ہی تو پڑا تھا۔

''یہ بکواس تم نے خود کی تھی اپنے منہ سے کے تمہیں بریزے سے شادی کرنی ہے''

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ میں کیوں کہوں گا ایسا؟'' فاز کا پر سکون انداز اس کے غصے کے گراف کو بڑھا رہا تھا۔

''مجھے معلوم ہے تم مر کے بھی نہیں کہو گے یہ بات لیکن۔۔۔''

''لیکن کیا؟ لیکن تمہاری زبانی فاطم نے اپنا رشتہ پیش کیا تھا'' اس نے عاشر کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سن رہ گیا۔

''تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کے وہ میرے اندر داخل ہو کر یہ بات کر کے گیا تھا؟''

''جی بلکل۔۔وہ تمہارے اندر سرائیت کر گیا تھا کل رات۔۔ لیکن عبیر بھائی اور میرے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا۔۔سب کو یہی لگا کے تم خود کہہ رہے ہو اسی لیے پھر۔۔''

''پھر کیا ہوا جلدی بتاو نہیں تو یہ ڈرل مشین تمہارے سر میں دے ماروں گا''

''ارے صبر تو کرو بتا رہا ہوں۔۔ ویسے بھی یہ مشین بے چارے مزدورں کی ہے۔۔اس میں کچھ خرابی ہو گئی ہے وہی ٹھیک کر رہا ہوں''

''اورپھر یہ ہوا کے بابا نے منع کر دیا۔۔ کے وہ اپنی لڑکی کا ہاتھ تمہارے جیسے نالائق اور نکمے انسان کے ہاتھ میں نہیں دیں گے''

''انھوں نے میرے لیے یہ الفاظ کہے ؟'' عاشر نے بے یقینی سے پوچھا۔

اسے یقین نہیں تھا کے اس کے اتنے اچھے ماموں اس کے لئے ایسا کہہ سکتے ہیں۔

''انھوں نے ذرا مہذب لفظوں میں کہا تھا۔۔ لیکن ان لفظوں کا مطلب یہی تھا۔۔''

''نکما نالائق ؟''

''جی بلکل۔۔اور پھر اس کے بعد فاطم صاحب کو جو غصہ آیا ہے۔۔ایسی اٹھاپٹخ کی ہے کے بابا کا تو بی پی ہی شوٹ کر گیا کے ان کی بیٹی پر ایک جن کا سایہ ہے۔ عبیر بھائی کی الگ کلاس لگی ہے کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی انھوں نے کسی کو کچھ خبر نہیں ہونے دی۔۔''

''ریشام کا مسئلہ بھول کر ان سب کو بریزے کی فکر لگ گئی ہے۔۔ وجاہت تایا اور ضمیر چاچو کے ساتھ امام صاحب کی طرف گئے ہوئے ہیں کے کسی طرب اس جن سے جان چھڑا سکے''

''اور وہ فساد کی جڑ کہاں ہے جس کی وجہ ہے یہ سارا کھڑاگ پھیلا ہے؟'' عاشر نے طنز سے پوچھا۔

''بریزے کی بات کر رہے ہو؟''

''تو اور کس کی بات کروں گا؟ اسی کی وجہ سے تو سارا سکون برباد ہو کر رہ گیا ہے''

''ذرا تمیز سے ذکر کرو میری بہن کے بارے میں۔۔''

''اور اگر نہ کروں تو؟''

''ورنہ پھر سب کے کان بھر کے تمہاری شادی کروادوں گا اسی کے ساتھ۔۔''

''دوسروں لفظوں میں تم یہ چاہتے ہو کے میں خود کشی پر مجبور ہو جاوں؟''

''خود کشی حرام ہے یار۔۔ مر کے سیدھا جہنم میں چلے جاو گے ۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا ایسے تو تمہارے مرنے کا''

''بریزے کے ساتھ ساری زندگی گزارنا کسی جہنم سے کم نہیں'' وہ تلخی سے بولا جبھی ملازم اس کی چائے لے آیا۔

''عاشر صاب آپ کی چائے''

''نہیں پینا مجھے'' وہ تڑخ کے بولا۔

''عاشر صاحب کا دماغ خراب ہو چکا ہے یہ مجھے دے دو ادھر''

فاز نے کہتے ہوئے وہ کپ ٹرے میں سے اٹھا لیا تھا۔

وہ جب سلطان صاحب کے گھر میں داخل ہوا تو وہ اسے لان میں ہی مل گئی۔ ''سنا ہے تمہارا باس آیا ہوا ہے؟''

''آیا ہے اور جانے کا نام بھی نہیں لے رہا'' ''وہ تو تمہارا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے پھر اتنا برا کیوں لگتا ہے وہ تمہیں؟''

''ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتا سب مجھ سے یہی بات کیوں پوچھتے ہیں۔۔۔اب وہ نہیں اچھا لگتا مجھے تو بس نہیں لگتا۔۔ضروری نہیں ہے کے کوئی وجہ ہو'' وہ چڑ کے بولی۔

''اچھا بھئی ناراض مت ہو۔۔یہ بتاو ہے کدھر وہ؟''

"ڈرائنگ روم میں ہے"

وہ اکھڑ انداز میں بولی تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں داخل ہوگیا جہاں وہ تنہا ہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ سلطان صاحب شاید کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔

"کیسے ہو سالار غازی؟" دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے براجمان ہو گیا۔ وہ اسے وہاں دیکھ کر چونکا پھر ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"فٹ اینڈ فائن۔۔تم سناو دوسروں کا حق مار کے خوش تو بہت ہوں گے"

"دوسروں کا حق؟۔۔کیا تم میری بیوی کی بات کر رہے ہو؟"

انس کا انداز نارمل تھا لیکن پھر بھی اسے اندر تک جلا گیا تھا۔

"میں ریشام کی بات کر رہا ہوں۔۔جس سے تم نے زبردستی پیپرز سائن کروائے تھے۔۔تم نے خود اعتراف کیا تھا اس بات کا"

"جو جس کے نصیب میں لکھا ہوتا ہے وہ اس تک کسی نہ کسی طرح سے پہنچ ہی جاتا ہے۔۔تمہیں یہ بات مان لینی چاہیئے کے وہ۔۔۔تمہارے نصیب میں نہیں تھی"

"نصیب میں تمہارے بھی نہیں تھی۔ تم نے جس طرح اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔۔بحر حال میں چاہتا ہوں تم اسے چھوڑ دو۔۔ڈائیورس دے دو"

انس نے اس کی بات سن کر لمحے کا توقف لیا۔ پھر سکون سے کہتے ہوئے استفسار کیا۔

"ٹھیک ہے چھوڑ دوں گا۔۔بدلے میں مجھے کیا دو گے تم مجھے؟"

سالار کو اندازہ نہیں تھا وہ اتنی آسانی سے آمادہ ہو جائے گا۔

"جو بھی تم چاہو۔۔"

اس کی کھلی پیشکش پر ایک مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی

"اگر تمہیں ریشام سے ہی مطلب ہے تو میں اسے چھوڑ دوں گا لیکن پھر۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی جبکے وہ اس کی شرط جاننے کو متجسس تھا۔

"ریشام کی تمام پراپرٹی میرے نام ہونی چاہئیے"

انس کو معلوم تھا اسے کس طرح سے گھیرنا ہے۔ اس نے بھی ایسا ترپ کا پتا پھینکا تھا کے چند ساعتوں کے لئے اسے چپ ہی لگا دی تھی۔

"ارے انس تم کب آئے؟"

ان کے سلسلہ کلام کو سلطان صاحب کی آمد نے روکا تھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی آیا ہوں انکل۔۔آپ کی طبعیت کیسی ہے؟"

وہ اٹھ کر خوش مزاجی سے ان سے ملنے لگا۔

"طبیعت تو بس ٹھیک ہی ہے۔۔ان سے ملو یہ مہماہ کے باس ہیں"

ساتھ ہی سالار کی جانب اشارہ کر کے انھوں نے تعارف کروایا۔

"میں مل چکا ہوں ان سے۔۔"

"اور یہ میرے ہمسائے میں رہتا ہے۔۔اس کے باپ سے کافی اچھی دوستی ہے میری۔۔اس علاقے کا ڈی ایس پی ہے وہ۔۔"

رضا غازی کا ذکر کرتے ہوئے وہ فخر سے کہہ رہے تھے۔

"مل کر اچھا لگا۔۔۔انس غازی"

اس کے چہرے پر بھی تلخ سی مسکراہٹ تھی۔

"تمہاری وجہ سے اتنی ڈانٹ پڑی ہے مجھے۔۔کیا ضرورت تھی سب کے سامنے وہ تماشہ کرنے کی؟" وہ سخت غصے کا شکار ہو کر کب سے اس پر برس رہی تھی جو ذرا سا بھی برا منائے مسکراتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔

"فاطم تم میری بات سن کیوں نہیں رہے؟"

"تمہاری ہی تو سن رہا ہوں اتنی دیر سے"

"کیوں کیا تم نے ایسا۔۔ معلوم ہے سب کتنا خوفزدہ ہو چکے ہیں۔۔اور مجھے تو ایسی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں جیسے میں خود ایک چلتی پھرتی جن زادی ہوں۔۔تم نے مجھے مشکوک کر دیا ہے سب کی نظروں میں"

"وہ سب تمہاری شادی کی بات کر رہے تھے۔۔میں نے صرف اتنا کہا کے۔۔کے تمہاری شادی صرف مجھ سے ہوگی"

"نہ تم ایک انسان بن سکتے ہو اور نہ میں ایک جن بن سکتی ہوں۔۔پھر کیسے ہوگی ہماری شادی؟" اس نے بے زاری سے پوچھا۔

"کسی اور سے شادی کر لو گی تم؟"

"تم سے نہیں ہو سکتی تو کسی اور سے بھی نہیں کروں گی۔۔"

''ساری زندگی میرے نام پر گزار دو گی؟''

''ہاں گزار دوں گی''

''اور اگر پھر بھی کسی انسان سے شادی کرنی پڑ گئی تو؟''

''نہیں کروں گی۔۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جلتے شعلوں کو دیکھتی ہوئی مضبوط لہجے میں بولی۔

''دیکھتا ہوں کب تک قائم رہتی ہو اپنی بات پر''

''چیلینج کر رہے ہو؟''

''سمجھ سکتی ہو۔۔'' اس نے شانے اچکا کر کہا۔ جبھی باہر سے آتے شور و غل پر اس نے ناپسندیدگی سے بریزے کو دیکھا۔

'' یہ تمہارے گھر والے سکون سے کیوں نہیں رہتے؟''

''تمہارے اور یوسف کے نام کی دھوم مچنے سے پہلے ہم سکون سے ہی رہتے تھے۔''

وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔

دروازہ زور زور سے بجایا جا رہا تھا۔

''اب جاو بھی۔۔'' اسے وہیں جمے دیکھ کر بریزے نے اسے کہا۔

''اب تو سب جان ہی چکے ہیں تو پھر کیوں جاوں میں؟''

''کسی نے ابھی تک تمہارا یہ اصل روپ نہیں دیکھا۔۔تم میرے لیے مزید مشکلات کھڑی کر دو گے۔۔''

''کھول دو دروازہ میں نہیں دکھائی دوں گا کسی کو''

اس کے سکون سے کہنے پر وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی ہوئی دروازے کھولنے کو آگے بڑھ گئی۔

"کیا دروازہ توڑنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

بریزے نے اس کی صورت دیکھتے ہی تیز لہجے میں پوچھا لیکن وہ اس کی بات کا جواب دئے بنا آگ بھری نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"نہ مجھے تم سے کوئی مطلب ہے۔۔ اور نہ ہی تمہارے اس عاشق جن سے۔۔میری بلا سے تم دونوں بھاڑ میں جاو۔۔ مجھے صرف اتنا کہنا تھا کے اس سے کہو کے۔۔ مجھ سے دور رہے۔۔"

"کیوں تم کوئی حسین دوشیزہ ہو جو ڈر رہے ہو کے وہ تم پر بھی عاشق ہو جائے گا" بریزے نے طنز سے کہنے پر جہاں فاطم بے ساختہ ہنس پڑا تھا وہیں عاشر کا بس نہ چلا تھا کے اسے دو تھپڑ ہی لگا دے۔

"زبان سنبھال کر بات کرو۔۔ اگر میں کچھ کہتا نہیں ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کے جو منہ میں آئے بولتی رہو"

"عاشر میرا کوئی موڈ نہیں ہے تمہاری یہ فضول باتیں سننے کا"

وہ بے زاری سے بولی۔

"اب تو سب کو خبر ہو چکی ہے۔۔کب تک چھپا کر رکھو گی اسے سات پردوں میں؟"

کن انکھیوں سے خالی پڑے کمرے میں نظریں دوڑاتے وہ طنزیہ مسکراہٹ سے کہہ رہا تھا۔

ناجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کے وہ وہیں موجود تھا۔

"سات پردوں میں چھپاوں یا ہزار پردوں میں چھپاوں۔۔تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے"

"دوسروں تک اپنی بات پہنچانے کے لیے اگر وہ میرا سہارا لے گا تو پھر مجھے بھی تو مطلب رکھنا پڑے گا نا بریزے ڈئیر؟"

"ختم ہو گئی تمہاری بکواس یا اور کچھ بھی کہنا ہے؟؟"

"یہی پر ہے نہ وہ؟" اس نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"ہاں یہی پر ہے۔۔ بلاوں اسے؟ بات کرنا چاہو گے اس کے ساتھ؟"

"اتنے برے دن نہیں آئے میرے جو ایک جن زادے کے ساتھ گپ شپ لگاوں" وہ تنفر سے بولا۔

"ارے ڈر کیوں رہے ہو؟وہ تو اتنا پیارا سا ہے۔۔کر لو نہ اس سے باتیں۔۔ اچھا لگے گا تمہیں" بظاہر مسکراتے ہوئے لیکن وہ طنز سے کہہ رہی تھی۔

"تمہارے ماں باپ کو بتاوں جا کر کے ایک جن سے باتیں کر رہی ہو روم لاک کر کے؟" عاشر نے اسے گھور کے کہا۔

"جاو کہہ دو جا کر مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔لیکن بعد میں وہ جن آ کر تمہاری کلاس لے گا تو پھر خوف سے خود ہی کہیں چھپ کر بیٹھ جاو گے"

"ایکسکیوز می۔۔۔عاشر مرزا ڈرتا نہیں ہے کسی سے۔۔" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"اچھا پھر اس دن تمہاری ہوائیاں کیوں اڑ گئی تھیں جب وہ فاز کی شکل میں تمہارے سامنے آیا تھا؟؟"

"کس دن کی بات کر رہی ہو مجھے تو یاد نہیں"

یاد تو اسے سب تھا۔ لیکن اس کے سامنے بھلا کیوں اقرار کرتا کے وہ واقعی خوفزدہ ہوا تھا۔

اور یہ بات اسے پتا کیسے چلی؟ یقیناً اس فاطم کے بچے نے ہی اسے بتایا ہوگا۔

عاشر کو وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن پھر بھی دل ہی دل میں کتنی ہی صلواتیں اسے سنا گیا تھا۔

''آپ کو اتنا بڑا سچ ہم سے چھپانا نہیں چاہیئے تھا بابا''

''آپ کو ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہیئے تھا''

''کیا ہماری ماں کو معلوم تھا آپ کی دوسری شادی کے بارے میں؟''

''وجاہت بھائی بابا نے جو کچھ بھی کیا ہو آپ کو کم از کم کوئی حق نہیں ہے ان سے جواب طلبی کا۔''
رائمہ کو سخت ناگوار لگا تھا وجاہت غازی کا انداز۔

''میں بیٹا ہوں ان کا۔۔مجھے یہ جاننے کا پورا حق ہے کے ہمیں اندھیرے میں رکھ کے ہمارے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیوں کیا گیا آخر؟''

''میں نے کوئی دھوکا نہیں کیا۔۔صرف سچ کو چھپایا تھا''

''اور وہ سچ آپ کی عزت کو مٹی میں ملا گیا۔۔اس نے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہمیں'' وہ تلخی سے بولے ۔

''وہ بھی میرا خون ہے'' سعادت غازی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''اگر آپ اپنے اس بیٹے اور اس کے بیوی بچوں کو اس حویلی میں لانے کا سوچ رہیں ہیں تو میں بتا دوں آپ کو میں اس کے حق میں بلکل بھی نہیں ہوں۔۔میرے جیتے جی وہ اس حویلی میں قدم نہیں رکھیں گے۔۔''

"ریشام کو مہرہ بنا کر یہ کھیل رچانے کے بجائے انھیں ہمارے سامنے آ کر دوبدو بات کرنی چاہیئے تھی--میرے بیٹے کی شادی خراب کی-- ریشام سے زبردستی نکاح کیا--ہماری عزت دو کوڑی کی کردی اورآپ کہتے ہیں کے انھیں اس حویلی میں آنے دوں؟--نا ممکن!"

"جو رشتہ میرا تم سب سے ہے وہی اس سے بھی ہے--اس حویلی پر جتنا تم لوگوں کا حق ہے اتنا ہی اس کا بھی ہے--"

"آپ میرے مقابلے میں اسے لا کر کھڑا کر رہے ہیں جسے ابھی تک آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے؟"
وجاہت غازی گہرے شاک کے عالم تھے۔

"دیکھنے کے لیے ہی تو بلا رہا ہوں--آنکھیں ترس گئی ہیں میری اس کے لئے "

ان کے لہجے میں پدرانہ شفقت تھی۔ برسوں سے جس کی تلاش جس کا انتظار انھیں سکون نہیں لینے دیتا تھا وہ اب ختم ہونے والا تھا۔

وہ اپنے اس بیٹے سے ملنے کے لئے تڑپ رہے تھے جسے انھوں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔

سینے پر بازو باندھے سر پر دوپٹہ لیے وہ منہ پھلا کر وہاں بیٹھی تھی۔ رائمہ پھوپھو مختلف سورتیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔ جب کے حمنہ غازی جانے کبھی مرچوں سے اس کی نظر اتارتیں تو کبھی انڈوں سے--

کوئی اسے ایک لمحے کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی ساتھ لازمی ہوتا تھا۔

"یہ انڈے اس کے سر میں مار دیں مامی--وہ خود ہی چلا جائے گا"

عاشر کوئی موقع نہیں چھوڑ رہا تھا اسے تپانے کا۔

"جب میں کہہ رہی ہوں کے مجھ پر کسی جن کا کوئی سایہ نہیں ہے تو پھر آپ کو لوگ یقین کیوں نہیں کر رہے میری بات کا؟؟" وہ زچ ہو چکی تھی۔

"یہ سہی کہہ رہی ہے مامی۔۔نظر تو آپ کو اس جن کی اتارنی چاہیئے جو اس چڑیل کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔۔بے چارہ "

"اس کو خاموش کروالیں پھوپھو۔۔" وہ ضبط کے گھونٹ بھر کے بولی۔

"چپ کرو جاو عاشر۔۔نہیں تنگ کرو اسے"

"تنگ تو اس نے کر رکھا ہے ہم سب کو۔۔"

"تم چپ کرو گے یا نہیں؟" بریزے نے تپ کر کہا

"نہیں کروں گا میں چپ۔۔کیا کرو گی تم؟ ایسا کرو یہ میز اٹھا کر دور پھینک دو۔۔۔اور یہ صوفے ہوا میں اڑا دو۔۔یہ سب بھی تو دیکھیں نہ فاطم صاحب کی کرامات"

اس کی فضول گوئی پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

"کر دیا نہ اسے ناراض؟ خاموش تو بیٹھا جاتا ہی نہیں ہے تم سے۔۔"

رائمہ نے ناراضگی سے اسے کہا۔

"آپ جانتے ہیں بابا، مجھے دولت اور جائیداد کی کوئی حوس نہیں ہے۔۔آپ نے جتنا میرے اور ماشا کے لئے کیا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے۔۔۔میں صرف اتنا چاہتا ہوں کے آپ اپنے بابا اور بھائیوں سے مل لیں۔۔ میں نے ساری زندگی آپ کو خوش ہوتے ہوئے بھی ایک خالی پن محسوس کیا ہے آپ کے

اندر۔ یہ جانتے ہوئے بھی کے آپ کے بابا کون ہیں آپ نے ہمیشہ انھیں دور سے ہی دیکھا ہے۔۔ کبھی ان کے قریب نہیں گئے کبھی ان سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اب۔۔۔اب میں آپ کو مزید اس اذیت میں جلنے نہیں دوں گا"

"وہ مجھے قبول نہیں کریں گے بیٹا۔۔میرے سوتیلے بھائی کبھی نہیں چاہیں گے کے میں وہاں جاوں" ان کے لہجے میں زمانے کی تھکن تھی۔

دل تو ان کا بھی چاہتا تھا سعادت غازی کے پاس جانے کا۔ ان سے ملنے کا۔ اپنے بھائیوں سے ملنے کا لیکن ایک خوف نے ان کے اندر پنجے گاڑ رکھے تھے کے اگر انھیں دھتکار دیا گیا تو کیا ہوگا۔

"آپ کو ان کی نہیں اپنے بابا کی فکر کرنی چاہیئے۔۔جن سے آپ کا خون کا رشتہ ہے۔۔آپ ان کے سگے بیٹے ہیں۔۔" وہ ہر صورت انھیں قائل کرنا چاہتا تھا وہاں جانے کے لئے۔

"انس ٹھیک کہہ رہا ہے انکل۔۔انھوں نے آپ کو خود بلایا ہے ملنے کے لئے۔۔آپ کو وہاں جانا چاہیئے ایک بار۔۔"

فرمان درانی بھی انس کے حق میں تھے۔ وہ بھی انھیں قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"فلحال ماشا اور صوفیہ آنٹی کو نہ لے کر جائیں۔۔صرف آپ اور انس چلے جائیں"

"بھروسہ رکھیں بابا۔۔ مایوسی نہیں ہوگی آپ کو!"

انس نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لگتا تھا جیسے تمام آفتیں ایک ساتھ ہی سعدین حویلی پر آن پڑی تھیں۔

وہاج غازی اور ضمیر غازی جب واپس لوٹے تو ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی اور پریشانی کی لکیریں تھیں۔

امام صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کردی تھی کے حویلی پر واقعی میں کسی جناتی قوت کا سایہ تھا۔ بے شک وہ تنگ کرنے والا برا جن نہیں تھا۔ لیکن تھا تو ایک جن زادہ ہی۔۔

کچھ احتیاطی تدابیروں کے علاوہ انھوں نے جلد از جلد بریزے کی شادی کر دینے کا بھی تاکید کی تھی۔ ایسے میں زیادہ چانسز تھے کے وہ جن خود ہی دور ہو جاتا۔ اب وہ شیطانی صفت جن تو تھا نہیں جو اللہ کا ذکر وہاں ہونے سے بھاگ جاتا۔ لیکن پھر بھی امام صاحب نے روزانہ صبح شام بلند آواز سے تلاوت کلام پاک کرنے کے ساتھ ساتھ تحدیدی نامہ مبارک انھیں دیا تھا پوری حویلی میں لگانے کے لئے۔

جو کسی بھی طرح کے جن سے حفاظت کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

جب سعادت غازی کے سامنے ساری بات رکھی گئی تو انھوں نے جمعے کو ہی بریزے اور عاشر کا نکاح کرنے کا حکم دے دیا۔ جس کے آنے میں چار دن تھے۔

اس بار وہاج غازی بھی کچھ نہیں بولے تھے۔ ڈھلکے شانوں اور جھکی گردن کے ساتھ انھوں نے وہ فیصلہ قبول کر لیا تھا۔

اپنی بیٹی کی شادی وہ کسی بہت اچھے لڑکے سے کرنا چاہتے تھے لیکن جس قسم کا مسئلہ اسے درپیش تھا ایسے میں انھیں بھی یہی ٹھیک لگا کے گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے۔ اگر حویلی سے یہ بات باہر چلی جاتی تو جو تھوڑی بہت عزت بھی حویلی والوں کی رہ گئی تھی وہ بھی خاک میں مل جاتی۔

سعادت غازی کے فیصلے پر سب ہی خوش تھے۔ سوائے ایک شخص کے۔

جس نے تنے تاثرات اور بھنچے ہوئے ابرو کے ساتھ فوراً انکار کر دیا تھا۔

''معذرت کے ساتھ لیکن مجھے آپ کا یہ فیصلہ منظور نہیں ہے نانا جان''

اس کی بات وہاں موجود ہر شخص کو ہلا گئی تھی۔

آج تک کسی نے ہمت نہیں کی تھی ان کے فیصلے کے خلاف جانے کی۔

عبیر اور سالار تک نے ان کے حکم کی ہمیشہ تعمیل کی تھی۔ لیکن وہ عاشر مرزا تھا۔ وہ ان کے جیسا نہیں تھا۔

''کیوں؟ کیا وجہ ہے آخر؟''

''کوئی وجہ نہیں ہے۔۔مجھے بس اس سے شادی نہیں کرنی۔۔اور پھر وہاج ماموں پہلے ہی انکار کر چکے تھے کے وہ ایک غیر سنجیدہ لا ابالی شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کریں گے''

اس کا سنجیدہ انداز بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کے وہ بات تم نے نہیں کی تھی''

''لیکن انکار آپ نے میرے لئے کیا تھا۔''

''کیا تم اسی وجہ سے ضد میں آ کر منع کر رہے ہو؟''

وہاج غازی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں مجھے ویسے بھی اس سے شادی نہیں کرنی تھی۔۔ میرا اور اس کا مزاج مختلف ہے''

''کیا تم ہمارے فیصلے کے خلاف جاو گے؟ کیا اتنے بڑے ہو گئے ہو تم؟''

سعادت غازی نے سخت ناگواری سے دریافت کیا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر نانا جان۔۔لیکن یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔۔میری پوری زندگی کا سوال ہے۔۔جسے میں کسی اور کے لئے قربان نہیں کروں گا"

وہ سرد لہجے میں کہتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"عاشر۔۔۔"وہ ان کے آواز دینے پر بھی نہیں رکا تھا

"آپ اس پر دباؤ نہ ڈالے بابا۔۔اگر وہ نہیں کرنا چاہتا تو رہنے دیں۔۔"

وہاج غازی نے شکست خوردگی سے کہا۔

"لیکن بریزے؟" انھیں اس کی فکر تھی۔

"میرا ایک دوست ہے زمان۔۔آپ جانتے ہی ہوں گے اسے۔۔اس نے اپنے بیٹے کا پروپوزل دیا ہے بریزے کے لئے ۔۔ڈاکٹر ہے اس کا بیٹا۔۔مجھے تو یہ رشتہ ہر لحاظ سے معقول لگتا ہے"

وہاج غازی سعادت غازی کو دھیمے لہجے میں اس کی تفصیل بتا رہے تھے۔

تیری آنکھوں کی سہولت ہو میسر جس کو
وہ بھلا چاند ستاروں کو کہاں دیکھے گا

روبرو عشق ہو، اور عشق بھی تیرے جیسا
پھر کوئی دل کے خساروں کو کہاں دیکھے گا

ہر سو تاریکی کا عالم تھا۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کے وہ کتنے گھنٹے باہر بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔اس کا وجود ایک ان دیکھے الاو میں جل رہا تھا۔
جب اشتعال کچھ کم ہوا تو تب اس نے حویلی کا رخ کیا۔ وہ اپنے روم میں داخل ہوا لیکن وہاں موجود سعادت غازی کو دیکھ کر بری طرح چونکا۔

"نانا جان آپ یہاں؟"
"یہ کیا وقت ہے گھر آنے کا؟"
ان کا انداز سرزنش کرنے والا نہیں تھا۔
لیکن سنجیدہ تھا۔
"مجھے اس بات سے لا علم کیوں رکھا گیا؟"
وہ جب بولا تو اس کی آواز بھاری تھی۔ جس میں گہرا کرب جھلک رہا تھا۔
"کیا کرتے تم اگر یہ بات تمہیں معلوم ہوتی تو؟"
"اگر مجھے معلوم ہوتا تو کب کا یہ حویلی چھوڑ کر جا چکا ہوتا"
"مجھے معلوم ہے بریزے اور تمہارا مزاج مختلف ہے۔۔لیکن ہم نہیں چاہتے تھے بریزے یا ریشام کی شادی حویلی سے باہر ہو۔۔وہ بھی اس صورت میں جب رشتے گھر میں ہی موجود ہوں"
"آپ نے فیصلہ کرنے سے پہلے یہ نہیں سوچا کے وہ اور میں کیا چاہتے ہیں؟" اس کا لہجہ پر تپش تھا۔
"نہیں۔۔مجھے اعتماد تھا کے میرے بچے مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں۔۔ وہ میرے کیے گئے فیصلے پر انگلی نہیں اٹھائیں گے۔۔لیکن میں غلط تھا"
سعادت غازی کا شکست خوردہ انداز دیکھ کر اسے اپنی خود پسندی پر غصہ آنے لگا تھا۔
"آئم سوری۔۔لیکن۔۔۔لیکن میں بریزے سے شادی نہیں کروں گا"
"کیا تم مجھے وجہ بتانا پسند کرو گے؟"
"کوئی وجہ نہیں ہے۔۔۔" وہ سچ ہی کہہ رہا تھا بریزے سے شادی نہ کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔
"پھر؟"
"مجھے نہیں لگتا کے ہم دونوں ساتھ زندگی گزار سکیں گے"

"زندگی سمجھوتے کے بغیر نہیں گزرتی عاشر۔۔تم اسے اپنے روپ میں ڈھال لیتے یا اس کے روپ میں ڈھل جاتے۔۔۔لیکن خیر۔۔"

"وہاج نے اپنے دوست کے بیٹے کے پروپوزل کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ آئیں گے کل۔۔اگر مجھے مناسب لگے تو بہت جلد بریزے کا نکاح کر دیا جائے گا۔۔"

ان کی بات پر وہ چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"سو جاو تم۔۔"

اس کا شانہ تھپک کر وہ روم سے چلے گئے تو اس نے سکون کا سانس بھرا کے بالآخر اس لڑکی سے جان چھوٹنے والی تھی۔

رسمی سی ملاقات کے بعد ڈاکٹر عاصم کی فیملی کو ہاں کہہ دی گئی تھی۔ کچھ دنوں بعد عاصم کو لندن جانا تھا کسی کورس کے سلسلے میں۔ اس لئے ان کی طرف سے بھی نکاح کی فرمائش کی گئی تو وہاج غازی نے سکھ کا سانس لیا کے ان کے کہے بنا ہی سب ان کی منشاء کے مطابق ہو رہا تھا۔

"تم اتنی اداس کیوں بیٹھی ہو؟"

رائمہ نے ہاتھ میں اس کا چہرہ تھامتے ہوئے پوچھا تو اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی پھوپھو"

"شادی نہیں کر رہے ہیں بریزے۔ صرف نکاح ہو رہا ہے"

"مجھے نکاح بھی نہیں کرنا"

"اتنی عجلت میں نکاح کے حق میں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن مجبوری میں ایسا کرنا پڑ رہا ہے"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔۔"

"ریشام کی وجہ سے سب پہلے ہی کافی ٹینشن میں شکار ہیں۔۔ کم از کم تم تو عقل سے کام لو" رائمہ غازی کا سر دکھنے لگا تھا۔

اس حویلی کے بچوں کے مسئلے ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ریشام تو کبھی عاشر اور اب بریزے۔
"اگر میں ہاں کر بھی دوں تو وہ۔۔۔وہ ایسا نہیں ہونے دے گا"
"تم اس کی باتوں میں آکر اسے خود پر حاوی مت ہونے دو۔۔ایک جن اور انسان کا ملن ناممکن ہے۔"
"وہ نہیں سمجھتا یہ بات"
"لیکن وہ تو بہت نیک اور شریف ہے پھر بھی؟"
"مجھے نہیں معلوم پھوپھو لیکن ۔۔۔میرا بھی دل نہیں مان رہا اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کے لیے" آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔
"تم بھی بلکل ہی پاگل ہو گئی ہو۔۔ اپنے جیسا ہی بنا لیا ہے اس نے تمہیں"
وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی۔۔
"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کے ایک جن زادے سے محبت کر بیٹھوں گی"
"ایسی محبت کا کیا فائدہ جو کوئی تمہیں نصیب ہی نہیں ہوگی۔۔"
"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں پھوپھو؟" اسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل مسل ڈالا ہو۔
"عقل سے کام لو بریزے۔۔تمہارا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں۔۔۔ تم نے اسے شے دی ہوگی جبھی وہ اتنی آگے بڑھا"
"میں اسے منع نہیں کر سکتی۔۔ نہ ہی اسے روک سکتی ہوں یہاں آنے سے"
"تم اسے منع کر کے دیکھو۔۔کہہ دو کے تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔۔نہ ہی تم اس سے محبت کرتی ہو"
"وہ سمجھ جائے گا کے میں جھوٹ بول رہی ہوں"
"سچ کیا ہے پھر؟"
"سچ یہی ہے کے میں ۔۔۔اسے نہیں چھوڑ سکتی "

رائمہ نے تاسف سے اسے دیکھا۔
وہ اس پر زور زبردستی نہیں کر سکتی تھیں۔ انھوں نے ہمیشہ اسے عاشر کے حوالے سے ہی سوچا تھا۔
جس کی وجہ سے وہ انھیں اور بھی زیادہ عزیز تھی۔
لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں کے ان کا بیٹا ہی دغا کر جائے گا۔
انھوں نے اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اس کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کے بریزے کا اس کا مزاج مختلف ہے اور وہ لڑکی اسے پسند بھی نہیں اس لیے وہ اس سے شادی نہیں کرے گا۔۔"

یہ آپ کون سی کہانیاں سنا رہے ہیں مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا؟"
ماشا ٹکر ٹکر انس اور رضا غازی کی شکل دیکھتے ہوئے ان باتوں کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔
صوفیہ کو تو ان باتوں کا پہلے سے معلوم تھا لیکن ماشا کے علم میں نہیں تھا۔
"سچ یہی ہے۔۔" انس نے ہلکے سے اس کے سر پر تھپڑ لگاتے ہوئے کہا تو اس نے ناراضگی سے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا۔
"مجھے تو یقین نہیں۔۔ پہلے تو ہمارے کوئی ددھیال رشتے دار نہیں تھے اور یہ ایک دم سے راتوں رات اتنے سارے نکل آئے۔"
"میں نے کہا تھا بابا اسے نہ بتائیں ابھی"
"لیا مطلب اور کتنا عرصہ آپ لوگ چھپا کر رکھنے والے تھے مجھ سے یہ راز؟" وہ سخت شاکی تھی
"میں تو کبھی نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن بابا نے کہا کے بتا دو بے چاری کو۔۔اسے بھی تو معلوم ہونا چاہیے نہ کے اس کے دادا تایا، چاچا اور پھوپھو بھی موجود ہیں"
"اچھا تو پہلے کہاں تھے یہ سب؟" اس نے طنز سے پوچھا۔
"جہاں ابھی ہیں پہلے بھی وہیں تھے۔۔بس تمہیں نہیں معلوم تھا!"

''مجھ سے کیوں چھپایا تو؟''

''ہم نہیں چاہتے تھے کے تمہیں معلوم ہو''

انس کا انداز مسلسل اس کے غصے کا گراف بڑھا رہا تھا۔

''میں بھی چلوں گی آپ کے ساتھ''

''نہیں''

''لیکن کیوں؟''

''ابھی نہیں بعد میں لے کر جائیں گے تمہیں''

''بھئی مجھے ملنا ہے اپنے رشتے داروں سے۔۔کیا ان کے بچے ہیں؟''

''تمہاری عمر کا تو کوئی بھی نہیں ہے''

انس کے دوبدو کہنے پر وہ خفگی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

آج صبح سے سعادت غازی کا دل ایک الگ ہی خوشی کا شکار تھا۔ آج انس اور غازی نے آنا تھا۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کے اپنے بیٹے اور پوتے کے آنے کی خوشی میں کیا کیا نہ انتظامات کر ڈالیں۔

''تیاریاں تو ایسے کی جا رہی ہیں جیسے وزیرِاعظم کی سواری آنے والی ہے''

وجاہت غازی تنفر سے ملازموں کو عجلت میں بھاگتے دوڑتے دیکھ رہے تھے جو حویلی کی تزئین و آرائش میں مصروف عمل تھے۔

سعادت غازی نے کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی۔ ہر چیز کا پورا پورا خیال رکھا جا رہا تھا۔ نا جانے کتنے ہی قسم کے پکوانوں کی تیاری کی جا رہی تھی کچن میں۔

'' وائٹ اور ریڈ کلر کے دیدہ زیب لباس میں ملبوس آرگنزا کے دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے وہ خود بھی ملازموں کو ہدایت دے رہی تھی۔

''تم کیا کر رہی ہو یہاں؟'' انھوں نے ریشام کو دیکھ کر کرختگی سے پوچھا۔

"وہ صفائی--صفائی کروا رہی تھی تایا جان" اس نے گڑبڑا کر جواب دیا۔
"کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی-- اپنے روم میں جاو"
"لیکن میں روم میں کیوں جاوں ؟" وہ سختی سے بولے تو اس نے نا سمجھی سے پوچھا
"کیوں کے میں نہیں چاہتا کے تم رضا اور انس غازی کی موجودگی میں یہاں رہو"
ریشام کو سخت ناگوار گزری تھی ان کی یہ بات لیکن آگے سے بنا کچھ کہے وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔
پھر آف موڈ کے ساتھ ضمیر غازی کے پاس گئی جو کچھ کاغذات کی ورق گردانی کر رہے تھے۔
"انھوں نے مجھے روم میں بند رہنے کو کہا ہے اور آپ انھیں کچھ بھی نہیں کہہ رہے"
"تمہارے تایا ٹھیک کہہ رہے ہیں-- تم کمرے میں ہی رہنا"
وہ مصروف سے انداز میں بولے تو وہ مزید خفا ہو گئی۔
"اس سب میں میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں نظر بند کیا جا رہا ہے ؟"
"جو تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے ساتھ وہی کیا جا رہا ہے"
سادگی سے کہتے ہوئے انھوں نے ایک لفافہ اس کی جاب بڑھایا۔
"یہ کیا ہے بابا؟؟"
اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔
"خلع کے کاغذات"
وہ الفاظ اس کے دل میں نشتر بن کے اترے تھے۔ لفافہ اس کے ہاتھ میں لرز گیا تھا۔
"کیا آپ بھی ایسا چاہتے ہیں بابا؟" اس کی آواز میں بھی واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔
"میں اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں-- میں انس غازی کی اس حرکت پر اسے معاف بھی نہیں کروں گا کبھی--اس نے گن پوائنٹ پر تم سے پیپر سائن کروائے تھے--رشتے ایسے زور زبردستی کی بنیاد پر قائم نہیں کیے جاتے"
"لیکن بابا--"

"میں نہیں چاہتا یہ رشتہ قائم رہے"

"اور دادا جان --؟" اسے موہوم سی امید تھی یقیناً سعادت غازی ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے-- وہ اس رشتے کو ٹوٹنے نہیں دیں گے۔

"انھیں میں منا لوں گا ریشام-- تمہیں زبردستی اس شخص کے ساتھ بندھے نہیں رہنے دیں گے"

دو آنسو خاموشی سے اس کے آنکھوں کے کناروں سے بہتے ہوئے گال پر پھسل گئے تھے۔

اس نے پلکیں جھکا لی تھیں-- وہ کہہ بھی نہیں پائی تھی کے وہ اس زبردستی کے رشتے سے چھٹکارا نہیں چاہتی-- بلکے تا عمر اس میں بندھے رہنا چاہتی ہے

"روم میں ہی رہنا اپنے"

وہ اسے دوبارہ یاد دہانی کرواتے ہوئے بولے تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ گھڑی بھی آن پہنچی تھی جس کے کئی لوگ شدت سے منتظر تھے۔

ایک سیاہ مرسیڈیز حویلی کے پورچ میں آ کر رکی جس پر کتنے ہی لوگوں کی توجہ مرکوز تھی۔

اگنیشن سے چابی نکالتے ہوئے انس نے رضا غازی کو دیکھا۔

"بالآخر میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے بابا۔-آپ کو وہاں لے آیا ہوں جہاں آپ کو ہونا چاہیئے تھا۔"

"کہنے کو میں ایک عمر میچور عمر کا آدمی ہوں لیکن پھر بھی میرا دل منتشر ہے--"

ان کے دل کی حالت ان کے چہرے سے بھی عیاں تھی۔ وہ پہلی بار اپنے باپ کے اپنے بہن بھائیوں کے روبرو ہونے والے تھے۔

"تم؟ --"

ضمیر غازی نے انتہائی حیرت سے رضا غازی کو دیکھا تھا جو ان کی اس حیرت پر ہلکا سا مسکرائے تھے۔

وہ ان کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ بلکے سعادت غازی کے تینوں بیٹے اور وہ خود بھی رضا غازی کو آج تک

صرف ایک ڈی ایس پی کی حیثیت سے ہی جانتے تھے۔ ان کی حقیقت تو آج آشکار ہوئی تھی۔

"میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کے وہ شخص تم ہونگے۔۔"

وہ اب بھی بے یقینی کا شکار تھے۔ کئی بار پراپرٹی وغیرہ کے معاملات میں رضا غازی کافی معاون ثابت ہوتے تھے۔ ضمیر غازی سے کافی اچھے مراسم بھی تھے۔ یہی چیز ان کے شاک کا باعث تھی۔

"السلام و علیکم ضمیر انکل۔۔"

ان کی حیرت کو انس کی آواز نے کم کیا تھا۔

لمحے میں ان کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔

"آجاو بابا انتظار کر رہے ہیں۔ "اسے نظر انداز کر کے رضا غازی کو کہتے ہوئے وہ اپنی معیت میں بیٹھک میں لے آئے تھے۔

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کیے سوبر سی پرسنیلٹی والے رضا غازی اپنی عمر سے کم ہی دکھائی دیتے تھے۔

سیاہ بالوں کے درمیان جھانکتے کچھ کچھ سفید بال انھیں مزید گریس فل بناتے تھے۔

سعادت غازی نے جب انھیں دروازے سے داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ ٹھٹکے تھے۔ باقی نفوس کا بھی یہی حال تھا۔

ضمیر غازی کی طرح سب ہی ان سے آشنا تھے۔

"السلام و علیکم۔۔"

سب پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے انھوں نے بلند آواز سے سلام کیا۔

"ڈی ایس پی رضا غازی۔۔"

جو غازی انڈسٹریز کے کتنے ہی قانونی معاملات کو منٹوں میں سلجھا دیا کرتے تھے۔

وہ سیدھا ان کے پاس ہی گئے تھے۔ ان کے جھریوں زدہ چہرے اور بوڑھے وجود کو دیکھتے ہوئے پرنم سا مسکرا رہے تھے۔

"تم نے ---تم نے بتایا کیوں نہیں کبھی؟"

سعادت غازی کی نم آنکھوں میں شکوہ تھا۔ "میں خوفزدہ تھا---کہیں آپ مجھے دھتکار نہ دیں"

وہ بھاری آواز میں بولے تو سعادت غازی کو بے ساختہ وہ چھوٹا سا بچہ یاد آگیا جسے حلیمہ نے سینے سے لگا رکھا تھا۔ جو روتے ہوئے برستی بارش میں ان سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔

جسے انھوں نے دھتکار دیا تھا۔ اور پھر بعد ازاں ساری زندگی اسے تلاش کرنے میں گزار کردی۔

ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہی رہے تھے۔

قسمت کو شاید ان کا ایسے ملنے مقصود تھا۔

پھر انھیں نکیں معلوم پڑا وہ کتنی ہی دیر انھیں سینے سے لگا کر روئے تھے۔

آج ان کی تلاش ان کا انتظار اختتام پذیر ہوا تھا۔

آج انھیں اپنا بیٹا واپس مل گیا تھا جس کے ملنے کی امید ہی وہ کھو بیٹھے تھے۔ لیکن سعادت غازی کے علاوہ اور کسی کو اتنی خوشی نہیں تھی ان کے وہاں آنے کی--

---

"محبت حاصل ہونا ضروری نہیں ہے-- اس کے بغیر بھی زندگی گزاری جا سکتی ہے"

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید گزار دیتا لیکن--میں تم نہیں ہوں--"

اس کی آواز میں جتاتا سا تاثر تھا۔

"میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا کے تم میری جگہ پر خود کو رکھو--"

داریان نے جو کرب خود کی ذات پر جھیلا تھا وہ کبھی نہیں چاہتا تھا کے اس تکلیف سے وہ بھی گزرے۔

"اس کی شادی ہو رہی ہے"

چند ساعتیں گزرنے کے بعد اس کی آواز ابھری تو داریان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اسے کرنے دو فاطم--- اس کی زندگی مشکل میں مت ڈالو"
اس کے لہجے میں التجا تھی۔
"میں اپنی زندگی کا کیا کروں جو خوف ایک طوفان کی زد میں ہے؟"
"تم نے اپنی جان کو خود مشکل میں ڈالا ہے-- تمہیں اپنی حدوں کو توڑنا نہیں چاہیئے تھا۔"
"وہ لمحہ مجھ پر بھاری تھا-- جب اسے دیکھا تو پھر کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیا--اپنے مقصد سے ہٹ کے اپنے کام سے بے پرواہ ہو کے میں اس کے پیچھے چل پڑا--"
وہ مسکرا دیا-- وہ اسی کی کہانی دہرا رہا تھا شاید۔
"تمہیں معلوم ہے فاطم-- ہر انسان کی زندگی میں یہ لمحہ آتا ہے--"
"محبت کا؟"
"نہیں آزمائش کا"
"وہ آزمائش جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے"
"تمہیں کیا لگتا ہے کیا وہ لڑکی یونہی تمہاری راہ میں آ گئی تھی؟ نہیں میرے دوست--یہ تو تمہارا امتحان تھا--"
"تم نے اپنی زندگی کے اتنے سال صرف اللہ سے محبت کرنے اور اپنے مقصد میں صرف کیئے--اللہ دیکھنا چاہتے تھے کے اگر تمہیں موقع دیا جائے اللہ کو چھوڑ دینے کا تو کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟؟ --"
"اللہ تو اس طرح سے اپنے بندوں کو آزماتا ہے خبر بھی نہیں ہو پاتی-- جب تک ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے-- جب تک ہمارے پاس کوئی گناہ کا ذریعہ نہ ہو تب تک تو ہم بہت اللہ کی عبادت کرتے ہیں بہت اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں--لیکن اللہ جہاں ہمیں آزمانے کے لئے ہمیں ذرا سی ڈھیل دیتا ہے کے میں دیکھوں کے میرا یہ پیارا بندہ بھٹکنے والوں میں سے تو نہیں ہے-- اگر اسے موقع دیا گیا تو کیا یہ گناہ کر لے گا یا پھر سختی سے اپنا منہ موڑ لے گا کے نہیں مجھے تو اللہ نے ہدایت دی ہے میں کیسے پھر گناہ کی طرف پلٹ سکتا ہوں-- تم کہتے ہو یہ لمحہ بہت بھاری تھا--دراصل یہی لمحہ تو تمہارا

امتحان تھا۔"

"یقین نہیں ہو رہا میں ایک جن ہو کر ایک انسان کا لیکچر سن رہا ہوں"

وہ استہزائیہ بولا۔

"میں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں جن زادے۔۔اللہ نے تمہیں انسان نہیں بنایا۔۔ اس لئے ایک انسان کی محبت کے پیچھے خود کو خوار مت کرو۔۔اپنے مقصد کو چھوڑ کر فضول کاموں کے پیچھے مت پڑو"

"محبت کو تم فضول کہہ رہے ہو؟" فاطم نے اچھنبے سے اسے دیکھا

"بعض دفعہ یہ فضول چیز کے علاوہ اور کچھ نہیں لگتی"

"لیکن تم بھی تو ایک لڑکی کی محبت میں مبتلا ہو کر ہی اللہ سے ملے تھے"

"اللہ سے ملا تھا۔۔اس سے دور نہیں ہوا تھا۔۔"

وہ کچھ جتا کر بولا تو فاطم نے سر جھٹک دیا۔ وہ مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چلتا ہوں میں۔۔شاہ صاحب یاد فرما رہے ہیں"

"کافی فکرمند ہیں تمہارے لیے۔۔"

"جانتا ہوں۔۔۔ وہ مجھ پر زور دے رہے ہیں کے یہاں سے کہیں دور چلا جاوں۔۔"

"تو کیا تم چلے جاو گے؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟ میں چلا گیا تو تمہاری دنیا تو بے رنگ ہو جائے گی" مسکرا کر اسے کہتے ہوئے وہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوا میں تحلیل ہوچکا تھا۔

داریان گہری سانس لے کر واپس جانے کے لئے پلٹا تو ٹھٹھک کر رکا

وہ سفید چہرہ لئے نمک کا مجسمہ بنی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کے ماشا وہاں کھڑی ہوگی۔

مہماہ نے بزنس سے ریلیٹڈ کچھ کتابیں لانے کو کہا تھا داریان سے۔ لیکن اپنی جاب کی مصروفیت کی وجہ سے اس کا جانا ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اور پھر داریان خود بھی اتنا مصروف رہتا تھا کے ہر بار بھول جاتا تھا۔ آج اس نے مہر ماہ کو میسج کر کے بتا دیا تھا کے وہ اس کی کتابیں لے آیا ہے اور شام تک بھجوا بھی دے گا لیکن اس سے صبر نہیں ہوا تو اس نے ماشا سے کہہ دیا کے جا کر اس سے کتابیں لے آئے خود وہ آفس کے کسی کام میں مصروف تھی۔ آف ڈے ہونے کے باوجود بھی وہ کسی فائل پر کام کر رہی تھی۔

ویک اینڈز وہ ماشا کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔ آج بھی اپنا سامان اور لیپ ٹاپ لئے وہ اسی کے گھر پر موجود تھی جب اسے پھر اپنی کتابیں یاد آگئیں

"انھوں نے کہا ہے کے وہ شام کو کو بھجوا دیں گے تو صبر کر جاو"

"میں صبر نہیں کر سکتی میرا کام رکا ہوا ہے۔۔مجھے کچھ ٹرانزیکشن سمجھ نہیں آرہیں ہیں۔۔"

"تو تم اپنے باس سے پوچھ لو۔۔" ماشا کا کوئی ارادہ نہیں تھا داریان کے پاس جانے کا۔

"تم جا رہی ہو یا نہیں؟"

"نہیں؟"

"تم میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتی ماشا؟"

اس کے چہرے پر رو دینے والے تاثرات تھے۔

"زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے جا رہی ہوں"

اسے گھورتے ہوئے وہ ناچار اٹھ کھڑی ہوئی جبکے وہ پیچھے پھر سے ہنستے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

عیشہ بھابھی نے اسے کہا تھا کے داریان گھر پر نہیں ہے اس لئے وہ خود ہی جا کر اس کے روم سے

اپنی مطلوبہ کتابیں اٹھا لے۔

اس کی غیر موجودگی کا سن کر وہ بھی پرسکون سی اس کے روم میں آگئی تھی۔ نفاست سے اس کی مزاج کے مطابق سجا کمرہ کافی کشادہ اور عالیشان سا تھا۔ ایک طائرانہ سی نگاہ سارے میں ڈالتے ہوئے اسے رائٹنگ ٹیبل کے پاس پڑی وہ کتابیں نظر آگئی تھیں۔

جنھیں اٹھا کر وہ واپس پلٹ رہی تھی جب کچھ آوازیں اس کے کان میں پڑی۔

وہ چونک کر رکی۔

بھابھی نے تو کہا تھا کے داریان گھر پر نہیں ہے۔ لیکن پھر یہ بالکنی میں سے کس کی آوازیں آرہی تھیں؟

وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دھیمے قدم اٹھا کر وہاں بڑھ گئی۔

وہ داریان ہی تھا جس کی پشت تھی ماشا کی جانب۔ لیکن دوسرے سیاہ لباس والے شخص کو وہ نہیں جان پائی تھی۔ کیوں کے وہ بھی رخ موڑے کھڑا تھا۔

آج سے پہلے تو اس نے کبھی داریان کے کسی دوست کو گھر میں آتے نہیں دیکھا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کی آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔

وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔ اسے لگا جیسے نظر کا دھوکا ہوا ہے اسے۔۔

لیکن وہ کوئی دھوکا نہیں تھا۔ داریان اکیلا ہی کھڑا تھا اس کے سامنے۔

"وہ۔۔ وہ کہاں گیا؟؟"

ماشا کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔ حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

اس کا ذہن وہ سب قبول نہیں کر پایا تھا۔ اس کا سر گھومنے لگا۔

اس سے پہلے کے وہ زمین بوس ہوجاتی داریان نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔

وہ حیرت سے اسے تک رہا تھا۔ کہیں اس نے فاظم کو تو نہیں دیکھ لیا؟

"ڈیم اٹ--"

"ماشا---آنکھیں کھولو---"

اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ فکرمندی سے کہے جا رہا تھا لیکن وہ بے سدھ تھی۔ اس کے گال پر رکھی داریان کی انگلیاں ساکت ہوئیں۔ اس کی نظریں ماشا کے چہرے پر جھکی تھیں لیکن اس کی سوچیں کہیں اور پرواز کر گئی تھیں۔ وہ اس رات میں جا پہنچا تھا جب برستی بارش کی تیز بوچھاڑ نے اسے بگھو ڈالا تھا۔ طوفانی بارش اور کڑکڑاتی بجلیوں نے ڈھا رکھا تھا۔

اور وہ ہر طرف سے بے نیاز اس لڑکی کو پکار رکھا تھا جس کا چہرہ یخ بستہ تھا۔ اس کی زندگی سے بھرپور آنکھیں اس سمے بند تھیں۔وہ دیوانہ وار اسے پکار رہا تھا۔

داریان کو دھڑکنوں کی رفتار مدھم پڑنے لگیں--

آج اتنے عرصے بعد وہ پھر اسی جذبے کو محسوس کر رہا تھا۔

کیا وقت اپنے آپ کو دہرا رہا تھا؟

اس سمے تو وہ لڑکی اس کی جان سے عزیز محبت تھی۔

اور اس لڑکی میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن جانے کیوں اس کے دل کی رفتار مدھم پڑنے لگیں۔

"داریان بھائی--لڑکی کو بے ہوش کر دیا آپ نے؟"

دائم کی حیرت میں ڈوبی آواز اسے پھر سے ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم اسے کیا ہو گیا؟"

اس کا انداز کچھ گھبراہٹ لیے ہوئے تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھے کے کیا کہے۔

"بھابھی کو بلا کر لاو جلدی--"

ماشا کو اپنے بیڈ پر لٹاتے ہوئے اس نے دائم کو حکم جاری کیا۔

"میں انھیں کیا کہہ کر بلانے جاوں؟؟ کے آپ نے ماشا کو بے ہوش کر دیا؟"

دائم نے الجھن سے پوچھا تو داریان نے تیز نظروں سے اسے دیکھا"

"فضول مت بولو اور جا کر بلاو انھیں۔۔"

"ٹھیک ہے بھئی جا رہا ہوں۔۔"

اس کے غصے سے خائف ہوتے ہوئے وہ فوراً ہی روم سے نکل گیا تھا۔

جب کے وہ دوبارہ اس کی جانب دیکھنے لگا جو ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔

گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی وہ جانے کب سے رونے میں مصروف تھی۔

اسے یاد نہیں تھا کے کسی بات پر وہ اتنا روئی ہو کبھی۔

"ایک جانی پہچانی سی خوشبو اس کے اطراف میں بکھری تھی جو اس کے اندر بھی بسی ہوئی تھی۔۔ لیکن پھر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔

اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فاطم نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا تو اس نے آہستہ سے سر اٹھا کر بنا اسے دیکھے ہاتھ کی پشت سے بھیگے گالوں کو صاف کیا۔

"کیا تم اپنے وعدے پر قائم رہ پاو گی؟"

اس کا سوال بریزے کو اندر تک توڑ گیا تھا۔ اس کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔" بھرائی ہوئی آواز میں کہتی وہ اسے دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

فاطم کی آنکھوں کے شعلوں کی تپش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اس معصوم سی لڑکی کی حالت کا ذمہ دار وہ خود کو تصور کر رہا تھا۔

وہ اسے دکھوں اور تکلیف کی آگ میں نہیں جھونک سکتا تھا۔ لیکن اپنے دل کے ہاتھوں بے بس تھا۔

نہ وہ اسے چھوڑ سکتا تھا اور نہ ہی اپنا سکتا تھا۔

"رونا بند کرو۔۔" فاطم نے نرمی سے کہتے ہوئے اپنے گرم ہاتھ اس کے گال پر رکھا تو بریزے نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔ بریزے کی بھیگی آنکھوں میں اس کا دل جانے

کتنی بار ڈوب کر ابھرا تھا۔ اسے تو شاید احساس ہی نہیں تھا تبھی بریزے نے ہچکچاتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے چہرے پر سے ہٹایا جو پر تپش سا ہو کر دہکنے لگا تھا۔

وائٹ کرتا شلوار پر براون کوٹ پہنے وہ پشت پر بازو باندھے وہ چھت پر کھڑا چاند کو تک رہا تھا۔
کشادہ سی چھت پر وہ اکیلا کھڑا تھا۔ جہاں لائٹس کا زیادہ انتظام نہیں تھا۔ صرف تھوڑی بہت روشنی تھی۔ لیکن باقی روشنی کا انتظام چاند نے کر رہا تھا۔ جس کی شفاف روشنی نے ہر شے کو منور کر دیا تھا۔
آسمان بلک صاف تھا۔ ایک آدھ بادل بھی نہیں تھا۔
کچھ دیر پہلے اسے ایک میسج موصول ہوا تھا جس میں وہ اسے چھت پر ملنے کے لئے کہہ رہی تھی۔
سب کے بیچ سے اٹھ کر آنا اس کے لیے آسان نہ تھا۔ لیکن پیچھے کے راستے سے آنے میں وہ کامیاب ہو ہی گیا تھا۔
اس کی سماعتوں میں کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی جیسے کوئی تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔۔
انس نے آہستگی سے اپنے آنکھیں بند کر لیں۔۔ اس کا اٹھتا ایک ایک قدم وہ اپنے دل پر پڑتا محسوس کر رہا تھا۔
وہ جیسے ہی آ کر رکی تو انس کی پشت کو دیکھ کر پھولی سانسوں کو ہموار کرنے لگی جبھی وہ اس کی جانب رخ موڑ گیا۔
سرخ اور سفید امتزاج کے جوڑے میں سرخ دوپٹے سے سر ڈھکے وہ اس کے سامنے تھی۔ جسے دیکھ کر لگ رہا تھا جانے کرنے عرصے بعد وہ اس کا چہرہ دیکھ رہا ہو۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھری تھی۔
ریشام کو دیکھنے کے بعد اسے اپنے مردہ تن میں پھر سے توانائی دوڑتی محسوس ہوئی۔ اب اس کے سوا

انس کو کچھ دکھائی بھی تو نہیں دیتا تھا۔

''خیریت ہے آپ نے چوری چھپے ملنے کے لئے بلایا؟''

''سب کے سامنے بلانے کی جرآت کرتی تو پھر کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہوتا''

''آپ ایک بار یہ جرت کرتیں تو سہی۔۔آپ کی طرف بڑھنے والے سادے طوفانوں کا رخ میں اپنی جانب موڑ لیتا''

''فلحال تو اس طوفان کو سنبھالو''

اس نے خاکی لفافہ انس ہی جانب بڑھایا جسے اس نے نا سمجھی سے دیکھتے ہوئے تھام لیا۔

''خلع نامہ؟''

کاغذ نکال کراس کا متن دیکھنے کے بعد اس ے ابرو اٹھا کر ریشام کو دیکھا۔

''سائن نہیں کئے آپ نے؟''

''میں نے سوچا ساتھ میں کریں گے اسی لیے لے آئی''

وہ جل کر بولی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''ویل۔۔ مجھے یہ دیکھ کر کافی اچھا لگا کے آپ اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں۔۔''

''بالفرض اگر میں یہ سائن کر دیتی تو؟؟ اگر میں اپنی بات سے مکر جاتی تو؟؟''

''تو۔۔''

پرسوچ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مضبوطی سے دو قدم اس کی جانب بڑھائے۔۔

''بالفرض اگر آپ ایسا کرتیں تو میں آپ کو جان سے مار دیتا''

''ہاں؟؟''

وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی۔

''تم۔۔۔ سچ میں؟۔۔۔ سچ میں مجھے مار دیتے؟''

''بلکل ۔۔۔ میں سچ میں آپ کی جان لے لیتا''

"اچھا--میرے گھر میں کھڑے ہو کر مجھ پر ہی رعب دکھا رہے ہو؟"
"مائنڈ اٹ پرنسس--یہ اب میرا بھی گھر ہے"
"اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا ابھی کے تمہیں قبول کر کے اس گھر کا حصہ دار بنانا بھی ہے یا نہیں"
"مجھے آپ نے قبول کر لیا ہے میرے لیے اتنا ہی کافی ہے--مزید مجھے کسی اور کی پرواہ نہیں"
"تمہیں ان کی پرواہ کرنی پڑے گی--کم از کم میرے بابا سے تو اپنے تعلقات ٹھیک کر ہی سکتے ہو--"
"آپ جو کہیں گی میں ویسا کر لوں گا--"
"اتنی فرمانبرداری تب دکھا دیتے جب یوسف بنے ہوئے تھے--میرا خون تو نہ جلتا اتنا"
"جب آپ کو معلوم تھا کے یوسف آپ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے تو پھر اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی تھیں؟"
اس کے استفسار پر ریشام نے نفی میں گردن ہلائی۔
"غلط---یوسف مجھ میں انٹرسٹڈ تھا معمول ہے مجھے--یہ اور بات ہے کے ہمیشہ لاتعلقی اور سختی کا لبادہ اوڑھے رکھتا تھا ہمیشہ--اس کا حساب تو میں اچھے سے لوں گی تم سے"
"میں ہر حساب دینے کو تیار ہوں" سینے پر ہاتھ رکھے اس بھی سر کو ہلکا سا خم دے کر جواب دیا۔
"بابا سے ملنے نہیں آئیں آپ؟"
"تایا جان نے منع کیا تھا تمہارے اور ان کے سامنے جانے سے--روم میں ہی بند رہنے کا حکم دیا تھا"
"ضمیر چاچو نے کچھ نہیں کہا؟" انس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"انھیں بھی یہی ٹھیک لگا--"
"تایا جان کی فکر نہیں ہے مجھے--تم بس بابا سے بات کر لو۔انھیں منا لو--ورنہ وہ مجھے فورس کریں گے پیپرز سائن کرنے کے لئے"
"کوئی آپ آپ فورس نہیں کرے گا--"
"اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو تم یہ بات؟"

"جب آپ یہاں پر موجود ہی نہیں ہونگی تو پھر کوئی کیسے آپ کو پریشرائز کرے گا؟"

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" اس کو پھر خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دینے لگی۔

"آپ میرے ساتھ چلیں۔۔میرے گھر"

"کبھی بھی نہیں۔۔۔" وہ بدک اٹھی۔

"تم میرے گھر والوں کو راضی کرو۔۔میں ان کی مرضی کے خلاف دوسری بار گھر سے نہیں جاوں گی"

"اگر وہ راضی نہ ہوئے تو؟"

"پھر بھول جانا مجھے"

"اوہ۔۔یہ تو ناممکن ہے"

"تمہارے پاس اب یہی آپشن ہیں۔۔یا تو مجھے بھول جاو یا پھر میرے گھر والوں کو منا لو"

"میرے پاس تیسرا آپشن بھی ہے"

"تیسرا آپشن؟"

"آپ میری بیوی ہیں۔۔آپ کو یہاں سے لے جانے سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا"

"اور اگر میں خود ہی نا جانا چاہوں تو؟"

"آپ کو جانا پڑے گا"

"میں نہیں جاوں گی۔۔اور اگر زبردستی کرو گے تو تب تو بلکل بھی نہیں جاوں گی۔۔بلکے تایا جان سے کہہ دوں گی کے مجھے اس شخص سے علیحدگی لینی ہے۔۔اور پھر سالار بھائی سے بھی شادی کر لوں گی"

"اور پھر میں آپ کو اور آپ کے سالار بھائی کو گولی مار دوں گا۔۔کیسا رہے گا؟" اس کی بات کاٹ کر وہ دوبدو بولا تو ریشام نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"کم از کم آپ کو میرے سامنے یہ بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔۔"

اس کے لب و لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کے اسے کتنی گراں گزری تھی ریشام کی بات۔

اس کے نازک سے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے دباتے ہوئے وہ بولا تو ریشام نے درد سے بلبلاتے ہوئے اپنا

ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا تھا لیکن وہ شاید چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں کروں گی آئندہ یہ بات ۔ہاتھ چھوڑو میرا"

"یوسف میں نے کہا ہاتھ چھوڑو"

لیکن اس نے نہیں چھوڑا۔وہ ویسے ہی یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"کیا اسے اتنی بری لگی تھی بات؟"

اس نے حیرانگی سے اس کی سنجیدہ اور سپاٹ نقوش کو دیکھا۔

بنا کچھ کہے اسے کا ہاتھ چھوڑ کر وہ پھر سے رخ موڑ کر آسمان پر محو استراحت چاند کو تکنے لگا۔

پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وہ اس کی وہاں موجودگی سے لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے اپنی ناراضگی کا اشارہ دے رہا تھا۔

" تم تو ناراض ہی ہو گئے"

ریشام اس کے ٹھیک سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ انس نے چاند سے نظریں ہٹا کر سامنے کھڑے اپنے چاند کو دیکھا تو محسوس ہوا اس سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں۔ کوئی جان سے پیارا نہیں۔

"اس طرح کی باتیں دوبارہ کریں گی تو ایک لمحہ نہیں لگاوں گا آپ کو یہاں سے لے جانے میں"

"ٹھیک ہے بھئی نہیں کہوں گی دوبارہ--یہ دیکھو میرے جڑے ہوئے ہاتھ"

ریشام نے کہتے ہوئے سچ مچ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ جنھیں ایک نظر دیکھنے کے بعد وہ سر جھٹک کر ہنس پڑا تھا۔

"جب سارے معاملات طے پا گئے ہیں تو ایک اور فیصلہ بھی ہو جانا چاہیے نہ؟" وجاہت غازی کی آواز ابھری تو سب نے ہی چونک کر انھیں دیکھا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"تم اپنے بیٹے سے کہو ریشام کو ڈائیورس دے-- وہ میرے بیٹے سے منسوب تھی--" وہ بنا کسی کو

دیکھے صرف رضا غازی سے مخاطب تھے۔
"پہلے کی بات اور تھی وجاہت --نکاح جیسے بھی حالات میں ہوا ہو
میں اسے ختم کرنے کے حق میں نہیں ہوں"
سعادت غازی کی جانب سے دیا گیا وہ جواب سب ہی نفوس کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا؟"
ضمیر غازی بھی حیرت زدہ تھے۔
"معذرت کے ساتھ وجاہت بھائی--لیکن میں انس سے کبھی نہیں کہوں گا ریشام کو چھوڑنے کے لئے--"
"اس نکاح کو ختم کرنے کے اور بھی کئی طریقے ہیں--تم تو خود پولیس آفیسر ہو تمہیں زیادہ بہتر معلوم ہوگا" رضا غازی کو دیکھتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں بولے۔
"بے شک--لیکن آپ نے نکاح نامہ شاید غور سے پڑھا نہیں--اس میں ریشام کے پاس خلع لینے کا حق نہیں ہے--اس لئے ان کی طلاق صرف اسی صورت میں ہوگی جب انس ایسا چاہے گا--"
ایک جھٹکا ہی تو لگا تھا سب کو--
"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیٹی کے ساتھ ایسا کرنے کی؟"
ضمیر غازی سخت غصے میں انس سے مخاطب ہوئے جو لاتعلق سا سعادت غازی کی برابر والی نشست پر بیٹھا تھا۔
"اس حویلی میں تمہاری حیثیت کو میں تب ہی قبول کروں گا جب تمہارا بیٹا ریشام کو طلاق دے گا"
"بس بہت ہو گیا--چپ ہو جاو تم سب"
"بابا آپ ان کی وجہ سے ہمارے ساتھ نا انصافی نہیں کرسکتے"
"مجھے بہتر معمول ہے کس کے ساتھ کیا کرنا ہے--فلحال اس بات کو یہیں پر ختم کر دو--"
"میں اس نکاح کو نہیں مانتا بابا--"

''نکاح دوبارہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن ---آئندہ کوئی میرے سامنے انس اور ریشام کی علیحدگی کے بارے میں بات نہیں کرے گا--''

سعادت غازی کافی سخت لہجے میں ان سب کو باور کروا رہے تھے۔

''بابا نے تمہیں اس حویلی میں ہمارے برابر کی حیثیت دی ہے لیکن تم یہ مت سمجھنا کے جو جی میں آئے گا وہ کرو گے--بابا کے علاوہ کوئی تمہیں قبول نہیں کرے گا--کیوں کے تم کونسا ہمارے سگے بھائی ہو''

''میرا لئے اتنا ہی کافی ہے کے آپ نے مجھے اپنا بھائی تسلیم کر لیا--بے شک سوتیلا ہی سہی''

ان کے مقابلے میں وہ کافی نرمی سے بات کر رہے تھے۔

''دیکھو رضا ہمیں تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے--بابا تمہیں یہاں رہنے کو کہیں یا الگ سے کوئی گھر تمہارے نام کر دیں--لیکن حقیقت یہی ہے کے ہم میں سے کوئی بھی تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا''

وجاہت غازی تنفر سے دوٹوک لہجے میں کہہ رہے تھے۔ جب کے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے وہ خود پر بمشکل ضبط کیے ہوئے تھا۔

''میں اسی لیے بابا کو یہاں نہیں لانا چاہتا تھا--ان کے آنے سے کوئی بھی خوش نہیں ہے بلکے صرف انسیکیور فیل کر رہے ہیں--بہتر ہے کے ہم یہاں سے چلے ہی جائیں''

''ایسے کیوں کہہ رہے ہو انس؟--جو حیثیت ان سب کی ہے وہی تمہاری اور رضا کی بھی ہے--اس حویلی میں آنے اور رہنے سے تمہیں کوئی روک نہیں سکتا''

''لیکن آپ کی سگی اولاد کو یہ سب گوارا نہیں--''

''تمہیں ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے--''

سالار اور عبیر دونوں ہی ابرو اٹھائے اسے دیکھ رہے تھے جو کچھ ناراض اور اکھڑا سا دادا جان سے گفتگو کر رہا تھا اور وہ اسے محبت سے دیکھتے ہوئے نرمی سے جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"ناجانے کون سا سحر پھونکا ہے اس نے "
وہ تلخی سے بولا تو عبیر نے اسے دیکھا۔
"خون کی کشش ہے۔۔پہلی بار اپنے بیٹے اور پوتے سے ملے ہیں اس لیے زیادہ پرجوش ہیں"
"ایسی بھی کیا خوشی جو ان کی وجہ سے وہ ہماری حق تلفی کر رہے ہیں؟"
"یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے سالار۔۔ابھی انھیں اکیلا چھوڑ دینا چاہیئے۔۔ہم بعد میں ان سے بات کریں گے۔۔"
عبیر نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سالار کے ساتھ ساتھ فاز اور عاشر کو بھی وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

اس وقت بیٹھک میں صرف سعادت غازی کے ساتھ انس اور رضا غازی ہی تھے۔
"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں بابا جو کچھ بھی انس نے کیا۔۔میں نے اسے منع کیا تھا لیکن ۔۔"
"انس کو کچھ مت کہو رضا۔۔مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔۔"
"بابا نے مجھے یہ سب کرنے سے منع کیا تھا لیکن میں یوسف بن کر یہاں صرف اس لئے آیا تھا کے یہ دیکھ سکوں کے آپ کو اپنا بیٹا یاد ہے یا نہیں۔۔اگر آپ بابا کو بھول چکے ہوتے تو میں کب کا یہاں سے لوٹ چکا ہوتا"
"لیکن تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا؟ میں نے تو کبھی اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔" وہ یہ جاننے میں متجسس تھے۔
"میں یہاں ظاہری طور پر ملازم تھا۔۔لیکن اس حویلی کے ایک ایک فرد کی حرکت پر میری پوری نظر تھی دادا جان۔۔ میں اس حویلی کے کونے کونے سے واقف ہوں۔۔اور یہی نہیں غازی انڈسٹریز ہونے والے سارے معاملات بھی میرے علم ہیں۔۔"

"تم نے اسے اسپیشل فورس میں کیوں نہیں بھیجا رضا؟"

سعادت غازی نے اس کی باتیں سن کر رضا غازی سے استفسار کیا۔

"یہ وہاں جائے بغیر بھی کافی اچھے سے اپنے کام انجام دے لیتا ہے"

"تم نے ریشام کے ساتھ ہی بزنس کی ڈگری لی ہے۔۔تم چاہو تو غازی انڈسٹریز کو جوائن کر سکتے ہو"

"اس سب کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے دادا جان۔۔"

"تم کوئی اپنا بزنس کر رہے ہو؟"

"نہیں میں جاب کرتا ہوں۔۔"

"جب تمہاری خود کی کمپنی موجود ہے تو تمہیں جاب کرنے کی کیا ضرورت ہے"

"مجھے وہ جاب پسند ہے۔۔میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن اگر وقت ملے تو کمپنی میں بھی وقت دے دیا کرو"

"میرا نہیں خیال کے آپ کے بیٹے مجھے وہاں جاتا دیکھ کر خوش ہونگے"

"مجھے معلوم ہے۔۔اس لیے میں کل ہی وکیل کو بلا کر تم سب کی پراپرٹیز تمہارے نام کر دوں گا"

"ابھی آپ ایسا مت کریں بابا۔۔ورنہ پھر کوئی محاذ اٹھ کھڑا ہوگا۔۔میرے خیال سے پہلے وہاج کی بیٹی کا نکاح ہو جانے دیں۔۔"

رضا غازی کی بات انھیں معقول لگی تھی۔

"لیکن مجھے۔۔۔مجھے معاف کر دینا رضا۔۔تمہاری ماں کے ساتھ میں نے اچھا سلوک نہیں کیا"

ان کا دکھ اور افسوس ان کے چہرے سے ظاہر تھا۔

"وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی تھیں تو آپ کے حوالے سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔۔جب بھی میں ان سے پوچھتا کے بابا ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے تو وہ مجھے یہی کہتی تھیں کے تمہارے بابا ناراض ہیں اس لئے ہم سے نہیں ملتے۔۔انھوں نے کبھی حقیقت نہیں بتائی تھی۔۔لیکن مجھے معلوم ہوتا تھا کے وہ غلط بیانی سے کام لے رہی ہیں"

"مجھے بھی آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے"
ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ شائستگی سے بولے۔

"حد ہی ہو گئی ہے-- بابا نے تو انھیں لا کر ہمارے سر پر ہی بٹھا دیا ہے--دیکھنا کل کو وہ جائیداد کا بٹوارہ بھی کر دیں گے"
"آج نہیں تو کل یہ کام بھی وہ ضرور کریں گے--اور یہ کوئی انوکھی بات تو ہے نہیں--قانونی حیثیت انھیں حاصل ہے پراپرٹی پر ان کا بھی حق ہے"
عبیر کے لہجے پر وجاہت غازی نے غصے سے اسے دیکھا۔
"عبیر ٹھیک کہہ رہا ہے وجاہت بھائی--"
وہاج غازی بھی اس کی خیال سے متفق تھے۔
"ہم چاہ کر بھی ان سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔"
وہ خاموشی سے ان سب کی گفتگو سن رہا تھا جب ہاتھ میں موجود اس کا فون تھرتھرایا۔
اسکرین پر نظر آتے میسج کو دیکھتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آیا تھا۔
اسکرین پر انگلیوں کو حرکت دیتے ہوئے اس نے پیغام کھولا تو ایک تصویر اسے بھیجی گئی تھی۔
وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔

ماشا تو آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ جب کے اسے یہ کام کچھ دیر تک لازمی مکمل کرنا تھا۔ اسی لئے ناچار اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین کی ایک تصویر کھینچ کر سالار کو سینڈ کردی۔ ساتھ ہی ایشو کے بارے میں بتاتے ہوئے اس سے حل بھی پوچھا۔
وہ بے صبری سے اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی جب کچھ ہی سیکنڈز بعد اس کی میسج ٹون بجی۔
"اس نے ایک لائن میں اس کی مشکل کا حل بتا دیا تھا۔

کچھ فگرز کو اس نے غلط لکھا تھا جس کی وجہ سے مسئلہ ہو رہا تھا۔ وہ بے ساختہ شکر کا سانس بھر کر جلدی جلدی اپنا کام ختم کرنے لگی۔

آج جمعے کا دن طلوع ہوا تھا تو ہمیشہ کی طرح آج بھی کتنے ہی ضرورت مندوں کو صدقہ و خیرات کرتے ہوئے دن کی شروعات کی گئی تھی۔

آج کے مبارک دن ویسے بھی اتنا خوشی کا موقع تھا۔

لیکن ساتھ ہی کہیں نہ کہیں ایک انجانا سا خوف بھی سب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔

وہاج غازی سادگی سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن سعادت غازی نے کافی سارے مہمانوان کو مدعو کر رکھا تھا۔ آخر کو پوتی کا نکاح تھا۔

وہاج غازی کو اس بات کی فکر تھی کے کہیں وہ جن پھر سے آ کر کوئی تماشہ نہ کر دے۔

وہ بھی اس صورت میں جب پوری حویلی میں کافی مہمان موجود تھے۔وائٹ اور گولڈن کلر کے جوڑے میں سرخ یاقوت سے بنی اپنی خاندانی جیولری پہنے وہ بار بار ہاتھ میں موجود ٹشو سے آنکھوں کے کونے صاف کر رہی تھی جو بار بار بھیگ جاتے تھے۔

کچھ دیر میں ڈاکٹر عاصم کے گھر والے نکاح کے کئے آنے والے تھے۔ جن کے استقبال کی تیاریاں زور و شور سے کی جا رہی تھیں۔

ایک وہی تھی جس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ جس کی چھٹی حس اسے کسی طوفان کے آنے کی پیشن گوئی کر رہی تھی۔

وہ سخت بے چینی کا شکار تھی۔ کسے معلوم کیا ہونے والا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ اسے ایک بار بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ اس کے یاد کرنے اور بلانے کے باوجود بھی وہ نہیں آیا تھا۔

اس کا دل انجانے خدشوں میں گھرا تھا۔ وہ یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی کسی بھی قیمت پر۔ لیکن راہ فرار اختیار کرنے کی بھی کوئی صورت نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

اگر وہ انسان ہوتا تو شاید وہ اس کے ساتھ بھاگ جانے پر غور ضرور کرتی۔ لیکن مسئلہ ہی یہی تھا کے وہ ایک جن زادے کو دل کے ساتھ ساتھ زبان بھی دے بیٹھی تھی کے اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گی۔

لیکن آج کا یہ دن اس کا امتحان بن کے طلوع ہوا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اس کی گھبراہٹ میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تنہا کمرے میں بیٹھتے بیٹھتے اس کا دل اٹھنے لگا تو اپنے بھاری لباس کو سنبھالتے ہوئے وہ روم سے باہر نکل آئی۔

ہر طرف چہل پہل تھی سب ہی اپنی تیاریاں میں مصروف نظر آرہے تھے۔ بریزے کو سمجھ نہیں آیا کے وہ کہاں جائے۔

"یہ آتما بن کے کہاں گھوم رہی ہو؟"

وہ اپنی ہی دھن میں آتے ہوئے اسے دیکھ رک ٹھٹھک کر رکا پھر اس کے جوڑے کے رنگ پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔

"تم سے مطلب اپنے کام سے کام رکھو"

وہ تیز لہجے میں اسی پر الٹی۔

"اپنے دلہن ہونے کا ہی لحاظ کرتے ہوئے اپنی زبان بند رکھ لو"

"نہیں کروں گی میں اپنی زبان بند۔۔تمہیں اپنے کان بند کرنے ہیں تو شوق سے کر لو۔۔"

تپے ہوئے لہجے میں کہتی وہ ساتھ ہی ریلینگ پر تھوڑا سا نیچے کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں کافی سارے مہمان موجود تھے۔

بریزے کی گھبراہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ اتنے ہجوم میں جا کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی اور تنہا بیٹھنے میں بھی اسے انجانا سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ریشام بھی ناجانے کہاں تھی۔ تیار ہونے میں اس

کی مدد کرنے کے بعد وہ دوبارہ دکھائی ہی نہیں دی تھی۔

"تم یہیں کھڑے ہو ابھی تک؟"

بریزے نے ماتھے پر سجا ٹیکا ٹھیک کرتے ہوئے اسے وہیں جمے دیکھا تو بےزاری سے بولی۔ جس نے گہری سانس بھرتے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے اس کے سنہرے روپ سے رخ موڑ لیا تھا۔

"یہاں مت گھومو روم میں جا کر بیٹھو۔۔میں ریشام کو بھیج رہا ہوں تمہارے پاس"

سفید شلوار قمیض پر پہنی کریم کلر کی واسکٹ کی جیب میں سے اس نے فون نکالتے ہوئے اسے تنبیہ کی۔ جس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

"تمہیں مجھے آرڈر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تنفر سے کہتے ہوئے اس کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا وہاں سے ہلنے کا۔ جبکہ آتے جاتے مہمان کافی دلچسپی سے اسے وہاں کھڑا دیکھ رہے تھے۔

عاشر نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی اس کی بات سن لے۔

"تمہیں اتنا ہی شوق ہو رہا ہے اس ڈاکٹر کا انتظار کرنے کا تو باہر مین گیٹ پر جا کر کھڑی ہو جاو"

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے عاشر؟ تم جا کر اپنا کام کیوں نہیں کرتے؟"

"مجھے تمہارے یہاں کھڑے ہونے سے مسئلہ ہو رہا ہے"

آتے جاتے لوگ معنی خیزی سے بریزے کو دیکھ رہے تھے جو عاشر کو جانے کیوں ناگوار لگ رہا تھا۔

اسی لیے وہ اسے وہاں سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"اب تو میں یہیں کھڑی رہوں گی۔۔کر لو جو کرنا ہے"

سینے پر بازو باندھتے ہوئے وہ ہٹ دھرمی سے اسے جلانے کو بولی۔

ہاتھوں کو حرکت دینے سے کانچ کی چوڑیاں اس کی کلائی میں کھنک اٹھی تھیں۔

عاشر نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوبارہ نہیں دیکھا۔

"کھڑی رہو میری بلا سے۔۔"

اس نے ایک سیکنڈ میں ہی اس کے سر پر ٹکے دوپٹے کو نیچے کھینچ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ دوپٹہ ایک گھونگٹ سا بن کر اس کا چہرہ چھپا گیا تھا۔

"بدتمیز انسان۔۔۔"

جب تک بریزے نے دوپٹہ چہرے سے ہٹایا تب تک وہ تیز تیز سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"یہ ماموں اتنے ناراض کیوں لگ رہے ہیں؟"

فون پر ٹائپنگ کرتا ہوا وہ لان میں پہنچا تو وجاہت غازی کو بڑبڑاتے دیکھ کر اس نے نا سمجھی سے فاز سے استفسار کیا۔

"انس بھائی پر غصہ ہیں"

"کیوں؟۔۔کیا وہ آگئے؟" عاشر نے حیرانگی سے پوچھتے ہوئے ساتھ ہی چونک کر کہا۔

انس نے تو منع کر دیا تھا کے وہ نہیں آئے گا۔

"آگئے ہیں وہ بھی اپنے پورے پروٹوکول کے ساتھ۔۔حویلی سے باہر دور تک ان کے گارڈز کی گاڑیاں کھڑی ہیں۔۔ بیچارے مہمانوں کو پارکنگ کا ایشو ہو رہا ہے"

"شریفوں کی طرح آنا اسے پسند نہیں ہے کیا؟ جب دیکھو پوری فوج کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے آتا ہے۔۔ہم کیا اپنے کام چھوڑ کے اس پر حملہ کرنے کے لیے بیٹھے ہیں جو وہ ایسے حفاظتی اقدامات کرتا ہے؟"

وہ سخت غصے میں ضمیر غازی اور وہاج غازی سے مخاطب تھے۔

"بابا اپنا بی پی مت بڑھائیں اتنی سی بات پر"

عبیر نے انھیں پرسکون کرنے کو ملتجی لہجے میں کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس خوشی کے موقع پر کوئی بدمزگی ہو۔

"اب وہ ڈی ایس پی کے بیٹے ہیں اتنا پروٹوکول تو ساتھ رکھنا بنتا ہی ہے ان کا۔۔"

"بے شک"

فاز کے کہنے کر عاشر نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دوبارہ موبائل کی اسکرین کو دیکھا۔

جہاں اب بھی ریشام کی طرف سے کوئی ریپلائی نہیں تھا۔

"ہیں کہاں یہ لڑکی؟۔۔"

ٹی پنک کلر کے ڈریس پر کانوں میں جھمکیاں ڈالتے ہوئے وہ اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھی جب زاریہ غازی نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

"تمہارے پاس اتنے نئے جوڑے پڑے ہیں پھر تم نے یہ کیوں پہنا ہے؟"

اسے عبیر کے ولیمے والا جوڑا پہنے دیکھ انھوں نے ناپسندیدگی سے کہا۔

" کسی کی میچنگ کی جیولری نہیں تھی تو کسی کی میچنگ چوڑیاں نہیں تھیں۔۔اور پھر یہ مجھے پسند بھی ہے اسی لئے پہن لیا۔"

وہ مصروف سے انداز میں بولی لیکن زاریہ غازی جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ وہی ڈریس ہے نا جو یوسف نے دلایا تھا تمہیں؟"

چین کا لاک بند کرتے ہوئ اس کے ہاتھ تھمے۔چور نظروں سے سنگھار میز کے شیشے سے اپنی ماں کا عکس دیکھا۔

"وہی ہے۔۔" وہ دھیمے لہجے میں اتنا ہی بولی۔

چینج کرو اسے۔۔۔"

انھوں نے سختی سے کہا تو ریشام نے بری طرح چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن کیوں؟"
"اتنا سب ہونے کے باوجود بھی تم پوچھ رہی ہو کے کیوں؟؟---اسے فوراً چینج کرو اور آئندہ مجھے یہ تمہاری وارڈ روب میں بھی نہیں دکھائی دینا چاہیئے--"
انگلی اٹھا کر سختی سے وارن کرتی ہوئی وہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔
چند لمحے تو وہ لب دانتوں تلے دبائے کھڑی رہی۔ پھر سر جھٹک کر بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پر سیٹ کرنے لگی۔
جبھی اس کی نگاہ چارجنگ پر لگے اپنے فون پر پڑی جس کی اسکرین بلنک ہو رہی تھی۔
اس نے اٹھا کو آن کیا تو سامنے ہی عاشر کے کئی پیغامات جگمگانے لگے جو اسے بریزے کے پاس جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔
ریشام نے بے ساختہ پیشانی کو چھوا۔ وہ بھول ہی گئی تھی کے بریزے نے اسے جلد آنے کی تاکید کی تھی۔

رضا غازی نے کسی ارجنٹ کیس کے سلسلے میں مصروف ہونے کی وجہ سے آنے سے معذرت کرتے ہوئے انس کو وہاں بھیج دیا تھا۔
جو سعادت غازی کے کہنے کے باوجود ماشا اور صوفیہ کو اپنے ساتھ نہیں لایا تھا۔
وی آئی پی گیسٹ کے لئے مختص نشستوں پر سے ایک صوفے پر براجمان وہ سب سے لاتعلق بنا بیٹھا اپنے فون پر مصروف تھا۔
صرف ایک سعادت غازی ہی تھے جن سے اچھے سے ملنے کے بعد کافی دیر ان سے گفتگو کرتا رہا تھا۔
ان کے علاوہ اس نے کسی سے ملنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔
اس نے فون سے نظریں ہٹا اس کی جانب دیکھا جو اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔
ایک ہلکی سی مسکراہٹ انس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی۔

"کیا تم اب بھی اس ڈیل پر قائم ہو؟"
"تمہاری کزن کا آج نکاح ہے سالار غازی۔۔کم از کم آج کے دن تو تم اپنے کاروبار کو سائیڈ پر رکھ سکتے ہو"
"کاروباری فطرت رکھنے والوں کی یہی خامی ہوتی ہے۔۔وہ ہر لمحے چوکنے رہتے ہیں۔ کیا معلوم کب کس وقت منافع بخش کام ہاتھ لگ جائے۔"
"اسے خامی تو نہیں کہیں گے۔۔یہ تو ایک اچھی بات ہے۔۔لیکن پیسے پر محبت کو قربان کر دینا میرے نزدیک تو عقل مندی نہیں۔۔"
انس کا پرسکون اور کچھ مصنوئی افسوس بھرا انداز اسے اندر تک ہلا گیا تھا۔
جبھی اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔
مہراہ اس کی نیبر تھی۔ داریان سے وہ اس کی انڈراسٹینڈنگ دیکھ چکا تھا یقیناً اس نے ہی کچھ کہہ دیا ہوگا۔
"کافی جانکاری ہے تمہارے پاس۔۔کتنے جاسوس پھیلا رکھے ہیں تم نے اپنے؟"
"ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو"
وہ شانے اچکا کر لاپرواہی سے بولا۔
"انس بھائی۔۔سالار بھائی۔۔"
ان کی گفتگو کو فاز کے دخل نے توڑا تھا۔ جس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔
"کیا ہوا ہے؟"سالار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔
"عاصم۔۔۔ڈاکٹر عاصم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔۔وہ لوگ۔۔۔بارات نہیں لا رہے"
وہاج غازی کو فون پر ملی اطلاع من وعن اس نے کپکپاتے لہجے میں دہرائی تو وہ دونوں بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔
ہم سماعت کو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں

تیری آواز میں۔۔کوئی تو پکارے ہم کو
تو ہے وہ قیمتی نقصان جو راس آیا ہے
اچھے لگتے ہیں تیرے بعد خسارے ہم کو

سرخ ناک اور بھیگی آنکھوں سے دنیا جہاں کا شکوہ نظروں میں سموئے وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ اور گردن دونوں جھکے ہوئے تھے۔ اس کے مقابلے میں وہ اسے نا دیکھنے کی سعی کر رہا تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا باہر کیا شور و غل مچا ہوا ہے۔

"تم انسانوں کے مقابلے میں ہماری عمر بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ مجھے نہیں یاد میں نے کسی بھی دن اللہ کی یاد سے غفلت برتی ہو۔۔لیکن جب میں نے تمہیں دیکھا۔۔مجھے سب کچھ بھول گیا۔۔تمہارے علاوہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔۔لیکن میں کان لپیٹے بس تمہارے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔

مجھے اس بات کا قلق ہے کے میں نے ایک سراب کے پیچھے اپنی عبادتوں کو ضائع کر دیا۔"

اس کی سیاہ آنکھوں کے بڑھکتے شعلے ماند پڑے تھے۔ شانے بھی ڈھلکے ہوئے تھے۔

"تم مجھے دھوکہ کہہ رہے ہو؟"

اس نے سرسراتے لہجے میں بھیگی آواز میں استفسار کیا تو اس نے ضبط سے اسے دیکھا۔

"تمہاری محبت میں مبتلا ہو جانا میرے لیے ایک دھوکے سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں بریزے۔۔مجھے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کے میں نے اپنے ساتھ تمہارے جذبات و احساسات کو بھی مجروح کیا۔۔یہ میری سب سے بڑی غلطی تھی۔۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔"

"میں نے اپنی حدوں سے تجاوز کر کے خود بھی گناہ کے دلدل میں قدم رکھے اور ساتھ میں تمہیں بھی گھسیٹ لیا۔"

"محبت پر تو ہمارا اختیار نہیں ہوتا نا فاطم"

"بے شک۔۔لیکن وہ محبت کس کام کی جو آپ کو حرام کی ترغیب دے"

"کیا تمہیں پہلے خیال نہیں آیا تھا؟" اس کے اعصاب چیخ رہے تھے۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے سب تہس نہس کر دے۔

"پہلے خیال آیا ہوتا تو یہ سب نہ ہوتا"

"تم نے کہا تھا تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے"

وہ بری طرح روتی اسے اس کے وعدے یاد دلا رہی تھی۔

"مجھے یاد ہے جو کچھ بھی میں نے کہا۔۔اور میں اس کے لیے شرمندہ ہوں تم سے"

"تمہاری شرمندگی کا میں کیا کروں؟؟۔۔جب تمہیں مجھے چھوڑ کر ہی جانا تھا تو میری راہ میں کیوں آئے تھے؟ کیوں مجھے اپنا اسیر کیا تھا؟"

"میں بھول گیا تھا کے میں ایک جن زادہ ہوں۔۔تمہارا اور میرا ملن نا ممکن ہے"

"ملن ممکن نہیں ہے"

بے دردی سے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ تمسخرانہ ہنسی۔

" بریزے۔۔میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو میں تم سے معافی مانگنے کے کئے کہہ سکوں"

"تم مجھے جان سے مار دو۔۔میں تمہارے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کروں گی"

"کچھ وقت بعد تم مجھے بھول بھی جاو گی"

"تم بھلا دو گے مجھے؟"اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ اس کا دل ٹکڑوں میں کٹ رہا تھا۔

یہ سوچ سوچ کر اس کا سر پھٹنے لگا تھا کے وہ اسے چھوڑ جانے کی بات کر رہا تھا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔۔لیکن میں پوری کوشش کروں گا۔ اور عاصم کے ایکسیڈنٹ میں میرا کوئی ہاتھ نہیں۔۔وہ قدرتی طور پر ایک حادثے کا شکار ہوا ہے"

وہ خاموش کھڑی بہتے ہوئے آنسووں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جو اسے الوداع کہنے آیا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا بریزے۔۔"

"میں تمہاری زندگی خراب نہیں کرنا چاہتا۔۔۔"

"اگر تم مجھے چھوڑ کر گئے تو میں سچ میں زہر کھا کے مر جاوں گی"
وہ جب بولی تو اس کا لہجہ سنگین تھا۔
"ایک جن زادے کے پیچھے کیوں اپنی زندگی کو جہنم بنا رہی ہو"
"یہ سب تمہاری وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔۔میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اس کے لئے"
فاطم کا ہاتھ اس کے سر پر دھرا تھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بری طرح رو رہی تھی۔
"مجھے معاف کر دینا۔۔"
زخمی سا مسکراتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتے ہوئے یکلخت ہی دھواں بن کر تحلیل ہو گیا۔
اپنی یادوں کو اس کے پاس چھوڑے وہ کبھی واپس نہ آنے کے لیے چلا گیا تھا۔
"فاطم۔۔۔فاطم ۔۔"
وہ دیوانہ وار کھڑکی کی جانب بڑھی۔اس کے دونوں پٹ کھولے وہ روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔
اپنی حدوں کو توڑنے ان سے تجاوز کرنے کی اسے سزا اسے سنا دی گئی تھی۔
اسے ہمیشہ کے لئے وہاں بھیج دیا گیا تھا جہاں سے واپس آنا اس کے بس میں نہیں تھا۔
"بریزے۔۔"
دروازے میں کھڑی ریشام نے شاک کے عالم میں اسے دیکھا پھر تیزی سے اس کے پاس جا کر اسے سنبھالا۔
"کیا ہو گیا ہے بریزے۔۔ہوش میں آو"
اسے دونوں بازو سے پکڑے وہ سختی سے کہہ رہی تھی جو اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" عیشہ نے تشویش سے ماشا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"بے ہوش ہو گئی ہے"

"وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے لیکن کیسے ہو گئی بے ہوش؟"

دائم کے اطلاع دینے پر اس نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا پھر ساتھ ہی اسے اٹھانے کو تدبیریں کرنے لگی۔

"اب یہ تو داریان بھائی ہی بتائیں گے۔۔"

"داریان؟" عیشہ نے حیرانگی سے اس طرح دیکھا کے وہ بلا وجہ ہی اپنی جگہ پر شرمندہ ہو گیا۔

جبھی اس کے ہاتھ میں پکڑے فون پر رنگ ہونے لگی تو وہ شکر کرتا جلدی سے بالکنی میں آگیا۔ لیکن جب اسکرین پر نظر آتے نام کو دیکھا تو فون اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

انس غازی کو کیا الہام ہوا تھا کے اس کی بہن داریان کے کمرے میں بے ہوش پڑی ہے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام یہ بتاؤ فاطم سے کوئی بات ہوئی تھی تمہاری؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ہاں لیکن کیوں؟"

"جس لڑکے سے بریزے غازی کی شادی ہونے والی تھی اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے"

"اوہ۔۔پھر اب؟" اس نے افسوس سے پوچھا۔

"خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ معمولی سے زخم تھے لیکن اس کے گھر والوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے۔۔"

"اتنی سی بات پر انکار؟"وہ حیرانگی سے بولا۔

"فرسودہ قسم کی سوچ کے مالک ہیں۔۔ایکسیڈنٹ کو بد شگونی سمجھ کر منع کر دیا نکاح سے" انس اسے تفصیل بتاتا جا رہا تھا۔

"حیرت ہے اتنے ایجوکیٹڈ ہونے کے بعد اس قسم کی بات کر رہے ہیں"

"بس کیا کر سکتے ہیں اللہ ہدایت دے ایسے لوگوں کو"

"تو تمہیں کیا لگتا ہے یہ کام فاطم کا ہے؟"

"تو اور کس کا ہو سکتا ہے اس کے علاوہ؟"

"لیکن انس۔۔"

داریان نے فون ایک کان سے دوسرے کان پر منتقل کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"کچھ دیر پہلے ہی میری اس سے بات ہوئی تھی۔۔وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔۔اس نے تمہاری کزن سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اسی وقت شاہ صاحب نے اسے بلا لیا تھا۔ یقیناً انھوں نے اسے اپنا فیصلہ سنا دیا ہوگا"

"کس چیز کا فیصلہ؟"

"فیصلہ یعنی جو حرکت اس سے سرزد ہوئی تھی اس کی سزا اسے سنائی گئی ہوگی۔۔"

"کس قسم کی سزا؟"

"اب اس بارے میں زیادہ جانکاری نہیں ہے مجھے۔۔ جناتوں کی سزائیں بھی مختلف قسم کی ہوا کرتی ہیں"

"کیا وہ واپس آسکتا ہے دوبارہ؟"

"میرا نہیں خیال۔۔"

وہ فون بند کر کے جب روم میں آیا تو وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔ عیشہ اس کے پاس ہی بیٹھی اس کی طبیعت پوچھ رہی تھی۔ لیکن جب اس نے غیر ارادی طور پر داریان کو دیکھا تو پھر سے اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرانے لگے۔

جو کچھ اس نے کچھ دیر پہلے دیکھا وہ اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ اسے نہیں معلوم تھا کے وہ کیسی مخلوق تھی جو ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔اس کے اعصاب اتنے مضبوط نہیں تھے کے یہ بوجھ سہار پاتی۔

"تم یہاں کتابیں لینے آئیں تھی نا ماشا پھر بے ہوش کیسے ہو گئیں؟"
عیشہ پریشانی سے اس سے دریافت کر رہی تھی۔
"وہ مجھے۔۔۔چکر۔۔چکر آ گئے تھے بس"
داریان کو نہ دیکھنے کی سعی کرتے ہوئے وہ صاف چھپا گئی تھی۔
"ہم وہیں تو پوچھ رہے ہیں کے چکر کیسے آگئے ؟"
دائم نے کہاں باز آنا تھا۔ اس سچویشن میں بھی اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا۔
لیکن داریان کی صرف ایک گھوری پر وہ سیدھا ہوا تھا۔
اسے جب احساس ہوا کے وہ داریان کے بیڈ روم میں ہے تو بوکھلا کر بیڈ سے اٹھی۔
"آرام سے۔۔کس بات کی جلدی ہے؟"
عیشہ نے اس کی عجلت پر فوراً ٹوکا۔
"وہ مہر ماہ۔۔۔انتظار کر رہی ہو گی اپنی کتابوں کا"
اس نے شکر کیا کے وقت پر بہانہ سوجھ گیا تھا۔
"یہ مہر ماہ کو دے آو۔"
داریان نے تین چار کتابیں ٹیبل پر سے اٹھاتے ہوئے دائم کو تھمائی۔
"کیا ابھی جانا ہے ؟"
"اچھا اچھا جا رہا ہوں"
اس کی نظروں سے خائف ہوتے ہوئے وہ جلدی سے نکل گیا تھا۔
"میں جا کر کچن دیکھتی ہوں تم نیچے آجاو تمہارے لئے ملک شیک بنا رہی ہوں۔۔کھاتی پیتی کچھ ہو نہیں تو چکر تو آنے ہی ہیں۔۔"
وہ جب تنبہہ کرتی ہوئی چلی گئی تو ماشا بھی سرعت سے نکلنے لگی تھی لیکن عقب سے آتی اس کی آواز رک گئی۔ جس نے اس کا نام پکار کر اسے روکا تھا۔

"میری بات سنو ماشا۔۔"

اسے یاد نہیں تھا کے وہ کبھی اس سے ہمکلام ہوا ہو۔

اس کے منہ سے اپنا نام ہی اس نے پہلی بار سنا تھا۔

"وہ جو کچھ تم نے دیکھا۔۔"

اس کی بات ادھوری ہی تھی کے وہ با عجلت دو قدم پیچھے ہٹی۔

اس کی نگاہوں میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔ وہ تو اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اس کے ڈر کو وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔ جسے وہ کم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس وقت شدید خوف کا شکار لگ رہی تھی۔

اسے کامل یقین ہو چلا تھا کے داریان بھی حقیقت میں کوئی جن ہی تھا

ویسے بھی تو وہ کون سا فرمان درانی کا سگا بھائی تھا۔

"بے وقوف لڑکی۔۔"

اس کے وہاں سے بھاگ جانے پر وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

وہاج اور ضمیر غازی کے ساتھ عبیر بھی گیا تھا ہاسپٹل ڈاکٹر عاصم کو دیکھنے۔

کچھ دیر پہلے وہ لوٹے تھے۔ ان کے چہرے پر پریشانی اور تفکر کی پرچھائیاں تھیں۔ وہاج غازی کے شانے ڈھلکے ہوئے تھے۔ ایک لمحے میں ہی وہ صدیوں کے بیمار لگ رہے تھے

عاصم کے فیملی نے اس رشتے سے معذرت کر لی تھی۔ انھوں نے نکاح کرنے سے منع کر دیا تھا۔

وہ خبر آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ ہر طرف چہ مگوئیاں اور سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔

وہاج غازی کا تو دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"چاچو آپ سنبھالیں خود کو"

عبیر نے پریشانی سے کہا
"میں کیسے سنبھالوں خود کو؟ کیسے سامنا کروں اپنی بیٹی کا؟" وہ زخمی لہجے میں بولے۔

"کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے اس حویلی کو۔۔"
"سوچا بھی نہیں تھا کے ایک جن کی وجہ سے بھی اتنی بدنامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔میں تو شکر ہی ادا کرتی ہوں کے اللہ نے ہمیں صرف دو لڑکیوں سے ہی نوازا اور ہوتی تو جانے کتنے گل کھلاتیں وہ بھی"
سفینہ غازی تلخی سے کہے جا رہی تھیں۔
"ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں ماں؟"
سالار نے ناگواری سے انھیں دیکھا۔
"تو اور کیسی باتیں کروں؟ اس جن کی وجہ سے ایک معصوم انسان موت کے منہ سے زندہ آیا ہے۔۔"
"وہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا"
"اسی نے کروایا تھا معلوم ہے مجھے۔۔وہ نہیں چاہتا کے بریزے کی شادی کسی اور سے ہو۔۔"
"تم لوگ بریزے کو بچانے کے لئے اس کی شادی کسی اور سے کروا رہے تھے اور اس جن نے اس لڑکے کو ہی راستے سے ہٹا دیا۔۔"
"جب کسی لڑکی پر جن کا سایہ پڑ جاتا ہے نا تو ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا"
"صرف عاصم ہی نہیں۔۔جس سے بھی بریزے کی شادی کرنے کا سوچو گے اس کی جان کو خطرے میں ہی ڈالو گے"
"اللہ نے کرے بھابھی۔۔وہ صرف ایک حادثہ تھا۔۔اچھا ہی ہوا ان کی دقیانوسی سوچ کا ہمیں پہلے ہی پتا چل گیا۔"
رائمہ نے حمنہ غازی کو سنبھالتے ہوئے ناپسندیدگی سے کہا۔
"لیکن جو داغ اس کے دامن پر لگا ہے اس کا کیا؟ لوگ تو یہی کہیں گے نا کے بریزے کی بارات

واپس چلی گئی"

"ایسی لڑکی سے کوئی شادی نہیں کرنا چاہتا"

باوجود کوشش کے وہ یہ نہیں کہہ سکی تھیں کے وہ اپنے بیٹے کی شادی کر دیں گی بریزے سے۔۔

لیکن اپنے بیٹے کی عادت سے بھی وہ بخوبی واقف تھیں۔۔عاشر مرزا کسی کے بھی زبردستی کے فیصلوں کو خود پر مسلط نہیں ہونے دیتا تھا۔

کوئی بعید نہیں تھی کے وہ بھی انکار کر دیتا۔۔ رائمہ نہیں چاہتی تھیں کے وہ بریزے کے لئے دوسری بار بھی انکار کر کے انھیں دل برداشتہ کرے۔

اس لئے انھوں نے اس سے نا پوچھنا ہی بہتر جانا۔

اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے تھا لیکن اس کے چہرے سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کے وہ کس قدر ذہنی تناو کا شکار ہے۔

وہ اس وقت سعادت غازی کے ساتھ اکیلا بیٹھا تھا ان کے کمرے میں۔

"میں تمھیں جذباتی طور پر بلیک میل نہیں کرنا چاہتا۔۔میں جانتا ہوں تم اس میں انٹرسٹڈ بھی نہیں ہو۔۔اور یہ بھی کے تم اس کے لئے صاف انکار کر چکے ہو۔۔لیکن"

بات کو جاری رکھنے کے لیے انھوں نے چند لمحے خاموش کر ڈھیروں ہمت کو مجتمع کیا تھا۔

عاشر کو بخوبی اندازہ تھا ان کی طرف سے کی جانے والی گزارش کا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں کے بریزے کی طرف جو انگلیاں اٹھی ہیں تم اسے ان سے بچا لو۔۔وہ یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی عاشر۔۔"

"وہاج ماموں مجھے پسند نہیں کرتے۔۔میں خود بھی ان کی بیٹی کو پسند نہیں کرتا۔۔اس رشتے کو قائم کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا"

اس کی جھکی نظریں اپنے جوتوں پر تھیں۔ آواز میں ایک سرد پن تھا۔

"میں جانتا ہوں لیکن میری برسوں کی عزت خاک میں مل رہی ہے۔۔لیکن مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔مجھے بریزے کی فکر ہے۔۔میں اسے لوگوں کی زہریلی باتوں کا نشانہ بنتے نہیں دیکھنا چاہتا"

"آپ کسی اور سے اس کی شادی کروادیں۔۔میں یہ نکاح نہیں کر سکتا"

سعادت غازی نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"مجھے تم پر بہت مان ہے عاشر۔ تم میرے اکلوتے نواسے ہو"

"یہ صرف ایک کاغذی رشتہ تو نہیں ہوگا نانا جان کے جو ضرورت پڑنے پر قائم کیا جائے اور بعد میں ختم کر دیا جائے۔۔یہ میری پوری زندگی کا سوال ہے۔۔"

اب کے وہ بولا تو اس کے لہجے میں زمانے بھر کی ناراضگی تھی۔

"خاندان میں اس کے ہم عمر لڑکے موجود ہیں۔جو میرے ایک بار کہنے پر ہی اس سے شادی کو تیار ہو جائیں گے۔۔لیکن تمہارے علاوہ مجھے کسی پر اعتبار نہیں ہے۔۔تمہارے علاوہ اسے کوئی نہیں سنبھال سکتا۔۔"

"آپ مجھ سے۔۔بہت بڑی قربانی مانگ رہے ہیں"

پیشانی مسلتے ہوئے اس کے اعصاب تن رہے تھے۔

"تمہیں اس قربانی کا اجر ملے گا میرے بیٹے۔۔"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے جذب سے کہتے اسے منا لینا چاہتے تھے۔

"مشکل حالات میں خون کے رشتے ہی ایک دوسرے کے کام آتے ہیں"

"سب کو یہی لگ رہا ہے کے عاصم کا ایکسیڈنٹ اس جن زادے کی وجہ سے ہوا ہے۔۔کیوں کے اس نے یہی کہا تھا کے وہ بریزے کی شادی کسی اور سے نہیں ہونے دے گا"

"ایک بار اگر یہ نکاح ہو گیا تو ممکن ہے کے وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے گا"

"لیکن اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے ۔جنات اتنی آسانی سے کسی کا پیچھا نہیں چھوڑا کرتے۔"

"اس صورتحال سے نمٹنے کا مجھے تو کوئی اور راستہ بجھائی نہیں دے رہا"

وہ تکان اور بے بسی سے بولے۔ تو عاشر نے ان کی قابل رحم حالت دیکھتے ہوئے گہری سانس بھری۔
"آپ عزت میری عزت ہے نانا جان۔۔آپ کے لیے میں یہ قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔۔"
عاشر کی بات سے جیسے ان کے اندر توانائی سی بھر گئی تھی۔
"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم کرو گے بریزے سے نکاح؟"
انھیں یقین نہیں آیا تو پھر سے پوچھا۔ جواباً اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔
"لیکن میری ایک شرط ہے۔۔"

"یہ کیوں اتار دیا تم نے؟" ریشام نے چونک کر اسے دیکھا جو ایک ایک کر کے اپنی ساری جیولری اتار رہی تھی۔
"دو بار ٹھکرا دی گئی ہوں۔۔اب کس کے انتظار میں دلہن بن کر بیٹھی رہوں؟" اس کے سرخ چہرے پر آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔
"بریزے سنبھالو خود کو"
اس کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے وہ نرمی سے بولی لیکن اسکا رونا جاری تھا۔
"نکاح کے لئے آرہے ہیں سب ٹھیک سے ہو کر بیٹھو۔۔"
وہ رونا بھول کر حیرت زدہ ہی نگاہوں سے یک ٹک اسے دیکھے گئی۔
"لیکن وہ تو؟"
اسے تو یہی بتایا گیا تھا کے عاصم کی فیملی نے صاف منع کر دیا ہے تو کیا وہ مان گئے تھے؟
وہ ریشام سے پوچھ بھی نہیں سکی تھی۔
اسے دوبارہ جیولری پہنانے کا وقت نہیں تھا ریشام نے جلدی جلدی میں ہی اس کے کامدار دوپٹے کو چہرے تک اوڑھا دیا۔

وہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔ رائمہ پھوپھو نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے کانپتے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ ایک ایک کر کرے گھر کی سب ہی خواتین اس کے روم میں آچکی تھیں۔
وہ گھونگھٹ کی اوٹ سے عبیر غازی کو دیکھ رہی تھی جو اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے نکاح کی کاروائی شروع کرنے لگا تھا۔

اسے تو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا گیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کے اس کے کمرے میں اس وقت کون کون موجود تھا۔ اور کن تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عاصم کے ایکسیڈنٹ کا قصوروار سب اسے ہی ٹھہرا رہے تھے کے جس لڑکی سے شادی ہونے سے پہلے ہی یہ بد شگن ہو گیا۔ شادی ہو جانے کے بعد تو نا جانے کون سی افتاد کا سامنا کرنا پڑتا۔

لیکن وہیں پر سب عاشر کی ہمت کو بھی داد دے رہے تھے جو جانتے بوجھتے اس سے لڑکی سے نکاح کر رہا تھا۔

یہ بات تو سب کو ہی معلوم تھی کے بچپن سے ریشام سالار سے منسوب تھی اور بریزے عاشر سے۔
لیکن یہ بات صرف بڑوں تک ہی محدود تھی۔

جب عاشر کا نام لیتے ہوئے اس کی رضا جاننی چاہی تو رکی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ پیوستہ لب بیٹھی رہی۔

وہ جانتی تھی اس کے ہوتے ہوئے کسی اور سے منت سماجت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی ہو گی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کے وہ اسے سخت ناپسند کرتا ہے اور پہلے ہی اس سے شادی کے لیے بھی انکار کر چکا ہے۔ لیکن اگر وہ مان گیا تھا تو صرف پریشرائز کرنے کی وجہ سے۔

بریزے کسی صورت اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ شدید اضطراب کا شکار تھی۔ لیکن کچھ دیر پہلے جو اس نے اپنے حوالے سے جو باتیں سنی تھیں کے وہ برچھی کی طرح اس کے دل کو زخمی کر گئی تھیں۔ کے اس لڑکی کے سبز قدم ہیں۔۔اس پر جنات کا سایہ ہے۔۔ اس سے شادی کرنے والا کوئی بھی شخص محفوظ نہیں رہے گا۔

اس کا دل ماتم کناں تھا۔
سب اس کی رضامندی جاننے کو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
اگر حویلی کی عزت بچانے کے لئے عاشر مرزا ایک ناپسندیدہ قدم اٹھا سکتا تھا تو پھر اس کے پاس تو انکار کرنے کا جواز ہی نہیں بنتا تھا۔

سعادت غازی کی بیٹھک میں اس وقت ایک ہجوم ہی تو لگا تھا تمام رشتے دار ابھی تک وہیں موجود تھے۔
جو صورتحال انھیں دیکھنے کو مل رہی تھی وہ ان کے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھی۔
وہ تو صرف بریزے کے نکاح میں شرکت کرنے آئے تھے لیکن انھیں نہیں معلوم تھا کے اس کا نکاح عاشر سے ہوگا۔
اسے نہیں معلوم تھا کے اس نے واسکٹ اتار کر کہاں پھینکی تھی۔ اس وقت وہ سفید کرتا شلوار زیب تن کئے ازحد سنجیدہ صورت لئے بیٹھا تھا۔
"ہمیں معلوم ہے تم پر زبردستی یہ فیصلہ تھوپا گیا ہے۔ لیکن جب تم نے اقرار کر ہی لیا ہے تو اپنا منہ بھی ٹھیک کرو۔"
اس کے قریب بیٹھتے ہوئے عبیر اس کے بازو پر امام ضامن باندھتے ہوئے دھیمی آواز میں اسے اپنے چہرے کے زاویے ٹھیک کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔
آپ کیا چاہتے ہیں کے میں قہقہے لگاتے ہوئے اپنی بے بسی کا جشن مناوں؟" وہ ازحد ناراض لگ رہا تھا۔
وہ محظ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔
بے تاثر انداز میں نکاح کی کاروائی دیکھتے اور سنتے ہوئے اس نے کچھ کاغذات پر دستخط کر دئے تھے۔
ارادہ تو تھا کے فوراً وہاں سے اٹھ کر چلا جائے گا لیکن اتنے مہمانوں کی موجودگی میں وہ یہ کر نہیں پایا تھا۔

سعادت غازی نے جب اسے گلے لگا کر مبارک باد دی تو ساتھ ہی سرگوشیانہ انداز میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا جس نے ان کی عزت کی لاج رکھ لی تھی۔

"شرمندہ مت کریں نانا جان۔۔بس میری شرط پر عمل درآمد ہونا چاہیئے"

جبری مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ الگ ہوا۔

جنھوں نے اثبات میں سر ہلا کر اسے یقین دہانی کروائی تھی کے وہ اپنی بات کا پاس رکھیں گے۔

"مبارک ہو۔۔"

ایک ایک کر کے سب اس سے گلے ملتے ہوئے خوشدلی سے اسے نکاح کی مبارکباد دے رہے تھے۔

وہاج غازی شرمندگی کا شکار تھے۔ انھیں سمجھ نہیں آرہی تھی کے کس طرح اس کا شکریہ ادا کریں جس نے اپنے دل کو مار کے ان کی عزت رکھ لی تھی۔

جو ان کی بیٹی کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال رہا تھا۔

ایک ایک کر کے سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ ابھی صرف گھر کے افراد ہی لاونج میں بیٹھے تھے۔

وہاج غازی کے گلے لگی وہ جب سے ہی رونے میں مصروف تھی۔

سب اسے تسلی دلاسے دے کر تھک چکے تھے لیکن اس کا دکھ تو جیسے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"عاشر کا کچھ پتا چلا؟" رائمہ نے فکر مندی سے سالار سے پوچھا جس نے نفی میں سر ہلا دیا۔وہ کب سے اس کا نمبر ٹرائی کر رہا تھا جو مسلسل آف جا رہا تھا۔

رات کافی بیت چکی تھی اب سب کو ہی فکر ہونے لگی تھی۔ساتھ ہی دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کے اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔

"بات ہو گئی ہے میری عاشر سے۔۔کچھ دیر تک آجائے گا واپس"

فون کان سے ہٹا کر اس نے سعادت غازی کو اطلاع دی تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔

"یہ دونوں تو پہلے ہی ناک میں دم کیئے رکھتے تھے۔ سونے پہ اب تو یہ دونوں ساتھ مل کر ہمارا سکون برباد کیے رکھیں گے"

سفینہ تائی تلخی سے بولی تو سب نے ہی ناپسندیدگی سے انھیں دیکھا

"اجازت دیجئے دادا جان۔۔میں اب چلتا ہوں"

جتنے استحقاق سے یہ دادا جان کہتا ہے کوئی بعید نہیں کے آپ کے بابا نے ساری جائیداد اس کے نام پر کر دینی ہیں"

سفینہ غازی نے تنفر سے انس کو دیکھتے ہوئے وجاہت غازی سے ہلکی آواز میں بولیں۔

"معلوم ہے مجھے۔۔جب سے حقیقت انھیں معلوم ہوئی تب سے ان باپ بیٹے کے صدقے واری جا رہے ہیں" ان کے جذبات بھی بیوی سے مختلف نہ تھے۔

"رات بہت ہو گئی ہے۔۔آج یہیں رک جاو "

سعادت غازی اسے روکنے پر مصر تھے

"گھر پہ سب انتظار کر رہیں ہونگے میرا"

ان کی پیشکش پر اس نے سہولت سے انکار کر دیا تھا

"انھیں فون کر کے اطلاع دے دو آج تم یہیں رکو گے"

"ریشام۔۔"

قطعی لہجے میں کہتے ہوئے انھوں نے اسے مخاطب کیا جو سرعت سے ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی دادا جان۔۔"

"بریزے کو عاشر کے روم میں لے جاو"

سب نے ایک شاک کے عالم میں انھیں دیکھا۔

اتنی اچانک رخصتی کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔

"لیکن بابا اتنی جلدی ؟۔۔"

وہاج غازی نے کچھ کہنا چاہا تو وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئے۔

"یہ کام بعد میں بھی تو ہونا ہی ہے نا تو پھر ابھی ہی سہی"

ان کے فیصلوں کے آگے کسی کو بولنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔

"میں اس کے روم میں نہیں جاوں گی ریشام"

وہ دروازے کے پاس ہی رک گئی تھی۔

"یہ دادا جان کا فیصلہ ہے میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی"

وہ اس کا بازو پکڑے اندر لے آئی تھی۔

"تم لوگ میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے "

وہ روہانسی تھی۔

"اسی کو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو"

اس کے بھاری لباس کو سنبھالتے ہوئے ریشام نے اسے بیڈ پر بیٹھنے میں مدد دیتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے میری بچی۔۔" رائمہ تو اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اس پر نہال جا رہی تھیں۔ ان کے دل کی تو خواہش پوری ہو گئی تھی۔

"رونا بند کرو بریزے۔۔میرا بیٹا اتنا برا بھی نہیں ہے "

"آپ کو نہیں معلوم وہ کتنا برا ہے" وہ بھیگی آواز میں ناراضگی سے بولی

"میں تو دل سے چاہتی تھی کے تمہاری اس سے شادی ہو۔۔دیکھو کیسے اللہ نے راہ بنا دی"

"پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا"

"اب تم کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے روم میں جا رہی ہوں سونے"

"ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ"
"تم یہی رہو گی۔۔"
"مجھے یہاں نہیں رہنا اس جنگلی انسان کے ساتھ"
" لیکن وہ تو تمہیں یہاں رکھنا چاہتا ہے"
"اس کا دماغ نہیں خراب جو وہ ایسا چاہے گا"
وہ تلخی سے بولی
"تم آرام سے بیٹھ جاو اب۔۔"
"میں اس کے ساتھ یہاں کسی صورت نہیں رہوں گی"
"دیکھو بریزے میں بہت تھک چکی ہوں۔۔تمہیں یہاں سے لے جا کر میں اس سے باتیں نہیں سننا چاہتی"
اس نے تھکے ہوئے انداز میں بے زاری سے کہا۔
جبھی بنا کسی دستک کے دروازہ کھلا۔
ہاتھ میں ہیلمٹ لئے دوسرے ہاتھ سے پیشانی پر آئے بالوں کو پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کر ریشام کو دیکھا۔
"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"
"بریزے کو چھوڑنے آئی تھی۔۔"
وہ کہتے ہوئے جانے لگی تھی جب بریزے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"مجھے ساتھ لے کر جاو"
عاشر کی نظروں سے چھپی نہیں رہی تھی اس کی حرکت لیکن انجان بنتے ہوئے ہیلمٹ کو رائٹنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ فون کھول کر اس مصروف ہو گیا۔
وہ اس کے روکنے کے باوجود بھی نہیں رکی تھی۔بیڈ کے کونے پر ٹکے ہوئے اس نے کتنے ہی آنسوؤں

کو اپنے اندر اتارا۔

کیسے ایک بوجھ کی طرح اسے اتار کر پھینکا گیا تھا۔

وہ دروازہ بند کر کے جا چکی تھی جب وہ فون بند کر کے ٹیبل پر ڈالتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

اس کے نزدیک آنے پر وہ مزید پیچھے ہوئی تھی۔

لیکن وہ سنجیدہ صورت لئے اسے نظر انداز کرتے ہوئے جھک کر سائیڈ ٹیبل کی ڈرا سے لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے بالکنی میں چلا گیا تھا۔

بریزے چند لمحے اسے گھورتی رہی۔ نکاح جیسے بھی حالات میں ہوا ہو لیکن اس کی طرف سے رکھی گئی رخصتی کی شرط پر اندر تک سلگ رہی تھی۔

"اپنا بھاری لباس سنبھالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سیدھا دروازے کی جانب بڑھی ہینڈل پر ہاتھ رکھ کے اسے گھمایا لیکن وہ لاکڈ تھا۔

باوجود کوشش کے وہ اسے کھول نہیں پائی تھی۔

"کیا مصیبت ہے"

وہ بڑبڑاتی ہوئی بالکنی کے پاس آئی جہاں وہ کھلی فضا میں سگریٹ سلگائے ہوئے تھا۔ بریزے کو سخت نفرت تھی اس کی بدبو سے۔

"یہ دروازہ کیوں نہیں کھل رہا ہے ؟"

عقب سے آتی اس کی آواز پر عاشر نے پلٹ کر اسے دیکھا

"کیوں کے وہ لاکڈ ہے۔"

"کھولو اسے مجھے باہر جانا ہے"

"کیوں جانا ہے باہر؟"

وہ اب مکمل اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"کیوں کے مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا"

"تم نانا جان کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر رہی ہو؟"

"وہ میرا اور ان کا مسئلہ ہے تم دروازہ کھولو ورنہ اچھا نہیں ہوگا"

"نہیں کھولوں گا کر لو جو کر سکتی ہو"

اس کو ہٹ دھرمی پر قائم دیکھ کر وہ بے بسی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک قہر بار نگاہ اس پر ڈال کر دوبارہ روم میں آ گئی تھی۔

صوفے پر بیٹھتے ہوئے ہاتھوں میں پہنی ساری انگوٹھیاں اور چوڑیاں اتار کر یہاں وہاں پھینکتی جا رہی تھی۔

وہ چینج کرنے کی نیت سے الماری سے کپڑے نکال رہی تھی جب دروازے پر کسی بے دستک دی۔

ریشام کو خیال گزرا کے کہیں بریزے نہ آ گئی ہو۔ اس نے کپڑے بیڈ پر پھینکتے ہوئے جلدی سے دروازہ کھولا جہاں کھڑے فاز کو دیکھ کر وہ چونکی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تمہارے پاس پین کلر ہو گی؟"

"کچن میں ہے دوائیوں کا باکس۔ وہاں سے لے لیتے"

"اتنی دیر سے وہیں ڈھونڈ رہا تھا لیکن نہیں ملا مجھے۔"

"چلو میں دے دیتی ہوں"

اسے پیچھے آنے کا کہہ کر وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"خیریت تو ہے؟ تمہیں پین کلر کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

ریشام نے اس سے پوچھا جو کچن میں آ کر فریج کھول کر کچھ کھانے کے لئے تلاش کر رہا تھا۔

"اپنے لئے نہیں چاہیے"

"تو پھر؟" اس نے کیبنٹ میں سے باکس برآمد کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"انس بھائی کے سر میں درد ہو رہا تھا ان کے لیے لینے آیا تھا"

کچھ کھانے لائق نہ ملا تو اس نے فریج کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ جو انس کے نام پر چونک اٹھی تھی۔

"وہ تمہارے روم میں ہے؟"

"ہمم۔۔میرے ساتھ ہی رکے ہوئے ہیں"

"چائے بنا دوں؟"'

ریشام نے پین کلر اسے تھماتے ہوئے پوچھا جس کے چہرے پر فوراً ہی پرجوشی آگئی تھی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟ میرے لیے بھی بنانا"

وہ جب اپنی سگریٹ کا شغل پورا کر کے روم میں آیا تو اسے دیکھا جو چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔ شاید رو بھی رہی تھی۔

اس کے پیروں کے نیچے آ کر کچھ ٹوٹا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا تو کانچ کی چوڑیاں تھیں جو کرچیوں میں بٹ چکی تھیں۔

آہٹ پر اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر بھیگی نظروں سے اسے دیکھا جن کا کاجل پھیل چکا تھا۔

اس نے بنا کچھ کہے ٹشو کا ڈبہ اٹھا کر اس کے سامنے بڑھا دیا۔

بریزے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتی ہوئی جھٹکے سے اٹھی۔

"تم ابھی جا کر سب کو بولو کے تم دادا جان کے فیصلے کو نہیں مانتے"

وہ جب بولی تو اس کی آواز میں ایک حکم تھا۔

"کون سے فیصلے کو؟"

اس نے باکس میز پر ڈالتے ہوئے بازو سینے پر لپیٹ لیے تھے۔

"اسی فیصلے کو"

اس کا اشارہ خود کی اس کے کمرے میں موجودگی پر تھا۔

"لیکن مجھے تو کوئی اعتراض نہیں نانا جان کے اس فیصلے پر"

"تمہیں تو میں اچھی ہی نہیں لگتی پھر کیوں کیا تم نے مجھ سے نکاح؟"

اسے حیرانگی کے ساتھ ساتھ بے چینی بھی لاحق تھی۔

"بریزے غازی ایک چیز ہوتی ہے جسے مجبوری کہتے ہیں۔۔اور ایک چیز ہوتی ہے جسے مصلحت کہتے ہیں۔۔اور ایک چیز ہوتی ہے جسے جبر کہتے ہیں۔۔تم سے نکاح کرنے کے پیچھے صرف ان تین وجوہات کا ہاتھ ہے"

"تو تم کونسا کسی کی مجبوری مصلحت اور جبر کو خاطر میں لاتے ہو۔۔تم صاف انکار بھی تو کر سکتے تھے"

وہ تیز لہجے میں بولی۔

"میں نے کئی بار کیا تھا۔۔میں نے کہا بھی تھا اس چڑیل کو میرے پیچھے نہ لگائیں لیکن نانا جان نے میری ایک نہیں سنی۔۔اب جس طرح تمہیں مجھ پر مسلط کیا گیا ہے نا اسی طرح میں بھی تمہارے سر پر سوار رہوں گا تاکے تم بھی وہ سب محسوس کر سکو جو میں کر رہا ہوں"

اس نے پلکیں میچ کر ڈھیروں برداشت کو اپنے اندر اتارا۔

مجھے تمہارے ساتھ تو ہر گز نہیں رہنا۔۔شرافت سے چابی دو مجھے اپنے روم میں جانا ہے"

عاشر نے سکون سے جیب سے چابی نکال کر اس کی طرف اچھال دی تھی جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔

"جا کر چینج کرو اور دوبارہ اپنی اصلی حالت میں واپس آجاو"

"بھول ہے تمہاری کے میں واپس آوں گی یہاں"

تنفر سے اسے دیکھتی ہوئی وہ دروازہ کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ کہاں گھومتا پھر رہا ہے؟"

جار سے نمکو نکال کر کھاتے فاز نے دور سے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔ جبھی چونک کر بولا۔

"ساری حویلی میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا کچن میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ آتے ہی برے موڈ سے بولا۔

"چائے بنوا رہا ہوں۔۔تم کیوں بھٹکی ہوئی روح کی طرح حویلی کے چکر لگا رہے ہو؟"

"اے سی نہیں چل رہا میرے روم کا۔۔اپنے پلاس پیچ کس لے کر آو اور ٹھیک کرو اسے"

"ایک تو تم لوگوں نے سہی مجھے مفت کا ملازم سمجھ رکھا ہے"

جار کو شیلف پر رکھ کے اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے نروٹھے لہجے میں کہا۔

"تم کیوں دلہن بن کے چائے بنا رہی ہو؟"

عاشر اب کے اس سے مخاطب ہوا جو ابھی تک اسی حلیے میں تھی۔

"چینج کرنے ہی جا رہی تھی لیکن یہ آ گیا تھا پین کلر لینے"

"انس بھائی نے بھیجا تھا"

اس نے ساتھ ہی وجہ بتا دی۔

"انھیں کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس سر میں درد تھا"

"تم دونوں کا کہاں سے بھائی ہو گیا وہ؟ کیا اتنی جلدی قبول کر لیا تم نے اسے؟

وہ ابرو بھینچے ان دونوں کی گفتگو سنتے ہوئے بیچ میں بولی۔

"اب جو بھی ہے حقیقت کو تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا نا؟۔۔تم چائے بناو۔۔بن جائے تو مجھے بلا لینا"

فاز عجلت میں ہوتے ہوئے کچن سے نکل گیا تھا۔

"بے شک۔۔"

وہ بھی زبردستی مسکراتے ہوئے کہتا فاز کے پیچھے چلا گیا۔

"بریزے کہاں ہے؟"

گریبان میں پلاس اٹکائے اسٹول پر چڑھے فاز نے ایک دم یاد آنے پر چونک کر اسے دیکھا جو نیچے اسٹول پکڑ کے کھڑا تھا۔ نیند کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔

"اپنے روم میں چلی گئی"

وہ سنجیدگی سے بولا

"کیا زیادہ وقت لگے گا؟"

"ہاں کچھ ٹائم لگ جائے گا"

وہ مصروف سے انداز میں بولا تو وہ اسٹول چھوڑ کے پیچھے ہٹ گیا۔

"جب ٹھیک ہو جائے تو فون کر دینا مجھے "

سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون، لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر وہ روم سے باہر نکل گیا تھا۔

پیچھے وہ اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔

اس نے دروازہ دھکیل کر اندر قدم رکھے تو خوابناک سے ماحول نے اس کا استقبال کیا۔

ساری لائٹس آف تھیں صرف ایک نائٹ بلب کی مدھم روشنی نے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

کھڑکیوں پر بھی بھاری پردے پڑے تھے۔ نیند سے اس کی پلکیں بھاری ہونے لگی تھیں

وہ چاروں اور نظریں دوڑاتے ہوئے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

پھر دروازہ لاک کر کے وہ بیڈ کے نزدیک آیا۔

اپنا فون وغیرہ سب سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ بلینکٹ اوڑھتے ہوئے وہیں دراز ہو گیا۔

چائے بنا کر کپ میں نکالتے ہوئے اس نے چند منٹ فاز کا انتظار کیا تھا۔ لیکن جب وہ نا آیا تو پھر وہ

خود ہی ٹرے اٹھا کر اس کے روم کی طرف بڑھ گئی۔
گہری سانس بھر کر خود کو ریلیکس کرتے ہوئے ۔ نیم وا دروازہ دکھیل کر اندر داخل ہو گئی۔
جہاں وہ بیڈ کے نزدیک پڑے بڑے سے ون سیٹر صوفے پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔ سر کو بھی ہاتھ میں پکڑے فون پر جھکا رکھا تھا۔ جب آہٹ پر اس کیطرف متوجہ ہوا تو اس کی آنکھوں میں حیرانگی کا تاثر ابھرا۔
یقیناً وہ اس کی موجودگی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ لیکن پل بھر میں ہی اس کی لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ فون آف کر کے بیڈ پر رکھا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"فاز نے کہا تھا کے تمہارے سر میں درد ہے اسے لیے بنا دی چائے"
"ٹرے اس کی جانب بڑھائے ہوئے اس نے ساتھ ہی توجہ بھی پیش کی۔
"پین کلر کافی تھی۔اس تکلف کی ضرورت نہیں تھی۔۔ بیٹھئے"
کپ اٹھاتے ہوئے اس نے ساتھ ہی ریشام کو بیڈ پر بیٹھنے کو کہا۔ جو کھلے ہوئے دروازے کو دیکھتے ہوئے ہچکچاتی ہوئی بیٹھ گئی۔
دھڑکا لگا ہوا تھا کے کہیں کوئی آ نہ جائے۔
صوفے کے بازو پر کہنی ٹکائے مٹھی گال تلے رکھے وہ فرصت سے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔
اس کے خریدے ہوئے دیدہ زیب لباس میں ملبوس جیوری اور میک اپ کے ساتھ ساتھ بڑے سے دوپٹے کو سر پر اوڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک پلو کو آگے کی جانب سے پھیلا کر دوسرے کندھے پر پن سے سیٹ کر رہا تھا۔ اس کے دراز بال کھلے ہوئے تھے لیکن سارے پشت پر بکھرے اس کے دوپٹے میں چھپے ہوئے تھے۔
انس کی نظریں اس کی گردن میں دمکتی اس چین پر پڑیں تو جلتے دل پر جیسے ٹھنڈی پھوار برس پڑی۔
"تمہارا یہاں رکنا کسی کو خاص پسند نہیں آیا۔۔ خاص کر وجاہت تایا کو۔۔ان کا تو غصہ ہی نہیں کم ہو

رہا"

"معلوم ہے مجھے۔۔یہاں کوئی زیادہ پسند نہیں کرتا مجھے" کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ سنجیدہ سا بولا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو؟ جو حرکتیں تم نے کی ہیں اس کے بعد پھولوں کے ہار پہنائیں جائیں تمہیں؟"

"پھولوں کے ہار تو انھیں پہنانے ہی پڑیں گے۔۔چاہے دلی رضا مندی سے چاہے مجبوراً۔۔"

"اتنی ڈیمانڈز رکھو گے تو تایا جان تمہیں شوٹ ہی کر دیں گے"

"آپ کے علاوہ تو میں نے کسی چیز کی ڈیمانڈ رکھی ہی نہیں"

اس کی آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔

"وہ اس پر بھی راضی نہیں"

"آپ تو راضی ہیں نا؟"

"میرے چاہنے یا نا چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے صرف آپ کی رضا درکار ہے۔۔باقی میں کسی کو خاطر میں لانا ضروری بھی نہیں سمجھتا۔"

اس نے بھاری لب و لہجے میں کہتے ہوئے کپ اس کی جانب بڑھا دیا۔

جس پر ریشام نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں اتنی ہی پیتا ہوں۔۔"

ریشام نے اس کا بڑھایا ہوا کپ تھام لیا تھا جو آدھی بھرا ہوا تھا۔

"تم اپنی اور بہن کو یہاں نہیں لاو گے دادا جان سے ملانے؟"

"ارادہ تو ہے لیکن فلحال ان کا یہاں نہ آنا ہی بہتر ہے۔۔پہلے آپ کے گھر والے مجھے تو قبول کر لیں"

"اپنے اخلاق بہتر کرو ان کے ساتھ"

"میں نے کون سا ان کے ساتھ جنگ چھیڑ رکھی ہے؟"

''پھر بھی یوسف۔۔تھوڑا سا نرم مزاجی سے سب سے ملو۔۔'' وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

''نرم مزاجی سے؟''

''ہاں کیوں کے مجھے ڈر ہے کے مجھ پر دباؤ نہ ڈالا جائے تم سے علیحدگی کے لئے''

انس نے ابرو کو حرکت دیتے ہوئے اسے دیکھا جس نے اس کی چھوڑی ہوئی چائے سے ایک گھونٹ ہی لیا تھا کے اس نے آگے کو ہو کر اس کے ہاتھ سے کپ جھپٹ لیا۔

''یہ کیا حرکت ہے؟''

اس نے اتنی سرعت سے کپ چھینا تھا کے چائے کپ سے چھلکنے ہی والی تھی بس۔

وہ اس کی گھوری کو خاطر میں لائے بغیر مسکراہٹ دباتا پھر سے چائے پینا شروع ہو چکا تھا۔

''پہلی بات تو یہ ریشام بی بی۔۔''

''علیحدگی کو تو آپ اپنے ذہن سے نکال دیں۔۔اور دوسری بات یہ کے اگر کسی نے بھی اس رشتے کو ختم کرنے کی کوشش کی تو میں ہرگز نرمی اختیار نہیں کروں گا۔۔۔چاہیں وہ ضمیر انکل ہی کیوں نہ ہوں''

''تم میرے بابا کے بارے میں بات کر رہے ہو؟

وہ تیز لہجے میں لفظوں پر زور دیتے ہوئے اسے جتا کر بولی۔

''میں جانتا ہوں میں کیا کہہ رہا ہوں''

''تم معافی نہیں مانگ سکتے ان سے؟''

''میری خاطر بھی نہیں؟''

اس کی خاموشی پر اس نے دوبارہ پوچھا۔

''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کے میں آپ کی خاطر کیا کیا کر سکتا ہوں۔۔یہ تو بس ایک معافی ہے''

''یعنی کے تم مانگ لو گے؟''

اس نے پرجوشی سے پوچھا تو اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

"چلیں ابھی؟"

انس نے اس کی ایکسپائٹمنٹ دیکھتے ہوئے کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا جہاں آدھی رات گزرنے کا وقت ہو چکا تھا۔

"اس وقت؟"

انس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے دیوار گیر گھڑی کو دیکھا جہاں رات کافی بیت چکی تھی۔

"اوہ--"

وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں اس وقت تمہارے ساتھ تنہا بیٹھی ہوں اس کمرے میں اگر کسی نے دیکھ لیا نہ تم سوچ بھی نہیں سکتے کتنی ڈانٹ پڑ سکتی ہے مجھے"

"آپ کو واقعی میں لگتا ہے کے میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ کو ڈانٹ سکتا ہے؟"

چیلنجنگ انداز میں وہ زیرلب مسکراتے ہوئے بولا تو نفی میں سر ہلا گئی۔

"بیٹھ جائیں واپس کوئی کچھ نہیں کہے گا آپ کو"

"نہیں تم آرام کرو۔ تمہارے سر میں بھی تو درد ہو رہا ہے نا۔ تم نے پین کلر بھی نہیں لی ابھی تک "

"اب نہیں ہے--آپ کی بنائی ہوئی چائے سے ہی آرام آ گیا"

"مجھے نیند آرہی ہے اب میں چلتی ہوں "

"دوسروں کی نیند اڑا کر خود سکون سے سو جانا اچھی بات تو نہیں ہے"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

اس نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

"میرا مطلب تھا کے آپ نے چائے بنا کر دے دی--میری تو نیند ہی اڑ جاتی ہے چائے پی کر"

"تو مت پیتے۔ میں نے اصرار تو نہیں کیا تھا"

"آپ اتنے پیار سے بنا کر لائی تھیں میں کیسے انکار کر دیتا؟"

"صبح کب تم جاو گے تم؟"

اس نے اچانک ہی بات پلٹ دی۔ "آپ ناشتہ بنائیں گی میرے لیے؟"

وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے محفوظ سا بولا۔

"کتنے بجے تک جاو گے؟" اس کے سوال کو وہ صاف نظر انداز کر گئی تھی۔

"کیا بنائیں گی ناشتے میں؟" وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

اس نے گہری سانس بھری۔

"شب بخیر--"

اس کی مسکراتی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے وہ خفگی سے کہتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی تھی۔

اس نے نیند کی حالت میں کروٹ لی تو ہاتھ ایک سخت چیز سے ٹکرایا۔ جانے کس احساس کے تحت وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

"کیا کر رہی ہو پیچھے ہٹاو ہاتھ"

دوسری طرف اس نے بھی نیند میں ڈوبے بریزے کا ہاتھ اپنے سر پہ سے جھٹکا جو اندھیرے کے باعث اسے ٹٹول رہی تھی۔

اس کی آواز کانوں میں پڑی تو پہلے تو وہ ساکت ہوئی پھر جلدی سے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ روشن کیا۔

عاشر مرزا اس کے روم میں۔ اس کے بیڈ پر سو رہا تھا۔ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟

بریزے نے مشتعل ہوتے ہوئے بلینکٹ اس پر سے کھینچ لیا۔

"کیا کر رہے ہو تم میرے روم میں؟"

وہ سیخ پا تھی اس کی اس حرکت پر۔

"میں نے پوچھا تم کیا کر رہے ہو میرے روم میں؟"

اب کے اس نے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر مارا تھا جو جھنجھلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"نظر نہیں آرہا؟ اندھی ہو؟"

نیند خراب ہونے پر وہ مشتعل سا بولا۔

"تم میرے روم میں کیوں سو رہے ہو؟"

"کیوں کے مجھے نیند آرہی ہے۔"

"اٹھو یہاں سے فوراً"

"بریزے میرا دماغ مت خراب کرو سونے دو مجھے"

اس کے ہاتھ سے تکیہ کھینچ کر وہ پھر سے سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔

وہ پیشانی پر لاتعداد شکنے لیے اسے گھور رہی تھی۔

"لیکن میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں سوئوں گی"

"آئی ڈونٹ کیئر۔جہاں دل کرے جا کر سو جاو"

"تم--بد تمیز انسان--"

وہ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک قہر بار نگاہ اس پر ڈالی اور صوفے پر سے دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتے ہوئے روم سے باہر نکل گئی۔

نیند میں ڈوبی آنکھوں کے ساتھ زیر لب اسے کوستی وہ ریشام کے روم میں جا کر سونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن دروازہ لاکڈ دیکھا تو پھر سے عاشر پر بے انتہا غصہ آیا۔

بڑبڑاتے ہوئے وہ اسی کے کمرے میں آ گئی تھی۔

جہاں فاز اپنا کام ختم کر کے کب کا جا چکا تھا۔

لائٹس آف کرنے کے بعد دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ بیڈ پر جا کر گر گئی تھی۔

وہ ایک دم گہری نیند سے جاگی تھی۔ ہڑبڑاتے ہوئے دیوار گیر گھڑی کو دیکھا جہاں سوا سات کا وقت ہو رہا تھا۔

"میں نے دیر تو نہیں کردی کہیں؟"

سائیڈ پر دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتے ہوئے وہ جلدی سے بھاگتی ہوئی بالکنی میں آئی جہاں سے سرسبز سا پورا لان دکھائی دے رہا تھا۔

صبح کا اجالہ پھیل چکا تھا۔ پرندوں کے بولیاں، ٹھنڈی ہوائیں اور لہراتے پیڑ اور پودے الگ ہی فرحت بخش سا سکون دے رہے تھے۔

مدھم پڑتی دھڑکنوں سے وہ نیچے پورچ میں دیکھ رہی تھی جہاں وہ سعادت غازی سے کوئی بات کرتا اپنی سیاہ گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

چہرے پر کسی کی پرتپش سی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے اس نے آنکھوں پر لگے ڈارک گاگلز اتار کر نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ جو سیاہ آنچل سے سر ڈھکے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"نور صبح۔۔"

وہ جو جاتے سمے اسے دیکھنے کی خواہش دل میں رکھے ہوا تھا۔ وہ پوری ہو گئی تھی۔ اس کی صبح اب مکمل ہو چکی تھی۔ انس کی صبح کا نور تو اس کے چہرے سے ہی تھا۔

چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد وہ دوبارہ سے گاگلز آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے سعادت غازی سے رخصت لیتے ہوئے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

لیکن وہ تب تک وہیں کھڑی رہی جب تک اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

"نہ تو اس کے آنے کا پتا چلتا ہے اور نہ ہی جانے کا۔۔اتنی بھی کیا جلدی تھی یہاں سے جانے

کی؟کچھ دیر رک جاتا تو ناشتہ بنا ہی دیتے ہم --ہم تو اپنے دشمنوں کو بھی کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیتے اور وہ تو پھر بابا جان کا پوتا ہے"

کچن میں اس وقت ناشتے کی تیاری زور وشور سے جاری تھی۔ ساتھ ہی سفینہ تائی بھی بلند آواز سے اپنے خیالات کا اظہار کیے جا رہی تھیں۔

"ڈائننگ ٹیبل کے گرد پڑی کرسی پر بیٹھی وہ چائے پیتے ہوئے انجان سی بنی بیٹھی تھی۔

دل میں کہیں ایک افسوس سا دبا تھا کے کاش وہ صبح جلدی ہی اٹھ جاتی۔

جبھی سب نے حیرت سے کچن میں داخل ہوتی بریزے کو دیکھا جو کاٹن کے سادے سے سوٹ میں سر درد کے باعث پیشانی کو مسلتی ہوئی کافی کی طلب میں وہاں آئی تھی۔

"ریشام میرے لئے کافی بنا دو پلیز"

نیند کی کمی کے باعث بوجھل سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے پاس والی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے میز پر سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے پاس کیا ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں ہیں؟" سفینہ تائی نے ناپسندیگی سے اس کے حلیے کو دیکھا۔

"اٹھو بریزے جا کر چینج کرو--ریشام تم جاو اس کے ساتھ اور ڈھنگ سے تیار کرو اسے"

"میں کافی پی کر چینج کر لوں گی پھوپھو--"

وہ بے ساختہ بولی۔ اس کے کمرے میں تو ابھی تک عاشر کا قبضہ تھا۔ وہ ریشام کو وہاں نہیں لے جا سکتی تھی۔

"تم جاو روم میں۔میں کافی بنا کر لا رہی ہوں تمہاری--"

سب کی توجہ خود پر دیکھ کر ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا تھا۔

جب اپنے روم میں آئی تو وہاں ابھی تک خوابناک سا ماحول بنا تھا۔

وہ کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو گہری نیند میں ڈوبا تھا۔

بریزے نے انجام کی پرواہ کئے بغیر سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی سے بھرا جگ اٹھا کر بنا سوچے سمجھے اس کے چہرے پر پھینک دیا۔

اگلے ہی لمحے وہ ہڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹا۔جب حواس ٹھکانے لگے تو جگ پکڑے کھڑی بریزے پر نظر گئی جو تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرے روم میں سونے کا شوق پورا ہو گیا ہو تو اب تم یہاں سے تشریف لے جاسکتے ہو"

جگ کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے وہ صاف صاف اسے نکل جانے کے لئے کہہ رہی تھی۔

جو انگوٹھے سے بھیگی ابرو کو صاف کرتا ہوا بلینکٹ ہٹا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کل میں تمہارے روم میں سویا تھا۔آج تم میرے روم میں سوو گی تو میں تمہیں بتاوں گا کے میزبانی کیسے کی جاتی ہے"

"زبردستی کے بن بلائے مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے "

"اور جو ساری زندگی کے لئے زبردستی آپ پر مسلط کر دئے جائیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے؟"

جواباً وہ پھر گہرا طنز کر گیا

"میرے پاس اختیار نہیں تھا ورنہ میں کبھی تم سے نکاح نہ کرتی"

"تمہارے پاس اختیار نہیں تھا اور مجھے میرے اختیار کو استعمال کرنے ہی نہیں دیا گیا۔۔میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جوڑ دیا گیا"

بریزے کی برداشت کی حد ہو چکی تھی۔ وہ کل رات سے اس سے یہی باتیں سن رہی تھی کے اسے زبردستی عاشر پر مسلط کیا گیا ہے۔ اپنی ذات کی اتنی ناقدری اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ عاشر کے طنز اس کی انا پر ضرب لگا رہے تھے۔

"ان چاہی نئی زندگی کی پہلی صبح مبارک ہو میری پیاری بیوی۔!!"
سرگوشی میں کہتے ہوئے اس کی جان جلاتا وہ روم سے نکل گیا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے بریزے کو؟"
وہ جو ناشتہ کرنے مصروف تھا رائمہ کے تیز لہجے میں کئے گئے استفسار پر حیرانگی سے بولا۔
"میں نے؟ کچھ بھی نہیں"
"تو پھر وہ کیوں رو رہی ہے؟"
"مجھے کیا معلوم کیوں رو رہی ہے"
"عاشر اتنے معصوم مت بنو۔۔ تم رات سے اس بے چاری کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اسے باتیں سنائے جا رہے ہو"
"میں نے اسے کوئی باتیں نہیں سنائی۔ اسے خود ہی شوق ہو رہا ہے رونے کا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"
وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولا۔
"جب نکاح کر ہی لیا ہے تو اس کی حیثیت کو قبول بھی کر لو"
"مجھ پر دباو ڈال کر اسے اپنانے پر مجبور کیا گیا تھس۔ میں یہ بات اتنی آسانی سے نہیں بھلا سکتا"
ہاتھ میں پکڑا ٹوسٹ ٹرے میں رکھتے ہوئے وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھا کھڑا ہوا۔
"جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب حقیقت کو تسلیم کر کے اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاو"
اس کے غصے اور ناراضگی سے وہ اچھے سے واقف تھیں جبھی اس بات نرمی سے کہا۔
لیکن وہ تو جیسے کچھ سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔

فائلوں کے پلندے سنبھالے وہ ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو سیدھی نظر اس پر پڑی جو اپنی راکنگ چئیر پر سر پیچھے کو ٹکائے بیٹھا تھا۔

پلکیں وا کرتے ہوئے اس نے نو وارد کو دیکھا پھر کسل مندی سے دو انگلیوں سے پیشانی مسلتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم نے اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کیوں نہیں کی؟"

مہماہ کی بڑھائی ہوئی فائلز کو تھامتے ہوئے اس نے غیر متوقع سوال کیا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔پھر اس کے تاثرات یک بارگی بدلے تھے۔

"فنانشل کرائسز کی وجہ سے چھوڑ دی تھی۔ جاب کی وجہ سے دوبارہ کنٹینیو کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملا"

"کتنے سمسٹرز رہ گئے تھے؟"

"دو۔۔"

"ہمم۔۔"

"مجھے نہیں پڑھنا آگے"

اس کے تاثرات سے ہی وہ اس کی سوچ کا اندازہ لگاتے ہوئے جلدی سے بولی۔

"ڈگری کے لئے تمہیں یہ سمسٹرز پڑھنے ہی پڑیں گے۔۔ہر کوئی میری طرح نہیں ہوتا جو بنا ڈگری کے تمہیں جاب پر رکھ لے"

"میں نے منتیں نہیں کی تھیں تم سے۔۔تم نے زبردستی مجھے جاب پر رکھا ہوا ہے بھولو مت" اس نے گھورتے ہوئے یاد دلایا۔

لیکن وہ جواب دینے کے بجائے فائل کی ورق گردانی کرتے ہوئے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے تو غازی انڈسٹریز کو بینک کرپٹ کرنے کا تہہ کر لیا ہے شاید"

"پھر سے کوئی بلنڈر ہو گیا؟"

مہر ماہ کے چہرے پر پریشانی دکھنے لگی تھی۔

"یہ اماونٹ کیکولیٹ کرو ذرا پھر سے"

"سہی تو ہے"

"یہ سہی ہے؟"

سالار نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہاں آو۔۔"

اس کے کہنے پر وہ اس کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ "اب دھیان سے دیکھو۔"

پین کو کھلی ہوئی فائل کے متن پر رکھتے وہ اسے ایک ایک پوائنٹ سمجھاتا جا رہا تھا۔آخر میں جو فگر اس نے کیلکولیٹ کیا تو مہر ماہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"اتنا بڑا ڈفرنس۔۔؟؟"

"اگر میں تمہاری بنائی ہوئی فائل کو ری چیک نہ کروں تو کوئی بعید نہیں کے ہمیں روڈ پہ آنے میں صرف چند دن ہی لگیں گے"

"مجھے نہیں سمجھ آتا یہ کام۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔۔ تم مجھے جاب سے نکال دو"

ناراضگی سے کہتے ہوئے اس نے دونوں میز پر رکھتے ہوئے ان پر سر رکھ دیا تھا۔

ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ہی تیزی سے فون کی اسکرین پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں پڑھ لو آگے کام آئے گا تمہارے"

"جاب کے ساتھ پڑھائی مینیج نہیں کر سکتی میں"

وہ نروٹھے لہجے میں بولی۔

"یونیورسٹی جانے کی ضرورت نہیں ہے تم دو گھنٹے یہاں بیٹھ کر بھی پڑھ سکتی ہو"

"اچھا؟ جامعہ کے پروفیسرز اتنے اچھے ہیں کے وہ مجھے خود پڑھانے آئیں گے یہاں؟"

اس کے طنز سے پوچھنے پر سالار نے محفوظ سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"پروفیسرز کو یہاں بلانے کی ہی ضرورت نہیں۔۔تمہیں تو میں خود بھی پڑھا سکتا ہوں"

"سوری سوری۔۔مجھے تمہارا یہ احسان نہیں چاہئے بلکل بھی" دونوں ہاتھ اٹھا کر وہ فوراً انکار کر گئی۔

"یہ میرا احسان نہیں ہے۔ بلکے میری مجبوری ہے"

"دیکھو میں آئندہ سے کوئی بلنڈر نہیں کروں گی۔۔پہلے دس دفعہ خود فائل چیک کروں گی اور کوشش کروں گی کے اس میں ذرا سی بھی غلطی نہ ہو"

"تم ہزار دفعہ بھی اسے چیک کرو گی تب بھی غلطیاں نکلنے کا پورا پورا امکان ہے مجھے"

"لیکن میری غلطیوں کو تم منٹوں میں ٹھیک کر دیتے ہو۔۔اس لئے مجھے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں ۔۔ہے نا؟"

"کل اپنے ڈاکومنٹس لے کر یونیورسٹی چلی جانا۔۔یہ سمسٹر تمہیں ہر حال میں پڑھنا ہے "

"میں نہیں پڑھنا چاہتی آگے تم میرے معاملے میں اتنی مداخلت کیوں کرتے ہو؟"

وہ اس کی ضد پر جھنجھلا اٹھی تھی۔

"مہر ماہ سلطان تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ اپنے پیرینٹس کو دیکھنا ہے ان کی کیئر کرنی ہے۔۔اس کے لئے یہ ضروری ہے۔۔اگر مستقبل میں تمہیں کہیں اور جاب کرنا پڑ گئی تو اس کے لیے تمہیں ڈگری کی ضرورت پڑے گی"

یعنی دیر سے ہی سہی سالار غازی سے اس کی جان چھوٹ سکتی تھی۔

وہ ابھی تشکر کا سانس بھی نہیں لے پائی تھی کے اس کی دوسری بات نے اسے سرتاپا سلگا دیا۔

"جو کے ایک ناممکن سی بات ہے لیکن پھر بھی۔۔"

"مجھے آگے نہیں پڑھنا یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔"

وہ ہٹ دھرمی سے کہتے ہوئے جھٹکے سے اٹھی۔

"تمہارا بچپنا کب ختم ہوگا مہرماہ سلطان؟"

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہی ہوں تم میرے معاملات سے دور رہو۔۔مجھے معلوم ہے میرے لئے کیا بہتر ہے اور مجھے کیا کرنا ہے"

"عقل تو تم میں ذرا سی بھی نہیں ہے۔۔اپنے لئے فیصلے کیا خاک لو گی؟"

وہ اب اسے جان بوجھ کر تپا رہا تھا۔

"تم مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہو" وہ ضبط سے بولی۔

"میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں"

"اگر تمہیں حقیقت بیان کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو ایک چیز مجھے کلئیر کر دو۔۔"

"جی عرض کریں" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"جب تم اپنی کزن میں انٹرسٹڈ ہو تو پھر میرے پیچھے پڑنے کا کیا مقصد ہے تمہارا؟"

"تم سے کس نے کہا کے میں اپنی کزن میں انٹرسٹڈ ہوں؟"

سالار نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم اس سے شادی کرنے والے تھے" وہ دونوں ابرو کو اٹھاتی جتا کر بولی۔

تو یہ کہاں لکھا ہے کے شادی صرف پیار محبت کی بیس پر ہی ہوتی ہے؟اس سے شادی کرنے کے پیچھے میری ترجیحات کچھ اور تھیں"

"تمہارے یہاں خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی اس لئے؟"

اس نے اپنی سوچ کے مطابق دریافت کیا۔

"نہیں"

"پھر؟"

"تم شاید مجھے گریڈی سمجھو لیکن حقیقت یہ ہے کے -- میری کزن کے نام پر جو پراپرٹی ہے میں اس میں زیادہ انٹرسٹڈ ہوں"

"تم پراپرٹی کے پیچھے اس سے شادی کر رہے تھے"

اس کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلیں۔

"ہاں--بعض دفعہ آپ کو دل کے بجائے دماغ کی سنتے ہوئے فیصلے لینے پڑتے ہیں--"

"اس سب میں اس لڑکی کا کیا قصور؟ تمہیں اس کی زندگی برباد نہیں کرنی چاہئے تھی"

"تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے--اس کا نکاح کسی اور سے ہو گیا ہے"

"اس کی شادی کہیں اور ہو گئی؟"

"میں نے کہا ہے اس کا نکاح کہیں اور ہو گیا ہے"

"تو ایک ہی بات ہے نا"

"تمہارے لئے ایک ہی بات ہے میرے لئے نہیں ہے"

"اب تم کیا کرو گے؟"

"تمہیں میری زندگی کے بارے میں جاننے میں اتنا ہی تجسس ہے تو میرے ساتھ حویلی کیوں نہیں چلتیں؟"

"کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟"

وہ صرف اس لڑکی کے بارے میں جاننے میں متجسس تھی۔

"تم کہو گی تو چھوڑ دوں گا"

"لیکن پھر پراپرٹی کا کیا ہوگا؟"

"شاید وہ میرے نصیب میں نہیں"

"بلکل--جو نصیب میں نہیں ہوتا وہ ہاتھ میں آ کر بھی نکل جاتا ہے"

"لیکن مجھے نہیں معلوم تھا تم تھوڑی سی پراپرٹی کے پیچھے اس لڑکی کے ساتھ ایسا کرو گے" وہ افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"اس تھوڑی سی پراپرٹی کی مارکیٹ ویلیو اٹھارہ کروڑ ہے"

"اٹھارہ کروڑ ہو یا سو کروڑ۔۔پیسہ تو بس آنی جانی چیز ہے"

"بے شک تم سے بہتر کون جان سکتا ہے یہ بات"

"تم نے میری دوسری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"یہ میرا آفس ہے۔ میں یہاں کام کرنے آتا ہوں۔ تم سے گوسپ کرنے نہیں"

وہ اچانک ہی بکھری ہوئی فائلز کو سمیٹنا شروع ہو گیا تو وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

سالار غازی صرف تب تک بات کرتا تھا جب تک اس کا مطلب ہوتا تھا۔

"ویسے انس سے تمہاری رشتے داری کیسے نکل آئی؟"

اس نے یاد آنے پر اچانک سے پوچھا۔

"کب سے جانتی ہو تم اسے؟" اس نے جواب دینے کے بجائے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جب سے میں اس ایریا میں شفٹ ہوئی ہوں۔۔نیبرز میں صرف رضا انکل اور فرمان بھائی کی فیملی سے ہی اچھے ٹرمز ہیں۔ کیا انس سچ میں تمہارا کزن ہے؟"

"ہمم۔۔"

مصروف سے انداز میں اس نے صرف ہنکارا ہی بھرا تھا۔

پستئی اور آتشی کلر کے اسٹائلش سے ڈریس کو زیب تن کیے۔ نازک سی گولڈ کی جیولری پہنے اس نے دراز بالوں کو کرل کر کے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

مہندی سے سجے ہاتھوں میں بھی کافی ساری چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔

بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے پیروں کو لمبا کر کے قینچی صورت کر رکھا تھا۔ جن میں دمکتی گولڈ کی پازیب الگ ہی چھب دکھا رہی تھی۔

اسے سارہ اور ریشام نے ہی تیار کیا تھا۔ ورنہ تو صبح سے کافی عام سے حلیے میں ہی گھوم رہی تھی۔

انگوٹھیاں پہنے ہاتھوں میں فون پکڑے وہ مکمل طور پر اسی کی جانب متوجہ تھی۔ عاشر کی موجودگی کو نظر انداز کئے وہ اسکرین پر انگوٹھا چلاتی اسکرولنگ کرنے میں مصروف تھی۔

وہ جب باہر سے آیا تھا تو جینز اور ہائی نیک پر اس نے جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اپنے ہی دھیان میں وہ روم میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر لمحے کو رکا۔ سر سے پیر تک اس کی تیاری کو جانچتے ہوئے وہ سر جھٹک کر وارڈ روب کے پاس آیا۔ پھر اپنی جیکٹ اتار کر اندر رکھتے ہوئے اس نے بجتے ہوئے فون کو دیکھا پھر سلائیڈ کر کے کال پک کرتے ہوئے وہ بڑی سے کھڑی کے پاس آ گیا جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔

" فون کان سے لگائے جب اس نے مقابل کی بات سنی تو زیر لب مسکرادیا۔

"معلوم نہیں تھا مجھے کام نکلنے جانے پر تم ایسے آنکھیں ماتھے پر رکھ لو گے"

دوسری جانب اس کا دوست تھا جو اس سے شکوے کر رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا۔۔۔"

"شکریہ کہنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔اس کے بدلے تم ایک اچھا سا ڈنر بھی کروا سکتے ہو مجھے"

وہ جلدی سے بولا تو وہ بخوشی راضی ہو گیا تھا۔

مزید کچھ باتیں کر کے اس نے فون بند کر دیا تھا۔

اگر اس احسان کے بدلے عاصم اس سے اس کی ساری جائیداد بھی مانگتا تو بھی وہ دینے سے کبھی نہ ہچکچاتا۔

ڈھیروں سکون اپنے اندر اترتا محسوس کر کے اس نے سرشاری سے اس لڑکی کو دیکھا جو اس کی بیڈ پر

تسلط جمائے استحقاق سے بیٹھی تھی۔
اس کی سوچیں اسے ماضی میں بہا لے گئی تھیں۔
کئی سال پیچھے۔۔
جہاں وہ بہت چھوٹا سا اپنے بابا کے انتقال کے بعد رائمہ کی انگلی تھامے سعدین حویلی میں داخل ہوا تھا۔
وہاں سب نے خوشدلی سے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔
سب ان کی دل جوئی میں مصروف رہتے تھے سوائے ایک کے۔۔
وہ تھی حویلی کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی اولاد بریزے غازی۔
پہلے ساری توجہ اور پیار کی حقدار وہ اکیلی تھی۔ لیکن جب سے عاشر مرزا وہاں آیا تھا وہ کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی۔ اب سب کو اس سے زیادہ عاشر کی فکر لگی ہوتی تھی کے اس نے کھانا ٹھیک سے کھایا یا نہیں وہ اداس کیوں بیٹھا ہے۔ وہ بات کیوں نہیں کر رہا۔
وہ اندر ہی اندر عاشر کی نفرت کا بیج خود میں بو رہی تھی۔
زیادہ عرصہ وہ یہ سب برداشت کر بھی نہیں سکی تھی۔
عاشر کا داخلہ بھی اس کے ہی اسکول میں کروایا گیا تھا۔ دونوں ہم عمر تھے اس لئے ایک ہی کلاس میں پڑھ رہے تھے۔
وہ کبھی اس کی بکس چھپا دیتی تو کبھی اس کا ہوم ورک والا پیج پھاڑ دیتی۔
جب ٹیچرز سے اسے ڈانٹ پڑتی تو تب جا کر بریزے غازی کی سکون ملتا۔۔
اور اس نے صرف یہاں پر بس نہیں کیا تھا۔ اب تو وہ حویلی میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کرتی تھی۔
عاشر کو سب کی نظروں میں برا ثابت کر کے وہ اپنی کھوئی حیثیت واپس پانا چاہتی تھی۔

"پھوپھو عاشر نے مجھے مارا ہے"
وہ کئی بار روتے ہوئے رائمہ کے پاس جا کر اس کی جھوٹی شکایتیں لگاتی تو وہ اسے بس دیکھ کر رہ جاتا۔
اپنی صفائی میں کچھ کہہ بھی نہیں پاتا تھا کے اس کی ماں کچھ سننے کے بجائے جواباً اسے ڈانٹ دیا کرتی تھی۔
اور بعد میں جب وہ فاتحانہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر اسے دیکھتی تو اس کا دل بھی چاہتا کے وہ بھی اس کی جھوٹی شکایتیں لگا کر اسے ڈانٹ پڑوائے۔
لیکن باوجود کوشش کے وہ ایسا کر نہیں پاتا تھا۔
صرف اپنی ماں سے ہی نہیں وہ کئی بار وہاج غازی، وجاہت غازی اور سعادت غازی سے بھی ڈانٹ سن چکا تھا کے وہ جان بوجھ کر بریزے کو تنگ کرتا ہے۔ انھیں ایسا لگتا کے شاید وہ اپنے بابا کے جانے کی وجہ سے ڈسٹرب ہے اس لئے اس کا اشتعال وہ بریزے پر نکالتا ہے۔
لیکن حقیقت تو سوائے ان دونوں کے کوئی نہیں جانتا تھا۔
پھر ایک دن اسے بدلہ لینے کا موقع مل ہی گیا۔
اس وقت وہ دونوں میٹرک کے اسٹوڈنٹس تھے۔ ایگزام کے دوران بریزے کے پیچھے بیٹھی لڑکی نے چیٹنگ کرنے کے بعد چھوٹے سے پیپر کو موڑ کر جلدی سے بریزے کے پیروں کے پاس پھینک دیا۔
اس نے خود کو بچا کر بریزے پھنسا دیا تھا۔
ٹیچر اس کی صفائی سنے بنا اسے پرنسپل کے آفس لے گئی تھیں۔
اسے وارننگ دے کر چھوڑ دیا گیا تھا لیکن اس کے پندرہ منٹ ضائع ہو چکے تھے جس کے باعث وہ ٹھیک سے پیپر نہیں کر پائی تھی۔
پوری کلاس اسے جن نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں پانی سے بھرتی جا رہی تھیں۔
عاشر کو معلوم تھا اس نے چیٹنگ نہیں کی ہوگی لیکن اس کے ہاتھ جو سنہری موقع آیا تھا وہ اسے کیسے

جانے دیتا۔

حویلی جا کر اس نے سب کے سامنے بتا دیا کے بریزے نے آج چیٹنگ کی ہے۔

پہلے تو حیرت اور شاک سے اسے دیکھتے رہے لیکن وہاج غازی نے اسکول فون کر کے کنفرم کرنے کے بعد بریزے کو جو ڈانٹا تھا اسے آج بھی وہ لمحہ یاد تھا جب وہ برستی آنکھوں سے انھیں یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کے اس نے چیٹنگ نہیں کی۔

لیکن کسی نے اس کی بات کا یقین نہ کیا۔

وہ جب تنہا لان میں بیٹھی رو رہی تھی تو وہ اس کے پاس گیا تھا۔

اسے یہ بتانا چاہتا تھا کے آج اس نے بھی اپنے سارے بدلے ایک ساتھ لے لئے۔

"بہت خوش ہو نا تم میری جھوٹی شکایت لگا کر؟۔۔"

شکوہ کناں آنسو سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ بھیگے لہجے میں کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔ اس کا دل تو اس کے آنسوؤں میں ہی بہہ گیا تھا۔

وہ اپنے بدلتے احساسات پر خائف تھا۔

اس دن کا تو اس نے شدت سے انتظار کیا تھا۔ وہ بھی ایک دن بریزے غازی کو روتے ہوئے دیکھے گا۔ لیکن آج جب وہ روئی تھی تو اسے وہ سکون کیوں نہیں ملا جس کی اسے عرصے سے تلاش تھی۔

وہ اپنے دل کی بغاوت پر ڈر گیا تھا۔ اس کے لئے ابھرتے جزبوں کو اس نے اپنے دل میں ہی دبا لیا تھا۔

اگر اسے بھنک بھی پڑ جاتی تو عاشر سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا کے وہ کیا ہنگامہ برپا کر سکتی تھی۔

وقت کے مدارج طے کرتے ہوئے وہ اب یونیورسٹی لائف میں قدم رکھ چکے تھے لیکن ان کے درمیان کی سرد جنگ اب بھی قائم تھی۔

بریزے کو وہ آج بھی اتنا ہی نا پسند تھا جتنا پہلے دن لگا تھا۔

اس کے مزاج میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ آج بھی اس کی جھوٹی سچی شکایتیں لگا کر اسے ڈانٹ پڑوانے کی کوشش میں رہتی تھی۔

اور دوسری جانب وہ تھا جو صرف اس وجہ سے اس سے اسی کے انداز میں پیش آتا تھا کے کہیں وہ اس کے راز دل کو نہ جان جائے۔

وہ کبھی اس پر یہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا کے وہ دل و جان سے اس پر مر مٹا ہے۔ وہ اس کی نس نس میں خون کی طرح شامل تھی۔ لیکن جب اس سے سامنا ہوتا تھا تو ہمیشہ طنزیہ گفتگو کرتے ہوئے وہ سرد مہری سے ہی پیش آتا تھا۔

"اگر اسے معلوم ہو جاتا کے وہ اسے اپنا دل دے بیٹھا ہے تو ناجانے کتنا اس کا مذاق بناتی۔اس کے ہاتھ تو مانو ایک مشغلہ آ جانا تھا۔

اسی وجہ سے وہ کبھی اپنے دل کو اس کے سامنے کھول نہیں پایا تھا۔

وہ ہمیشہ یہی ظاہر کرتا تھا کے جتنی نفرت بریزے اس سے کرتی ہے وہ بھی اس سے بڑھ کر اسے نا پسند کرتا ہے۔

عاصم اس کا پرانا دوست تھا۔ جب اس کا پروپوزل اس کے لیے آیا تو اس نے بنا جھجھکے ساری سچویشن اسے بتائی تو وہ اس کا ساتھ دینے کے لیے فوری راضی ہو گیا۔

اسے صرف اتنا کرنا تھا کے کسی بھی طرح عین نکاح والے دن کوئی بھی جواز بنا کر انکار کرنا تھا تاکے کوئی دوسرا حل سوجھنے اور سوچ و بچار کرنے کے بجائے اس سچویشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا پلین کامیاب ہو جائے۔

پھر جھوٹے ایکسیڈنٹ کی خبر پھیلا کر نقلی زخم بنانا ایک ڈاکٹر کے تو بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

کسی کو کان و کان شک بھی نہیں ہوا تھا کے عاشر اور بریزے کا افراتفری میں کیا گیا نکاح محظ عاشر کی ترتیب دیے گئے منصوبے اور اس کی اور ڈاکٹر عاصم کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔

"کیوں اتنی ہنسی آرہی ہے تمہیں؟"

بریزے نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"تم سے مطلب؟"

وہ سلگ ہی تو اٹھی تھی اس کے جواب پر۔

"بات سنو میری یہ سب کے سامنے مظلومیت کا لبادہ اوڑھ کر رونا دھونا کیوں مچا رکھا ہے تم نے؟"

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟"

وہ پیشانی پر تیوریاں ڈالے اسے دیکھتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نے رونا دھونا مچا رکھا ہے؟"

"سب کو میری شکایتیں نہیں لگائی تم نے کے میں تم پر طنز کر رہا ہوں کل سے؟"

عاشر کی جو کلاس رائمہ نے لگائی تھی وہ اس پر تپا بیٹھا تھا۔

"تو اس میں جھوٹ کیا ہے؟ تم کل سے مسلسل مجھے ڈس ریسپکیٹ کر رہے ہو"

"ڈس ریسپکیٹ انھیں کیا جاتا ہے جن کی کوئی عزت ہوتی ہے" وہ تنفر سے بولا

"عاشر اب تم حد سے بڑھ رہے ہو"

وہ انگلی اٹھا کر ضبط سے بولی۔

"مجھے حد سے آگے بڑھنے پر تم مجبور کر رہی ہو۔۔اس کمرے کے معاملات یہیں پر رہیں تو بہتر ہے"

"میں تمہیں پسند نہیں کرتی"

وہ شدید ناگواری سے لبریز لہجے میں اسے آگاہ کر رہی تھی

"وہ بتاو جو میں نہیں جانتا"

"میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں رہوں گی!"

"تو کہاں رہنا پسند کریں گی آپ؟ حویلی کے آس پاس کہیں فائیو اسٹار ہوٹل بنوا دوں آپ کے لئے؟"

وہ طنز سے بولا۔

"میں اس کمرے میں صرف اس شرط پر رہوں گی کے تم یہاں نہیں رہو گے"

"ایک تو میں نے تم سے نا چاہتے بھی نکاح کیا اور اوپر سے تم چاہتی ہو کے میں اپنے ہی روم سے بے دخل ہو جاوں ؟"

"اسی لیے میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔۔ہر دوسری بات کے اختتام پر تم مجھے نکاح کا طنز کرتے ہو"

زمین پر لٹکتے بڑے سے دوپٹے کو جھٹک کر اٹھاتے ہوئے اس نے دوبارہ شانے پر ٹکایا جو پھسل پھسل کر زمین کو سلامی دئے جا رہا تھا۔

"تو میں اور کیا کروں؟ میری زندگی خراب ہو گئی اور میں شکوہ بھی نہیں کر سکتا؟"

جھٹکنے کے باعث اس کا پلو عاشر کے چہرے پر لگا تھا۔ لیکن بولا کچھ نہیں

"زندگی تو میری خراب ہو گئی ہے جو تم جیسے انسان کے ساتھ باندھ دیا گیا مجھے" شاکی انداز میں کہتی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔

''میں باقی سب کو قائل کرنے کی کوشش کروں گا۔۔لیکن پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا تم سچ میں اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہو؟''

ریشام نے لب کچلتے ہوئے نظریں اٹھا کر بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

''میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے عبیر بھائی ؟''

وہ دھیمے سے بولی۔ انداز میں ناامیدی اور بے بسی کی گہری جھلک تھی۔

''تم اپنی مرضی بتاو۔۔باقی سب کی فکر مت کرو ان سے میں بات کروں گا''

''سچ میں؟؟''

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بے ساختہ خوش ہو اٹھی تھی لیکن ابھی بھی ایک نا امیدی سی تھی۔

''آج سے پہلے میں نے کیا کبھی تمہاری کوئی ضد پوری نہیں کی؟''

اس کا سادہ سا انداز اسے شرمندہ کر گیا تھا۔

عبیر کے بڑھائے ہوئے فون کو اس نے جھجھکتے ہوئے تھام لیا۔

''مجھے بھول ہی گیا تھا کے تمہارا فون میرے پاس ہے ''

وہ ساتھ ہی دیر سے لوٹانے کی وجہ بھی بتا رہا تھا۔

''پریشان ہونے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔جیسا تم چاہو گی سب ویسا ہی ہوگا''

اس کے سر پر ہاتھ دھرے وہ مضبوط لہجے میں کہے جا رہا تھا۔جو وہ پلکیں جھکائے سن رہی تھی۔

وہ یونہی شکوے کرتی تھی کے وہ اکلوتی کیوں ہے۔اس کے بھی بہن بھائی ہونے چاہیئے تھے۔ لیکن عبیر نے کبھی اسے ایک بڑے بھائی کی کمی کو محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔

اس صورتحال پر وہ سمجھ رہی تھی کے اگر اس کا کوئی سگا بھائی ہوتا تو وہ اس کے جذبات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ پاتا۔ اس کی خوشی کے لئے حویلی کے سارے مکینوں کے خلاف جا کر اس کی سائیڈ لیتا۔ لیکن وہ بھول بیٹھی تھی کے عبیر غازی اس کے لئے ہمیشہ سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا تھا۔

جس نے کبھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ اس کے ہر غلط اور سہی کام میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کے وہ اس موقع پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا۔؟

"ویسے مجھے لگتا ہے کے بینک میں جاب کرنے کے بجائے اسے چاہیئے تھا کے وہ اپنے بابا کے ہی پروفیشن کو اپناتا"

"بینک میں جاب؟"

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ کیا وہ انس کے بارے میں بات کر رہا تھا؟

"تمہیں یہی نہیں معلوم کے وہ بینک میں جاب کرتا ہے؟"

عبیر نے مصنوئی حیرت اور افسوس سے اسے دیکھا جو جھینپ گئی تھی۔

لیکن اس کے دماغ میں وہ لمحے تازہ ہو رہے تھے جب وہ اس کے ساتھ اس کے فارم ہاوس پر تھی۔ جہاں اس کے گارڈ اور اس کے رعب و دبدبے کو دیکھ کر تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کے وہ کسی بینک میں جاب کرتا ہوگا۔

اور پھر کون سا جاب والا بندہ ہمہ وقت پسٹل ہاتھ میں لے کر ہر دوسرے سیکنڈ کسی نئے بندے کو ٹھکانے لگا رہا ہوتا ہے۔

اگر تو وہ یوسف کے بارے میں یہ بات کہتا تو شاید وہ یقین کر بھی لیتی۔

لیکن انس اور اس کے انداز کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی تھی۔

کم از کم وہ تو اس پر اعتبار کر ہی نہیں سکتی تھی۔

کہیں نہ کہیں کچھ تو گڑ بڑ ضرور تھی۔ جس کے بارے میں صرف انس ہی اسے بتا سکتا تھا۔

سعادت غازی کے روم کو اس وقت ایک نا محسوس سے سرد پن نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

ضمیر غازی کافی سنجیدہ تاثرات چہرے پر لئے سعادت غازی سے دوٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھے۔

"ریشام میری اکلوتی بیٹی ہے۔۔اس کی شادی میں کسی اچھے خاندان میں کرنا چاہتا ہوں بابا"

"انس کا تعلق بھی غازی خاندان سے ہے۔۔اپنے خاندان سے بہتر تم اور کس کی تلاش میں ہو؟"

ان کے جواب پر وہ لمحے کو خاموش ہو گئے تھے۔ لیکن پھر کچھ ہی لمحوں بعد ان کی آواز گونجی۔

"میں تو اس لڑکے کو ٹھیک سے جانتا بھی نہیں ہوں۔۔سلام دعا سے زیادہ تو وہ کسی سے کوئی بات کرنا پسند ہی نہیں کرتا۔۔اور ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کے وہ کام کیا کرتا ہے"

وہ آج ان سارے خدشات اور اعتراضات کو ظاہر کر رہے تھے جو انھیں انس کی ذات کے حوالے سے تھے

"اس کی اپنی پرائیویٹ سیکیورٹی کمپنی ہے۔پاکستان کی کافی جانی مانی کمپنی ہے"

سعادت غازی انھیں تفصیلات بتا رہے تھے اور وہ نا قابل فہم تاثرات لئے ان کی شکل دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنے کی کوشش کر رہے تھے جس ادارے کا نام وہ بتا رہے تھے وہ ادارہ سچ میں انس غازی کی ماتحتی میں کام کرتا ہے

اس کی ساکھ کے بارے میں تو وہ اچھے سے جانتے تھے۔

"لیکن۔۔۔اس کا باپ تو پولیس آفیسر ہے۔۔پھر اس نے یہ پروفیشن کیوں نہیں اپنایا؟"

"سب کے شوق ان کی ترجیحات مختلف ہوتے ہیں ضمیر ۔۔۔ یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں اس سیکیورٹی کمپنی کو وہ ہیڈ کرتا ہے۔۔دنیا کی نظر میں وہ صرف ایک بینک میں جاب کرتا ہے"

"یہ کمپنی غیر قانونی تو نہیں ہے پھر اسے صیغہ راز میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے"

"یہ تو انس ہی بہتر جانتا ہے۔۔ بحرحال جلد بازی سے کام مت لو۔۔"

"بابا وہ آپ کا پوتا ہے اس لئے آپ اس کی طرفداری کر رہے ہیں۔۔لیکن آپ یہ فراموش کر گئے ہیں کے یوسف بن کر وہ ہمیں کیسے دھوکا دیتا رہا ہے"

"میں اس کے سارے کاموں سے لا علم نہیں ہوں۔ اس نے جو بھی کیا جس مقصد کے تحت کیا میں سب جانتا ہوں۔۔دیر سے ہی سہی لیکن اس نے کچھ کچھ حقیقت تو مجھے بتا ہی دی تھی۔"

"اور آپ جانتے بوجھتے یہ چاہتے ہیں کے میں اپنی بیٹی اسے دے دوں؟"

"وہ میرا پوتا ہے۔۔اور تمہارا بھتیجا بھی"

انھوں نے لفظوں پر زور دے کر کہا۔

"تم اس کی حیثیت کو تسلیم نہ کر کے مجھے جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"معاف کیجئے گا بابا میرا مطلب وہ نہیں تھا" انھیں فوراً ہی شرمندہ نے آن گھیرا۔

"بے شک رضا اور انس آپ کا خون ہیں لیکن ہمارے لیے وہ ہمیشہ سوتیلے ہی رہیں گے"

"کیا تم لوگ ان سے صرف وجہ سے نفرت کرتے ہو کے ان کی ماں کوئی اور ہے ؟"

وہ افسوس بھری نظروں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

وہ نہیں جانتے تھے کے ان کی اولاد اتنے چھوٹے دل کی بھی ہو سکتی ہے۔

"میں ان کی حیثیت تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔۔آپ بے شک انھیں حویلی میں ہی لے آئیں۔۔لیکن مجھے یہ منظور نہیں ہے میری بیٹی کا نام اس کے نام کے ساتھ جڑے "

"دوسرے الفاظ میں تم میرے فیصلے کو ماننے سے انکار کر رہے ہو؟"

"بابا آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے"

ضمیر کو وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے جن سے وہ اپنے باپ کو قائل کر سکتے۔

"تم اسے تھوڑا وقت دو۔۔مجھے امید ہے تم اس سے مایوس نہیں ہوں گے"

انھوں نے نرمی سے کہتے ہوئے بات ہی سمیٹ دی تھی۔

اور یہاں وہ بات پھر سے ادھوری رہ گئی تھی۔

آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھرے وہ لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کے تاثرات کو نظر انداز کیے اسکی وارڈ روب میں سے سارے ڈریسز نکال کر بیڈ پر ڈھیر کرتی جا رہی تھی۔ باقی سارا سامان وہ پہلے ہی عاشر کے روم میں رکھ آئی تھی۔

"رونا بند کرو بریزے۔۔یہ آرڈر حویلی کی معزز خواتین کی طرف سے جاری ہوا ہے کے تمہارا سارا سامان عاشر کے روم میں شفٹ کر دیا جائے"

"کاش کے وہ منحوس انسان میری زندگی سے ہی کہیں اور شفٹ ہو جائے"

وہ شدید تپی ہوئی تھی

"کیا ہو گیا ہے؟"

ریشام نے ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے مت ٹوکو اسے برا کہنے سے۔۔تم نہیں جانتی اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے"

بیڈ پر پڑے سارے ہینگرز اٹھا کر وہ روم سے باہر آگئی تھی۔ اب جو بھی تھا اس خواتین کے آرڈر کو نا مان کر وہ مزید ڈانٹ ڈپٹ نہیں سن سکتی تھی۔

ریشام اس کے لیے بس افسوس ہی کر سکتی تھی۔

اپنے ہی دھیان میں دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہوئی تو کھڑکی کے پاس پشت کئے کھڑے اسے دیکھ کر وہ وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔

وہ یک ٹک اس سیاہ لباس والے شخص کو دیکھ رہی تھی جو اسے کسی کی شدت سے یاد دلا رہا تھا۔

آہٹ پر وہ پلٹا تو بریزے کو لگا جیسے کسی نے اس کا سانس روک دیا ہو۔

"فاطم؟"

اس کے سرسراتے لبوں سے فقط اتنا ہی نکلا۔ سارے ہینگرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئے۔

لیکن اسے کوئی پرواہ ہی کب تھی۔

جب وہ پہلی بار فاطم سے عاشر کے روپ میں ملی تھی تو تب بھی اس کی آنکھیں ایسی ہی تھیں۔ گہری سیاہ۔

اور ابھی بھی۔

"کیا وہ واپس آ گیا تھا؟"

اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے۔ جب کے وہ نرمی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر؟"

اس کے سینے پر مکے برساتے ہوئے وہ روتے ہوئے شکوہ کناں تھیں جو آہستگی سے اس کے سر کو سہلا رہا تھا۔

"میں تو ہمیشہ سے یہیں پر تھا۔ تم نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا"

"میں نے محسوس نہیں کیا؟--کہہ بھی کیسے سکتے ہو تم؟"

بریزے کے لئے تو وہ صرف عاشر کی شکل تھی۔ ورنہ تو وہ اس کا فاطم ہی تھا جو اس سے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا۔ نہ ہی اسے ڈانٹا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے تمہارے جانے کی وجہ سے اس پاگل سے میری شادی ہو گئی"

"تمہارے لئے یہی بہتر تھا"

"مجھے مت بتاو میرے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں"

"جب چلے ہی گئے تھے تو دوبارہ کیوں آئے ہو ہاں؟"

اب کے وہ رونا بھول کر ناراضگی سے اس پر برس رہی تھی۔

"بس ویسے ہی تمہیں دیکھنے کا دل کر رہا تھا"

"دیکھنے کا دل کر رہا تھا یا میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کا؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔۔قدرت کے قانون کو توڑنے والے پھر اللہ کے قہر سے بچ نہیں پاتے۔۔ تمہارے اور میرے لئے یہی ٹھیک تھا"

"ہاں پہلے کسی کو اپنا اسیر کر لو اور پھر بہانے بنا کر چھوڑ جاو۔۔بے وفا کہیں کے"

اس نے بے دردی سے گال رگڑتے ہوئے غصے سے اسے دیکھا۔

"چلو میں تو بے وفا ہی سہی لیکن جس سے تمہاری شادی ہوئی ہے وہ تو بے وفا نہیں ہے نا"

"اس کا تو ذکر بھی مت کرنا میرے سامنے۔۔انتہائی زہر لگتا ہے وہ مجھے"

عاشر کے تو صرف ذکر پر ہی اس کا موڈ خراب ہو جایا کرتا تھا۔

"اگر اس نے یہ سن لیا تو وہ کیا سوچے گا تمہارے بارے میں؟"

"اس کے پاس دماغ ہوگا تو وہ کچھ سوچے گا نا؟؟ ویسے بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ کچھ بھی سوچے میرے بارے میں"

"اب تم واپس تو نہیں جاو گے؟"

تنفر سے کہنے کے بعد اس نے آس و امید سے پوچھا۔

"واپس جانے کے لئے ہی تو آیا ہوں"

"کیوں آئے تھے پھر؟"

اس کا غصہ پھر عود کے آیا۔

"بس تمہیں دیکھنے آیا تھا"

اس کی انگلیاں بریزے کے چہرے پر آئی زلفوں کو سنوار رہی تھیں۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔

"چلے جاو واپس اور دوبارہ یہاں آنا بھی مت"

اس کی جانب سے رخ موڑ کر وہ سختی سے بولی۔

ٹپ ٹپ گرتے آنسووں کو فوراً صاف کیا۔

"ٹھیک ہے میری شہزادی۔۔"

وہ حسرت سے الوداعی انداز میں بولا تو بریزے بے ساختہ چونکی پھر رخ بدل کر اسے دیکھا۔

"اب میں سچ میں واپس نہیں آوں گا"

وہ دھمکا رہا تھا جبکہ وہ ابرو بھینچے ماتھے پر تیوریاں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

مٹھیاں بھینچے وہ سرد نظروں سے اس کی سیاہ نگاہوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

کچھ تو تھا جو اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ چار قدم آگے بڑھ کے اس کے سامنے آ کی اور ہلکے سے چھونے کے انداز میں ایک تھپڑ اس کے گال پر مارا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں عاشر؟؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے دانت پیس کر بولی جب کے وہ پہلے چونکا پھر بے ساختہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

اسے پتا نہیں تھا وہ اتنی جلدی پہچان جائے گی۔

مٹھیاں بھینچے وہ اسے غصے سے گھورے جا رہی تھی جو اس کے بے وقوف بن جانے پر ہنسے جا رہا تھا۔

بریزے نے اسے پوری زندگی میں اتنا ہنستے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔

"وہ مجھے کبھی شہزادی نہیں کہتا تھا۔۔یہیں تم غلطی کر گئے"

وہ چبا کر بولی۔

"وہ نہیں کہتا تھا لیکن میں تو کہہ رہا ہوں نا"

"تمہارے کہنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا"

"آئندہ میرے ساتھ ایسا گھٹیا مذاق کیا نا تو جان لے لوں گی میں تمہاری"

وہ شدید تپی ہوئی تھی۔ انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دیتے ہوئے وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔

ارادہ تھا بیڈ پر بکھرے ہوئے اپنے کپڑوں کو اٹھا کر سیٹ کرے گی لیکن پھر اس کی آواز کانوں میں پڑی تو ضبط سے آنکھیں میچ گئی۔

"فاطم۔۔فاطم کہاں چلے گئے تھے تم؟ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے فاطم؟؟"

ڈریسنگ کے سامنے کھڑے وہ آنکھوں میں سے لینز نکالتے ہوئے اس کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس کا پارہ ہائی کیے جا رہا تھا۔

"مجھے چھوڑ کے مت جاو فاطم۔۔ مجھے بھی اپنے ساتھ پہاڑوں میں لے جاو"

وہ باز نہیں آیا تو بریزے نے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔ پھر اس نے یہی پر بس نہیں کیا تھا جو اس کے ہاتھ لگ رہا تھا وہ اسے اٹھا اٹھا کر مار رہی تھی۔ یہاں تک کے ڈبوں میں سے اپنے مہنگے شوز اور ہیلز بھی اس پر برسا دی تھیں۔

"ارے بس بھی کرو۔۔میں نے بس ایک مذاق ہی کیا تھا"

"مجھے نہیں پسند تمہارے یہ گھٹیا مذاق"

اس کی روئی روئی سی سرخ پڑتی نگاہوں کا کرب اس کے دل میں ندامت جگا گیا تھا۔

"اوکے آئم سوری"

اس نے شاید زندگی میں پہلی بار اس سے معافی مانگی تھی۔

بھاڑ میں جاو تم اور تمہارا سوری۔۔مذاق بنا کر رکھ دیا ہے تم لوگوں نے میرا"

آج اسے خود پر انتہا کا ترس آرہا تھا۔ اور عاشر کو خود پر غصہ۔۔

آخر کیا ضرورت تھی وہ مذاق کرنے کی۔

"زہے نصیب! اتنے دنوں بعد آپ کا نمبر آن ہوا ہے۔۔کیا فون مل گیا واپس؟" وہ تو اسکرین پر جگمگاتا اس کا نام دیکھ کر ہی خوش ہو گیا تھا۔

"عبیر بھائی نے کچھ دیر پہلے ہی واپس کیا ہے"

"تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟"

"میری جاب؟"

اس نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا۔

"عبیر بھائی بتا رہے تھے کے تم ایک بینک میں جاب کرتے ہو"

"آپ کو نہیں معلوم آپ کا شوہر کیا کام کرتا ہے؟"

"مجھے کیسے معلوم ہوگا تم نے کبھی بتایا ہی نہیں مجھے" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"آپ دیکھ کر تو گئی تھیں"

اس کا اشارہ بھی فارم ہاوس والے دن کی طرف تھا۔

"جب تو تم مجھے ایک مافیا لگ رہے تھے بس۔۔"

"مافیا؟ سیریسلی؟؟ لگتا ہے آپ نے کبھی حقیقت میں کسی مافیا کو نہیں دیکھا"

"میں نے تمہیں دیکھا تھا" وہ دوبدو بولی۔

"میں تو ایک سیدھا سادہ سا انسان ہوں"

"اور بہت غریب سے بھی۔۔یہ بھی بول دو" ریشام نے تنک کر کہا۔

"آپ کو پا کر مجھے خود سے بڑھ کو کوئی امیر نہیں لگتا"

"تمہیں معلوم ہے جو دھوکا تم نے کیا تھا اس کے بعد تو میں نے سوچ لیا تھا کے ساری زندگی تمہیں معاف نہیں کروں گی"

"لیکن پھر۔۔۔"

"جب تم نے سب کے سامنے میرا پردہ رکھا۔۔اور نکاح والی ساری بات خود پر لے لی تو۔۔"

"اسکے بعد آپ کو مجھ سے پھر سے محبت ہو گئی؟"

اس کی بات کاٹ کر اس نے شرارت سے پوچھا۔

"اگر میں آپ کو حقیقت بتاوں تو میں نے کوئی عظیم کام نہیں کیا۔۔اگر میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو پھر یہ میرا فرض ہے کے میں آپ کی طرف اٹھی ساری انگلیوں کا رخ اپنی جانب کر لوں۔۔اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر میرا مر جانا ہی بہتر ہے"

ریشام نے دہل کر اسکرین کو دیکھا۔ یہ انس غازی ہمیشہ ہی اپنے لفظوں سے اس کی جان جلاتا رہتا تھا۔

جبھی دروازے پر کسی نے دستک دے کر خود سے دروازہ وا کر دیا۔

ریشام نے کچھ چونکتے ہوئے دروازے میں کھڑے شخص کو دیکھا۔

اسے نہیں معلوم تھا وہ کتنے بعد آج ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔

"ریشام نے فوراً ہی کال کاٹ دی تھی۔

"کوئی۔۔۔کام تھا سالار بھائی؟"

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اتنا گھبرا کیوں رہی تھی۔

انس سے بات کر کے وہ کوئی غلط کام تو نہیں کر رہی تھی۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

اس کے چہرے اور انداز میں سرد پن سا گھلا تھا۔

"بیٹھئے۔۔"

اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتا بیٹھ گیا۔

ریشام اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ بیٹھی نہیں۔

"میں گھما پھرا کر بات کرنے کے بجائے سیدھے پوائنٹ پر آنا چاہتا ہوں۔۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کر گیا تھا لیکن وہ خاموش رہی دھڑکتے دل سے اس کے بات کو آگے بڑھانے کی منتظر تھی۔

"جو کچھ بھی ہوا۔۔انفیکٹ جو بھی انس غازی نے کیا۔۔کم از کم میں اسے اتنی آسانی سے بھلانے اور معاف کرنے کو تیار نہیں ہوں۔۔۔اس حویلی سے اس کا رشتہ صرف اور صرف دادا جان کی وجہ سے ہی ہے۔۔اس کے علاوہ میں نہیں چاہتا کے حویلی کا کوئی بھی فرد اس سے کسی بھی قسم کی کوئی رشتے داری رکھے"

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

اس کی طویل بات کے جواب میں وہ صرف اتنا ہی بولی۔

"اس سے فاصلہ رکھو۔۔"

"لیکن آپ ۔۔۔"

"بس ریشام۔۔۔مجھے اس چیز کا کوئی افسوس نہیں ہے کے میری شادی تم سے نہیں ہو سکی۔۔لیکن میں اس چیز پر بھی راضی نہیں ہوں کے تم اس کے نکاح میں رہو" اس کی بات کاٹ کر وہ ناگواری سے بولا۔

"جب تک وہ ڈائیورس نہیں دے گا تب تک یہ رشتہ ختم نہیں ہوگا"

لہجے میں مضبوطی پیدا کرتے ہوئے وہ اس نقطے پر بھی اس کی توجہ دلا گئی تھی۔ جس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ ڈائیورس دے گا۔۔اسے دینی پڑے گی۔۔لیکن تم اس سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھو گی۔۔۔دھیان رکھنا مجھے دوبارہ یاد دہانی نہ کروانی پڑے"

سفاکی سے کہتے ہوئے اس کے معصوم سے دل کو ٹکڑوں میں بانٹا وہ اپنی کہہ کر جا چکا تھا۔

گھٹنوں میں سر دیے وہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ خنک ہوائیں اس کے بالوں سے اٹھکیلیاں کرتی اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں جس سے بے پرواہ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔

چونکی تو تب جب کسی نے گرم شال اس کے کندھوں پر ڈالی۔ بریزے نے ایک نظر شال کو دیکھنے کے بعد سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کے برابر میں ہی بیٹھ چکا تھا۔ سیدھے ہاتھ میں بھاپ اڑاتا کافی کا مگ بھی پکڑ رکھا تھا۔

کچھ دیر پہلے کا سارا منظر اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ تیز نظر سے اسے دیکھتی وہ فوراً وہاں سے اٹھنے لگی تھی لیکن سیڑھی کی سطح پر ہی رکھے اس کے ہاتھ پر عاشر نے اپنا بھاری ہاتھ رکھ کر اس کے ارادے کو ناکام بنا دیا تھا۔

بریزے نے صرف ایک ایک گھوری سے اسے نوازا تھا۔ پھر کھینچ کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت نکالا۔ لیکن وہاں سے اٹھی نہیں۔

"میری نیت تمہیں ہرٹ کرنے کی نہیں تھی"

"اوہ دیکھو تو ذرا کون یہ بات کہہ رہا ہے۔۔جس نے اپنی ساری زندگی مجھے ہرٹ کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا"

اس کے الفاظ طنز میں بھیگے تھے۔

" میں نے سچ میں صرف ایک چھوٹا سا مذاق کیا تھا بریزے"

"وہ میرے لئے ایک گھٹیا حرکت کے سوا کچھ نہیں تھا۔"

"مجھے اندازہ ہے کے تم اس کے چلے جانے سے افسردہ ہو لیکن"

"لیکن تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آئے گی عاشر مرزا۔۔جب کوئی جان سے پیارا آپ کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے نا اس کی تکلیف تم نہیں سمجھو گے کبھی۔۔"

وہ زخمی لہجے میں بولتی ہوئی سامنے لان میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن عاشر رخ موڑے اس کی من موہنی سی صورت کو دل میں بسا رہا تھا۔

"جب اپنی نظروں کے سامنے اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھو تو وہ تکلیف جو سارے جسم میں زخم کی طرح دکھنے لگتی ہے میں اسے جانتا ہوں"

"اس اذیت کو تم کیسے محسوس کر سکتے ہو؟ تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہو تو جانو گے نا"

اس کی بھیگی آواز اور افسوس بھرے لہجے میں کہیں باتیں وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے اس پر سے نظریں ہٹا کر روشن سے چمکتے چاند کو دیکھنے لگا۔

"ایک تو مجھے اس کے جانے کا غم نہیں بھولتا اوپر سے تم مجھ پر مسلط ہو گئے ہو"

وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھی۔اور وہ ایک ہی جملے پر اٹکا تھا۔

اس کے بس میں ہوتا تو وہ اسے بتاتا کے اس نے ساری زندگی محبت کے سوا کچھ کیا ہی نہیں تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کے وہ مجھ سے کتنی محبت کرتا تھا"

عاشر کو ایک آگ سی اپنے دل میں لگتی محسوس ہورہی تھی۔ لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے عاشق جن کی داستان سننے کے لئے ہی تو اتنی ٹھنڈ میں وہاں بیٹھا تھا۔

بریزے کی غیر ارادہ سی نگاہ اس کے ہاتھ میں پکڑے مگ پر گئیں جن میں سے دھوئیں کے مرغولے ابھی بھی اٹھ رہے تھے۔ لیکن اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا اس میں سے۔

ناجانے کیوں اسے کچھ کھٹکا تھا۔ اپنے بازو پر ہاتھ رکھ کے اس نے شال کی نرماہٹ کو محسوس کیا۔

پوری زندگی میں شاید ایسا پہلی بار ہوا تھا کے عاشر مرزا نے خود سے اپنی کوئی چیز اسے دی تھی۔

"یہ کافی تم میرے لئے بنا کر لائے ہو؟"

بریزے کے حیرانگی اور کچھ مشکوک سے انداز سے پوچھنے پر اس نے سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔

لیکن نظروں کا زاویہ اس پر سے ہٹاتے ہوئے بنا کچھ کہے اپنا مگ اس کی جانب بڑھا دیا۔

خوشگوار سی حیرت میں گھرے اس نے مگ پکڑ لیا تھا۔

اس کی اتنی مہربانی پر تو وہ اس کی تمام تر بدتمیزیوں کو فراموش کر سکتی تھی۔

اتنی ٹھنڈ میں جب بھاپ اڑاتا کافی کا مگ میسر ہوا تو جیسے سارے دکھ لمحے بھر کو کہیں دور جا سوئے۔

صرف ایک گھونٹ بھرتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔

"یخ۔۔"

اس نے مگ کو سائیڈ پر پٹختے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اس عجیب سے محلول سے سارے منہ کا ذائقہ ہی کڑوا ہو گیا تھا۔

عاشر نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو بامشکل روکا۔

اب اس کے جلتے دل پر پھوار پڑی تھی۔اب جا کے اسے سکون محسوس ہوا۔

بریزے کو آخر ضرورت ہی کیا تھی اس کے سامنے فاطم کا ذکر کر کے اس کا موڈ خراب کرنے کی۔

"یہ کیا تھا عاشر؟؟"

وہ ابھی بھی برے منہ بناتی اسی دیکھ رہی تھی۔

یہ تو کنفرم تھا کے وہ کافی نہیں تھی۔ اگر تو اس نے پہلی بار بھی بنائی تھی تو تب بھی اتنا واہیات ذائقہ نہیں ہو سکتا تھا اس کا۔

"تمہیں کیا لگا تھا کے میں تمہارے لئے کافی بنا کر لاوں گا؟؟ ہنہ چڑیل!"

تنفر سے کہتے ہوئے وہ اپنی پرانی جون میں لوٹتے ہوئے ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

بریزے نے شدید ضبط سے اسے دیکھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کے وہ مگ اس کے سر میں دے مارے۔

اس شخص کے وہ اپنے لئے کوئی بھلائی کی توقع رکھ ہی نہیں سکتی تھی۔

عاشر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جو اس کی وارڈ روب سے اسکے کپڑے نکالنے کے بعد خود کا سامان سیٹ کر رہی تھی۔

عاشر اس کی مصروفیت کو یکھتے ہوئے بیڈ پر جا کر نیم دراز ہو گیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کو اٹھا کر اسے چیک کرنے لگا۔

جب تک وہ اپنا کام ختم کر کے پلٹی اسے بیڈ پر براجمان دیکھ کر چونکی پھر دانت پیستے ہوئے صوفے پر سے سارے کشنز اٹھا کر حفظ ماتقدم کے طور پر بیچ میں دیوار سی بناتے ہوئے دوسری سائیڈ پر بیٹھ کر ہاتھوں پر موسچرائز لگانے لگی۔

وہ لاتعلق سا بنا بیٹھا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد فون بند کر کے اس نے ابرو کو خفیف سی حرکت دیتے ہوئے اس کشن کی دیوار کو دیکھا۔ پھر بنا کچھ کہے بلینکٹ اوڑھ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

صبح جب اس ہی آنکھ کھلی تو بیڈ کی دوسری سائیڈ خالی تھی۔ وہ کب کا اٹھ کر باہر جا چکا تھا۔ نریزے نے چونک کر ان کشنز کو دیکھا جو پورے کمرے میں ایسے بکھرے ہوئے جیسے انھیں اٹھا اٹھا کر پھینکا گیا ہو۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑی۔

سب کو اٹھا کر صوفے پر رکھا۔ پھر الماری سے اپنے کپڑے نکال کر شاور لینے چلی گئی۔

غازی انڈسٹریز کی پر شکوہ عمارت میں داخل ہو کر وہ دونوں چہروں پر بے زاری لئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے جو تھری پیس سوٹ میں ملبوس فون کان سے لگائے کسی کر ہدایت دے رہا تھا۔

لفٹ میں سوار ہو کر وہ اب تیسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔

عاشر اور فاز دونوں ہی بزنس کے معاملات سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ لیکن عبیر غازی پھر بھی تین یا چار مہینے میں ایک بار ان دونوں کو زبردستی آفس لایا کرتا تھا۔ بزنس میں ان کا بھی تو حصہ تھا۔ اسٹاف سے ملانے اور اکاؤنٹس وغیرہ کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے موجودہ اور تکمیل شدہ پروجیکٹس کے بارے میں بھی انھیں تفصیل سے بتایا جاتا تھا جو وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے تھے۔

"عبیر بھائی ان دونوں کو کیا کمپیوٹر اور پنکھے ٹھیک کروانے کے لئے لے کر آئے ہیں؟"

سالار نے ایک الیکٹرکل انجنئیر اور ایک سوفٹ وئیر انجنئیر کو عبیر کے روم میں بیٹھے دیکھا تو چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

جس پر ان دونوں نے ہی ناراضگی سے اسے دیکھا۔

''عبیر بھائی نیند میں سے اٹھا کر زبردستی لے آئے ہیں میرا تو سر پھٹ رہا ہے درد سے۔۔میں گھر جا رہا ہوں''

''منگوائی ہے کافی سکون سے بیٹھ کر پیو۔۔کچھ دیر میں ایک میٹنگ ارینج کی ہے تم دونوں کے لئے''

''میری تو سمجھ نہیں آرہا ہے کے اس فیلڈ میں ہمارا کام ہی نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے ہمیں یہاں اپنا سر کھپانے کی؟''

''وقت ایک سا نہیں رہتا فاز غازی۔۔کیا معلوم کب ضرورت پڑ جائے''

وہ سنجیدگی سے بولا

''میرے خیال سے آپ انھیں واپس جانے دیں بھائی۔۔ویسے بھی بزنس وغیرہ ان کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے''

سالار کی بات کے جواب میں ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا جبھی نووارد کی آمد پر چونک کر چپ ہوا۔

''سالار جو فائلز تم نے مجھے بجھوائی تھی وہ۔۔۔''

وہ بے دھیانی میں بنا دستک کے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی لیکن وہاں موجود شخصیات کو دیکھ کر پہلے چونکی پھر سٹپٹا گئی۔

سالار کی کرسی پر عبیر بیٹھا تھا۔ اور اس کے سامنے فاز اور عاشر موجود تھے۔ جب کے سالار خود کتابوں کی ریک کے پاس اس سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

سب کی توجہ اور کچھ حیرانگی بھری نظریں خود پر دیکھ کر وہ بوکھلا چکی تھی۔ ڈرتے ڈرتے سالار کو دیکھا۔

وہ جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا مہرماہ کو اپنا خون خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"مم میں بعد میں آجاوں گی۔۔"

وہ کہتی جھپاک سے الٹے قدموں نکل گئی تھی۔

"یہاں کیا باس کی یہی عزت کی جاتی ہے عبیر بھائی؟"

فاز نے سنجیدگی سے عبیر کو مخاطب کیا۔ لیکن چہرے پر شرارت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

عبیر تو خود حیران تھا سالار کی سیکریٹری کا یہ طرز تخاطب دیکھ کر۔

ایسا نہیں تھا کے وہ پہلی بار مہر ماہ سے ملا تھا۔ وہ پہلے بھی کئی اس سے مل چکا تھا۔ لیکن تب تو وہ ہمیشہ اسے پروفیشنل انداز میں ہی ملا کرتی تھی۔ سالار کے ساتھ بھی باس والا رویہ ہی اپناتی تھی۔

لیکن یہ تو اسے بھی آج پتا چلا تھا کے وہ اکیلے میں اس کی بلکل عزت نہیں کرتی تھی۔

"کیا چکر ہے سالار بھائی؟"

فاز اور عاشر دونوں ہی اسے محفوظ سی مسکراہٹ اور چھیڑنے والے انداز میں دیکھ رہے تھے جو خفیف سے انداز میں نفی میں سر ہلاتا بنا کچھ کہے دروازہ دکھیل کر باہر نکل گیا تھا۔

"آپ نے کبھی کوئی جن دیکھا ہے؟"

"جن؟ نہیں تو"

اسرار بھری سرگوشی پر حیران ہونے کے بعد اس نے انکار کرتے ہوئے ساتھ ہی استفسار کیا۔

"جن لفظ کا تو مطلب ہی یہی ہوتا ہے کے نہ دکھائی دینے والا۔۔تم نے کہاں دیکھ لیا؟"

"مجھے لگتا ہے ۔۔۔مجھے لگتا ہے کے داریان۔۔داریان جن ہے"

"اور تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

وہ اب کے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میں نے انھیں دیکھا تھا۔۔وہ کسی کے ساتھ کھڑے تھے اور پھر وہ میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا۔۔"

"آپ یقین نہیں کریں گے انس بھائی وہ ایک دھوئیں کی طرح تحلیل ہو گیا تھا۔"

"وہم ہوا ہوگا تمہیں"

اس کے جوش و خروش کو نظر انداز کیے وہ نارمل سا بولا۔

"کوئی وہم نہیں ہوا تھا مجھے۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں وہ ایک جن ہی ہیں۔۔ہمیں فرمان بھائی کو بتانا چاہیئے یہ بات کے انھوں نے جسے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے وہ ایک انسان نہیں ہے"

"داریان کو فرمان بھائی اپنے ساتھ بھائی کی طرح مانتے ہیں۔۔اس کے خلاف وہ کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔۔ان سے داریان کی شکایت کرو گی تو فضول میں ڈانٹ سنو گی ان سے"

"لیکن وہ انھیں نقصان بھی تو پہنچا سکتے ہیں نا؟"

وہ ہر صورت اسے یقین دلانا چاہتی تھی کے جو اس نے دیکھا تھا وہ جھوٹ نہیں تھا۔

"وہ اتنے عرصے سے ان کے ساتھ رہ رہا ہے--اس نے پہلے انھیں کوئی تکلیف دی ہے جو وہ اب دے گا؟"

"مہد اور دائم نے مجھے بتایا تھا کے انھوں نے ایک--ایک جن زاد سے قرآن پاک پڑھا تھا--اور یہ بھی کے ان کا بریک اپ ہو گیا تھا کسی جن زادی سے--اس لئے وہ ہمیشہ اتنے سنجیدہ اور اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں"

نا جانے وہ کون کون سے ٹکڑوں کو اٹھا کر جوڑ توڑ میں لگی تھی

"تو تمہیں کیا لگتا ہے جو تمہارے سامنے غائب ہو گیا تھا وہ اسی جن زادی کا بھائی ہوگا جو اسے منانے کے لئے آیا ہوگا؟"

"کیا معلوم یہی حقیقت ہو؟"

"پڑھائی پر دھیان دو ماشا--داریان کے بارے میں اتنا تجسس مت رکھو--"

وہ بے زاری سے بولا تو ماشا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کے آپ بھی مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

"میں تم سے بھلا کیا چھپاؤں گا؟"

"آپ کو بھی معلوم ہے کے وہ جن ہے--لیکن آپ اس بات کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں"

"یا میرے اللہ---اگر داریان نے تمہارے منہ سے یہ بات سن لی تو معلوم ہے نا تمہیں کے وہ کتنا غصہ کرے گا؟"

انس نے اسے ڈراتے ہوئے کہا تاکے وہ اس موضوع کا پیچھا چھوڑ دے۔

''وہ تو عام باتوں پر بھی ایسے ہی غصہ کیا کرتے ہیں۔۔ویسے وہ اتنے اکھڑ مزاج کیوں ہیں؟ کیا واقعی میں ان کا کسی جن زادی سے بریک اپ ہوا تھا؟''

''تم خود ہی پوچھ لو اس سے'' ''خود ہی پوچھ لوں؟''

ماشا نے حیرانگی اور نا سمجھی سے کہتے ہوئے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو جیسے اس کی سانس حلق میں ہی اٹک گئی۔

وہ ناجانے کب سے وہاں کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

وہ تو لان میں کین کی کرسی پر بیٹھی ساتھ ہی میز پر اپنی کتابیں رکھے پڑھائی میں مگن تھی لیکن جب انس اس کے پاس آ کر بیٹھا تو اس نے کئی دنوں سے مچلتے تجسس کو آج اس پر ظاہر کر ہی دیا تھا۔

لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا جس کے بارے میں وہ اتنی رازداری سے جان کاری لینے کی کوشش کر رہی ہے وہ اس کے پیچھے ہی موجود تھا۔

''آج تم بتا ہی دو کے کسی جن زادی سے تمہارا بریک اپ ہوا ہے یا نہیں؟ کم از کم میری بہن کا تجسس تو ختم ہو''

انس نے براہ راست اسے مخاطب کر کے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں یہ سچ ہے ''

جہاں داریان نے تصدیق کی وہیں ماشا نے حیرت سے منہ کھولے انس کو دیکھا۔

''دیکھا دیکھا انس بھائی میں نے کہا تھا نا کے یہ خود بھی ایک جن ہیں''

اپنی بات کو سچ ثابت ہوتے دیکھ وہ پرجوشی سے اس کے کہہ رہی تھی جو داریان کو مبالغہ آرائی سے کام لیتے دیکھ گھور رہا تھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔

وہ فوراً سے انس کا بازو پکڑ کر اس کے پیچھے ہو گئی۔

ایک جن اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"گاڑی کی چابی دو۔۔میری سروس کے لیے گئی ہوئی ہے"

اس نے اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے ساتھ ہی وجہ بھی بتائی تو انس جیب سے چابی نکال کر اس کی جانب اچھال دی۔

"جا کہاں رہے ہو جن بھائی؟ آ کر ہمارے ساتھ چائے پانی تو پی لو"

اس کو پلٹتے دیکھ انس نے پکارا۔

"تم سے کس نے کہا جن زادے چائے پانی پیتے ہیں؟۔۔۔"

"کیا یہ خون پیتے ہیں؟"

داریان کے ابرو اٹھا کر استفسار کرنے پر ماشا نے اس رازداری سے اس سے پوچھا۔

"کیا ہو گیا ہے ماشا وہ ویمپائر تھوڑی ہے جو خون پیے گا"

انس نے اس کی عقل پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"میں پی لیتا ہوں خون۔۔مجھے اچھا لگتا ہے"

اس کا نارمل اور سنجیدہ سے انداز پر ماشا نے فق چہرے کے ساتھ انس کو دیکھا۔

"کیا یہ سچ میں خون پیتے ہیں؟"

وہ سر جھٹکتا ہوا چابی لے کر جا چکا تھا جب کے وہ اس کے سر ہو چکی تھی۔ اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی کے انھیں فوری طور پر فرمان کو اس بات سے آگاہ کر دینا چاہیئے کے داریان انسان نہیں ہے۔۔

انس اسے کوستے ہوئے ماشا کو یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کے وہ صرف مذاق میں یہ سب کہہ کر گیا ہے

لیکن وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کیوں کے داریان کی نیچر تو ایسی تھی ہی نہیں کے وہ ان سے ایسا مذاق کرتا۔۔

"مس مہر ماہ میں نے آپ کو اتنی دفعہ کہا ہے کے سالار سر آپ کو بلا رہے ہیں آپ سن کیوں نہیں رہیں ہیں میری بات؟"

مریم کے کیبن کا پانچواں چکر لگاتے ہوئے وہ زچ ہوتے ہوئے بولا جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی کی بورڈ پر کھٹا کھٹ انگلیاں چلاتے ہوئے خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں ابھی مصروف ہوں کچھ دیر میں آتی ہوں"

اس نے ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی بنا سر اٹھائے وہی جملہ کہا تو وہ ضبط کر کے رہ گیا۔

"یہ آخری بار تھا جو میں آپ کو بلانے آیا ہوں۔۔اس سے زیادہ میں باس کو ٹال نہیں پاوں گا۔۔مس مریم آپ فری ہیں تو یہ فائلز ایچ آر ڈیپارٹمنٹ میں پہنچا دیں"

اسے وارن کرنے کے بعد۔ مریم کو فری بیٹھے فون یوز کرتے دیکھ زید نے اسے آرڈر جاری کیا جو اس کی وہاں آمد سے آف کر چکی تھی۔

"اوکے سر۔۔" وہ عجلت میں اس سے فائلز لے کر چلی گئی تھی۔ زید بھی اس کے پیچھے ہی نکلا تھا۔

جب کے مہر ماہ کی حرکت کرتی انگلیاں تھمی تھیں۔ اس نے تھک کے سر کی بورڈ پر گرا دیا تھا۔

میٹنگ روم میں ایک بڑی سی میز کے گرد کافی ساری کرسیاں پڑی تھیں۔

سربراہی کرسی پر وجاہت غازی موجود تھے جب کے ان کے دائیں بائیں وہاج اور ضمیر غازی بیٹھے تھے۔ اور باقی کرسیوں پر عبیر کے ساتھ فاز اور عاشر کے علاوہ مینیجر بھی موجود تھے جو مختلف ڈپارٹمنٹ کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے فیکٹری میں جاری آرڈرز کی تکمیل کے بارے میں آگاہ کر رہے تھے۔

جسے سنتے ہوئے وہ دونوں سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

"اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ سے جو آڈٹ رپورٹ آئی ہے وہ دیکھی آپ سب نے؟"

بلیک تھری پیس میں ملبوس کوٹ کے بٹن کھولے تبھی وہ کچھ فائلز ہاتھ میں لئے دروازہ دھکیل کر اندر آتے ہوئے بولا۔ وجیہہ چہرے پر سنجیدگی اور تشویش تھی۔

"کسی نے اکاؤنٹس میں چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ ایک بڑی رقم غائب ہے"

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اس کی بڑھائی ہوئی فائل میں سے کاغذات نکال کر ان کی ورق گردانی کرتے ہوئے سب کے چہرے پر ہی کچھ حیرانگی اور پریشانی کے اثرات تھے۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔۔فنانس ڈپارٹمنٹ تو تمہاری نگرانی میں کام کرتا ہے نا سالار؟"

فائل کے کاغذات پر نظریں دوڑاتے ہوئے عبیر نے کچھ حیرانگی سے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر خود پریشانی کے اثرات تھے۔

"جی عبیر بھائی ہر پروجیکٹ کی ساری ڈیٹیلز میں خود دیکھتا ہوں لیکن ---- سمجھ نہیں آرہا"

"یہی نہیں گذشتہ سالوں کی جو آڈٹ رپورٹس ہیں ان میں بھی کئی جگھوں پر ہیر پھیر ہے--لیکن وہ اماونٹ اتنی بڑی نہیں تھی--"

وہاج غازی بھی نازک سے فریم کے ریڈینگ گلاسز لگائے پیپرز دیکھتے ہوئے بولے۔

"کہیں یہ کام انس غازی کا تو نہیں؟"

وجاہت غازی کے اظہار خیال پر عبیر نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ صرف ایک بینک مینیجر ہے--غازی انڈسٹریز میں رسائی پانا اس کے لئے ممکن نہیں"

"تم اسے اتنا بھی بے ضرر مت سمجھو عبیر--اپنا حق حاصل کرنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے"

"لیکن بابا میرا نہیں خیال کے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے یہ چھوٹی حرکت کرے گا"

"اس سے کچھ بعید نہیں!" وہ تنفر سے بولے

"ہو سکتا ہے یہ کام اسی کا ہو"

سالار غازی بھی اپنے باپ کا ہم خیال تھا۔

ضمیر غازی خاموشی سے بیٹھے ان کی گفتگو سن رہے تھے جبکے فاز اور عاشر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ دونوں ہی اچھی طرح جانتے تھے کے یہ کام انس کا ہو ہی نہیں سکتا۔

اور یہ بات خود سالار بھی جانتا تھا وہ کے چھپ کے وار کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ تو پھر کیوں وہ اسی پر اپنا شک ظاہر کر رہا تھا؟

"زید سر میں نے کہا نہ میں آرہی ہوں کچھ دیر میں"

پھر سے دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ جھنجھلا کر بولی لیکن جب نووارد پر نظر پڑی تو اس کی حرکت کرتی انگلیاں ساکت ہو گئیں۔

بے ساختہ تھوک نگل کر اسے دیکھا جس کی پیشانی پر بل تھے۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کے تمہارے بھائی وہاں موجود ہیں۔۔آئی سوئیر میں نہیں جانتی تھی اگر معلوم ہوتا تو کبھی تمہیں ایسے مخاطب نہ کرتی"

جلدی جلدی اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی جو خشمگیں نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"میں تمہیں اتنی دیر سے بلا رہا تھا تم آ کیوں نہیں رہی تھیں؟ کیا تم یہ چاہتی ہو کے میں پورے آفس میں ہائیڈ اینڈ سیک کھیل کر تمہیں ڈھونڈو اور پھر تم سے اپنے کام کہوں؟"

"تم اتنا غصہ کیوں ہو رہے ہو میں کام میں مصروف تھی بس آ ہی رہی تھی"

"اچھا تو کیا اب میں تمہارے فری ہونے کا انتظار کروں؟"

"یہ باس والا رعب مجھ پر جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے سالار غازی!"

مہر ماہ کو کہاں عادت تھی اسکا یہ رعب بھرا انداز دیکھنے کی۔

''شاید تم یہ بات بھول رہی ہو کے تم میری ایمپلائی ہو۔''

''اور تم بھی مت بھولو کے تم نے مجھے زبردستی یہاں روک رکھا ہے

ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے یہاں جاب کرنے کی۔۔''

''آہستہ بولو۔۔آواز باہر نہیں جانی چاہیئے تمہاری''

ایک نظر بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ ڈپٹ کر بولا۔

''کیوں تمہیں ڈر ہے کے تمہارے بھائی اور کزنز کی طرح پورے آفس میں بھی یہ بات پھیل جائے گی کے ایک معمولی سی ایمپلائی تمہاری عزت نہیں کرتی؟'' اس کے تراشیدہ لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ ابھری.

''اپنی عزت کی پرواہ ہوتی تو پہلے ہی دن تمہارا منہ بند کر چکا ہوتا میں۔۔مجھے پرواہ ہے تو صرف تمہاری۔۔میں نہیں چاہتا کے کوئی تمہارے کردار کے بارے میں انگلی اٹھا کر غلط باتیں کہے کے آخر ایسی کیا بات ہے اس لڑکی میں جو سالار غازی نے اسے سر پہ چڑھا رکھا ہے''

وہ ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے جانے اسے کیا کچھ باور کروا رہا تھا۔

''آج تم یہ بات کلئیر کر ہی دو کے آخر کس وجہ سے تم مجھے اتنی اہمیت دیتے ہو؟''

چہرے پر جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے اس نے اپنی بات جاری رکھی ''محبت تم مجھ سے کرتے نہیں ہو۔۔اور میرے پاس تو اتنی پراپرٹی بھی نہیں ہے کے جس کے لالچ میں تم میرے پیچھے پڑو''

روانی میں کہتے ہوئے اسے اندازہ ہی نہیں تھا کے وہ کتنی تلخ باتیں اسے کہہ گئی ہے۔

جواباً اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لب بھینچے اور پیشانی کی ابھری رگوں سے چند ثانیے اسے دیکھتا رہا پھر بنا کچھ کہے پلٹ کر چلا گیا۔ لیکن جاتے ہوئے اس نے دے مارنے والے انداز میں دروازے کو بند کیا تھا۔ جو اس کے شدید غصے کا اظہار تھا۔

مہراہ کو ندامت نے ڈھیروں آ گھیرا تھا۔ وہ خود کو کوس رہی تھی آخر کیا ضرورت تھی وہ سب اسے کہنے کی۔

لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ یقیناً اس سے ناراض ہو کر گیا تھا۔

سر ہاتھوں میں تھامے وہ کرسی پر گر گئی تھی۔

—

وہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے ہاسپٹل کی راہداریوں میں بھاگتے ہوئے اپنے مطلوبہ روم میں پہنچا۔

جہاں ڈاکٹر رضا غازی کی بینڈیج کر رہے تھے۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے ٹھیک ہوں میں"

دروازے میں کھڑے انس کو دیکھتے ہوئے اس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"لیکن بابا یہ سب ہوا کیسے؟"

اس کے چہرے پر ازحد پریشانی تھی۔

"ایک معمولی سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا بس"

"آپ کیا مجھے کوئی چھوٹا نا سمجھ بچہ سمجھتے ہیں جسے معلوم نہیں چلے گا کے آپ پر اٹیک ہوا تھا؟"

وہ بھپر کر بولا۔

"انس--- تمہیں میری جاب کا معلوم تو ہے--یہ سب ہونا ایک عام سی بات ہے"وہ اسے پرسکون کرنے کو نارمل سے انداز میں بولے۔ جو ان کی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف پر بھی بے چین ہو اٹھتا تھا۔

"رضا صاحب آپ کی کوئی نیکی کام آگئی--ورنہ جس طرح کے حالات تھے آپ کا بچ پانا بہت مشکل تھا--"

"کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے نا ڈاکٹر؟"

"فلحال تو نہیں ہے--کیوں کے جتنی گولیاں ان کی گاڑی پر برسائی گئی تھیں اللہ کے فضل سے یہ ان سب سے محفوظ رہے--بس کچھ چوٹیں آئی ہیں آج رات ہم انڈر آبزرویشن رکھیں گے--کل آپ انھیں لے جا سکیں گے"

"اگر میرے خدشے کی تصدیق ہو گئی تو میں جینا حرام کر دوں گا اس حویلی والوں کا!"

اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"وہ لوگ ایسا نہیں کر سکتے--تم ان کے بارے میں غلط گمان مت رکھو"

رضا غازی ہمیشہ کی طرح اسے اپنا دل صاف رکھنے کو کہہ رہے تھے جس کا اس وقت بس نہیں چل رہا تھا وہ شخص اس کے سامنے آئے تو وہ اسے گولیوں سے بھون دے۔

"ویسے سچ کہوں تو مجھے تو ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کے وہ جن اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑ دے گا--جو کچھ اس بے چارے لڑکے کے ساتھ ہوا مجھے تو ڈر ہی لگا رہا تھا کے کہیں عاشر کو بھی وہ نقصان نہ پہنچا دے"

سفینہ تائی اپنے خیال ان پر گوش گزار رہی تھیں۔ کافی پیتی بریزے نے با مشکل وہ تلخ گھونٹ حلق میں اتارا تھا۔

" اب ان باتوں کا کیا فائدہ بھابھی؟ اللہ کے کرم سے اب سب کچھ ٹھیک ہے۔۔"

"بے شک بے شک ۔۔"

انھوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"بس خدا آگے بھی بہتر ہی رکھے۔۔"

"بریزے تم یونیورسٹی کیوں نہیں جا رہیں؟ اپنی پڑھائی تو مکمل کر لو"

بات کا رخ بدلنے کو رائمہ نے اچانک ہی اپنے برابر میں بیٹھی بریزے کو مخاطب کیا جو نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کرنے والی تھی۔

اس کا دل اب ہر شے سے بیزار ہو چکا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی سفینہ تائی نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔

"کن چکروں میں الجھا رہی ہو اسے رائمہ؟؟ اور تم اب ان پڑھائی وڑھائی کے چکروں کو چھوڑو اور اپنے شوہر کو سنبھالو۔۔شادی ہو چکی ہے اب تمہاری"

وہ باری باری ان دونوں سے بولیں۔

"ایسے بھی کسی کی شادی ہوتی ہے کیا؟"

سینے پر بازو لپیٹے وہ آنسو کو پیتی شکوہ کناں لہجے میں بولی۔ آواز اتنی دھیمی تھی کے محظ اس کے رائمہ غازی ہی سن سکی تھیں۔

جنھوں نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

''بھابھی کی بات کا برا مت مانو۔۔میں عاشر سے بات کروں گی وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جایا کرے گا''

''رہنے دیں پھوپھو آپ کے بیٹے کی سوچ بھی تائی اماں سے مختلف تھوڑی ہے''

اس کے ذکر پر وہ مزید منہ پھلا کر بولی۔

جب ہی وہ دونوں داخلی دروازے سے وہاں داخل ہوتے دکھائی دئے۔

عاشر تو سلام کرتے ہوئے سیدھا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا تھا جبکے فاز وہیں تھری سیٹر صوفے پر اوندھے منہ دراز ہو گیا۔

عبیر نے آج سچ میں ان دونوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ڈالا تھا۔

آفس سے واپس آنے کے بعد وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹا فون پر ٹائپنگ میں مصروف انس کو میسج کرتے ہوئے جانے کیا کچھ بتا رہا تھا۔

جب وہ حمنہ غازی کی گھوریوں کے دیکھنے کے بعد بے دلی سے اس کے لیے چائے بنا کر لائی تھی۔

بنا اسے مخاطب کیے کپ لے کر بیڈ پر اس کے قریب آ بیٹھی۔ جو ابھی بھی لیٹا ہوا تھا۔ وہ بھی اس انداز سے کے اس کے پیر زمین پر ہی تھے۔

عاشر نے اسکرین سے نظریں ہٹا کر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ جو اس کی جانب ہی متوجہ تھی۔

''پھر کوئی مطلب ہوگا''

وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہا۔

"کہہ بھی دو جو کہنا ہے"

فون بند کر کے وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر جھک کر جوتوں کے تھمے کھول کو پیروں کو ان سے آزاد کروانے لگا۔

"پھوپھو کہہ رہی تھیں کے عاشر کے یونیورسٹی جانا شروع کردو"

"اوہ تو یہ بات ہے۔۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے بریزے کے سامنے کپ لینے کو ہاتھ بڑھایا۔

"لے کر جاو گے یا نہیں؟"

کپ کو پیچھے کیے۔ پیشانی پر شکنیں ڈالے وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے محو سوال تھی۔

شوق تو اب اسے بھی ذرا نہیں رہا تھا۔ لیکن اپنی انا اور فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے وہی کام کرنا تھا جس سے اسے ہمیشہ روکا جاتا تھا۔ منع کیا جاتا تھا۔

آج سفینہ تائی کے صاف انکار کرنے کی وجہ سے اس کی سوئی ہوئی انا بیدار ہو چکی تھی۔

گزرے دنوں میں جو حالات اسے درپیش رہے تھے انھوں نے اسے ذہنی طور پر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا جس کے باعث اس کی اپنی کوئی پسند نا پسند تو جیسے کہیں پس منظر میں چلی گئ تھی۔ وہ صرف دوسروں کے لئے فیصلے پر اپنی زندگی کی ڈور کو ہلتے دیکھ رہی تھی۔

لیکن آج اس میں پرانی والی بریزے کی گہری چھاپ تھی۔ جو ہر کام اپنی من مرضی کے مطابق کرنا پسند کرتی تھی۔ اور ان کاموں کو تو وہ ہر حال میں انجام دے کر چھوڑتی تھی جن سے اسے باز رہنے کو کہا جاتا تھا۔ پھر بے شک اس کے انجام پر اسے کتنے ہی مسئلے درپیش کیوں نہ ہوں۔

عاشر کی گہری نظریں اس کی نگاہوں سے الجھی ہوئی تھیں۔

ویسے تو وہ اتنا شوقین نہیں تھا لیکن تھکن کے باعث چائے کی طلب اسے بے حال کر رہی تھی اور ایک وہ تھی جو اپنی شرائط منوائے بغیر کپ اس کے حوالے کرنے کو راضی نہ تھی۔

اس کے کمرے میں معنی خیز سی خاموشی نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا۔

بیڈ پر آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کی نگاہوں میں جھانکتے وہ دنیا سے بے پرواہ لگ رہے تھے۔

ایک کی نگاہیں صرف اپنے سوال کا جواب جاننے کی منتظر تھیں تو مقابل کی آنکھوں میں وہ تاثر تھا جو آج سے پہلے بریزے کی نظریں کبھی جان ہی نہیں پائی تھیں۔

اگر وہ دھیان دیتی تو اسے وہاں خود کے لئے محبتوں کا ٹھاٹھے مارتا سمندر دکھائی دیتا۔ جن کی گہرائی میں وہ خود کو ڈوبنے سے روک نہ پاتی۔

لیکن وہ دھیان دیتی تب نہ۔

''اگر میں انکار کروں تو؟''

اس کی جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے اس نے گہرے لہجے میں استفسار کیا۔

اس نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا پھر کپ کو لبوں سے لگا گئی۔

ساتھ ہی ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر طنز سے اسے یہ باور کروایا کے اگر وہ اس کی بات نہیں مان سکتا تھا تو پھر اسے بھی کوئی شوق نہیں تھا اس کی خدمتیں کرنے کا۔

وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ ''یونیورسٹی والوں سے کون سی دشمنی پال لی ہے تم نے؟ سکون سے رہنے دو نا بے چاروں کو'' وہ افسوس بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے قبضے میں موجود کپ کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں سے اٹھتے دھوئیں کے مرغولے اس کی طلب کو کو بڑھا رہے تھے

ایک تو چائے اور وہ بھی بریزے کے ہاتھوں کی بنی ہوئی۔

اس ایک کپ کے لئے تو وہ ہر قیمت دینے کو تیار تھا۔

"لے کر جاو گے یا نہیں؟" اس نے پھر سابقہ سوال دہرایا۔

" اور اگر پھر کوئی ایشو ہوا تو اس کی ذمہ داری کون لے گا؟"

"تم "

"میں؟"

"میں بھی تو تمہاری ذمہ داری ہوں نا اب؟"---اس لیے میرے مسئلے تمہارے مسئلے"

زلفوں کو کان کے پیچھے کیا تو کانوں میں پہنے جھمکے عاشر کی نگاہوں کے حصار میں آئے۔ بریزے کو اندازہ ہی نہیں تھا کے وہ اسے کن فضاوں میں پہنچا چکی تھی۔ وہ تو سانس روکے اس کی ایک ایک ادا پر نثار جارہا تھا۔

وہ نہایت ہی خاموشی سے اس کے دل کی دنیا میں طلاطم برپا کر گئ تھی۔

جانے کتنی ہی دیر وہ اس کے لفظوں کے سحر میں کھویا رہتا۔ جبھی اس نے چوڑیوں سے سجے ہاتھ کو اٹھا کر اس کے سامنے چٹکی بجا کر اسے دوبارہ حال میں آنے پر مجبور کیا۔

"ڈیل؟؟"

وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کس چیز کی ڈیل؟-- تم نے بتایا ہی نہیں مجھے بدلے میں کیا ملے گا؟"

"اوہ--" بریزے نے یاد آنے پر جلدی سے کپ اس کی جانب بڑھایا۔ اس سے پہلے کے وہ تھامتا اس نے واپس کھینچ لیا"

"دوبارہ بنا کر لا دیتی ہوں--ٹھنڈی ہو چکی ہے"

جبراً مسکراتے ہوئے اس نے عذر تراشا۔ ورنہ سچ تو یہی تھا وہ اسے اپنی جھوٹی چائے نہیں دینا چاہتی تھی۔ ویسے بھی عاشر مرزا کو کہاں عادت تھی کے کسی کی استعمال شدہ چیز کو ہاتھ بھی لگاتا۔

لیکن اس سمے وہ ساکت سی اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھی جب وہ اس کے ہاتھ سے کپ اچک کر لبوں سے لگا گیا تھا۔

"ابھی کیسی ہے طبعیت ؟"

"اچھا اچھا میں آوں گا کچھ دیر تک"

ریشام کن انکھیوں سے سعادت غازی کو فون پر بات کرتے ہوئے سن رہی تھی۔ کوئی بعید نہیں تھی کے وہ دوسری جانب انس سے ہی گفتگو کر رہے تھے۔ عبیر بھی پاس ہی بیٹھا تھا۔ "کیا ہوا ہے دادا؟"

ان کے فون بند کرنے پر عبیر نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"رضا پر اٹیک ہوا ہے" "اوہ" جہاں عبیر نے تاسف سے سر ہلایا وہیں ریشام کی سماعتیں بھی ان کی جانب لگ گئیں۔

"رضا انکل کی جاب کی نوعیت بھی تو ایسی ہے۔۔اس فیلڈ میں تو ہر قدم پر دس دشمن کھڑے ملتے ہیں"

"اپنے بیٹوں سے تو مجھے کوئی امید ہے نہیں کے ان تینوں میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملنے جائے گا لیکن۔۔"

سعادت غازی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول پڑا تھا۔

"میں چلتا ہوں نہ آپ کے ساتھ۔۔ میں بھی تو حویلی کا بڑا بیٹا ہوں۔۔جلد یا بدیر بابا جان اور ضمیر چاچو اور وہاج چاچو بھی ان کی حیثیت تسلیم کر ہی لیں گے"

سعادت غازی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رضامندی ظاہر کردی۔ جب اس کی نگاہ ریشام پر پڑی جو اسے اشاروں کنائیوں میں ساتھ لے جانے کا کہہ رہی تھی جب کے وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کر گیا۔

"پلیز۔۔" وہ ملتجی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دو دن ہو چکے تھے سالار کی ناراضگی کو۔ مہرماہ کے ساتھ اس کا رویہ کافی نارمل تھا۔ کام کی بات کے علاوہ وہ اس سے مزید کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ نہ ہی اسے سوری کہنے کا موقع دے رہا تھا۔ جب بھی آفس کے کام کے علاوہ وہ کوئی اور بات شروع کرنے کی کوشش کرتی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیتا۔ یا کسی اور کام میں مصروف کر دیتا۔

لیکن پورے آفس کی جیسے شامت آئی ہوئی تھی۔ہمیشہ پرسکون رہنے والا سالار غازی اب ہر ایمپلائی کی چھوٹی سی چھوٹی غلطی پر بھی اسے جھڑک رہا تھا۔

اس کے رویے سے پریشان سب یہ جاننے کو متجسس تھے آخر کس چیز نے اس کا موڈ اتنا خراب کر دیا ہے۔

یہاں تک کے زید بھی تین بار اس سے ڈانٹ سن چکا تھا۔

اسے تو معلوم ہی تھا کے یقیناً مہرماہ ہی اس کے غصے کا باعث بنی ہوگی۔ کئی بار وہ اس سے پوچھ بھی چکا تھا اور رخواست بھی کر چکا تھا کے اگر واقعی میں سالار کے بگڑے ہوئے موڈ میں اس کا ہاتھ ہے تو مہربانی کر کے اس سے جا کر معافی مانگ لے۔۔لیکن وہ تو صاف مکر گئی تھی کے وہ جانتی ہی نہیں تھی کے سالار کیوں اور کس بات پر خفا ہے۔

بظاہر تو وہ اسکی لائی گئی فائلز کی ورق گردانی کر رہا تھا لیکن کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا جس کی روئی روئی آنکھیں اور سرخ سی ناک اسے بے چین کیۓ دے رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟"

فائل بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے اپنی خود ساختہ ناراضگی ختم کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

یہ تو طے تھا کے سالار غازی نے خود ہی ناراض ہو کے خود ہی مان جانا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔"اس نے چونک کر نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"تم اتنی آسانی سے رونے والی نہیں ہو مہرماہ سلطان۔۔بتاو مجھے کیا ہوا ہے؟"

لیکن وہ اب بھی خاموش کھڑی آنسو پیتی رہی۔

''مہر ماہ''

اب کے اس کا انداز سخت تھا۔

''اگر میں کہوں کے نرمین کو جاب سے نکال دو تو کیا تم مان لو گے میری بات؟''

وہ بھیگی آواز میں کہتی اسے حیران کر گئی تھی۔

''نرمین؟ اس کا یہاں کیا ذکر؟''

''تم اسے جاب سے نکالو گے یا نہیں؟''

اس کی بات کو نظر انداز کیئے ان نے ترشی سے پوچھا۔

''وہ ایک اچھی ورکر ہے میں اسے جاب سے کیوں نکالوں؟ کوئی ریزن تو بتاو مجھے''

''تم میری اتنی سی بات نہیں مانتے اور لوگ فضول میں کہتے پھرتے ہیں کے میں نے تمہیں اپنی مٹھی میں کیا ہوا ہے''

''اوہ تو یہ بات ہے''

اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ساری بات جیسے اس کے سامنے کھل گئی تھی۔یقیناً نرمین نے کچھ الٹا سیدھا کہا ہوگا اسے۔

''کیا کہا ہے اس نے تمہیں؟''

''تم جب تم کچھ بتاو گی نہیں تو مجھے پتا کیسے چلے گا؟''

اس کی خاموشی سالار کو بے کل کر رہی تھی۔

''تمہیں کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں جو کہہ رہی ہوں وہ کرو''

''اور اگر میں اسے جاب سے نہ نکالوں تو؟''

''پھر میں یہاں ایک منٹ نہیں رکوں گی۔۔بھاڑ میں جاو تم اور تمہارا کنٹریکٹ''

شدید شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ چبا کر کہتی وہاں رکی نہیں تھی۔

''مما پلیز جانے دیں کچھ دیر تک آجاں گی نا واپس''

وہ کب سے اپنی ماں کو منانے کی کوشش کر رہی تھی کے اسے سعادت غازی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔ لیکن وہ نا صرف اسے سختی سے منع کر چکی تھیں بلکے ساتھ ہی جھڑک بھی دیا تھا۔

جن لوگوں سے کوئی رشتہ داری ہی نہیں رکھنی تھی وہاں جانے کی تک ہی کیا بنتی ہے آخر''

''تیار نہیں ہوئی ابھی تک؟''

جب ہی کھڑے دروازے پر رکے عبیر نے کرتے کی سلیوس فولڈ کرتے ہوئے اسے کہا۔

''مما نہیں جانے دے رہیں''

وہ منہ بسور کر بولی۔

''تم ہی سمجھاو اسے عبیر۔کب سے منع کر رہی ہوں لیکن ضد کئے جا رہی ہے''

''اجازت دے دیں چاچی۔۔میں ساتھ جا رہا ہوں۔۔خیال رکھوں گا اس کا''

"اس کی یقین دہانی کروانے پر انھوں نے نا چاہتے ہوئے بھی اسے اجازت دے دی تھی۔ ریشام کا چہرہ فوراً ہی کھل اٹھا۔

عبیر اسے جلد آنے کی تاکید کرتے ہوئے پورچ میں جا چکا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ گرے اور پنک کلر کے سادے نفیس سے سوٹ میں ملبوس وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنے لمبے بالوں کو سمیٹ کو میسی سا جوڑا بنانے کے بعد بڑا سا شیفون کا دوپٹہ اٹھا کر سلیقے سے سر پر جمایا۔ لیکن اسٹیپ کٹنگ کے باعث کچھ آوارہ لٹھے بار بار کان کے پیچھے کرنے کے بعد بھی اس کے رخساروں پر جھول رہی تھیں۔

وارڈ روب سے وہ اپنی چادر نکال رہی تھی جب سائیڈ میں ہی انس کی براون شال پر اس کی نظر پڑی۔ لمحے میں ہی فیصلہ کر کے اس نے چادر واپس رکھ کے شال اٹھا کر شانوں پر پھیلالی تھی۔ جب تک وہ اپنا ہینڈ بیگ لے کر پورٹیکو میں آئی سعادت غازی اور عبیر غازی بس گاڑی میں بیٹھے ہی لگے تھے۔

"آپ کو پتا ہے آپ دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں"

اس کے پاس آ کر رکی وہ محبت سے بولی تو وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"اتنا مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ اس کی چھوٹی سی ناک کھینچ کر بولا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔فاز اور عاشر بھی بہت اچھے ہیں لیکن آپ سب سے زیادہ اچھے ہیں"

"اوکے۔۔اور سالار؟"

"وہ تھوڑے کم اچھے ہیں۔۔اتنے سنجیدہ اور غصے میں تو رہتے ہیں ہر وقت"

گاڑی میں گونجتی ان دونوں کی آوازیں لمحہ لمحہ سعدین حویلی سے دور ہوتی جا رہیں تھیں۔

اس پر شکوہ بلڈنگ کے دسویں فلور پر موجود ایک پر تعیش سے آفس میں بیٹھے وہ اس روم کا طائرانہ جائزہ لے رہے تھے۔چائے کا مگ ان کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے وہ خود بھی ان کے سامنے پڑے صوفے پر براجمان ہو گیا۔

"یہ سیکورٹی ادارہ سچ میں تمہاری ماتحتی میں کام کرتا ہے؟"

"آپ کو ابھی بھی کوئی شک ہے؟"

ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے اس نے ابرو کو خفیف سی جنبش دے کر پوچھا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"اب تک جتنا میں تمہیں سمجھ پایا ہوں تم ایک شاطر انسان ہو۔۔"

"ایسا کمپلیمنٹ مجھے پہلی بار ملا ہے"

"تم یوسف بن کے صرف یہ دیکھنے کے لیے سعدین حویلی میں داخل نہیں ہوئے تھے کے تمہیں بابا اور رضا کو ایک دوسرے کو ملوانا چاہتے تھے۔۔"

ضمیر غازی کو پختہ یقین تھا کے پس منظر میں ضرور ہی کوئی دوسری وجہ بھی تھی

۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے۔۔حویلی میں داخل ہونے کی میری اور کیا نیت ہو سکتی ہے؟"

وہ جاننا چاہتا تھا کے ان کے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا ہے۔

"غازی انڈسٹریز"

ان کے دو لفظی جواب پر اس کی لبوں پر محفوظ سی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"غازی انڈسٹریز؟"

اس نے جواباً ضمیر غازی کی بات دہرائی۔

"اب جب کے میں تمہارا اثر و رسوخ دیکھ چکا ہوں تو مجھے اس بات کو ماننے میں کوئی عار نہیں کے کمپنی کے اندرونی معاملات میں بھی تمہاری رسائی ہے"

انس نے کپ لبوں سے لگاتے ہوئے کوئی جواب نہیں دیا تھا نہ ہی ان کی بات کی تردید کی تھی۔

"ضمیر انکل ---"

سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اب کے اس کے چہرے اور انداز سے سنجیدگی چھلکتی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کیوں کے واقعی میں غازی انڈسٹریز کی پل پل کی خبر مجھے موصول ہوتی رہتی ہے --وہاں کام کرنے والے بیشتر ایمپلائی میرے ہی بندے ہیں۔-مجھے میرا حق چاہیے ہوگا تو میں ڈائریکٹ سعدین حویلی کے دروازے پر دستک دوں گا--لیکن میں اتنی گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کروں گا--"

کمپنی کی وہ خفیہ خبر بھی اس تک پہنچ چکی تھی۔

"کمپنی کے اکاؤنٹس میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی ہمت کوئی عام سا ملازم کبھی نہیں کرے گا اور اگر کسی قیمتی اور انتہائی حفاظت سے رکھی جانے چیز کو --چور اگر چوری کرے تو پہلے باہر کے لوگوں پر شک ظاہر کرنے کے بجائے گھر کے ہی افراد سے تفتیش کرنی چاہیے"

"کوئی اپنے ہی گھر میں چوری کیوں کرے گا بھلا؟ اور تم اتنا بڑا الزام آخر لگا کس پر رہے ہو؟"

''اگر بات صرف الزام لگانے کی ہوتی تو میں کبھی اپنا خیال آپ پر ظاہر ہی نہیں کرتا۔۔لیکن اگر میں یہ بات اتنے وثوق سے کہہ رہا ہوں تو ہو سکتا ہے کے میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔''

''فنانس اور پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ کا سارا کام تو سالار کے ذمے ہیں''

''تو پھر سالار غازی سے باز پرس کیوں نہیں کی گئی؟''

''وہ تو اس سب سے لا علمی کا اظہار کر رہا ہے''

''حیرت کی بات ہے نا انکل کے ایک چھوٹی سے چھوٹی ٹرانزیکشن سے بھی وہ لا علم نہیں ہوتا۔۔اور گزشتہ کچھ سالوں سے کمپنی کے اکاؤنٹس میں اتنی ہیر پھیر ہو رہی ہے اور اسے اس بات کا علم ہی نہیں''

''تو تمہیں سالار پر شک ہے''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں صرف آپ کو سامنے کی بات بتا رہا ہوں''

''تم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔۔۔کہیں تم اسی لئے تو یہ سب نہیں کہہ رہے؟''

''یہاں بات باہمی پسند نا پسند کی نہیں ہے ضمیر انکل۔۔''

''لیکن میں نہیں سمجھ پا رہا سالار ایسا کیوں کرے گا''

وہ دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے اس بات کو ماننے میں متامل نظر آتے تھے۔

جبکے وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے انھیں دیکھتا ہوا ایک اور حقیقت ان پر آشکار کرنا چاہتا تھا۔۔

"عبیر بھائی کہاں ہے؟"

گھر کے آرام دہ کپڑوں میں ملبوس لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے وہ عبیر کی تلاش میں لاونج میں آیا تھا۔

"آپ کو نہیں معلوم عبیر بھائی تو رضا انکل کے گھر گئے ہیں دادا جان کو لے کر"

جواب فاز کی جانب سے آیا تھا۔ جبھی اس نے وجاہت غازی کو دیکھا جو ناگواری سے اپنے دونوں بھائیوں کو جانے کیا کچھ کہہ رہے تھے۔

"کم از کم جانے سے پہلے ایک بار بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا بابا نے۔۔جب سے یہ رضا ہماری زندگیوں میں آیا ہے سکون تو جیسے رخصت ہی ہو گیا ہے"

کیا عبیر بھائی نے بھی اطلاع نہیں دی تھی؟"

سالار نے سنجیدگی سے فاز سے پوچھا جس نے لا علمی سے شانے اچکا دیے۔

ان تینوں کا وہاں جانا اس پر شدید ناگوار گزرا تھا۔

وہ کیسے آخر اس شخص کی چوکھٹ پر جا سکتے تھے جس نے اسکی ہوئے والی بیوی کو ٹریپ کر کے اس سے نکاح کیا تھا۔

لیپ ٹاپ صوفے پر رکھ کے وہ جیب سے فون نکال کر عبیر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔یہ محسوس کیے بنا کے وہ کب سے ضمیر غازی کی خاموش نگاہوں کے حصار میں تھا۔

ضروری کام میں الجھا ہوا وہ آفس میں ہی بیٹھا تھا جب ماشا نے اسے کال کر کے فوراً گھر پہنچنے کو کہا تھا۔

"میں مصروف ہوں ماشا! ابھی نہیں آسکتا کچھ وقت لگ جائے گا"

"بھائی جلدی گھر پہنچیں۔۔ بھابھی آئی ہیں"

"بھابھی؟ انس نے بری طرح چونک کر فون کی اسکرین کو دیکھا جہاں کال ابھی جاری تھی۔

"کس کی بھابھی؟" فون کو کندھے اور کان کے بیچ پھنسائے وہ عجلت میں ساری فائلوں کو سمیٹ کو دراز میں رکھتا جا رہا تھا۔

"ریشام بھابھی۔"

وہ کال کاٹ چکی تھی جب کے وہ بھی گاڑی کی چابی اٹھا کر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ جب گھر پہنچا تو ڈرائنگ روم کی باتوں کی آوازیں آرہی تھیں جہاں ایک الگ ہی محفل جمی ہوئی تھی۔

فرمان اور عیشہ کے ساتھ ساتھ دائم اور مہد بھی وہاں موجود تھے۔

"السلام علیکم۔۔۔"

اس نے کورس میں سب کو سلام کیا جو کچھ دیر پہلے باتوں میں مصروف تھے اب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ جس نے سعادت غازی کے سامنے سر کو ہلکا سا خم دیا تو انھوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"کیسی طبعیت ہے آپ کی؟"

ان سے ملنے کے بعد اس نے عبیر سے مصافحہ کیا۔ پھر تھری سیٹر صوفے پر بیٹھے فرمان درانی کے برابر میں براجمان ہو گیا۔

"تمہارا کام کیسا چل رہا ہے انس؟"

عبیر اسے مخاطب کئے اس کی جاب کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہی چل رہا ہے عبیر بھائی"

اس کا انداز نارمل سا تھا۔ ریشام کی زبانی ہی اسے پتا چلا تھا کے عبیر کے علاوہ اور کوئی ان کے رشتے کو قائم رکھنے پر راضی نہیں تھا۔

شاور لینے کے بعد براون شلوار قمیض زیب تن کئے اس نے گیلے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کر رکھا تھا۔ وہ فریش ہونے کے لیے اوپر چلا آیا تھا ورنہ تو باقی سب ابھی تک باتوں میں مصروف تھے۔

سیاہ دھاگہ بندھے والی کلائی میں گھڑی باندھتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں روم سے نکل رہا تھا جب ٹھٹھک کر رکا۔

وہ اسی وقت کوریڈور سے مڑتی وہاں آرہی تھی۔ ساتھ میں ماشا بھی تھی جو ناجانے کون کون سی باتیں اس سے کر رہی تھیں۔

ان دونوں کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کے وہ پہلی بار ایک دوسرے سے ملی ہیں۔

"میں بھابھی کو گھر دکھا رہی تھی۔ "

انس کو دروازے سے ہی ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھے کھڑے دیکھا تو ماشا نے شرارت بھری مسکراہٹ سے کہا۔

"باقی کا گھر میں دکھا دوں گا۔۔"

دوسرے الفاظ میں وہ اسے وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

ماشا کے وہاں سے جاتے ہی وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں تو بہت اچھی ہوں۔۔ تم اپنی سناو "

وہ گردن اٹھا کر اس کی نگاہوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اس دن آپ نے فون کاٹ دیا تھا۔۔پھر دوبارہ بات ہی نہیں ہو سکی"

"اس دن؟۔۔ہاں وہ سالار بھائی آ گئے تھے"

"آپ کے روم میں؟"

اس کی پیشانی پر لکریں واضح دکھائی دینے لگی تھیں۔

"کیوں؟"

"اب جو بھی انھوں نے کہا وہ میں تمہیں نہیں بتاوں گی فضول میں اپنا موڈ خراب کر لو گے"

"آپ مجھے بتائیں گی یا نہیں؟"

اس نے سختی سے استفسار کیا۔

"ریشام؟"

وہ خاموش رہی تو انس نے ضبط سے اسے پکارا۔

"وہی کہہ رہے تھے جو باقی سب کہتے پھرتے ہیں"

"کیا؟"

"یہی کے یوسف کو بھول جاو۔۔"

وہ ہاتھ جھلا کر بولی۔

"اب تم ہی بتاو بھلا یہ بات بھی کوئی مانی جا سکتی ہے کیا؟۔۔میں نے تو تمہارے کہنے پر ہی اپنے قدموں کو پیچھے نہیں ہٹایا پھر کسی اور کی بات کیوں مانوں؟"

سینے پر بازو باندھے اسی کے انداز میں کھڑی وہ اسے محو سوال تھی۔

"ویسے میں بھی یہی چاہتا ہوں کے آپ یوسف کو بھول جائیں"

"صرف انس کو یاد رکھیں"

اس کے وجود کے گرد لپٹی اپنی شال پر اسے بے انتہا رشک آیا تھا۔

وہ لڑکی ہر دفعہ ہی اس کے دل کی دنیا نئے سرے سے فتح کر جاتی تھی

"انس کی ذات کے حوالے سے مجھے کافی تحفظات ہیں۔۔آئے دن کوئی نئی بات پتا چلتی ہے۔۔مجھے تو کوئی اعتبار ہی نہیں اس پر"

"اور یوسف پر؟"

وہ جاننے کو متجسس تھا۔

"اس پر تو مجھے خود سے بڑھ کر بھروسہ تھا۔۔"

"یعنی آپ کو نظریں جھکا کر رکھنے والا خاموش سا یوسف پسند تھا جس پر آپ مالکانہ رعب دکھایا کرتی تھیں۔۔آئی سی"

اس نے جیسے سنجھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

"جھوٹ تو نہیں بولو۔۔میں نے تمہیں کبھی ملازم سمجھا ہی نہیں تھا"

وہ دم سادھے یک ٹک اس لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا جس نے دو قدم اس کی جانب بڑھا کر لمحے بھر کو اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر وہ بات کہی تھی۔

اس کے ہاتھ کی نرماہٹ کو محسوس کرتے اس کے جسم کا سارا خون جیسے اس کے گال پر سمٹ آیا تھا۔

اچانک ہی اس کی دھڑکنوں کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔

"بے شک میں تمہیں ملازم نہیں سمجھتی تھی لیکن تم مجھے "ریشام بی بی" کہتے ہوئے ہی اچھے لگتے تھے۔۔"

اس سے پہلے کے وہ ہوش میں آتا۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر شرارت سے کہتی ہوئی وہ پلٹ کو بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

پیچھے وہ صرف اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑا رہ گیا تھا۔

"یہ بہت غلط کیا آپ نے ریشام بی بی۔۔!"

اس کا ذرا دیر کا لمس ابھی بھی اس کے چہرے پر دہک رہا تھا۔

صبح فجر کے بعد کا وقت تھا۔ اجالہ ابھی پوری طرح سے نمودار نہیں ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی سی دھند نے بھی اپنا تسلط جمایا ہوا تھا۔ آسمان صاف تھا۔ نیلا شفاف سا۔اتنا پرسکون اتنا خاموش ---جیسے کبھی موت کا سا سناٹا ہو--

ایسے میں قبرستان کے باہر روڈ پر ایک گاڑی کھڑی تھی جس کی پچھلی نشست پر بیٹھی صوفیہ بیگم دوپٹے سے سر ڈھانپے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھنے میں مصروف تھیں۔ جبکے رضا اور سعادت غازی اندر قبرستان میں حلیمہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے ہوئے تھے۔ پہلے تو صرف رضا غازی ہی وہاں جایا کرتے تھے لیکن اب ان کے ساتھ سعادت غازی بھی ہوتے تھے جو قبر پر پانی اور پھولوں کا چھڑکاؤ کرنے کے بعد کتنی ہی دیر وہاں بیٹھے رہتے تھے۔ وہ اپنے اس گناہ پر انھیں آج بھی ندامت تھی جو انھیں بار بار وہاں لے آتی تھی۔

ہر بار کی طرح اس بار بھی وہاں سے واپسی پر ان کا دل بوجھل تھا۔ ایک احساس جرم ان کی ذات سا لپٹا انھیں بے کل لئے رکھتا تھا۔

"ماں کو آپ سے کوئی شکوہ نہیں تھا بابا--انھوں نے کبھی آپ کے لئے برے الفاظ استعمال نہیں کیے"

رضا غازی ان کا بازو تھامے ہمیشہ کی طرح ان کی دل جوئی کر رہے تھے۔

"لیکن میرا یہ احساس جرم کوئی ختم نہیں ہوگا کے میں نے تمھاری کے ساتھ نا انصافی کی تھی"

وہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے اب قبرستان سے باہر آچکے تھے۔ جہاں اب سورج کی کرنیں نمودار ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"میں جلد سے جلد ریشام کو رخصت کروانا چاہتا ہوں"

"وہ تمہاری امانت ہے۔۔تم کبھی بھی اسے لے جا سکتے ہو"

ان کے کچھ دور فاصلے پر ایک بلیک ویگو کافی دیر سے وہاں کھڑی تھی۔

جب ان دونوں کو باہر آتے دیکھا تو فرنٹ سیٹ پر بیٹھے شخص نے اپنی گن کا رخ اس جانب کیا۔

اس شخص کے آدھے چہرے پر سیاہ ماسک لگا تھا۔ سر پہ پی کیپ پہن رکھی تھی۔ آنکھوں کے سرد پن کو بھی سیاہ چشمے سے چھپا رکھا تھا۔

ٹریگر پر رکھی اس کی انگلی کا دباو بڑھتا ہی جارہا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شخص اس انتظار میں چوکس بیٹھا تھا کے وہ اپنا کام ختم کرے تو وہ گاڑی آگے بڑھا دے۔

جبھی فضا میں ارتعاش سا بلند ہوا تھا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے پوری فضا میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔

سعادت غازی سکتے کی حالت میں رضا غازی کو دیکھ رہے تھے جن کی گردن اور شانے سے خون کے پھوارے پھوٹ پڑے تھے۔ ماہر شوٹر کا نشانہ وہی تھے ورنہ گولی تو ان کے برابر میں کھڑے سعادت غازی کو بھی لگ سکتی تھی۔

وہ بوکھلاہٹ اور خوفزدگی کا شکار خون میں لت پت اپنے بیٹے کو پکار رہے تھے جو زمین پر گر چکے تھے۔

"رضا۔۔" صوفیہ بیگم جیسے ہی گھبرائی ہوئی باہر آئی کچھ گولیاں ان پر بھی برسائی گئی تھیں۔

سعادت غازی کبھی زمین پر گرے رضا غازی کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے انھیں جگانے کی کوشش کرتے تو کبھی اپنی بہو کو دیکھتے۔ ان کا دل اور آنکھیں خون کے آنسو رو رہے تھے-- بوڑھے باپ کے سامنے اس کے بیٹے اور بہو کا قتل ہو چکا تھا۔ جس بیٹے سے ملے انھیں زیادہ وقت بھی نہیں گزرا تھا۔

رضا کا زندگی سے عاری چہرہ تھامے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ ان کے ساتھ آیا ڈرائیور خوفزدگی کے عالم میں کپکپاتے ہاتھوں سے فون پر نمبر ملاتے ہوئے پولیس کو اطلاع دے رہ

تھا۔

جبکے کچھ دور کھڑی گاڑی میں بیٹھے اس شخص نے اپنے کام کو انجام دینے کے بعد گن کی نال سے نکلتے دھوئیں کو دیکھتے ہوئے اس نے کھڑی کا شیشہ چڑھا دیا تھا۔

بلیک ہائی نیک پر بلیک ہی جیکٹ پہنے وہ لبوں میں دبی ہوئی سگریٹ کو لائٹر سے شعلہ دکھا رہا تھا۔

"اس درمیانے سے کمرے میں ایک کرسی اور میز کے علاوہ کافی سارے کارٹن ترتیب سے پڑے تھے جن میں موجود اشیا کا سیمپل اس کی میز پر پڑا تھا۔

اس کمرے میں روشنی کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اتنی روشنی تھی جو اسکے چہرے پر پڑتی اس کے نقوش کو اجاگر کر رہی تھی۔

اس کے تاثرات سرد و سپاٹ لیکن وجہ تھے۔ ہمہ وقت پیشانی پر بکھرے رہنے والے بال اس کے اس وقت پیچھے کی جانب سیٹ تھے۔

لائٹر کو جیکٹ میں رکھنے کے بعد سیگریٹ کا ایک گہرا کش لیتے ہوئے اس نے میز پر پڑی ایک قیمتی پسٹل کو اٹھا کر ہاتھ میں لیا۔

گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے دروازے میں مستعد کھڑے گارڈز کو دیکھنے کے بعد

اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو اسے باقی اسلحے کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا جو کچھ دنوں تک یہاں پہنچنے والا تھا۔

اس وقت جتنا اسلحہ وہاں پڑا تھا کوئی بعید نہیں تھی کے وہ سب غیر قانونی تھا۔

جو ملک کے حساس مقامات سے یہاں لا کر بیرون ملک اسمگل کیا جانا تھا۔

پسٹل میز پر ڈالتے ہوئے اس نے نیلے کور والی فائل اٹھالی تھی۔ جس میں کچھ کاغذات ترتیب سے لگے تھے۔

وہ ایک ایک ورق پلٹتے ہوئے انھیں دیکھتا جا رہا تھا۔ جن میں سعادت غازی کی ساری جائیداد کی تفصیل موجود تھی۔ ساتھ میں رضا اور انس غازی کے حصے میں آنے والی جائداد کی تفصیلات الگ سے موجود تھیں

وہ فائل رکھ کر اس نے دوسری فائل اٹھالی تھی۔ جس میں صرف ضمیر غازی کی اکلوتی بیٹی ریشام غازی کے حوالے سے تفصیلات تھیں۔

کاغذ پر لکھے اس لڑکی کے نام کو پڑھ کر اس کے لبوں پر ایک نا قابل فہم مسکراہٹ ابھری تھی۔

''یہ دولت کی لالچ بھی کیا کچھ کروا جاتی ہے انسان سے۔۔'' الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کے چہرے پر سفاکی در آئی تھی

کوشش بہت کی کے راز محبت عیاں نہ ہو
ممکن کہاں تھا کے آگ لگے اور دھواں نہ ہو۔۔

سعدین حویلی میں ایک صف ماتم بچھا تھا۔ وسیع لان میں دریاں بچھا کر افسوس کے لیے آئے ہوئے لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

رضا غازی اور صوفیہ کی آخری رسومات ادا کی جا چکی تھیں۔ کچھ دیر پہلے ہی سب قبرستان سے واپس آئے

تھے۔
سعادت غازی کے آنسو تھے کے تھمتے ہی نا تھے۔ عرصے بعد ملے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنا کر آئے تھے۔ ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ان کے تینوں بیٹے اور پوتے ان کے پاس موجود تھے انھیں دلاسہ دینے کو لیکن دل تو جیسے پھٹنے کے قریب تھا۔

اس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ آنکھیں تو ایسی تھی جیسے لہو ابھی چھلک پڑے گا۔اسے نہیں معلوم تھا کے کون کون اس کے پاس آ کر اس سے تعزیت کر رہا تھا۔ کل وہ ساری رات آفس میں ہی تھا۔ ایک ضروری فائل پر اسنے پوری رات جاگ کر کام کیا تھا۔
صبح فجر کے وقت کہیں جا کر اس کا کام ختم ہوا تو دکھتے سر کو دو انگلیوں سے دباتے ہوئے اس نے فون کو اٹھا کر دیکھا۔ جہاں ماشا کی کتنی ہی مسڈ کالز تھیں
وہ جب تک گھر نہ پہنچ جاتا وہ ایسے ہی اسے فون کر کے جلدی آنے کے لیے کہتی رہتی تھی۔
"کچھ دیر میں پہنچ رہا ہوں ماشا رانی!"
ماشا کو ٹیکسٹ بھیج کر وہ سامان سمیٹنے لگا۔ جانتا تھا وہ نماز کے لئے جاگ رہی ہوگی۔جب وہ گھر پہنچا تو صبح کا اجالہ پھیل چکا تھا۔ گہری سانس بھرتے ہوئے وہ گاڑی گھر میں لے جانے کے بجائے باہر ہی کھڑی کر دی تھی۔
جیسے ہی وہ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلا داریان اور فرمان کو حواس باختگی کے عالم میں گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا۔
"انس۔۔۔"
وہ دونوں اس کی جانب بڑھے۔
"کیا ہوا فرمان بھائی؟ سب خیریت ہے؟"
انس نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر تشویش سے پوچھا۔

"فون کہاں ہے تمہارا؟"
ان کے بجائے داریان نے اس سے پوچھا تو اس نے جیکیٹ کی جیب سے فون نکالا جو لو بیٹری کے باعث بند ہو چکا تھا۔
انس کو یاد آیا جب وہ ماشا کو ٹیکسٹ کر رہا تھا تو تب اس نے سوچا تھا کے وہ گھر جا کر ہی اسے چارج کرے گا۔
"چارجنگ ختم ہو گئی تھی۔کوئی مسئلہ ہوا ہے کیا؟"
وہ پریشانی سے انھیں دیکھ رہا تھا کے وہ لوگ اسے کچھ بتا کیوں نہیں رہے تھے آخر۔
فرمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جیسے اسے اپنے ساتھ کا یقین دلایا تھا۔ "انکل اور آنٹی پر قبرستان کے باہر اٹیک ہوا تھا"
داریان نے ازحد مشکل سے وہ الفاظ ادا کیے تھے۔ جب کے وہ ابھی بھی ناقابل فہم تاثرات کے ساتھ باری باری ٹکر ٹکر انھیں دیکھ رہا تھا۔
"موقع پر ہی۔۔۔ڈیتھ ہو گئی"
داریان کو اپنی ہی آواز لرزتی محسوس ہوئی تھی۔ جبکے اسے تو لگا جیسے اس کے کانوں میں صور پھونک دیا گیا ہو
"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" شاک اور صدمے کے بعد اب وہ شدید غصے کی کیفیت میں اسے گھور رہا تھا۔ وہ مان ہی نہیں سکتا تھا کے اس کے ہنستے مسکراتے ماں باپ اب دنیا میں نہیں رہے تھے۔
وہ یقین کر بھی کیسے سکتا تھا۔ کل ہی تو وہ انھیں صحیح سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔ لیکن واپسی میں اسے یہ کیا سننے کو مل رہا تھا۔
کے اس کے ماں باپ مر چکے تھے۔
"فرمان بھائی یہ کیا کہہ رہا ہے؟" شدید ضبط کے باوجود بھی اس کی آواز اور آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔
فرمان نے بنا کچھ کہے اسے گلے لگا لیا تھا۔ "انس!۔۔ سنبھالو خود کو۔۔ان کا جانا ایسے ہی لکھا تھا"

فرمان خود بھی یقینی کا شکار اسے تسلی دینے کی ناکام سی کوشش کر رہے تھے۔ اگر انس خود پر قابو نہ رکھ پاتا تو باقی معاملات کو کیسے سنبھال پاتا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ دونوں مجھ سے۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہوا۔ اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو چکی تھیں۔

"انھیں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا لیکن۔۔وہ جانبر نہ ہوسکے۔۔ان کی ڈیڈ باڈیز تمہارے دادا سعدین حویلی لے گئے ہیں"

ضبط کے باعث اس نے اتنی سختی سے نچلا لب دانتوں تلے دبا رکھا تھا اس سے خون چھلک پڑا۔ وہ یہ سب سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دل میں شدت سے دعا مانگ رہا تھا کے کاش اس وقت اسے بھی موت آجائے۔

اس نے تو اپنے بابا سے وعدہ کیا تھا کے وہ انھیں تکلیف پہنچانے والے کی زندگی کو جہنم بنا دے گا۔۔

"ماشا؟۔۔ماشا کہاں ہے؟" اس نے بے قراری سے پوچھا۔ " عیشہ اس کے ساتھ ہے۔"

اور ابھی جنازے سے واپسی پر افسوس کے لیے آئے ہوئے لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ سارے مرد حضرات بیٹھک میں موجود سعادت غازی کی دلجوئی کرنے اور انھیں دلاسے دینے میں مگن تھے۔ لیکن وہ وہاں نہیں گیا۔ وہ باہر لان کے اسٹیپس پر ہی بیٹھا تھا۔ جھکی گردن اور ڈھلکے شانوں کے ساتھ۔

شام ڈھل کر رات میں بدل چکی تھی۔ لیکن اس کے اندر جیسے زندگی کی رونق ماند پڑ چکی تھی۔ وہ ایک خالی سا کھوکھلا وجود خود محسوس کر رہا تھا۔

عبیر، فاز اور عاشر کے علاوہ سالار بھی اس کے پاس آیا تھا۔۔۔اس سے افسوس کیا تھا۔ تعزیت کی تھی۔ لیکن اس نے سر اٹھا کر بھی کسی کو نہ دیکھا۔

اس کے ساتھ بیٹھا داریان ہی ان سب سے بات کر رہا تھا۔ لیکن اب تو وہ بھی جا چکا تھا۔اس کے اندر

ایک لاوا سا پک رہا تھا۔ ایک الاو تھا جو ابل ابل کر باہر آنے کو بیتاب تھا۔ لیکن پھر بھی اس میں بلا کی برداشت تھی۔

فرمان درانی اور ظہیر سلطان کی فیملیز بھی اس وقت سعدین حویلی میں موجود تھیں۔

ماشا اس وقت مہر ماہ اور عیشہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ وہ جب سے حویلی آئی تھی رونے کے علاوہ اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

لیکن سارا دن گزرنے کے بعد اس کے غم اور اذیت پر اشتعال غالب آنے لگا تھا۔

لب بھینچے برستی آنکھوں سے وہ اس کمرے کی در و دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے کانوں میں انس کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

وہ اس سے صرف صبح ملی تھی۔ جس نے اسے گلے لگا کر صرف اتنا کہا تھا کے وہ "اپنے ماں باپ کا انتقام ضرور لے گا۔۔"

لیکن اسے صبر نہیں آرہا تھا۔ اس کی ہنسی بستی دنیا لمحے میں اجڑ گئی تھی۔ اس کے سامنے اگر اس کے ماں باپ کا قاتل آجاتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی جان لے لیتی۔

پچھلی بار کی طرح اس بار وہ فاز کے کمرے میں نہیں ٹھہرا تھا۔ اس کے لئے الگ سے کمرے کی صفائی ستھرائی کر کے تیار کر دیا گیا تھا۔

اس کا بس چلتا تو وہ ساری رات باہر لان میں ہی گزار دیتا۔ لیکن ضمیر غازی نے زبردستی اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ خود اسے اپنے ساتھ اس کے روم میں لے کر آئے تھے۔ کتنی ہی دیر اس کے پاس بیٹھے اسے نرم لہجے میں سمجھاتے رہے تھے کے اللہ کی رضا سمجھ کر اس حقیقت کو قبول کر لو۔

لیکن وہ کوئی بھی جواب دینے کے بجائے چپ چاپ سنتا رہا تھا۔

انس کی اس شکست خوردہ سی حالت دیکھ کر وہ جیسے اس کی ساری غلطیوں کو معاف کر گئے تھے۔
انھیں اٹھ کر گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ صبح سے اس نے ایک گھونٹ بھی پانی کا نہیں پیا تھا۔
جانے کتنی ہی دیر گزر گئی تھی اسے بیڈ پر ساکت بیٹھے۔
جبھی دروازہ ہلکی سی آواز سے بند ہوا۔ کوئی دھیمے قدم اٹھاتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔
ہاتھ میں پکڑی ٹرے کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ بنا کچھ کہے دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو تھامتے ہوئے سر اس کے شانے سے ٹکا دیا۔
لیکن اس کے پتھر وجود میں پھر بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔
ریشام کی خود کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ صرف ان سے ایک بار ملی تھی۔ اور ایک ہی ملاقات میں ان کی خوش اخلاقی کی گرویدہ ہو گئی تھی۔ صوفیہ اور رضا غازی اس لئے اس سے محبت سے نہیں ملے تھے کے وہ سعدین حویلی کی بڑی بیٹی تھی۔ بلکے اس لئے بھی کے وہ ان کے اکلوتے بیٹے کی پسند تھی۔اس کی محبت تھی۔اور پھر اب تو شریک حیات بھی بن چکی تھی۔
صوفیہ غازی نے تو اسے اپنے ہاتھ سے اتار کر سونے کی انگوٹھی بھی پہنا دی تھی یہ کہہ کر کے
"میری تو خواہش ہے کے انس اور تمھاری شادی جلد سے جلد ہو جائے۔۔لیکن وہ تب کی بات ہے۔۔ابھی تو تم پہلی بار اس گھر میں آئی ہو۔۔یہ تحفہ تو ابھی قبول کر لو"
وہ منع کرتی رہ گئی تھی لیکن ان کی محبت کے آگے اسے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے تھے۔
وہ پہلی اور آخری ملاقات یاد کر کے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اس کے اپنے دل کی حالت عجیب تھی۔ اسے وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے کے جن کا استعمال کر کے وہ انس کو دلاسہ دے پاتی۔
وہ سب سے منفرد ہی تھی۔ لبوں سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی لیکن اپنے عمل اور خاموشی سے اپنے ساتھ ہونے کا اسے پورا یقین دلا رہی تھی۔
جبھی اس کے ساکت وجود میں جنبش سی ہوئی۔ انس نے اپنے بازو پر سے اس کے ہاتھ ہٹا دیے

تھے۔ وہ ابھی کچھ کہہ بھی نہیں پائی تھی کے وہ اسے خود سے لگائے اس کے کندھے پر سر رکھے بری طرح ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔

اس کے آنسوں ریشام کی شال کو بھگونے لگے تھے۔ اس نے تو کبھی کسی مرد کو آج سے پہلے روتے نہیں دیکھا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ اسے کیسے سنبھالے۔اس کی تکلیف پر وہ خود بھی رو پڑی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی روتے ہوئے اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی۔

"یوسف۔۔"

وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہو کر کھڑا ہو چکا تھا۔

اس کا وجود آگ کی لپٹوں میں تھا۔ "یوسف میری طرف دیکھو۔۔۔" ریشام اس کی جانب بڑھی اس کے جلتے چہرے کو اپنی ہتھیلی میں بھرے اسے تحکم سے کہہ رہی تھی۔ جو اس وقت ٹوٹی بکھری حالت میں کھڑا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اذیت ہی اذیت رقم تھی۔

سارا دن جس مشکل سے وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھا وہ ایک ایک کر کے سارے ٹوٹ چکے تھے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کے ریشام غازی کی موجودگی میں وہ سارے بندھ توڑ بیٹھا تھا۔ اس لڑکی کے سامنے وہ خود پر جبر نہیں کر سکا تھا۔

"آپ چلی جائیں یہاں سے"

اس کے اندر گھٹن کا احساس بڑھتا ہی جارہا تھا۔ بھاری لہجے میں سختی سے اسے جانے کو کہا۔ جو اس کی بات ماننے کے بجائے مزید اس کے قریب آ گئی تھی۔

"تمہیں ایسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاوں گی میں"

"ریشام خدا کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دیں"

اس نے ریشام کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے تھے۔ لیکن اس کا لہجہ اس کا انداز ملتجی تھا۔

"خود کو سنبھالو یوسف۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا!"

اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سنوارتے ہوئے وہ اسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"ٹھیک ہو جائے گا؟"
انس نے چونک کر اسے دیکھا۔
"میرے ماں باپ قتل ہو چکے ہیں ریشام بی بی! --وہ واپس نہیں آ سکتے!"
غم و غصے سے اس کی رگیں ابھر آئی تھیں۔
" ان کے قاتل کیفرکردار تک ضرور پہنچے گے"
"وہ مضبوط لہجے میں بولی"
"قاتل تو آپ کے گھر میں موجود ہے۔"
انس کے زخم خوردہ سے لہجے پر اس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔
"کیا۔۔کیا کہہ رہے ہو تم؟"
اس کے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی۔
آخر وہ کس پر اپنا شک ظاہر کر رہا تھا۔
لیکن وہ اس کی بات کا جواب دینے کے لیے وہاں رکا ہی نہیں تھا۔

گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے اس نے قبر کی نم مٹی کو اپنی مٹھی میں بھرا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ پڑی ہوئی تھیں۔ رضا غازی نے اسے ہزار بار یہ بات سمجھائی تھی کے سعدین حویلی سے رشتہ جوڑنے کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کے یہ قیمت اس کے ماں باپ کے خون سے ادا کی جانی تھی۔
اسے رہ رہ کر خود پر طیش آرہا تھا کے کاش وہ اپنے ضد سے مجبور ہو کر حقیقت کو منظر عام پر نہ لاتا۔
جو جیسا چل رہا تھا اس کو ویسے ہی چلنے دیتا۔
لیکن اس کے سر پر بھی جیسے اس وقت جنوں چڑھا تھا اپنے باپ کی شناخت کو دنیا کے سامنے لانے

کا۔ ساری زندگی اس نے رضا غازی کو جس بے بسی اور دکھ کی آگ میں جلتے دیکھا تھا وہ بس انھیں اس غم سے نکالنا چاہتا تھا۔

سگے باپ کے ہوتے ہوئے بھی انھوں نے یتیموں والی زندگی بسر کی۔

وہ فجر سے بہت پہلے ہی حویلی سے نکل آیا تھا۔ نماز ادا کر کے وہ سیدھا قبرستان ہی پہنچا تھا۔ اس کی دل میں بھڑکتی آگ شدت پکڑتی جا رہی تھی۔

"کیا اب یہ دونوں بہن بھائی یہیں رہیں گے؟"

سالار نے ایک نظر لاونج میں بیٹھی ماشا کو دیکھ کر عبیر سے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔۔یہ ان کا بھی گھر ہے"

عبیر نے کچھ زور دے کر کہا۔ لیکن وہ اس کی جانب کہاں متوجہ تھا۔ وہ تو ماشا اور عیشہ کے ساتھ بیٹھی مہماہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو دھانی رنگ کے شرٹ اور کیپری کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے نم آنکھوں اور سرخ ناک کے ساتھ ماشا کو اپنے ساتھ لگائے بیٹھی جانے اس سے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔

"تمہیں آفس نہیں جانا؟"

عبیر نے اس کی محویت کو دیکھتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

وہ دونوں اس وقت اوپن کچن سے ملحقہ سیٹنگ روم میں بیٹھے تھے۔ جس کی ساری دیواریں گلاس کی تھیں۔ جہاں سے باہر لان کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اس کا ایک گلاس ڈور وہیں لان میں کھلتا تھا۔ جب کے دوسرا وسیع لاونج میں۔

وہاں خواتین کی موجودگی کے باعث وہ دونوں سیٹنگ میں ہی بیٹھے تھے۔

"آج موڈ نہیں میرا جانے کا۔۔" وہ کسل مندی سے بولا تو عبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ سالار کے منہ سے ایسی بات سن کر وہ واقع میں حیران تھا۔

جبھی لان کی طرف کھلنے والے دروازے سے اسے داخل ہوتے دیکھ عبیر نے پریشانی سے اسے مخاطب

کیا۔

"انس؟۔۔کہاں چلے گئے تھے تم؟ کب سے تمہارا فون ٹرائی کر رہا تھا میں"

جس نے شدت ضبط سے لب بھینچ رکھے تھے۔ چہرے سے وہ نارمل نہیں لگ رہا تھا

بنا کچھ کہے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان تک پہنچا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک زور دار گھونسا سالار کے منہ پر مارا۔ وہ اس کے لئے قطعی تیار نہیں تھا۔

"واٹ دا ہیل؟؟"

ہاتھ کی پشت کو ناک پر رکھتے ہوئے اس نے طیش سے انس کو دیکھا۔ اگر عبیر ترنت بیچ میں نہ آتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے وہ یہ حرکت دوبارہ کرتا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہ؟" عبیر نے بمشکل ہی انس کو سنبھالا تھا۔ لیکن وہ اسے دیکھ کہاں رہا تھا۔ اس کی آگ اگلتی نظریں تو سالار پر تھیں صرف۔

" میں ۔۔قبر تک تمہارا پیچھا کروں گا سالار غازی!"

بھاری آواز میں ایک ایک لفظ کو چبا کر کہتے ہوئے وہ جیسے آنکھوں سے نکلتی تپش سے ہی اسے جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا۔

جھٹکے سے اس نے خود کو عبیر کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔ وہ کہہ کر وہاں رکا بھی نہیں تھا۔ سیدھا سعادت غازی کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"آپ مجھے اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہیں عبیر بھائی؟۔۔کیا میں آپ کو اتنا بزدل نظر آتا ہوں جو چھپ کر وار کروں گا؟"

ناک سے بہتے خون کو روکنے کے لیے اس نے رومال کو زور سے دبا رکھا تھا۔

عبیر کو خود کو جانچتی نظروں سے دیکھتا پایا تو بھنا کر بولا۔

"میں تم پر شک نہیں کر رہا ہوں سالار۔۔لیکن۔۔"

"کیا لیکن؟"

"وہ تم پر ہی کیوں اپنا شک ظاہر کر رہا ہے؟" عبیر کا انداز سنجیدگی لئے ہوا تھا۔

"اللہ ہی جانے۔۔مجھے کیا معلوم۔۔"

وہ بے زاری سے سر جھٹک کر بولا۔ "ایک تو اسے بھی ساری دنیا میں صرف میں ہی اس کا دشمن نظر آتا ہوں"

لیکن پھر طیش میں کہا۔

"ریشام کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان جو سرد جنگ چل رہی ہے میں اس سے ناواقف نہیں ہوں"

"عبیر بھائی۔۔مانتا ہوں ریشام میری سابقہ منگیتر رہ چکی ہے۔۔اور یہ بھی کے اس نے کس دھوکے سے اس سے نکاح کیا ہے۔۔ لیکن یہ بات اتنی بھی کوئی ناقابل برداشت نہیں ہے جو میں اتنی ذلیل حرکت کروں"

اس کا اشارہ انس کے پیرنٹس کی ڈیتھ کی طرف ہی تھا۔

"عبیر۔۔آپ خود کو اتنا پریشان کیوں کر رہے ہیں؟"

سارہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تفکر سے کہا۔جو دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔

"میں اس حویلی کا بڑا بیٹا ہوں سارہ!۔۔یہ سارے بچے میری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھے ہیں۔۔اسکول اور کالج میں جو بھی ان کے ایشوز ہوا کرتے تھے یہ اپنے ماں باپ کو بتانے کے بجائے میرے پاس آیا کرتے تھے۔۔ کیوں کے انھیں یقین تھا کے ان کا بڑا بھائی بنا ڈانٹے ان کے مسئلے سلجھا دیا کرے گا"

"لیکن یہ سب صرف آپ کے کزنز ہیں! آپ کو ان کے لیے خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ویسے بھی یہ لوگ اس عمر تک پہنچ چکے ہیں کے اپنے مسئلے خود حل کر سکے"

جس دن میرے میٹرک کا رزلٹ آوٹ ہوا اس دن میں دادا جان کے پاس گیا تھا انھیں خوشی خوشی بتانے کے میں کتنے اچھے نمبرز سے پاس ہوا ہوں۔۔لیکن تمہیں معلوم ہے انھوں نے مجھے مبارکباد میں

کیا کہا تھا؟"

سارہ نے محظ نفی میں سر ہلایا۔

"یہی کے عبیر۔۔ اب تم بڑے ہو چکے ہو۔۔اب تم پر کافی ذمہ داریاں عائد ہونے والی ہیں۔۔سب سے پہلی اور اہم یہ کے ۔۔ہمیشہ اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھو گے۔۔۔"

"میں نے انھیں کبھی کزن سمجھا ہی نہیں۔۔وہ سب میرے لئے میرے چھوٹے بہن بھائیوں کی طرح ہیں۔۔میں یونیورسٹی سے تھکا ہارا جب حویلی واپس آیا کرتا تھا تو ان سب کے لاتعداد جھگڑے میرے منتظر ہوا کرتے تھے۔۔۔ اور میں بنا کوئی اور کام کیے بیٹھ کر ان کے مسئلوں کو سلجھایا کرتا تھا۔ یقین مانوں ان کی نوک جھونک اور شرارتیں دیکھ کر ہی میری ساری تھکن اتر جایا کرتی تھی۔ یہ بچے میرے سامنے بڑے ہوئے ہیں۔۔بے شک اپنی زندگی کے فیصلے کرنے کی عمر میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن میرے لئے تو ہمیشہ وہیں چھوٹے چھوٹے بچے رہیں گے"

ایک افسردہ سی مسکراہٹ لبوں پر لئے وہ کہے جا رہا تھا۔

اسکے ماں باپ تو کب کے گھر جا چکے تھے۔ وہ ماشا کی وجہ سے رک گئی تھی۔ اب گھر جانے کے لیے نکل رہی تھی تو پورچ میں ہی کھڑے سالار غازی کو دیکھ کر اس کی تیوریاں چڑھیں۔

"بیٹھو میں ڈراپ کر دوں گا" وہ سنجیدگی سے بولا۔ تو مہر ماہ نے تنفر سے اسے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔کیب بلوائی ہے میں نے "

"واپس بھیج دیا ہے میں نے اسے"

"کس خوشی میں؟"

"کیوں کے میں موجود ہوں تمہیں ڈراپ کرنے کے لئے"

"تمہیں بہت شوق ہے میرا ڈرائیور بننے کا؟"

"ڈرائیور بننے کے علاوہ تو میں اور بھی کچھ بننا چاہتا ہوں تمہارا۔۔"

"ہٹو میرے راستے سے مجھے دیر ہو رہی ہے"

اس کی بات پر کان بھی دھرے بنا ہینڈ بیگ سے گاگلز نکال کر آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ تنک کر بولی۔

دھوپ سیدھی اس کے گلابی چہرے پر پڑ رہی تھی۔ دھانی آنچل کے ہالے میں دمکتا اس کے دل کی دیواروں پر نقش ہوتا جا رہا تھا۔

اس کی بات ماننے کے بجائے سالار نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ لیکن نظریں اس کے چہرے پر ہی جمائی ہوئی تھیں۔

"تمہارے ساتھ سفر کرنے کے بجائے میں پیدل چلنا زیادہ پسند کروں گی"

وہ تلخی سے بولی۔

"میں بھی پیدل چل لوں گا تمہارے ساتھ۔۔"

وہ بلا توقف بولا تو مہر ماہ نے لمحے کو گردن موڑ کر اونچی سی سعدین حویلی کی شان و شوکت کو دیکھا۔ اور پھر سامنے کھڑے اس کے وارث کو۔۔

جو اپنی حیثیت اور شناخت کو بھلائے اس عام سی لڑکی کے ہاتھوں بخوشی اپنی عزت افزائی کروا رہا تھا۔

مہرماہ بنا کسی تاثر کے اسے دیکھتی ہوئی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ لیکن ذہن میں الجھنوں کا بسیرا تھا۔

یہ سچ تھا کے یونیورسٹی لائف میں وہ اپنی عمارت کے زعم میں کسی کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھی۔

جن میں اس کا کلاس فیلو سالار غازی بھی تھا۔ اکثر و بیشتر ان دونوں کی تلخ کلامی بھی ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن پھر کرائسز کی وجہ سے اس نے اپنی پڑھائی ڈراپ کر دی تھی۔ اس کے وہ سارے دوست جن پر انھیں اعتبار تھا کے وہ اس پر جان چھڑکتے ہیں ان میں سے ایک نے بھی اس سے رابطہ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اور پھر کچھ ہی بعد جب اسے غازی انڈسٹریز میں جاب کرنے کے ایک ہفتے بعد پتا چلا کے اس کا باس کوئی اور نہیں بلکے وہی سالار غازی ہے جس کے ساتھ اس کی ایک ملاقات بھی خوشگوار نہیں گزری تھی۔

اچھے پیکیج کے باوجود بھی وہ یہ جاب جاری رکھنے کی روادار نہیں تھی کیوں کے وہ جانتی تھی سالار غازی ہر سیکنڈ اس کے ماضی اور حال کو نشانہ بنا کر اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا۔ قہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کے جس شخص کو وہ کبھی خاطر میں نہیں لاتی تھی اسے ایک دن اسی کی سیکریٹری بننا پڑے گا۔

لیکن قسمت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے یہ کڑوا گھونٹ بھی پی ہی لیا تھا۔ کیوں کے اس کے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

اس کی سوچ کے بر عکس سالار نے ایک دن بھی اس پر نہ کوئی طنز کیا تھا اور نہ طعنہ دیا تھا۔ بلکے اس کے ساتھ تمام اسٹاف سے زیادہ ہی اچھا برتاو روا رکھتا تھا۔

جو اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا تھا۔ مہراہ خود ورکرز کی چہ مگوئیوں کو سن چکی تھی جو اس کے اور سالار کی زات کے حوالے سے تھی۔

سبرینہ سے بھی اس کی اسی بات پر تلخ کلامی ہو گئی تھی جو تنفر سے اس پر الزامات عائد کیے جا رہی تھی کے وہ سالار کو اپنی جانب مائل کرتی ہے۔

کوئی اس کے بارے میں کچھ بھی کہتا پھرے وہ کسی پر ذرا کان نہیں دھرتی تھی۔ لیکن اس بار اس کی انا پر تازیانہ لگا تھا۔ یہ الزام برداشت کئے جانے کے قابل نہیں تھا اس کے لیے۔

اسی لئے اس نے سالار سے کہا تھا کے وہ سبرینہ کو جاب سے نکال دے۔ لیکن جب اس نے ریزن جانے بغیر اس کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے خود ہی آفس جانا چھوڑ دیا۔

دو دن اس نے آف کیا تھا۔ اپنے فون کو بھی سوئچ آف کر دیا تھا تاکے آفس سے آنے والی کوئی بھی کال ریسیو نہ کرنی پڑے۔

اور تیسرے دن وہ یہاں تھی۔ سالار غازی کے ہمراہ اس کی گاڑی میں موجود۔

ان ساری باتوں کے باوجود بھی وہ سالار سے نفرت نہیں کرتی تھی۔ وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا لیکن برا بھی نہیں لگتا تھا۔

لیکن آج جو باتیں ماشا کی زبانی اسے معلوم ہوئی تھیں چند ثانیے کے لیے تو وہ گنگ سی رہ گئی تھی۔
اسے یقین کرنے میں دشواری کا سامنا تھا۔ لیکن ماشا نے کافی وثوق سے کہا تھا سالار غازی کے علاوہ کسی اور کی دشمنی نہیں ہے انس بھائی سے۔۔

ریشام کی وجہ سے وہ انس بھائی سے بدلہ لینا چاہتے تھے اسی لئے انھوں نے یہ سب کیا۔

اس وقت تو وہ جیسے تیسے برداشت کر گئی تھی۔ لیکن اب سالار کو دیکھا تو اس کے اندر بھی ایک آگ دہک اٹھی تھی۔ ماشا کا کرب اس کی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا بار بار۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کے تم اتنے گھٹیا شخص نکلو گے"

ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر سالار نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سالار کے چہرے پر فوراً ہی ناگواری کے رنگ دکھائی دئے تھے۔

"جو اپنے لالچ کی وجہ سے کسی کی جان ہی لے لے"

اس کا ایک ایک لفظ سالار کے چہرے پر تھپڑ ہی طرح لگ رہا تھا۔

یکلخت ہی اس کا پاوں بریک پر جا پڑا۔

سخت تاثرات لیے وہ اس کی جانب مڑا تو مہماہ نا محسوس انداز میں پیچھے ہٹی۔

"مجھے نہیں معلوم کس نے کیا بکواس کی ہے تمہارے سامنے۔۔ لیکن مجھ سے بات کرتے ہوئے اپنے لفظوں پر دھیان دو۔۔ یہ نہ ہو بعد میں تمہیں ان لفظوں پر شرمندہ ہونا پڑے"

سالار نے بے حد ضبط سے کہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔ یہ اچھے بننے کا نقاب کا چڑھا کر جو اصلی چہرہ تم نے اپنا چھپا رکھا ہے نہ میں اس سے انجان نہیں ہوں!"

"یقیناً تم ابھی بھی ریشام کی پراپرٹی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور ساتھ میں انس اور ماشا کو بھی قتل کروانا چاہتے ہو"

پیشانی پر تیوریاں لئے وہ بنا کچھ کہے اس کی زہر میں بجھی باتیں سنتے جا رہا تھا۔
" جب اس نے اپنی بات ختم کی تو وہ سر پیچھے کو گرا کر بے ساختہ ہنس پڑا۔
مہرماہ نے چونک کر اسے دیکھا جس کا چہرہ بے تماشہ ہنسنے کی وجہ سے سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

"او مائی گاڈ۔۔مجھے نہیں پتا تھا کے تم جیسی بے وقوف لڑکی اتنی آسانی سے میرے پلان کو سمجھ جائے گی"
پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے وہ کافی محفوظ سے انداز میں بولا۔
لیکن اس کے چہرے کا رنگ جیسے اڑتا جا رہا تھا۔
"تو کیا سچ میں تم نے۔۔۔؟"
مہرماہ کو سانس لینے میں دشواری کا سامنا تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کے وہ فوراً انکار کر دے گا۔ کہے گا کے "مہرماہ تم پاگل ہو جو ایسا سوچتی ہو میرے بارے میں؟"
لیکن وہ تو اپنے منہ سے اپنے جرم کا اقرار کر رہا تھا۔
وہ پلکیں جھپک بنا شاک کی حالت میں اسے دیکھ رہی تھی جس نے ڈیش بورڈ پر پڑے لائٹر کو اٹھا کو لبوں میں دبی سگریٹ کو شعلہ دکھایا تھا۔
اس نے تو آج سے پہلے کبھی اسے اسموکنگ کرتے نہیں دیکھا تھا۔
تو مس مہرماہ سلطان!"
ایک گہرا کش لے کر وہ اس کی جانب مڑا۔
" تمہارا اندازہ ٹھیک تھا میرے بارے میں۔۔میں فطرتاً ایک لالچی انسان ہوں۔۔مجھے دولت سے عشق ہے۔۔"
"تم نے ماشا کے پیرنٹس کو کیوں قتل کیا؟"
وہ ڈر و خوف کا شکار رندھی آواز میں بولی۔
"پراپرٹی کی وجہ سے۔۔وہ میرے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ تھے۔ اگر انھیں نہ مارتا تو سعادت غازی کی

پراپرٹی کا ایک بڑا حصہ ان کے نام منتقل ہو جاتا۔۔جو کے میں کسی طور برداشت نہیں کر سکتا تھا"
"تو کیا تم ماشا اور انس ۔۔۔۔"مہر ماہ سے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی گئی تھی۔
"میرے راستے میں رکاوٹ بننے والا ہر شخص اپنے انجام کو پہنچے گا مہر ماہ سلطان"
اس کے لب و لہجے میں جتنی نرمی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اتنی ہی سفاکی جھلک رہی تھی۔
گھٹن کا احساس اس کے اندر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آئی۔چوڑی سی روڈ کے دونوں اطراف میں اونچی گھاس اور جھاڑیاں تھیں۔
جب کے دور پہاڑوں میں سورج ڈوبنے کی تیاری کرتے ہوئے سارے میں ویرانی سی پھیلا چکا تھا۔
کھلی فضا میں گہری سانس لیتے ہوئے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کتنے ہی آنسو نکلے تھے۔
"اندر بیٹھو۔۔یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے"
دوسری جانب سے وہ بھی باہر نکل کر اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔
وہ ایک گنجان آباو سا علاقہ تھا۔ جہاں رات ڈھلتے ہی اکثر کچھ جنگلی جانور بھی آ نکلتے تھے۔
"میں تمھارے ساتھ نہیں جاوں گی!"
وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتی کاٹ دار لہجے میں بولی۔
"میں تمہیں یہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا"
" سالار غازی! ۔۔تمہیں اچھے سے معلوم ہے میرے پاس نہ کوئی دولت ہے اور نہ ہی کوئی پراپرٹی۔۔اس لیے تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے"
مہرماہ نے وہی بات دہرائی تھی جو وہ کچھ دن پہلے بھی اسے کہہ چکی تھی اور بدلے میں اس کی ناراضگی اور غصہ بھی جھیلا تھا۔
لیکن اس بار سالار کے چہرے پر کوئی ناگوار تاثرات نہیں تھے۔ بلکے ایک الگ ہی مسکراہٹ اس کے لبوں پر جھلک دکھا رہی تھی۔
"مجھے تم سے تمہاری پراپرٹی نہیں۔۔بس تمہاری ذات چاہیے"

ہوا سے لہراتے اس کے بالوں کی لٹھ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے اس کے انداز میں صرف نرمی تھی۔
وہ جیسے کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔ اس کے الفاظ اس کی کان میں سائیں سائیں کر رہے تھے۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمکنے لگیں۔
"گاڑی میں بیٹھو شام ڈھل رہی ہے۔ یہاں رکنا ٹھیک نہیں!" اس نے فوراً ہی اپنے تاثرات بدلتے ہوئے کہا۔ مہراہ مر کے بھی اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔ اور سالار غازی اسے وہاں تنہا چھوڑ کر نہیں جانے پر راضی نہیں تھا۔

"بی بی یہ کہاں دندناتی پھر رہی ہو؟"
سفینہ تائی نے اسے دھڑ دھڑ سیڑھیاں اترتے دیکھ کر ناگواری سے ٹوکا۔اس کے لباس کو دیکھ کر بھی ان کی تیوریاں چڑھی تھیں۔
"اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں میں" ناچار اس نے رک کر کہا۔
"تمہارا بھائی اس وقت بیٹھک میں موجود ہے۔۔اور وہاں حویلی کی عورتیں منہ اٹھا کر نہیں چلی جاتیں"
"تو کیا منہ یہیں رکھ کر جاتی ہیں؟"
"زبان دیکھو ذرا اس کل کی لڑکی کی"
"جاو اپنے کمرے میں جا کر بیٹھو۔۔بریزے اسے پہننے کے لئے ڈھنگ کے کپڑے دو"
"کیا ہوا ہے میرے کپڑوں کو؟"
"میں نے تمہیں کہا ہے اپنے کمرے میں جاو پھر کہاں جا رہی ہو؟"
"اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔۔اور مجھ پر اس حویلی کے قاعدے قانون زبردستی لاگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔کیوں کے اس حویلی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے"
زہر خند لہجے میں کہتی ہوئی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔
کھسوں میں مقید پیروں کو مضبوطی سے حویلی کے فرش کو روندتے ہوئے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے بیرونی

سمت آئی۔ جہاں سے اپنے ہی دھیان میں داخل ہوتے فاز سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔
"کہاں جا رہی ہیں آپ؟"
فاز نے ایک نظر دیکھ کر اس پر سے نگاہ ہٹالی تھی۔ اس نے کبھی حویلی کی لڑکی کو بنا دوپٹے یا بنا سر ڈھکے نہیں دیکھا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی کا تعلق بھی اب اس حویلی سے جڑ چکا تھا۔ وہ بے شک اس چیز کو قبول نہ کرتی۔ لیکن فاز غازی اس کی حیثیت اور اہمیت کو دل سے قبول کر چکا تھا۔
"کیا مجھے ہر قدم پر سب کو صفائیاں دینی پڑیں گی؟"
اس کا انداز آگ کی تپش لئے ہوئے تھا۔ وہ تو اس چھوٹی سی لڑکی کے انداز دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا تھا۔
"میں آپ سے صفائی نہیں مانگ رہا لیکن باہر مہمان موجود ہیں آپ اس طرح سے نہیں جا سکتی ہیں"
اس کے بر عکس فاز کا انداز نرمی لیے ہوئے تھا۔
"مجھے مت بتاو مجھے کس کے سامنے کس طرح سے جانا ہے۔۔اپنے کام سے کام رکھو تم"
اپنی اور فاز کی عمر کا خیال کئے بغیر وہ نفرت انگیزی سے بپھر کر بولی۔
"فائن!" نچلا لب دباتے ہوئے وہ سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے ماشا کے پیچھے ہی کھڑی بریزے سے مخاطب ہوا۔
"کوئی چادر یا شال وغیرہ لے کر آو"
وہ فوراً ہی سر ہلاتی اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی جبکہ وہ بھیگی شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کی راہ میں دیوار بن کر کھڑا تھا۔ جسے گرا کر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔
"آپ بے شک اس حویلی سے لاتعلق ظاہر کریں لیکن جو حیثیت اور مقام اس حویلی نے آپ کو دیا ہے اس کی پاسداری آپ کو کرنی ہوگی!"
بریزے کی لائی ہوئی شال اس کے گرد پھیلا کر اوڑھاتے ہوئے وہ کافی ٹھوس لہجے میں اسے باور کروا رہا تھا۔ جو خود پر بے انتہا ضبط کیے کھڑی تھی۔
یہ اجنبی ماحول اس کے لیے نا قابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

"چلیں۔۔"

اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے دوبارہ باہر کی جانب قدم بڑھائے تو خون کے گھونٹ پیتے ہوئے اس نے فاز کی تکلید کی۔

تعزیت کے لئے آئے کافی سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ کچھ اکا دکا ہی باقی تھے جو جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

وہ بنا ادھر ادھر دیکھے فاز کے پیچھے چلتی ہوئی سعادت غازی کی بیٹھک میں داخل ہو گئی۔ جہاں ان کے علاوہ صرف عبیر ہی موجود تھا۔ جو کچھ دیر پہلے ہی ایک فون کال سننے باہر گیا تھا۔

"انس بھائی کہاں ہیں؟" اس کی نگاہوں کو جب انس کہیں دکھائی نہ دیا تو اس نے فاز کو دیکھا۔ جس نے شانے اچکا دئے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم"

"تم پھر یہاں کیوں لے کر آئے ہو مجھے؟" اس نے پر تپش لہجے میں کہا۔

"میں نے بلایا تھا ماشا!"

اس سے پہلے کے فاز اسے جواب دیتا سعادت غازی نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔

"آج سے تم یہی رہو گی"

"میں یہاں کس حیثیت سے رہوں؟ یہ میرا گھر نہیں ہے!"

"یہ تمہارا بھی گھر ہے ماشا!"

سعادت غازی اسے روکنے کے لئے کب سے قائل کر رہے تھے۔ "یہ میرا گھر نہیں ہے۔۔" وہ رندھی آواز میں یہی بات دہرائے جا رہی تھی۔

"یہ گھر اور یہ گھر والے میرے کچھ نہیں لگتے۔۔ کچھ بھی نہیں"

"تمہارا باپ میرا سگا بیٹا تھا"

"وہی بیٹا نہ جس کی آپ نے ساری زندگی شکل نہیں دیکھی؟ ایک گناہ کی طرح چھپایا جسے؟"

"ماشا میری بیٹی" انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو وہ پیچھے ہو گئی۔

"آپ کی وجہ سے میرے ماما بابا اس دنیا سے چلے گئے۔۔صرف آپ وجہ ہیں ان کی موت کی"

سعادت غازی کے دل میں اٹھتا درد زور پکڑتا جا رہا تھا۔

اس چھوٹی سی لڑکی کی تکلیف ان کی تکلیف سے چھوٹی تو نہیں تھی۔

"میرے ماں باپ اس دنیا سے چلے گئے صرف آپ کی وجہ سے"

فاز کافی دیر سے چپ چاپ کبھی ماشا کو دیکھ رہا تھا تو کبھی سعادت غازی کو۔

جب ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھے تو لپک کر ان کی طرف آیا۔

"دادا آپ ٹھیک تو ہیں؟" فاز کو ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی! صرف آپ کی وجہ سے میرے بابا نے اپنی ساری زندگی کرب میں گزاری"

ان کی حالت سے انجان وہ اپنے اندر کا غبار نکالے جا رہی تھی۔

"اسٹاپ اٹ!"

فاز ایک دم ہی اس پر بگڑا۔

"دیکھ نہیں رہی تم ان کی حالت خراب ہو رہی ہے؟"

ماشا کو ایک دم چپ لگی۔ وہ لڑکا اسے ڈانٹ رہا تھا جس کے نام سے بھی وہ واقف نہیں تھی۔

"دادا آپ ٹھیک نہیں ہیں میرے ساتھ ہاسپٹل چلیں"

"میں ٹھیک ہوں۔۔ماشا میری بات سنو بیٹا"

فاز کا ہاتھ ہٹا کر وہ پھر اسے مخاطب کر بیٹھے جو برستی آنکھوں سے نفی میں سر ہلاتی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

اس حویلی والے سب ہی پتھر دل تھے۔ سب کو بس دوسروں کا دل توڑنا آتا تھا۔

بار بار انس کو کال ملانے کے بعد بھی جب اس کا نمبر نہ ملا تو اس نے فرمان کو فون کیا۔ وہ روتے اسے بس یہی کہے جا رہی تھی وہ آکر اسے یہاں سے لے جائے۔ورنہ اس کا سانس بند ہو جائے گا۔ اسے یقین دہانی کروانے کے بعد انھوں نے کچھ دیر بعد ہی داریان کو اسے لینے کے لئے بھیج دیا تھا۔

"بنا بتائے کہاں جا رہی ہو تم؟"

"میری مرضی میں جہاں بھی جاوں آپ کون ہوتی ہیں مجھ سے باز پرس کرنے والی؟"

"لڑکی اپنی زبان کو لگام ڈالو۔۔تمہارے ماں باپ چلے گئے ہیں اس دنیا سے جو تمہاری یہ بدتمیزی برداشت کر لیا کرتے تھے"

اس کا دل جیسے کسی نے مسل کر رکھ دیا تھا۔

بھابھی آپ یہ کس طرح بات کر رہی ہیں؟"

"دیکھ نہیں رہی تم یہ کس طرح سے مجھے جواب دے رہی ہے؟"

"کیا ہوا ہے ماشا؟ مجھے بتاو کہاں جا رہی ہو تم؟ میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ"

رائمہ نے اسے محبت سے اسے کہا۔

"فرمان بھائی کے گھر" وہ روتے ہوئے با مشکل بولی۔

جبھی ملازم نے باہر داریان کے آنے کی اطلاع دی تھی جو ماشا کو لینے آیا تھا۔

"اس کے بھائی کو معلوم بھی ہے یا نہیں؟ یہ نہ ہو کے وہ آکر ہم پر ہی برسنا شروع ہو جائے کے ہم نے اس کی بہن کا خیال نہیں رکھا"

داریان تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہی رہ گیا تھا۔

وہ اس ماشا کو تو قطعی نہیں جانتا تھا۔ جس کے چہرے پر ہمہ وقت رہنے والی مسکراہٹ کے بجائے بھیگے گالوں پر آنسوں کے نشان تھے۔

برستی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بنا کچھ کہے اس کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

اسے اس وقت کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن و دل میں ایک جھکڑ سے چل رہے تھے۔ وہ اس حویلی سے کہیں بہت دور چلے جانا چاہتی تھی۔

سعادت غازی کو وہ زبردستی ہاسپٹل لے کر آیا تھا۔ جن کا چیک اپ جاری تھا۔ ان کے ہارٹ بیٹ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔

اس کے اطلاع دینے پر عبیر اور انس کے علاوہ ضمیر غازی اور زاریہ غازی بھی وہاں پہنچے تھے۔ جو ان کی حالت کٹ پیش نظر پریشانی سے دوچار ان کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھے۔

دیوار سے ٹیک لگائے اس کی نظر اپنے جوتوں پر تھی۔ جھکی گردن کی اس نے تب اٹھایا جب شانے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔

"تمہارے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا میں۔۔لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔۔ اللہ تمہیں صبر دے"

"مجھے صبر تب ہی آئے گا جب اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے گولی ماروں گا!"

عبیر کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا کر اس نے سفاکی سے کہا۔

ساری دنیا سے ہی اس نے بیر باندھ لیا تھا۔

عبیر اسے تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔

"

"مجھے اچھے سے معلوم ہے میرے ماں باپ کا قاتل کون ہے۔۔جلد یا بدیر۔۔میں اپنے ہاتھوں سے اس کی جان لوں گا"

"سالار یہ سب نہیں کر سکتا انس۔۔وہ اتنا نہیں گر سکتا۔۔ وہ میرا بھائی ہے میں جانتا ہوں اسے"

"جس دن میں نے اس کے منہ سے اعتراف جرم کروا لیا اس دن یقین آجائے گا آپ کو عبیر بھائی۔۔کے وہ کس حد تک گر سکتا ہے!"

"جلد بازی میں شدت سے کام مت لو۔۔رضا انکل پر جو اٹیک ہوا ہے وہ ان کے کسی اور دشمن کی

جانب سے بھی تو ہو سکتا ہے"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"تمہارا بابا ایک پولیس آفیسر تھے انس۔۔اور پولیس آفیسرز کے دوستوں کی تعداد اتنی نہیں ہوتی جتنی قطار میں دشمن گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں"

"ہمیں پہلے انکوائری کرنی چاہئے۔۔جب تم ساری جانچ پڑتال نہیں ہو جاتی تب تک کسی پر بھی الزام لگانا ٹھیک بات نہیں"

"لیکن میں جانتا ہوں۔۔سالار کے علاوہ میرا مجرم اور کوئی نہیں ہے!"

اس کے لہجے کی مضبوطی اس کے سنگین ارادوں کا پتا دے رہی تھی۔

بند کمرے میں حبس زدہ سا ماحول تھا۔ یا صرف اسے ہی محسوس ہو رہا تھا۔

وائٹ کلر شلوار قمیض زیب تن کئے۔ شال کو شانوں پر ڈالے اس کی گردن کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ اگر خود پر ڈھیروں ضبط نہ کرتا تو یقیناً وہ آج کسی کا قتل کر گزرتا۔

وجاہت غازی کے مطالبے کو اس نے کڑوے گھونٹ کی طرح پیا تھا۔

"دیکھو انس۔۔تمہارا اور تمہاری بہن کا پراپرٹی میں جو بھی حصہ بنتا ہے وہ تمہارے نام صرف اسی وقت منتقل ہوگا جب تم ریشام کو طلاق دو گے۔۔بصورت دیگر تمہیں اسے سے دستبردار ہونا ہوگا"

شیشے کی میز پر پڑے پیپرز کو اٹھا کر اس نے ایک سرسری سی نگاہ ان پر ڈالی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ ڈائیورس پیپرز پرزے پرزے ہو چکے تھے۔

یہ تو طے تھا کے جتنی بار وہ کاغذات انس کے ہاتھ میں آتے ان کا انجام یہی ہونا تھا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ریشام غازی کے علاوہ میں کسی اور چیز کا خواہش مند نہیں ہوں!"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے وہ سرد لہجے میں کہتے انھیں سختی سے باور کروا رہا تھا

"ریشام کو اگر اپنے نکاح میں رکھو گے تو پھر اسے بھی اپنی پراپرٹی چھوڑنی ہوگی!"

انھوں نے ایک اور پہلو اس کے سامنے رکھا۔

وہ اس وقت ان کے ساتھ تنہا بیٹھا تھا۔ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ تحمل سے ان کی بات کو سنا۔ پھر جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر روم سے نکل کر دھم دھم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچا۔ وہ اسے اوپری منزل کے لاونج میں ہی بیٹھی دکھائی دے گئی تھی۔

سادے سے ہلکے جامنی سوٹ میں شال کو اپنے گرد پھیلائے ہاتھ میں سپارہ لئے صوفے پر بیٹھی تھی۔

اس کے ہلتے لبوں کو دیکھتے ہوئے اس کے قدموں میں سستی در آئی۔

"انس۔۔؟"

رائمہ نے اسے حیرانگی سے دیکھا۔ آج سے پہلے وہ کبھی سیڑھیاں عبور کر کے وہاں تک نہیں آیا تھا۔ بے شک وہ اس حویلی کا بیٹا تھا لیکن اپنی حدود کا پھر بھی خیال رکھتا تھا۔

پھوپھو کی آواز پر متوجہ ہوتے ہوئے ریشام بھی اسے دیکھ کر چونکی۔ پھر سپارہ بند کر کے میز پر رکھی رحل پر رکھا۔

وہاں ان کے علاوہ بریزے اور حویلی کی باقی عورتیں بھی موجود تھیں۔

لیکن وہ کسی کو بھی دیکھے بنا اس کی طرف آیا تھا۔

ریشام کا دل انجانے احساس سے دھڑکنے لگا۔

جب جب انس نے اس کی برف قدم بڑھائے تھے تب تب ان دونوں کو ایک نئی افتاد کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

"میرے ساتھ چلیں!۔۔میرے گھر"

اس کا لہجہ کسی بھی جذبات سے عاری انتہائی سنجیدہ تھا۔

صرف ریشام نہیں تھی جو اس کے مطالبے پر حیران ہوئی تھی۔ وہاں موجود ہر شخص کے تاثرات تقریباً

اس کے جیسے ہی تھے

"انس۔۔ایسے کیوں کہہ رہے ہو کوئی بات ہو گئی ہے کیا؟" رائمہ نے پریشانی سے اس کا بازو تھاما۔

"ریشام میری بیوی ہے رائمہ پھوپھو۔۔میں انھیں یہاں سے لے جا رہا ہوں"

"ایسے کیسے لے جا سکتے ہو؟ یہ کوئی موم کی گڑیا ہے جو اپنی مرضی سے جب جی چاہا لے گئے۔ جب جی چاہا چھوڑ گئے"

سفینہ تائی تو اس کی بات سن کر ہی بھڑک کر گویا ہوئیں۔لیکن وہ صرف ریشام کو دیکھ رہا تھا جس کی سیاہ آنکھوں میں نا سمجھی اور بے یقینی تھی۔

وہ اسے حکم نہیں دے رہا تھا۔ نہ اس کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ رہا تھا۔ جب کے اسے دیکھنے والے اس کے انداز سے یہی سمجھ رہے تھے۔

لیکن یہ ریشام ہی جانتی تھی کے اس کے لہجے میں صرف گزارش تھی۔ التجا تھی۔

وہ اس پر حکم نہیں چلا سکتا تھا۔ اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

لیکن ریشام ایک الگ ہی کشمکش کا شکار تھی۔ وہ اس کی بات مان کر کیسے اس کے ساتھ جا سکتی تھی جب کے اس کے ماں باپ میں سے کوئی وہاں موجود بھی نہیں تھا۔ ان ہی مرضی و منشا کے بغیر وہ کبھی اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔

وہ اس کی التجا کرتی نظروں میں دیکھتی بھیگی نظروں سے بے بسی اور بے کسی کے ہاتھوں مجبور نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"آپ انکار کریں گی تو میں دوبارہ لینے نہیں آوں گا"

وہ ازحد سنجیدہ تھا۔

ریشام کا دل جیسے ایک چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ تیر کی طرح لگا تھا اس کا لہجہ۔

کیا وہ رشتہ ختم کرنے کی بات کر رہا تھا؟

"اتنی مشکل سچویشن میں ڈال کر وہ ایسا کہہ بھی کیسے سکتا تھا اسے۔

ایک بار حویلی سے قدم باہر نکالنے کی غلطی وہ کر چکی تھی۔دوسری بار تو وہ مر کر بھی یہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ عجیب دوراہے پر کھڑی تھی۔ وہ سامنے کھڑے شخص سے دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ اسے عزت سے اس کے ساتھ رخصت ہو کر جانا چاہتی تھی۔

ایسے تو بلکل بھی نہیں۔ اپنے ماں باپ کی غیر موجودگی میں ان کے علم میں لائے بغیر وہ یہ انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔

"تم مجھے۔۔۔طلاق دے دو گے؟"

تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس ہرجانے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی جو اس کے ساتھ نہ جانے کی صورت میں اسے بھرنا تھا۔

دل پر لگے زخم سے خون دھیرے دھیرے رسنے لگا۔ سامنے کھڑا وہ خوبرو شخص جسے اس نے اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بٹھایا تھا وہ اس کی ذات کو ٹکڑوں میں بانٹ رہا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سوال کا جواب اس کے پاس تھا بھی نہیں۔ ریشام اور انس کا جدا ہونا کیا اتنا آسان تھا؟ کیا اسے لئے اسے جتن کر کے اپنایا تھا کے طلاق دے دے؟

"اگر تم نے اس حویلی سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو تم پر اس حویلی کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گے ریشام!"

انس نے اپنی پشت سے ابھری وجاہت غازی کی بات کو سنتے ہوئے ضبط سے ریشام کو دیکھا جو عجب دوراہے پر کھڑی تھی۔

"جانا چاہتی ہو تو کوئی تمہیں روکے گا نہیں۔ لیکن اپنے سارے رشتے ناطے یہیں دفن کر کے جاو"

"وجاہت بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

رائمہ غازی تو اس صورتحال پر ازحد پریشانی سے کبھی انس اور ریشام کو دیکھتیں تو کبھی وجاہت غازی کو۔

جنھوں نے آج اس رشتے کو منطقی انجام تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
کاش عبیر یا ضمیر غازی میں سے کوئی وہاں ہوتا تو اس سچویشن کو آرام سے ہینڈل کر لیتا۔
لیکن ان کیں سے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔
ریشام کے ذہن کے پردے پر ماضی لہرا رہا تھا جب وہ اسے اس بات کے لئے طعنے دیا کرتی تھی کے وہ ایک بزدل انسان ہے۔ جس میں اتنی ہمت نہیں کے محبت کرنے کے باوجود وہ دنیا کے سامنے اس کا اقرار کرنے سے ڈرتا تھا۔
اور آج وہ پورے حق سے۔ سب کے سامنے اسے لے جانے کے لئے آیا تھا تو وہ پیچھے قدم ہٹا رہی تھی۔
"محبت کرنا اس کے دعویدار ہونا جتنا آسان ہے اتنا ہی مشکل اس کے امتحانوں کو پاس کرنا اور اس طویل کھاردار راستے کو عبور کر کے منزل تک پہنچنا ہے۔ اگر آپ محبت کے راستے میں آنے والی آزمائشوں کو برداشت کرنے اور قربانیاں دینے کی ہمت نہیں رکھتیں تو آپ کو محبت کا علم لہرا کر اظہار کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی!" اس کی آواز محظ اتنی تھی کے سامنے کھڑی ریشام کو ہی سنائی دی تھی۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہتے ہوئے گال پر پھسلا۔ پھر دوسرا اور تیسرا۔۔
"تم مجھے بغاوت کرنے کے لیے کہہ رہے ہو؟"
انس کی صورت اسے دھندلی دکھائی دینے لگی تو اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔
"میں بغاوت کر کے ہی یہاں تک پہنچا ہوں۔۔اب آپ کی باری ہے!"
وہ اپنے حصے کی بغاوت کر چکا تھا لیکن ریشام میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔وہ حویلی کی عزت کو اپنی محبت پر قربان نہیں کر سکتی تھی۔
"بابا کو۔۔آنے دو ایک بار۔۔میں اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاوں گی!" بھیگتی آنکھوں اور کپکپاتے لہجے میں وہ اس سے التجا کر رہی تھی۔
انس نے نچلا لب دانتوں تلے دبائے اسے دیکھا پھر سر کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے بنا اسے دیکھے واپسی کو قدم بڑھائے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

اسے سیڑھیاں اترتے دیکھ وہ جیسے ٹرانس سے جاگی۔
اس کے پیچھے آتے ہوئے ریشام نے اس کا بازو پکڑ کر روکا۔
"مجھے ---مجھے ڈائیورس تو نہیں دو گے نا؟"
خوف اس کے لہجے میں سر ابھر رہا تھا۔
"جب آپ میرے ساتھ جانا ہی نہیں چاہتیں تو میرے نام سے بندھے رہنے کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا۔۔" وہ اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔
"یوسف---"
اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ زخم اور گہرے ہونے لگے۔
"تم ایسا نہیں کرو گے!"
"آپ مجھے مجبور کر رہی ہیں!"
اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنی کربناک سے گلابی مائل آنکھیں گاڑے وہ دوبدو بولا۔
"زندگی کے فیصلے ایسے جذبات میں آکر نہیں کئے جاتے۔۔بابا کو آنے دو ایک بار پلیز۔۔" وہ کچھ بھی کر کے بس اسے روک لینا چاہتی تھی۔ اگر ایک بار ضمیر غازی آجاتے تو شاید حالات سنبھل جاتے۔
"میں یہاں دو منٹ بھی نہیں ٹھہرنا چاہتا۔۔اتنی دیر رک گیا ہوں تو صرف---آپ کی خاطر"
اس کے لیے وہ اپنی ہر ناگواری کو پس پشت ڈال کر اسے اپنانے کے جتن کر رہا تھا۔ اور ایک وہ تھی کے جس کے قدموں میں اس حویلی کی عزت کی بیڑیاں پڑی تھیں۔ جنھیں توڑنا اس کے بس میں نہیں تھا۔
"میری خاطر؟"
ریشام نے زخمی سا مسکراتے ہوئے اس کا بازو چھوڑا۔
"میری خاطر مجھے ہی زندہ درگور کر کے جا رہے ہو؟"
"فیصلے کا حق دیا تھا میں نے آپ کو"

"تم مرد ہو یوسف! تمہارے قدموں میں وہ زنجیریں نہیں ہیں جنھوں نے مجھے باندھ رکھا ہے--- تمہاری محبت سے زیادہ مجھے اپنی عزت عزیز ہے--میں اپنے ماں باپ کا سر نہیں جھکا سکتی!"

"ان زنجیروں کا خیال آپ کو پہلے کیوں نہیں آیا ریشام بی بی؟" انس نے سختی سے اس کا بازو دبوچ کر اپنے مقابل کیا۔

"میں نے کہا تھا آپ کو--ہزار بار سمجھایا تھا اس آگ سے مت کھیلیں--لیکن آپ کو شوق چڑھا تھا--اپنے ساتھ ساتھ آپ نے مجھے بھی اس آگ میں جھونک کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے"

وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے لب بھینچے اسے دیکھے جا رہی تھی جس کی شکست خوردہ سی حالت ریشام کے دل میں انی کی طرح گڑ رہی تھی۔

وہ تو اس شخص کے سارے دکھ سارے غم اپنی ذات میں سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ لیکن نا چاہتے ہوئے بھی خود اس کی تکلیفوں کا باعث بن رہی تھی۔

"تم پچھتا رہے ہو مجھ سے نکاح کر کے؟"

اسے اپنی بھیگی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ بہت کچھ ٹوٹا تھا اس کے اندر۔ جس کی کرچیاں پانی کی صورت اس کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔

ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر معدوم ہوئی۔

"مجھے اسی دن موت آجائے جس دن میں اس نکاح پر پچھتاوں"

"پھر کیوں کر رہے ہو مجھ پر یہ ظلم؟"

"میں ظلم کر رہا ہوں؟ ظلم تو آپ مجھ پر کر رہی ہیں۔ میں آپ کے لئے ہر حد سے گزر جانے کو تیار کھڑا ہوں اور میری خاطر کچھ بھی نہیں کر رہی ہیں"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاوں گی" وہ قطعیت سے بولی۔

"آپ کا آخری فیصلہ ہے؟" انتہائی ضبط سے پوچھا گیا۔

"یاد رکھیئے گا میں اب پلٹ کر نہیں آوں گا--آپ آنا چاہیں گی تو آپ کو خود آنا پڑے گا!"

"ٹھیک ہے انس۔۔جو تمہیں سہی لگے وہ کرو"

بلکتے دل کو نظر انداز کر کے بھیگا گال رگڑتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

سامنا کھڑا شخص اب اس کے لئے انس غازی ہی تھا۔ جو اس کے لئے یکسر اجنبی تھا۔ اس کا یوسف تو جانے کہا کھو گیا تھا۔ اسے شدت سے وہ یاد آرہا تھا جو اسے دیکھ کر ہی اپنی پلکیں جھکا لیا کرتا تھا۔

جب بات کرتا تھا تو اس کی آواز میں صرف نرمی اور احترام ہوا کرتا تھا۔

"اگر ہمارا رشتہ اتنا ہی لکھا تھا تو اتنا ہی سہی۔۔ ڈائیورس پیپرز بجھوا دینا"

شدید ضبط سے کانپتے لہجے میں اپنی بات پوری کی۔

"کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے مجھے؟ کھلونا ہوں میں کوئی؟۔۔جب دل کیا حاصل کر لیا جب دل کیا اٹھا کر اپنی زندگی سے باہر پھینک دیا۔"

"تم میری جگہ نہیں کھڑے ورنہ میری مجبوریوں کو سمجھ جاتے"

وہ طنزیہ سے ہنسا۔

"آپ کی مجبوریاں۔۔آپ کے گھر کی عزت۔۔آپ کے والدین کی محبت۔۔۔میرا اس سب میں کیا قصور تھا؟ مجھے بس اتنا بتائیے"

"جب آپ کو بیچ راہ میں واپس پلٹ جانا تھا تو مجھے اس راستے کا مسافر کیوں بنایا آپ نے؟"

"تمہیں معلوم ہے میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا ہے کچھ بھی"

"لیکن جو میرا نقصان ہوا ہے اس کا مداوا کون کرے گا؟"

"انس۔۔۔مت کرو میرے ساتھ ایسے۔۔کم از کم تم تو سمجھو مجھے۔"

بے بسی کے ہاتھوں وہ رو پڑی تھی۔

وہ لب بھنچے اسے دیکھتا رہا۔ پلٹ کر چلا گیا۔

اس کے دامن کو آنسوؤں اور ملال سے بھر کر گیا تھا۔ اس کی نام نہاد محبت سے مایوس ہو کر گیا تھا۔ سہی کہتے ہیں لوگ۔

محبت بزدلوں کے لئے نہیں بنی ہے۔
جو اپنی محبت کے لئے دنیا کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے ایسے لوگوں کو محبت کرنے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔
لیکن ریشام غازی کے بھی اپنے ہی اصول تھے۔
محبت اگر اپنے ہی ماں باپ کے سامنے کھڑے ہو جانے پر اکساتی ہے تو پھر وہ باز آئی ایسی محبت سے۔

''وہ تنے تاثرات کے ساتھ خالی دل لئے پورچ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے جیسے ہی پورچ میں پہنچا بڑے سے آہنی کھڑے دروازے سے اس کی گاڑی داخل ہو رہی تھی۔''
''سیاہ شلوار قمیض پہنے آستینوں کو کہنیوں تک چڑھائے وہ آنکھوں پر سے گاگلز ہٹاتے ہوئے فرنٹ سیٹ سے اترا۔
انس نے نفرت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔''میں اپنے ذرائع سے بھی معلوم کروا رہا ہوں۔ تمہارے پیرنٹس کے قاتل بہت جلد پکڑے جائیں گے''
''ان سب میں الجھ کر اپنی انرجی ضائع کرنے کے بجائے اپنے لئے کوئی بہترین وکیل ڈھونڈ لو۔۔ بہت جلد تمہیں اس کی ضرورت پڑنے والی ہے''
''

اس کا انداز انتہائی سرد تھا۔ اندر تک خون جما دینے والا!
''تو تمہیں لگتا ہے تم سالار غازی کو سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کی ہمت رکھتے ہو؟''
''میں قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہتا۔ورنہ تمہیں اپنے طریقے سے بتاتا کے انس غازی کتنی ہمت رکھتا ہے''

ایک دھیمی دی تمسخر سی مسکراہٹ سالار غازی کے چہرے کا حصہ بنی تھی۔ اپنا بھاری ہاتھ اس نے انس کے کندھے پر رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کی تپش کو دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"تم نہیں کر سکتے!"

اس چھوٹے سے جملے میں وہ کچھ اسے جتانا چاہ رہا تھا وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔

وہ صرف کہہ نہیں رہا تھا۔ اسے سمجھا رہا تھا۔ آگاہ کر رہا تھا کے وہ سالار غازی کو شکست نہیں دے سکتا تھا!

انس نے فوراً ہی اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ جیسے وہ کوئی ناگوار سی چیز ہو۔

دہکتی نظر اسے دیکھا جیسے نظروں سے ہی اس کے وجود کو جلا کر خاکستر کردینا چاہتا ہو۔

تبھی کھلے دروازے سے ایک اور گاڑی اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔وہ عبیر کی گاڑی تھی۔ جو ہاسپٹل سے ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔

پینٹ شرٹ میں ملبوس ایش گرے کوٹ بازو پر ڈالے وہ تھکان زدہ لگ رہا تھا۔ ہاسپٹل سے پہلے وہ آفس گیا تھا۔آج اس کا سارا دن ہی مصروف گزرا تھا۔

پورچ میں جب ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے دیکھا تو چونک کر نفی میں سر ہلا گیا۔

"انس۔۔"

وہ اسے مخاطب کرتا ان کے جانب آیا۔

"کیا ہوا ہے؟" ان کے بیچ کے سرد پن کو محسوس کرتے ہوئے اس نے باری باری ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں عبیر بھائی۔۔ میں بس اپنی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔لیکن یہ تو ابھی بھی یہی سمجھتا ہے اس کے پیرنٹس۔۔"

"جسٹ شٹ اپ۔۔"

سالار کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ درشتی سے اس کی بات کاٹ گیا۔

''قاتل اپنے انجام کو ضرور پہنچے گا!''
چبا کر کہتے ہوئے وہ وہاں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔
''سالار۔''
عبیر نے ملامت سے دیکھا۔
''میں نے تمیں کہا تھا نہ کے اس سے آمنا سامنا مت کرنا''
''میری کیا غلطی ہے اس میں۔ میں کیوں مجرموں کی طرح چھپ کر بیٹھوں؟''
''اگر وہ تمہیں مجرم سمجھتا ہے تو اس کے پاس شواہد بھی ہونگے۔۔وہ ایسے ہی کسی پر الزام نہیں لگا سکتا''
''اور اگر وہ جھوٹے الزام سچ ثابت ہو گئے تو تب آپ کیا کریں گے؟''
''سالار!''
عبیر نے سخت ناگواری سے اسے دیکھا۔
''اگر یہ سچ ہوا تو انس سے پہلے میں تمہارا منہ توڑوں گا!۔۔آئندہ یہ بات میرے سامنے کہنا بھی مت!''
درشتی سے کہتے ہوئے وہ اندرنی عمارت کی جانب بڑھ گیا تھا۔
جبکے سالار وہیں کھڑا رہا تھا۔ گہری سانس ہوا کے سپرد کئے وہ زخمی مسکراہٹ کے ساتھ دور روشن آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ نا جانے اس کی قسمت اسے کس راہ پر ڈالنے والی تھی۔

بریزے نے اچھنبے سے اسے دیکھا تھا جو آنکھوں پر بازو رکھے صوفے پر لیٹا تھا۔
سارے دن میں اس نے اب جا کر اس کی شکل دیکھی تھی۔وہ اور فاز جانے سارا دن کیا کرتے رہے تھے۔گھڑی رات کے ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی۔ پتا نہیں اس نے کھانا بھی کھایا تھا یا نہیں۔ وہ کافی دیر سے ریشام کے روم میں اس کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ اس کے سونے کے بعد ہی اپنے روم میں آئی تھی۔

نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس کا ارادہ بھی بس سونے کا تھا۔ لیکن رائمہ کی باتیں ذہن میں گونج رہی تھی جنھوں نے کئی بار اسے تاکید کی تھی کے عاشر واپس آئے تو اس سے کھانے کا پوچھ لیا کرو۔اسے خود سے کہنے کی عادت نہیں ہے۔ اگر نہ پوچھو تو وہ ویسے ہی سو جاتا ہے۔

"عاشر۔۔۔"

نا چاہتے ہوئے بھی اس کے پاس آکر اسے پکارا۔

"عاشر۔۔" دوسری بار اس نے پھر آواز دی۔

"ہمم؟" بنا کوئی حرکت کیئے اس نے محظ اتنا ہی کہا۔

"کہاں تھے تم سارا دن؟"

"تم کیا مجھے یاد کر رہی تھیں؟" بریزے کو اس کی بھاری مدھم سی آواز سنائی دی

"پھوپھو پریشان ہو رہی تھیں۔تم فون بھی نہیں اٹھا رہے تھے کسی کا"

"تم کرتیں تو اٹھا لیتا۔"

"کھانا کھاو گے؟ گرم کر کے لاوں؟" اس کے غیر متوقع جوابات بریزے کو حیرانگی کے ساتھ ساتھ الجھن میں بھی ڈال رہے تھے لیکن پھر بھی نظر انداز کیئے جا رہی تھی۔

"بھوک نہیں ہے"

"ٹھیک ہے"

وہ شانے اچکاتے ہوئے بیڈ کے پاس آکر اپنی سائیڈ پر بیٹھ گئی۔ دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھا۔ پھر موسچرائزر اٹھا کر ہاتھوں پر لگانے لگی۔ کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی جو اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔ سر فون پر جھکائے جانے کیا ٹائپنگ کر رہا تھا۔خوبصورت تو وہ بلا کا تھا۔ یونیورسٹی کے پہلے دن ہی وہ اس کی وجاہت کے چرچے پوری جامعہ میں گونجتے سن چکی تھی۔ اوپر سے اس کا مغرور انداز اس کی وجاہت میں کئی گناہ اضافے کا باعث بنتا تھا۔ بریزے کو ہمیشہ سے یہی لگتا تھا کے وہ اپنے اسی غرور کی وجہ سے اسے نا پسند کرتا ہے۔ اور صرف لڑتا جھگڑتا ہی رہتا ہے۔ وہ تو سوچتی تھی کے اس کی

ہونے والی بیوی بھی اس کی ٹکر کی ہوگی۔ انگھا کی زہین اور خوبصورت۔ جو اس کے ساتھ کھڑی ہو تو مانو چاند سورج کی جوڑی بن گئی ہو۔

لیکن اس کی بیوی کی حیثیت سے آج وہ اس کے روم میں موجود تھی۔ جس کا اس نے خواب میں بھی کبھی تصور نہیں کیا تھا۔

خیر کم تو وہ بھی نہیں تھی۔ غازی خاندان کی کوئی لڑکی بھی اس کی خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ عاشر کو دیکھتی وہ خود کو یہی ڈھارس دے رہی تھی۔

جبھی نظروں کا ارتعاش اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے اس نے فون سے نظریں ہٹا کر اچانک ہی اس کی طرف دیکھا جو نگاہوں کا تصادم ہونے پر گڑبڑا کر رخ ہی پھیر گئی تھی۔

بنا کچھ کہے وہ فون آف کر کے میز پر ڈالتے ہوئے الماری سے آرام دہ کپڑے نکال کر شاور لینے چلا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں ٹراوزر اور ٹی شرٹ پہنے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے وہ باہر آیا تو وہ بلینکٹ اوڑھے گہری نیند سو چکی تھی۔

تولیہ اسٹینڈ پر ڈال کر مرر کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

برش ٹیبل پر رکھنے کے بعد اس کے قدم خود باخود اس کی جانب بڑھ گئے تھے۔

رخسار تلے ہتھیلی رکھے وہ بے سدھ تھی۔اس کی دراز پلکوں کی جھالروں کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ وہ لاکھ اس کی طرف سے غافل ہونے کی کوشش کرتا۔ لیکن دل تھا کے ہر وقت بغاوت پر آمادہ رہتا تھا۔وہ اسے کیسے بتاتا کے اس کے سارے دن کی تھکاوٹ اس کا چہرہ دیکھ کر ہی زائل ہو جاتی تھی۔

اسے دیکھنے کے بعد وہ اپنے ہوش میں نہیں رہتا تھا۔ اس کی آنکھیں عاشر کو دنیا سے بیگانہ کر دیا کرتی تھی۔

دو انگلیاں اس کے پھولے ہوئے گال پر پھیرتے ہوئے اس کے اپنے دل کی دھڑکنوں میں طلاتم برپا تھا۔
وہ اس لمحے کے انتظار میں تھا جب اسے بریزے کی آنکھوں میں اپنا چہرہ دیکھنا تھا۔ اس کے دل میں بھی بس اپنا نام نقش کرنا تھا۔
اس کے جلتے لمس سے کسمسا کر اس نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ جب عاشر کو اپنے اتنے قریب بیٹھے دیکھا تو چونک کر جلدی سے اٹھی۔
"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"
پیشانی پر لاتعداد شکنیں ابھریں۔
"تمہیں دیکھ رہا تھا" کتنے سکون سے وہ سچائی بیان کر رہا تھا۔
اس کے جواب پر وہ چپ سی اسے دیکھتی رہ گئی۔
اپنے قریب بیٹھا وہ یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے اسے پزل کر رہا تھا۔
"تمہیں معلوم ہے آج گھر میں کیا ہوا؟"
بریزے کو اس کا دھیان خود پر سے ہٹانے کا فوری بہانہ سوجھ گیا تھا۔
"سب معلوم ہے مجھے" وہ پرسکون سا بولا۔
"میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔ کیا انس بھائی سچ میں ڈائیورس دے دیں گے ریشام کو؟"
وہ پریشانی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔ نا محسوس انداز میں پیچھے کو سرک گئی تھی۔ عاشر کی اتنی قریب موجودگی اس کے حواسوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔
"انس بھائی دنیا کو آگ لگا دیں گے لیکن ریشام کو کبھی نہیں چھوڑیں گے"
"لیکن جتنے غصے میں وہ گئے تھے مجھے تو لگا بس سب کچھ ختم کر کے جا رہے ہیں"
"وہ ختم کریں یا شروع کریں ان دونوں میاں بیوی کے آپس کا معاملہ ہے۔ تم اپنے شوہر پر دھیان دو"

"تم پر کیا دھیان دوں؟" بریزے کے لہجے میں فوراً ہی طنز و بے زاری کے رنگ در آئے۔

"مثلاً یہ کے۔۔میرا سر ہی دبا دو۔۔"

"یونیورسٹی تو تم جا نہیں رہے۔ گھر پر بھی نہیں ہوتے۔ پھر سارا سارا دن کہاں غائب رہتے ہو؟" اس کا انداز مشکوک تھا۔

"ہیں کچھ ضروری کام" وہ کان کو لو کھجاتے ہوئے انجان سا بولا۔

"کیسے کام؟"

"اب سب کچھ تو تمہیں نہیں بتا سکتا۔۔"

"اتنے خفیہ طریقے سے انجام دے رہے ہو۔۔کہیں ڈرگز اسمگلنگ کا کام تو نہیں کرنے لگے"

عاشر کو جانے کیوں بلا وجہ ہی کھانسی آئی تھی۔

"اللہ کو مانو۔۔کیوں اپنے شوہر پر اتنے سنگین الزامات لگا رہی ہو"

"تم خود کو میرا شوہر کہہ رہے ہو۔۔ حالانکے جب نکاح ہوا تو تب تو نا جانے کون سا جن تمہارے اندر آ سمایا تھا تو جو تم بات بے بات مجھے باتیں سناتے رہتے تھے۔" سینے پر بازو لپیٹے وہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"اب ساری زندگی تمہاری شکل ہی دیکھنی ہے تو پھر واویلا کرنے کے بجائے میں نے صبر کر لیا۔۔"

بریزے اس صابر انسان کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"لیکن تم تو۔۔۔کسی اور سے شادی کرنا چاہتے تھے۔۔کسی بہت اچھی لڑکی سے"

"میں نے مان لیا ہے کے اچھی لڑکی میری قسمت میں نہیں"

"میری زندگی سے معلق سوالات ختم ہو گئے ہیں تو سر دبا دیں گی آپ؟"

"مجھ سے تو اس قسم کی خدمتوں کی توقع رکھنا ہی مت۔۔گلا دبوانا ہے تو بتا دینا وہ میں بخوشی کر دوں گی"

"تمہیں نہیں لگتا کے اب ہمیں اپنی ساری پرانی باتوں کو بھول کر نئے سرے سے سب شروع کرنا

چاہیئے؟"

"نہیں"

وہ ترنت بولی۔

"تم نے جو بد تمیزیاں میرے ساتھ کی ہیں وہ میں اتنی سے تو تمہیں معاف نہیں کروں گی"

"تم بھی تو فوراً سے بدلا لے کر حساب بے باک کیا کرتی تھیں اس کا کیا؟"

"کون سے حساب؟"

"اچھا چھوڑو۔۔ہم دوستی کر لیتے ہیں"

عاشر نے سیز فائل کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا جسے اس نے ایک ابرو اٹھا کر دیکھا۔ پھر عاشر کے تاثرات کو۔۔

وہ اس کے دوستانہ انداز کو جانچ رہی تھی۔ اس کی جانب سے مشکوک تھی۔ اب اس کا کیا بھروسہ اس دوستی کرنے کے پیچھے بھی اس کی کون سی شرارت تھی۔

"کیا واقعی میں وہ ساری پرانی لڑائی جھگڑوں کو پس پشت ڈال کر نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتا تھا۔

"میں سنجیدہ ہوں۔۔مذاق نہیں کر رہا"

اسے شش پنج میں گرفتار دیکھ کر اس نے جیسے تسلی دی تھی۔

"سوچ کر جواب دوں گی"

اس کے بڑھائے ہاتھ کو نظر انداز کر کے وہ بولی۔ اا کی دوستی کی پیشکش پر ابھی وہ کافی غور و فکر کرنا چاہتی تھی۔ کیوں کے کم از کم اس شخص سے وہ اپنے لئے بھلائی کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔

بنا کچھ کہے شانے اچکاتے ہوئے وہ دوسری جانب سے آ کر اوندھے منہ بیڈ پر گر گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد اس کی جانب کروٹ لیتے ہوئے ہتھیلی میں چہرہ گرائے اس سے استفسار کیا۔

" سوچ لیا؟"

"اتنی سی دیر میں کیا سوچوں میں؟" بریزے نے تنک کر پوچھا۔

"تو تمہیں کتنے سال درکار ہیں؟ جب یاجوج ماجوج کا نزول ہو جائے تب جواب دو گی؟"
"لڑکیاں مرتی ہیں مجھ سے دوستی کرنے کو اور ایک تم ہو کے تمہارے شک و شبہات ہی نہیں ختم ہو رہے"
"ٹرسٹ می۔۔ میں ایک اچھا لڑکا ہوں"
"تمہیں پتا ہے مجھے اس وقت کیا لگ رہا ہے؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔
"کیا لگ رہا ہے؟"
"یہی کے تم بلا وجہ میرے سر پر سوار ہونے کی کوشش کر رہے ہو"
"اچھا۔۔تو ہونے دو پھر"
"تم نہ مجھ سے فری ہونے کی کوشش مت کرو" وہ اس کی جانب گھومی انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دے رہی تھی۔
"جاو چائے بنا کر لاو میرے لئے" وہ تحکم سے بولا۔
بریزے نے اس کی پیشکش ٹھکرائی تو اس کا انداز بھی بدل گیا۔
میں کیوں جاوں؟ اور اتنی رات گئے چائے کون پیتا ہے؟" بریزے کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا۔
"میں حمسہ مامی کو جا کر چائے پینے کی فرمائش کروں گا تو پتا ہے کیا ہوگا؟ تب تمہیں ان سے ڈانٹ بھی سننے کو ملے گی اور چائے بھی بنانی پڑے گی۔ اس لئے بہتر کے خود سے چلی جاو"
لب کچلتے ہوئے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر کچھ جمع تفریق کر کے جھٹ اپنا نازک سا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔
"میں نے سوچ لیا۔ ہم دوستی کر لیتے ہیں"
عاشر نے بامشکل اپنی ہنسی کو روکا تھا۔
"پکا؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں پکا" اس کے ترنت جواب دینے پر عاشر نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
کئی سالوں سے ان کے قائم سرد پن کی دیواریں چٹخنے لگی تھیں۔ عاشر کی پیش قدمی کے باعث ان کے بیچ حائل ناگواری اور ناپسندیدگی کے جذبات جیسے ہوا میں تحلیل ہونے لگے تھے۔ نئے رشتے کو اپنا کر نئی زندگی کی راہ پر وہ دونوں ہم قدم ہو کر ایک ساتھ اس سفر کو شروع کرنے جا رہے تھے۔
"اب تو نہیں بنواو گے نہ مجھ سے چائے؟"
اس نے ایک آس و امید سے پوچھا۔
"وہ تو تمہیں ہی بنانی پڑے گی۔۔ اب میری کوئی دوسری بیوی تو ہے نہیں ورنہ میں اس سے بنوا لیتا"
"مجھے نہیں کرنی تم سے دوستی۔۔ تم دوسری شادی ہی کر لو"
خفگی سے کہتے ہوئے اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔
اسے جب اس دوستی کا کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو دوبارہ قدم پیچھے ہٹا لئے۔
"میرا تو دوسری شادی میں فلحال کوئی انٹرسٹ نہیں ہے"
"میرے کیا اتنے برے حالات آ گئے ہیں کے اتنی رات کو میں عاشر مرزا کے لیے چائے بناوں؟"
وہ جلتی بھنتی سوچ رہی تھی۔
" تم تو اسموکنگ کے شوقین ہو نہ؟ ۔۔ایسا کرو سگریٹ پی لو۔۔چائے پی کر کیا کرو گے؟"
الف بریزے غازی کے مشورے۔۔
"میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دی ہے"
"کیوں؟" اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔
"پہلے ٹینشن کی وجہ سے پیا کرتا تھا۔۔ لیکن اب وہ ٹینشن ختم ہو گئی ہے میری"
"میں نہیں پوچھوں گی کے ایسی کون سی ٹینشن تمہیں لاحق تھی۔۔لیکن میرے خیال سے تو اب تمہیں زیادہ سگریٹ پینا شروع کر دینا چاہئے تھا۔۔ کیوں کے تم ہی کہا کرتے تھے کے میری ذات تمہارے لئے محظ سر درد اور ٹینشن کا باعث ہے"

وہ اس کے میٹھے سے طنز پر محظ مسکرا کر رہ گیا۔
"سہی کہہ رہی ہو۔ اب تو تم مستقل میرے سر سوار ہو چکی ہو اب تو مجھے ڈرگز لینا شروع کر دینا چاہیئے"
"استغفراللہ۔۔"
بریزے نے جھرجھری لیتے ہوئے ایک گھوری سے اسے نوازا۔
"تم سے اور امید بھی کیا رکھی جا سکتی ہے"
وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھ ہی گئی تھی۔

[ ]

"آپ کی کوئی بات ہوئی تھی انس سے؟"
عبیر نے سنجیدگی سے ان سے دریافت کیا۔ اسے کہیں نہ کہیں لگ رہا تھا کے یقیناً وجاہت غای نے انس سے کچھ کہا ہوگا۔ "میں نے بس اتنا کہا تھا کے ریشام کو اپنے نکاح میں رکھو گے تو پھر ساری جائیداد سے دستبردار ہونا پڑے گا"
"پھر؟"
"پھر کیا اس نے مان لی تھی میری بات۔۔لیکن ریشام نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا"
"بابا آپ کو معلوم بھی ہے وہ اس وقت کس ذہنی حالت کا شکار ہے۔ اس کے ماں باپ کو مرے ابھی کچھ دن بھی نہیں گزرے۔ آپ کو ایسا مطالبہ نہیں رکھنا چاہیئے تھا اس کے سامنے؟"
"تمہیں اس کی وکالت کرنے کی ضرورت نہیں ہے عبیر۔ مجھے بہتر معلوم ہے جو بھی میں نے کیا"
"ضمیر چاچو کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرے خیال سے ہمیں ریشام کی رخصتی کر دینی چاہیئے۔"
"ریشام کو بھی اپنی پراپرٹی چھوڑنی ہوگی۔۔"
"وہ ریشام کا قانونی حق ہے۔ ہمیں اس سے وہ چھین نہیں سکتے۔۔"

"ریشام اور انس کے رشتے کے لیے میری بس یہی شرط ہے۔ اگر وہ دونوں راضی ہے تو تمہیں ان کے قانونی و شرعی حقوق یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے" انھوں نے تنفر سے کہتے ہوئے بات ہی ختم کر دی تھی۔

رائمہ کی گود میں سر رکھے آنکھیں موندیں لیٹی تھی۔ لیکن آنکھوں کے کناروں سے آنسو پانی کی صورت ابھی بھی بہہ رہے تھے۔

" وہ مجھ سے مایوس ہو کر گیا ہے پھوپھو"

اس کی دھیمی سی آواز رائمہ بامشکل سن پا رہی تھیں۔

"میں اس بزدل ہونے کا طعنہ دیا کرتی تھی۔ لیکن آج وہ میرے ہی الفاظ میرے منہ پر مار کر گیا ہے"

"پھوپھو وہ ایسا کر بھی کیسے سکتا ہے میرے ساتھ؟"

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے دراز کھلے ہوئے بالوں کے چہرے کے دائیں بائیں میں تسلط سا جما لیا۔

"وہ ایسے نہیں کر سکتا ریشام! وہ غصے میں ہے ابھی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان مت ہو"

"کیسے پریشان نہ ہوں؟ وہ صاف کہہ کر گیا ہے کہ۔۔" اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔

جبھی کھلے دروازے پر دستک ہوئی تو ریشام اور رائمہ نے چونک کر دیکھا۔

"بابا۔۔" دروازے میں کھڑے ضمیر غازی کو دیکھ کر اس نے جھٹ سائیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر پو اوڑھا تھا۔

آج جو کچھ بھی حویلی میں ہوا اس سب کی خبر انھیں مل چکی تھی۔

ضمیر اور زاریہ غازی ہاسپٹل سے سیدھا وہیں آئے تھے۔ یقیناً انھیں بھی سارے واقعے کی خبر مل چکی تھی۔

"انس نے تم سے ساتھ جانے کو کہا تھا؟" ضمیر غازی کا دل تو اپنی لاڈلی بیٹی کی حالت دیکھ کر ہی دکھ سے بھر چکا تھا۔

"جی" اس نے جھکے سر کے ساتھ جواب دیا۔

"کیوں نہیں گئیں تم؟"

"آپ کی اجازت کے بغیر کیسے چلی جاتی؟ تایا جان کے علاوہ کوئی مرد نہیں تھا حویلی میں۔ اور اگر میں چلی جاتی تو تائی امی کا کیا بھروسہ سارے خاندان میں مشہور کر دیتیں کے میں گھر سے بھاگ گئی"

" جب سے تمہارا اور انس کا نکاح ہوا ہے میں نے تب سے تمہاری آنکھوں میں آنسو ہی دیکھے ہیں ریشام"

"تم میری اکلوتی اولاد ہو۔۔۔تمہاری خوشی میرے لیے ہر چیز سے بڑھ کر ہے"

"تایا جان نے کہا کے اگر میں انس کے ساتھ چلی گئی تو میرا حویلی سے ہر قسم کا تعلق ختم ہو جائے گا۔۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے ان کی؟"

"ریشام!" ضمیر غازی نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"تمہارے دادا جان اس وقت ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں سعدین حویلی کی سربراہی کرسی کے وارث تمہارے تایا جان ہی ہیں۔ ان کے فیصلوں اور اصولوں کو کوئی چیلینج نہیں کر سکتا"

"تو آپ بھی مجھ سے پر رشتہ ختم کر دیں گے؟" وہ بے یقینی کا شکار لگ رہی تھی۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔لیکن"

"لیکن کیا بابا؟" اس نے اپنے سر پر دھرا ان کا ہاتھ ہٹادیا۔

"میرے خیال سے تمہارا اور انس کا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔تمہارا یہ رشتہ تمہارے لیے بس پریشانیاں ہی پیدا کرے گا"

"تمہارے بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں ریشام--اس کے نام سے بندھے رہنے سے بہتر ہے تم اس بے جوڑ تعلق سے آزاد ہو جاو-- ہم تمہاری شادی کہیں اور کر دیں گے"

"سچ پوچھو تو وہ لڑکا مجھے کافی مغرور سا لگتا ہے- کسی سے ڈھنگ سے بات تو وہ کرتا ہی نہیں ہے-- تم سے یہ جبری نکاح بھی اس نے بس سعدین حویلی کو نیچا دکھانے کے لیے کیا تھا-"

"مما وہ ایسا نہیں ہے" اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی ہولے ہولے اس کے دل کو ٹکڑوں میں کاٹتا جا رہا ہو-

آخر یہ ساری دنیا ان کے رشتے کے اتنی خلاف کیوں ہو گئی تھی-

"اس کی طرفداری مت کرو ریشام- تم نے دیکھا نہیں کیسے وہ سالار پر اپنے ماں باپ کے قتل کا الزام لگا رہا ہے"

"تو ہو سکتا ہے کے سالار بھائی--"

"ریشام!" زاریہ غازی نے حیرانگی سے اسے دیکھا-

"اس کا اثر ہو گیا ہے تم پر جو اس کی ہی طرح سوچ رہی ہو؟"

انھیں سختی ناگوار گزرا تھا اس کا سالار پر شک کرنا-

وہ بے بسی سے لب کچلتی رہ گئی-

وائٹ پلازو پر گھٹنے تک آتی بلیک کرتی پر وائٹ ہی دوپٹہ شانے پر ڈالے وہ اس کے روم میں بیٹھی تھی- چہرے پر سخت سے تاثرات تھے- لب بھینچ بھنچ رکھے تھے

ہاف بالوں کو کیچر میں قید کیے باقی کو پشت پر کھلا چھوڑ رکھا تھا-

کچھ دن پہلے جب یہاں سے گئی تھی تو دل میں مصم ارادہ کر کے نکلی تھی آئندہ اس آفس میں داخل نہیں ہوگی کبھی-

لیکن آج پھر وہ یہاں بیٹھی تھی۔ اسکی خود سے کی گئی قسمیں اور وعدے سالار غازی کے آگے ناکام ہو جایا کرتے تھے۔

"تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے!"

اس کے چہرے کی طرح آواز میں بھی سختی اور ناگواری تھی۔

"تم کنٹریکٹ کی خلاف ورزی کرو گی تو مجھے زبردستی کرنا پڑے گی!"

اس کے بر عکس وہ کافی پرسکون اور ٹھہرے ہوئے انداز میں بات کر رہا تھا۔

"میں ایک قاتل کے ساتھ کوئی کنٹریکٹ نہیں رکھنا چاہتی۔۔بے شک تم مجھے جیل ہی بھیج دو"

مہماہ کا لہجہ حد درجہ نفرت آمیز تھا۔ وہ اس کی حقیقت جاننے کے بعد اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی مجبوراً اسے آفس آنا پڑا تھا۔

"یہ قاتل تمہیں جیل بھیج دے گا تو خود کہاں جائے گا؟"

"سالار۔۔خدارا مجھے سچ بتاو۔۔تم اتنے پتھر دل نہیں ہو سکتے تم نے جھوٹ کہا تھا نا؟"

"ضروری نہیں ہے مہماہ کے اگر آپ نرم دل ہوں تو دوسروں کو بھی ویسا ہی سمجھیں۔۔ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔۔سب کی سوچ، ان کی پسند نا پسند، ان کی ترجیحات ۔۔سب مختلف ہوسکتا ہے"

"لیکن تم ایک قاتل۔۔۔"

"میں صرف ایک قاتل ہی نہیں۔۔ایک اسمگلر بھی ہوں۔۔میں قیمتی اسلحے اور ڈرگز کی اسمگلنگ کا کام بھی کرتا ہوں"

وہ حیرت کی زیادتی سے اس کی سچائی اس کے منہ سے سن رہی تھی۔

"میں۔۔انس کو سب بتا دوں گی تمہارے بارے میں"

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا اسے معلوم نہیں ہوگا یہ سب؟"

"وہ جانتا ہے؟"

مہرماہ کو شدید حیرانگی تھی کے سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی انس نے اسے گولیاں کیوں نہیں ماری تھیں۔

"اس نے --اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا؟"

"وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"

"تم انس کو شاید جانتے نہیں ہو"

"تم سے زیادہ میں اسے جانتا ہوں--وہ مجھے نقصان پہچانے کی ہمت نہیں رکھتا--"

"تم میرے سامنے اعتراف جرم کر چکے ہو--میں پولیس کو بھی بتا سکتی ہوں"

وہ اس کے دھمکانے والے انداز پر بے ساختہ ہنسا تھا۔

"مہر ماہ سلطان--"

کہنیوں پر میز پر ٹکا کر وہ تھوڑا آگے کی جانب جھکا۔

"تمہارے پولیس اسٹیشن پہنچنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی!"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"ہو سکتا ہے کوئی تمہیں راستے میں ہی کڈنیپ کر لے--یا پھر وہیں تمہیں گولی مار دے--"

"میں صرف اندازاً کہہ رہا ہوں سیریس مت ہو"

اس کے اڑی رنگت کو دیکھتے ہوئے ساتھ ہی دلاسہ بھی دے ڈالا۔

وہ اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

"بحر حال--" کلائی پر بندھی گھڑی کو آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

" مجھے ایک ضروری کام کے لئے ابھی نکلنا ہے--میری غیر موجودگی میں تمہیں اس آفس میں رکنے کی ضرورت نہیں--میرے ساتھ چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں گا"

لیکن وہ عجلت میں اپنی چیئر سے اٹھی۔

"ڈرائیور۔۔ کے ساتھ چلی جاوں گی میں"
عرق آلود پیشانی کو صاف کرتی وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

سالار کو پولیس نے اریسٹ کر لیا ہے"
وہ خبر حویلی میں ایک طوفان مچا گئی تھی۔ "آپ کو کیا ضرورت تھی اتنی شرطیں رکھنے کی؟ جب وہ ریشام کو لے جا رہا تھا تو جانے دیتے اس کے ساتھ"
"جب تک ریشام اس حویلی میں رہے گی تب تک وہ ہماری جان کا عذاب بنا رہے گا۔۔"
"میرے سالار کو واپس لے کر آئیں مجھے نہیں معلوم"
سفینہ غازی نے روتے ہوئے وجاہت غازی سے کہتی جا رہی تھیں جن کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے۔
"عبیر گیا ہے معاملات دیکھنے۔ وہ سالار کو واپس لے آئے گا"
"اس کے ماں باپ کا قتل ہوا ہے وجاہت صاحب! اس کا سارا شک تو ہم پر ہی ہے جیسے ہم نے اس کے ماں باپ کو مارا ہے۔۔وہ تو جب تک ہم سب کو قبرستان کا راستہ نہیں دکھائے گا چین سے نہیں بیٹھے گا"
"عبیر! ۔۔سالار کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"
"ماں آپ پریشان نہ ہوں۔۔مجھے سالار پر پورا بھروسہ ہے وہ اس طرح کا کام کبھی نہیں کر سکتا"
"تم گئے تھے اس سے ملنے؟ کب واپس آئے گا وہ؟' انھوں نے بے قراری سے پوچھا۔
"وکیل سے بات کی ہے میں نے۔۔سالار سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو پائی ہے انس سے بات کرنی کی بھی کوشش کر رہا ہوں میں آپ پریشان مت ہوں"
دو انگلیوں سے پیشانی مسلتے ہوئے وہ تکان زدہ لگ رہا تھا۔ لیکن ساتھ ہی انھیں بھی تسلی دے رہا تھا۔

غازی انڈسٹریز کی پر تعیش سی بلڈنگ کے وسیع روم میں اپنی رانگ چیئر سے ٹیک لگائے وہ فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ کوٹ کو اسٹینڈ پر ٹانگ رکھا تھا۔ اس کے اور سالار کے نقوش کافی ملتے جلتے تھے۔ لیکن سالار کے چہرے پر جتنی سنجیدگی ہمہ وقت قائم رہتی تھی ۔ عبیر کے تاثرات اتنے ہی نرمی لئے ہوئے تھے۔

غازی خاندان کا سب سے بڑا اور سب سے سعادت مند بیٹا عبیر وجاہت غازی!

جس نے اپنی زندگی کے معمولی سے فیصلے بھی اپنی مرضی سے نہیں کئے تھے۔

اس کی پڑھائی اور شادی تک کے فیصلے اس کے باپ دادا نے کئے تھے۔

وہ پورے خاندان میں ایک آئیڈیل بیٹا مشہور تھا۔

جو اپنے کزنز کو بڑے بھائی کی طرح ٹریٹ کیا کرتا تھا۔ اپنے خاندان کو جوڑے رکھنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

اس کے لئے اس کی پہلی ترجیح وہ حویلی اور اس کے مکین تھے۔ جن پر وہ جان چھڑکتا تھا۔

لیکن ایک ساتھ پڑنے والی اتنی ساری زمہ داریوں نے اسے زہنی طور پر کافی تھکا ڈالا تھا۔ گھر میں چل رہی اتنی ٹینشن اور سالار کے اریسٹ ہونے کی وجہ سے بھی اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ وہ کبھی حویلی میں ہوتا تو کبھی ہاسپٹل میں۔ سالار سے ملنے بھی ابھی تک نہیں جا سکا تھا۔

لیکن فون پر مسلسل اپنے وکیل سے رابطے میں تھا۔ اس پر سارے آفس کی ذمہ داری بھی اسی پر پڑی تھی۔

"سالار کی گرفتاری کی خبر ایک بھی نیوز چینل پر چلی تو میں تمہاری زندگی جہنم بنا دوں گا!"

"میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میڈیا کو کیسے ہینڈل کرنا ہے تم جانتے ہو۔۔"

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کیے وہ تنے اعصاب کے ساتھ فون کان سے لگائے دوسری جانب اپنے خاص آدمی سے محو گفتگو تھا۔

صبح سالار جب آفس جانے کے لئے نکلا تو اسے راستے میں ہی کافی ساری پولیس اور اسپیشل سروس کی گاڑیوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

اس سچویشن کے لیے وہ پہلے سے ہی ذہنی طور پر تیار تھا۔

صرف ایک کال عبیر غازی کو کرنے کے بعد اس نے بنا کسی مزاحمت کے گرفتاری دے دی تھی۔

ابھی اسے اریسٹ ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی۔ عبیر غازی کے علاوہ وجاہت غازی اور ضمیر غازی بھی فوری طور پر پولیس اسٹیشن پہنچے تھے۔ لیکن اسپیشل سروس کے آفیسرز کی بھاری نفری اس پولیس اسٹیشن کے گرد موجود تھی۔

اتنی سخت سیکیورٹی دیکھ کر تو لگتا تھا جیسے کسی بہت ہی خطرناک دہشت گرد کو گرفتار کیا گیا ہو۔

آفس سے آنے والی فون کالز کی وجہ سے اسے آفس آنا پڑا تھا۔ لیکن اپنے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے وہ پوری کوشش کر رہا تھا کے جلد سے جلد سالار کو وہاں سے باہر نکال لے۔

جبھی جینز پر بلیک ہڈی پہنے وہ دو انگلیوں سے دروازہ ناک کرتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ عبیر نے اسے دیکھ کر بات مختصر کرتے ہوئے فون بند کر کے ٹیبل پر ڈالا پھر دراز سے کوئی فائل تلاش کرنے لگا۔

اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے وہ مقابل کی آمد سے پہلے سے آگاہ تھا۔

وہ جب تک اس کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر براجمان ہوا تب تک وہ اپنی مطلوبہ فائل برآمد کر کے اس کے سامنے رکھ چکا تھا۔

"اپنے طور پر جو انکوائری میں نے کروائی ہے اس کے مطابق تو یہی قاتل ہیں"

وہ سرسری سی نظر کاغذات پر ڈال رہا تھا جہاں پر دو تین عادی مجرم لوگوں کے نام اور تفصیلات لکھی تھیں۔

رضا غازی کئی بار انھیں ٹارگٹ کلنگ اور اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار کر چکے تھے لیکن ایک بڑی

سیاسی شخصیت کی پشت پناہی ہونے کی وجہ سے وہ کچھ دن میں ہی جیل سے رہا ہو جاتے تھے۔
عبیر کے مطابق رضا اور صوفیہ کے قتل میں وہی لوگ ملوث تھے۔
"سالار کے خلاف اپنا کیس واپس لے لو انس! وہ بے قصور ہے" کئی بار کی دہرائی ہوئی بات اس نے پھر کہی تھی۔
"کہیں آپ سالار کو بچانے کے لئے تو ان لوگوں پر الزام لگا کر قاتل کے طور پر پیش نہیں کر رہے؟"
"میں ایسا کیوں کروں گا؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔
"کیوں کے سالار آپ کا بھائی ہے۔آپ نے بچپن سے لے کر اب تک اس کے ہر سہی غسہی غلط کام میں اس کا ساتھ دیا ہے اس کی غلطیوں پر پردہ ڈالا ہے۔"
"بے شک میں نے اس کے ہر غلط کام پر پردہ ڈالا ہے۔ لیکن کسی کا قتل کرنا کوئی چھوٹی سی غلطی نہیں ہے انس جو میں اس کی طرفداری کروں"
"کیا انھیں اریسٹ کر لیا گیا ہے؟"
انس کا اشارہ انھی افراد کی طرف تھا۔ جن کے نام فائل میں درج تھے۔
"آج صبح ہی انھیں اریسٹ کیا گیا ہے۔۔اپنے جرم کا اعتراف بھی یہ کر ہی لیں گے"
"میں تمہارے ساتھ ہوں انس۔۔تمہارے مجرموں کو سزا دلوانے میں میں تمہارا ساتھ دوں گا"
عبیر نے نرمی سے کہتے ہوئے اپنے ساتھ کا یقین دلایا تو وہ اس نے محظ اثبات میں سر ہلا دیا۔

جیل کے ملاقاتی کمرے میں ایک میز کے دونوں اطراف میں دو کرسیاں پڑی تھیں
جبھی دروازہ کھلا۔ اور تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہاتھوں پر ہتھکڑیاں لگائے وہ شخص بھاری قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ اسے اریسٹ ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی۔
لیکن اس کے گھر والوں کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس کا وکیل بھی ابھی تک باہر انتظار میں بیٹھا تھا کے کسی طرح وہ سالار سے بات کر سکے۔ لیکن ڈیوٹی پر موجود آفیسرز اس کی

دھمکیوں پر کان دھرے بنا اپنے معلوم کے کاموں میں مصروف تھے۔
لیکن وہ ملاقاتی کمرے میں موجود تھا۔ اس کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا وہ شخص بلیک ہڈ کو سر پر گرائے پرسکون سا بیٹھا تھا۔
ہاتھ میں پکڑے سنہرے لائٹر کو گھماتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔
"کہا تھا نہ کے تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے لا کر ہی دم لوں گا!"
انس کے لہجے میں کوئی تضحیک یا تنفر نہیں تھا۔ اس کا انداز سپاٹ تھا۔
"میرے وکیل کو بلاو مجھے تم سے بات نہیں کرنی!"
کوٹ کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ سلیقے سے سیٹ کئے گئے بال سب پیشانی پر بکھرے ہوئے ہوئے تھے۔
وہ تنفر سے بولا۔
"اپنے وکیل سے بھی تمہاری ملاقات ہو جائے گی پہلے مجھ سے تو بات کر لو۔۔"
"کیوں مجھے اس کیس میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہو؟ تمہارے پاس تو کوئی ثبوت بھی نہیں ہے" انس کے پرسکون لہجے کے برعکس سالار کے انداز میں ناگواری تھی۔
"ثبوت؟" انس نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا پھر ہاتھ میں گھومتا لائٹ اس کی جانب اچھالا۔ جسے اس نے سرعت سے کیچ کیا تھا۔
"میرے پاگ گواہی موجود ہے۔۔وہ بھی مہر ماہ سلطان کی!" انس کا انداز جتاتا ہوا تھا۔
"یہ بے وقوف لڑکی!" وہ چونکا پھر تاسف سے سر ہلایا۔
"اسے اس سب میں مت گھسیٹو انس غازی!"
وہ درشتی سے بولا۔
تم کریکٹر سے باہر آسکتے ہو یہاں کوئی کیمرے نہیں لگے ہوئے"
انس کے نارمل سے انداز پر اس نے گردن گھما کر چاروں اور دیکھا۔ پھر تاثرات کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے

پیچھے کو ٹیک لگا کر آرام دہ حالت میں بیٹھا۔
"تمہاری وجہ سے میں نے اس لڑکی کو خود سے بد گمان کر دیا۔۔اب اس کے سامنے میری پوزیشن تم ہی کلئیر کرو گے" ٹیبل پر پڑے سگریٹ کے پیکٹ کو اٹھا کر اس میں سے ایک نکال کر لبوں میں دباتے ہوئے ساتھ ہی لائٹر سے شعلہ دکھایا۔
"میرے پاس تمہارے مسئلوں کو سلجھانے کے علاوہ بھی اور بہت سے کام ہیں سالار غازی!"
وہ ہاتھ جھلا کر بولا تو سالار نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔ پھر ایک گہرا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑا۔
"تم میرے مسئلے کو نہیں سلجھاو گے پھر ابھی سے اپنے دماغ میں بٹھا لو کے تمہاری اور ریشام کی شادی میں سب سے بڑا فساد میں ہی کروں گا"
"اگر اس وقت تم جیل سے باہر ہوئے تو دوبارہ یہاں بھیجنے میں مجھے کچھ ہی سیکنڈز لگیں گے"
"تم شاید جانتے نہیں ہو کے جیل میں بیٹھے بیٹھے بھی میں باہر کی دنیا کو اپنے اشاروں پر چلا سکتا ہوں"
"تمہارے منہ سے تمہاری تعریفیں سننے کا تو بلکل بھی موڈ نہیں ہے میرا"
"لیکن سچ یہی ہے میری مدد کے بغیر تم ریشام کو سعدین حویلی سے نہیں لے جا سکتے۔۔وہ بھی اس صورت میں جب ساری حویلی والے تمہارے خلاف ہیں!"
انس اس کے دھمکانے پر محظ مسکرا کر رہ گیا۔
اس بند کمرے کے باہر سعدین حویلی کی دنیا تو جیسے طوفانوں کی زد میں تھی۔ جو سالار غازی کو جیل سے نکالنے کے لیے جان توڑ کوششوں میں مصروف تھے۔

آبادی سے ذرا دور ہٹ کر ایک فارم ہاوس کے خفیہ تہہ خانے میں کافی لوگ مستعدی سے بڑے بڑے باکسز کو گاڑیوں سے نکال کر وہاں ایک طرف ترتیب سے رکھتے جا رہے تھے۔ جو سیل پیک تھے۔ وہاں موجود ہر شخص کو ہی علم تھا کے خاکی رنگ کے ڈبوں کے اندر آخر کیا چیز موجود تھی۔

دو باکسز اندر رکھنے کے بعد جب تیسرا باکس وہ گاڑی سے لینے آیا تو ہاتھ میں لوڈڈ پسٹل لئے چوکنا سا گارڈ اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔
"رکو تم۔۔" گارڈ کے آواز دینے پر وہ رک گیا۔
اس کا آدھا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔ سر پر پی کیپ پہننے کے باوجود بھی اس نے ہڈی سے سر ڈھانپ رکھا تھا۔
"آئی ڈی کارڈ دکھاؤ" وہاں کام کرنے والے ہر ورکر کے چہرے پر آدھا سیاہ ماسک لگا تھا لیکن گلے میں ایک آئی ڈی کارڈ بھی موجود تھا۔
اس شخص سے وہ اسی کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔
"وہ تو۔۔ نہیں ہے میرے پاس "
باکس زمین پر رکھتے ہوئے اس نے کھسیانے سے انداز میں کہا۔ تو گارڈ نے پسٹل اس پر تان لی۔
"کون ہو تم؟" وہ بھڑک کر بولا۔
"میری بہن کا شوہر اور دنیا کا کمینہ ترین انسان۔۔" جبھی اس کے پیچھے سے کسی نے بھاری چیز اٹھا کر اس کے سر پر ماری۔ جو فوراً ہی بے ہوش ہوتا ایک طرف ڈھلک گیا۔
کانچ کی ٹوٹی ہوئی بوتل سائیڈ پر پھینکتے ہوئے فاز نے اسے دیکھا جو ہڈی پیچھے کو گرا کر اب ماسک نیچے کر چکا تھا۔
"اب سمجھ آیا میری بیوی کے اندر ایسی مار دھاڑ والی خصلتیں آئی کہاں سے ہیں"
عاشر نے نیچے گرے گارڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں آ کر نہیں بچاتا تو دونوں پکڑے جاتے اور اس گارڈ کی جگہ ہم دونوں یہاں گرے ہوئے ہوتے"
"کسی کے آنے سے پہلے اس کو ٹھکانے لگانے کی کرو جلدی"
"ابھی تین گاڑیاں اور آنی ہیں۔ "
عاشر نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تو وہ بے زاری سے بولا۔

"اللہ ہی پوچھے گا عبیر بھائی کو۔۔اتنے وسیع پیمانے پر اسمگلنگ کا کام کر رہے ہیں۔ کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہونے دی"

"ویسے تو وہ اس فارم ہاوس پر کم ہی آتے ہیں۔۔لیکن آج اگر اتفاق سے آگئے تو پوچھ لینا ان سے۔۔ساتھ میں شکوے بھی کر لینا۔۔ہو سکتا ہے ان کی بھائی کی محبت جوش مار جائے اور وہ تمہیں بھی اپنے کام میں شریک کر لیں"

"انس بھائی اور سالار بھائی نے انھیں مصروف کر رکھا ہے۔۔میرا نہیں خیال کے وہ یہاں آئیں گے" عبیر کی طرف سے وہ ریلیکس تھا۔

آئیے تھوڑا پیچھے چلتے ہیں۔۔

کچھ دن پہلے انس غازی کے پر تعیش سے آفس میں۔ جہاں ابھی بھی ضمیر غازی اس کے سامنے بیٹھے محو گفتگو تھے۔اور اس شش پنج میں گرفتار تھے کے ریشام سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے سالار اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتا ہے؟

جبکے کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے انس اپنے آپ کو کچھ کہنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ بالآخر ایک نتیجے پر پہنچ کر اس نے کپ کو میز پر رکھا۔

"ہم صرف سالار پر شک کیوں کر رہے ہیں ضمیر انکل؟"

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تمہیں عاشر اور فاز پر بھی شک ہے؟"

"مجھے ان پر شک نہیں ہے کیوں کے وہ دونوں میرے لیے ہی کام کرتے ہیں۔۔ لیکن سعدین حویلی میں عبیر غازی بھی تو موجود ہے"

"عبیر؟"

ضمیر کو اس آفس کے در و دیوار اپنے سر پر گھومتے ہوئے دکھائی دئے تھے۔ خواب ہی خواب کب تلک دیکھوں
کاش تجھ کو بھی ایک جھلک دیکھوں

"تم عبیر پر شک کر رہے ہو؟" ضمیر غازی کے لہجے میں حیرانگی کے ساتھ ساتھ نا محسوس سی ناگواری بھی تھی۔
"ضمیر انکل اگر میں عبیر غازی کا نام لے رہا ہوں تو یقیناً میرے پاس ثبوت موجود ہوں گے۔۔میں صرف شک کی بنیاد پر ان کا نام نہیں لے سکتا"
"لیکن عبیر؟"
وہ ابھی بھی اس بات پر یقین کرنے میں متامل تھے۔
"آپ کو معلوم ہے ضمیر انکل میں جب سعدین حویلی میں داخل ہوا تھا تو میرا ارادہ وہ نہیں تھا جو آپ سب کر لگتا ہے"
"تمہیں اپنا حق اور حیثیت چاہئے تھی"
وہ دوبدو بولے تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"میں تو اس بات سے لا علم تھا۔ اپنی حیثیت کا علم تو مجھے وہاں جا کر ہی پتا چلا تھا۔"
"میرا ایک دوست ہے۔۔انٹیلی جنس میں اچھی پوسٹ پر کام کر رہا ہے۔ اس نے ایک کیس کا ذکر کیا تھا مجھ سے، اسے کچھ مدد درکار تھی اس سلسلے میں۔ اور وہ کیس تھا عبیر غازی کا۔ جو اسلحے، ڈرگز کی اسمگلنگ میں ملوث تھا"
"اس کیس کی اسٹڈی کرنے کے بعد ہی مجھے پتا چلا کے یہ کتنے بڑے نیٹ ورک پر پھیلا ہوا ہے۔ اور عبیر کو کن سیاسی اور مضبوط شخصیت کی پشت پناہی حاصل ہے"
"میرے دوست نے مجھے کہا تھا کے میں اپنے قابل اعتماد اور بھروسے کے آفیسرز سے یہ کام کرواوں۔ لیکن یہ کیس میرے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھا اسی لئے اس کیس کی خود جانچ پڑتال کرنے کا

فیصلہ کیا میں نے۔۔

"تبھی مجھ پر باقی کے انکشافات ہوئے۔"

"لیکن سالار پر شک کرنے کی کیا وجہ تھی پھر؟" انھوں نے ابر و اٹھا کر پوچھا۔

"وہ پلین کا حصہ تھا۔

آفس سے سیدھا وہ پولیس اسٹیشن گیا تھا۔ سالار سے ملنے کے بعد ہی حویلی لوٹا تھا۔ اس وقت وہ شدید تکان محسوس کر رہا تھا۔ اس لئے اپنے روم میں چلا آیا۔ اس کی بیوی سارہ کچھ دیر پہلے ہی ایک چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ گئی تھی۔ کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ پھر فون پر ایک نمبر ڈائل کرنے کے کان سے لگائے ہوئے گلاس وال کے پاس آ کھڑا ہوا۔

مصروفیت بھرے دن کی شام ڈھل چکی تھی۔وہاں سے دکھائی دیتے نیچے لان کی ساری روشنیاں جلا دی گئی تھیں۔

"سب سیٹ ہے،" رابطہ ملتے ہی اس نے دریافت کیا۔ اس کی آواز میں بھاری پن واضح تھا۔

"ایس سر۔۔سب کنٹرول میں ہے" دوسری جانب سے وہ جواب سن کر اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

ایک کام تو سکون سے ہو گیا تھا۔۔پرسکون ہوتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا کپ اٹھایا۔ پھر بیڈ کی پائنتی پر بیٹھتے ہوئے لبوں سے لگا لیا۔

فون کو اس کے کان سے ہٹا کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ جب کے رسیوں میں جکڑا ہوا وہ شخص بے بسی کی عملی تصویر بنا ہوا تھا۔

"بہت غلط کر رہے ہو تم سب۔۔میرے باس تم لوگوں کی جان لینے میں ایک سیکینڈ نہیں لگائیں گے"

وہ پھر بھی ہاتھ پیر مارنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔
"فلحال تو تم نے اپنا منہ بند نہیں کیا تو مجھے تمہاری جان لینی پڑے گی۔۔خاموشی سے بیٹھو"
فاز نے درشتی سے اسے کہا۔
پورے فارم ہاوس کو پولیس اور انس کے بھیجے گئے سیکیورٹی گارڈز نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

شام سے موسم ابر آلود تھا۔ آسمان پر ڈیرہ جمائے بادلوں نے بالآخر برسنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ ٹھنڈی ہواوں کے ساتھ نرم سی پھوار بھی پڑنا شروع ہو چکی تھی۔
عبیر غازی کے کمرے کی کھڑکیوں کے شیشے پر وہ بوندیں خاموشی سے پھسلتی اسے یک ٹک دیکھے جا رہی تھیں۔ جو قد آور آئینے کے سامنے کھڑا خود کو دیکھ رہا تھا۔
اسے زیادہ روشنیاں پسند نہیں تھیں۔ ابھی بھی کمرے میں مدھم سی لائٹس روشن تھیں۔لیکن اتنی ضرور تھی کے آئنے میں نظر آتا اس کا عکس بلکل واضح تھا۔
وہ اس عبیر غازی سے قدرے مختلف لگ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر ہمہ وقت نرم سا تاثر ہوا کرتا تھا۔
جس کی صحبت میں بیٹھنے والے کچھ دیر میں ہی اس کی نرم مزاجی کے گرویدہ ہو جایا کرتے تھے۔
سنجیدہ و سپاٹ انداز میں خود کو دیکھتے ہوئے گہری سانس بھرتے ہوئے وہ شیشے کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔
کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری نظر وہ پورے کمرے میں دوڑاتا اس کے در و دیوار کو دیکھ رہا تھا۔
شاید اس کی نگاہیں اپنے کمرے کو الوداع کہہ رہی تھیں۔
باہر برستی پھوار اب تیز بارش میں تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔ خاموشی سے برستی بوندیں اب اس کی کھڑکی پر دستک دینے لگی تھیں ۔

"پریشانیاں، مصائب مشکلات ہر ایک انسان کی زندگی میں آتے ہیں۔ لیکن اللہ کے نزدیک ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے جو اس پر واویلا کرنے مایوس ہونے کے بجائے اللہ کی رضا سمجھ کر صبر کر لیتے ہیں" اس کی نرم سی آواز پر اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرے ماں باپ کا قتل ہوا ہے داریان! وہ اب اس دنیا میں میرے ساتھ نہیں ہیں۔"

"بے شک تمہارا غم بہت بڑا ہے لیکن کیا اس انسان سے بھی بڑا ہو سکتا ہے کے جس کے ماں باپ۔ بہن بھائی۔ دوست رشتے دار سب اس دنیا میں سہی سلامت اپنی زندگی گزار رہے ہوں۔ لیکن اس شخص کو انھوں نے مردہ سمجھ کر اپنی زندگیوں سے نکال دیا ہو۔ اور وہ چاہنے کے باوجود بھی ایک نظر انھیں دیکھ نہ پاتا ہو"

"کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

"آپ کے پیرنٹس۔۔۔زندہ ہیں؟"

ماشا بے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ گو کے اس نے کہا نہیں تھا کے وہ اپنی بات کر رہا ہے لیکن ماشا کو پھر بھی جانے کیوں یقین سا تھا کے وہ اپنے ہی بارے میں اسے بتا رہا تھا۔

اس نے محظ اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن ۔۔"

اس نے خود ہی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کس طرح سے اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں پوچھتی۔

"ماشا۔۔۔میرے لیے میرے ماضی میں جھانکنا میرے زخموں کو تازہ کر دیتے ہیں۔۔ میں ہر روز اسے بھلانے کی کوشش کرتا ہوں۔۔اور ہر دن ہی اس میں ناکام رہتا ہوں۔۔میں اپنی دنیا سے نکل کر ایک ایسی جگہ پر آچکا ہوں جہاں میری شناخت ہی بدل چکی ہے۔۔یہاں میں نے خود کو مشکل سے ایڈجسٹ کیا ہے۔۔ میں اس ماضی کے ورق تمہارے سامنے کھولنا نہیں چاہتا جس سے مجھے خود کئی بار نفرت

محسوس ہوتی ہے۔۔مجھے امید ہے تم اس بات کو سمجھو گی۔۔۔"

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کے میں آپ کو سمجھ نہیں پاوں گی؟"

اس نے بھیگی پلکوں سے اسے دیکھ کر استفسار کیا۔

"ایسا نہیں ہے ۔۔لیکن میری ذات کو لے کر تمہارا جو تجسس ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔۔میں تمہیں خود بتا دوں گا۔۔"

"ایک ۔۔آخری بات پوچھوں آپ سے ؟ اگر برا نہ مانیں تو؟"

ماشا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ لڑکی ابھی کہاں ہے جس سے آپ محبت کرتے ہیں؟"

ایک سایہ سا داریان کے چہرے پر لہرایا تھا۔ لب بھینچ کر اس نے نظریں جھکائے لیں جو گلابی پڑنے لگی تھیں۔

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔"

اس کے سرد انداز پر وہ ساکت بیٹھی اسے دیکھتی رہ گئی تھی

جینز کے اوپر براون لیدر جیکیٹ پہنے اس نے سارے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کر رکھا تھا۔ لیکن ایک جانب سے کچھ بال اس کی پیشانی پر گرتے اسے خوبرو سا لک دے رہے تھے۔

چہرے پر بھی آدھا سیاہ ماسک لگا رکھا تھا۔

اونچی نیچی راہداریوں سے ہوتی ہوئی اس کی گاڑی اب آبادی سے دور ہٹ کر بنے فارم ہاوس کے نزدیک آ کر رکی تھی۔

آس پاس کا سارا علاقہ گنجان آباد تھا۔ جس کے باعث روشنی کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ صرف فارم ہاوس کی جلتی روشنیاں ہی وہاں پھیلے اندھیرے کو کم کرنے میں کوشش کر رہی تھی۔ بارش بھی

کب کی تھم چکی تھی۔ لیکن آسمان پر ابھی بھی بادلوں کا ڈیرہ تھا۔
ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے اس نے فون پر آتی کال کو یس کر کے کان سے لگا لیا تھا۔
فارم کے اطراف میں اس کے گارڈز تعینات تھے۔
بظاہر تو سب نارمل ہی تھا۔ لیکن عبیر غازی کی چھٹی حس اسے کچھ اور ہی پیغام دے رہی تھی۔
"سر۔۔آپ کہاں ہیں اس وقت؟"
عبیر کو فون پر دوسری جانب سے اپنے خاص آدمی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
"فارم ہاوس کی طرف بلکل بھی مت جائیے گا۔۔وہاں پولیس کی ریڈ پڑی تھی۔ میں اس وقت وہاں نہیں تھا۔ مجھے جیسے ہی اطلاع ملی میں آپ کو انفارم کر رہا ہوں۔۔ہیلو۔۔ سر آپ مجھے سن رہے ہیں"
عبیر نے بنا کچھ کہے آہستگی سے فون کان سے ہٹا لیا تھا۔
جیکیٹ کی جیب میں موجود ہاتھ کو اس نے سختی سے بھینچ لیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سخت ہوتے جا رہے تھے۔
دیکھتے ہی دیکھتے اطراف سے کچھ گارڈز ہاتھوں میں اسلحے اٹھائے نکلتے ہوئے اس کے گرد جمع ہو کر اس پر تان چکے تھے۔
گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ اٹھا دئے تھے۔
جبھی سامنے سے گارڈز نے ہٹتے ہوئے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔
ان کے گھیرے میں چلتے ہوئے وہ عمارت کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ جہاں سامنے وسیع لاونج میں ہی اسے انس غازی کی شکل دیکھنے کو ملی تھی۔
تھری سیٹر صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ پیچھے کو ٹیک لگائے جیسے اسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔
عبیر کو دیکھ کر ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری تھی۔
"بیٹھو عبیر غازی۔ تمہارے ہی فارم ہاوس پر تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں"

''کیا ہے یہ سب؟'' اس کا انداز سرد و سپاٹ سا تھا۔ بھاری قدم اٹھاتے ہوئے اس نے ابرو اٹھا کو پوچھا۔

''یہ تو تم بتاو گے نا''

''میں بتاوں گا؟'' وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''تمہیں بتانا چاہئے کے میرے فارم ہاوس پر تم کیا کر رہے ہو''

اب کے عبیر کا لہجہ چھبتا ہوا تھا۔

''تو تم نے بالآخر مان لیا کے یہ فارم ہاوس تمہارا ہے''

''تو پھر یہاں موجود ڈرگز اور غیر قانونی اسلحہ بھی تمہاری ملکیت ہوگی؟''

''کون سا ڈرگز اور اسلحہ؟۔۔کس بارے میں بات کر رہے ہو تم؟''اس کے چہرے نا فہم سے تاثرات تھے۔

''میرے خیال سے اس ڈرامے کا اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کے تم اپنی یہ اداکاری اب سائیڈ پر کر دو''

''اداکاری؟۔۔۔کون سی اداکاری؟''

ٹانگ پر ٹانگ رکھ کے اس کے مقابل بیٹھا عبیر ابھی بھی لہجے میں حیرانگی سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔

جبھی اس کی غیر ارادا سی نگاہ اندرنی کمرے کے کھلے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑے سالار پر پڑی۔

اسے وہاں موجود دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ بلکے اب اسے کسی بھی بات پر حیرت نہیں ہونے والی تھی۔

'' تم سالار پر شک کرنے کا صرف ڈرامہ کر رہے تھے؟'' اس کے لبوں پر زہر خند سی مسکراہٹ ابھری۔

''اصل قاتل کو آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔۔رہی بات سالار پر شک کرنے کی تو اب آپ کو

معلوم ہو ہی گیا ہوگا کے ایسا کیوں تھا۔ سالار میرے اس پلین میں برابر کا شریک تھا۔"

"یور گیم از اوور ناؤ!"

سالار نے سر جھٹک کر اس کی بات سنی پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر انس کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

"مائنڈ اٹ! مجھے زبردستی شریک کیا گیا تھا"

اس نے تنفر سے کہا۔

"بے شک۔ اسے تو یقین ہی نہیں تھا کے اس کا بھائی مافیا بھی ہو سکتا ہے" اس کا مخاطب عبیر تھا۔

"تو وہ گرفتاری بھی ڈرامہ تھی گڈ۔۔"

اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی

لیکن سالار کا دل لرز رہا تھا۔ سامنے بیٹھے شخص کو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کے وہ ایک قاتل کی حیثیت سے بھی اس کے سامنے آ سکتا ہے۔

درمیان میں ٹیبل پر رکھا انس کا فون وائبریٹ ہو رہا تھا۔ نمبر زید کا تھا۔

انس کا ارادہ کال کاٹنے کا تھا۔

لیکن عبیر کی پرسکون سی آواز پر وہ چونکا۔

"فون اٹھاو انس غازی۔۔!"

اس کے چہرے کی آسودہ سی مسکان کو دیکھتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا جس نے لا علمی سے شانے اچکائے۔

"بلکے میرے خیال سے تو رہنے دو مت اٹھاو۔۔ہو سکتا ہے آگے سے جو خبر تمہیں سنائی جائے وہ تمہارے لئے قابل برداشت نہ ہو۔"

اس کی چھٹی حس اسے کسی انہونی کے ہو جانے کا احساس شدت سے دلا رہی تھی۔

اس نے فون کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف زید کافی گھبرائے ہوئے انداز میں اسے اطلاع دے رہا تھا کے انس کی کمپنی میں آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے

مٹھی رخسار تلے رکھے وہ کافی دلچسپی سے انس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

" صرف تمہارے کیے گئے عمل کا رد عمل ہے۔۔"

"سر سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔۔"

زید کی پریشان اور بے بس سی آواز ابھی بھی اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

وہاں ان تین نفوس کی موجودگی میں بھی اتنی خاموشی تھی کے انس کے برابر میں بیٹھے سالار نے بھی زید کی بات سنی تھی۔

پریشانی اس کے چہرے سے بھی ظاہر تھی۔

اس نے بری طرح چونک کر عبیر کو دیکھا۔

"بھائی آپ؟؟" وہ سخت بے یقینی کا شکار لگ رہا تھا۔

لیکن عبیر کی آنکھوں میں اپنے سگے بھائی کے لیے ایسی بیگانگی تھی جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔

اس کی سرد نظروں کو سالار نے بھی شدت سے محسوس کیا تھا۔

بہت کچھ آہستگی سے اس کے اندر ٹوٹتا جا رہا تھا۔

کیا وہ سچ میں اس کا بھائی ہی تھا؟ لیکن وہ تو ہمیشہ سے ایک نرم خو اور خوش مزاج سا رہنے والا شخص تھا۔ یہ سامنے موجود شخص اپنے چہرے کے علاوہ اپنے ہر انداز سے اس عبیر غازی سے الٹ ہی معلوم ہو رہا تھا۔

جبھی خاموش سی فضا میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔ کافی تعداد میں کئی گاڑیوں کے فارم ہاوس کے قریب چرچرائے تھے۔

ان کی تعداد اس سے کئی گناہ زیادہ تھی تو جو انس نے وہاں تعینات کر رکھے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے اسلحہ بردار اہلکاروں نے انس کے گارڈز پر اپنے ہتھیار تانتے ہوئے پوری عمارت کو اپنے حصار میں لے لیا تھا

کافی سارے گارڈز اب لاونج میں پہنچ چکے تھے۔ وہ عبیر کی حفاظت کے لئے اسے اپنے حصار میں لئے ہوئے تھے۔ ان کے ہتھیاروں کا رخ انس اور سالار کی طرف ہی تھا۔

پرسکون انداز میں بیٹھا عبیر غازی فاتحانہ انداز میں مسکراتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم اپنے نقصآن کا سوگ منا لو۔۔ملتے ہیں پھر۔"

"سی یو سون!"

دو انگلیوں سے پیشانی کو چھوتے ہوئے جیکیٹ کی اندرونی جیب سے لائٹر اور اور سگریٹ نکالتے ہوئے وہ تمسخر سی مسکراہٹ ان کی جانب اچھالتا بیرونی دروازہ کی طرف بڑھا تو اس کے سارے گارڈز بھی اسے پروٹیکٹ کرتے ہوئے اس کے پیچھے گئے تھے۔

کئی منزلہ پرسکون سی وہ عمارت اس وقت آگ کی لپٹوں میں تھی۔ سیاہ دھوئیں کے بادل آسمان پر چھاتے جا رہے تھے۔

فائیر بریگیڈ کی کئی گاڑیاں وہاں موجود تھی۔ جو آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف عمل تھیں۔

وہ خالی خالی نظروں سے لب بھینچے اس جلتی ہوئی عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اس کی زندگی کی کل کمائی تھی۔ جو سیکنڈز میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

گاڑی کی فرنٹ سیٹ کی بیک پر سر ٹکائے وہ آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔ بظآہر وہ پرسکون آتا تھا لیکن

اس کے اندر چنگاریاں سے سلگ رہی تھیں۔انتقام کی اس آگ میں اس کا وجود بھی آہستہ آہستہ جلتے ہوئے اسے کھوکھلا کرنے لگا تھا۔اور کتنی آزمائشوں کا سامنا کرنا تھا اسے آخر؟۔

پورا آسمان دھوئیں کے مرغولوں سے سے چھپ چکا تھا۔ جبھی دوسری جانب سے سالار ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"شکر ہے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔"

اس نے ٹھنڈے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا جس نے پلکیں وا کرکے اسے دیکھا پھر بوتل اس سے لے کر دروازہ کھول کر باہر جھکتے ہوئے ٹھنڈے پانی کو جلتی ہوئی آنکھوں پر ڈالنے لگا۔

پورے علاقے میں شدید دھوئیں کے باعث سانس لینے میں بھی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

ریسکیو ٹیمیں لوگوں کو وہاں سے ہٹانے کا کام کر رہی تھیں۔ لیکن وہ ایک انچ نہیں ہلا وہاں سے۔ سالار ہی زبردستی اسے گاڑی تک لایا تھا۔

"اب بہتر محسوس کر رہے ہو؟"

سالار کے استفسار پر اس نے محظ اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"میں نے زید سے کہہ دیا ہے۔ سارے معاملات وہ سنبھال لے گا۔ تم گھر چلو میرے ساتھ"

"میں یہیں رکوں گا"

گاڑی سے باہر آکر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ اس کے اندر کا کرب اس کے چہرے سے چھلک رہا تھا۔

"انس! مشکل میں مت ڈالو اپنے آپ کو۔ یہ معاملات بعد میں بھی نمٹائے جا سکتے ہیں۔۔۔چلو یہاں سے "

"فاز اور عاشر پہنچ رہے ہیں یہاں۔ سچویشن کو وہ ہینڈل کر لیں گے۔"

ایک بے بس سی گہری سانس اس نے فضا کے سپرد کی تھی۔ اپنی برسوں کی محنت کو آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھ کر اس کا وجود بھی اسی آگ کی لپٹ میں جلتا راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو رہا تھا۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا!"

سختی سے مٹھی بھینچے وہ زیر لب بڑبڑایا۔ ۔

سالار کے لاکھ اصرار کرنے کے بعد بھی وہ حویلی جانے پر رضا مند نہیں ہوا تھا۔ ناچار اس نے داریان کو فون کر کے اسے بلوا لیا تھا۔

ماشا کو اس خبر سے لا علم رکھا گیا تھا۔ انس نے ہی اسے بتانے سے منع کیا تھا۔

پے در پے ملنے والے دکھوں کو وہ جھیل گیا تھا۔ لیکن شاید وہ برداشت نہ کر پاتی۔

اس کی حالت ایسی تھی بھی نہیں کے وہ ماشا کے سامنے جا پاتا۔ اپنے گھر جانے کے بجائے وہ فرمان درانی کے گھر ہی رکا تھا۔ جب کے ماشا کے اکیلے ہونے کے خیال سے اس نے مہر ماہ کو اس کے پاس رکنے کے لئے کہہ دیا تھا۔

متورم سی آنکھیں۔ پیشانی پر بکھرے بال۔ کرب زدہ چہرہ۔

آج کا دن اس پر کافی بھاری گزرا تھا۔ جو کڑوا سچ اس نے مشکل سے حلق سے اتارا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کے اس حقیقت کو کیسے اپنے گھر والوں کے سامنے رکھے گا۔

"میرا بیٹا۔۔میرا سالار"

سفینہ غازی اسے سینے سے لگائے روئے جا رہی تھیں۔

"پہلے تمہیں اور اب عبیر کو۔۔یہ انس آخر چاہتا کیا ہے ؟ کیا ایک ایک کر کے ساری حویلی کے لوگوں کو جیل میں بھیجے گا؟"

جب تم جیل میں تھے تو تمہارے بھائی رات دن ایک کر دئے تھے تمہیں باہر نکالنے کے لیے اور ایک تم ہو جیسے اپنے بھائی کی کوئی پرواہ ہی نہیں تمہیں"

"بھائی جیل میں نہیں ہے ماں "

اس کی دھیمی سی آواز پر انھوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ جو ان سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

"تو کہاں ہے ؟"

سفینہ غازی کے استفسار پر وہ خاموش رہا۔

"کہاں ہے عبیر؟ بتاو مجھے سالار کہاں ہے میرا بیٹا؟"

ان کے دل میں انجانے سے خدشے سر ابھار رہے تھے۔

"معلوم نہیں وہ۔۔وہ فرار ہو گئے ہیں"

نظریں جھکائے اس نے دقت سے وہ الفاظ ادا کئے تھے۔

"سالار یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کہاں چلا گیا ہے عبیر"

"مجھے نہیں معلوم ماں۔۔مجھے نہیں معلوم!"

اس کی آنکھیں شدت گریہ سے گلابی مائل ہو رہی تھیں۔

"آپ کو نہیں معلوم عبیر بھائی کن کاموں میں ملوث تھے"

"دماغ تو درست ہے تمہارا؟ اپنے بھائی کے بارے میں یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ اس نے ایسا کون سا جرم کیا یہ جو وہ فرار ہوگا؟"

"کون کون سے جرم کے بارے میں بتاوں آپ کو؟"

"سالار سیدھی طرح بتاو جو بھی بات ہے۔ ایسے پہلیاں کیوں بجھوا رہے ہو؟"

سعادت غازی نے کافی کرخت لہجے میں ناگواری سے اسے دیکھا

جو ایک نظر انھیں دیکھنے کے بعد پلکیں جھکائے ساری حقیقت ان کے سامنے آشکار کرتا جا رہا تھا۔

شاور لینے کے بعد ٹاور سے گیلے بالوں رگڑتے ہوئے وہ باہر آیا تو بریزے بیڈ پر سوٹ کیس رکھے اس میں الماری میں سے کپڑے نکال نکال کر ترتیب سے رکھتی جا رہی تھی۔

"جو بھی تم نے کہا تھا سب میں نے رکھ دیا ہے۔ ایک دفعہ خود چیک کر لینا کچھ رہ نہ جائے "

بالوں کو میسی سے جوڑے میں باندھے وہ مصروف سی بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن تم نے اپنے کپڑے کیوں رکھے ہیں؟"

تولیے کو گلے میں ڈالے اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں بھی تو تمہارے ساتھ جا رہی ہوں نہ" بریزے نے مسکراتے ہوئے اس کے گوش گزار کیا تو عاشر نے ابرو بھینچ کر اسے دیکھا۔

بریزے بی بی اسے صرف تب ہی مسکرا کر دیکھتی تھی جب اسے اپنا کوئی کام نکلوانا ہوتا تھا۔

''میں وہاں اس لیے جا رہا ہوں تاکے وہاں سکون سے اپنے پیپرز کی تیاری کر سکوں۔ تم میرے ساتھ جاو گی تو میں تو ایک لفظ بھی نہیں پڑھ پاوں گا''

''قسم لے لو میں تمہیں بلکل تنگ نہیں کروں گی۔ تم اپنی پڑھائی کرنا میں اور میں گھوم لوں گی''

''اکیلے گھوموں گی؟''

''نہیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جایا کروں گی''

''شادی بھی ڈرائیور کے ساتھ کر لینی تھی نا پھر''

وہ بڑبڑایا تو بریزے نے روٹھے انداز میں اسے دیکھا۔

''نکالو اپنا سامان۔ میں نہیں لے کر جا رہا تمہیں اپنے ساتھ''

ٹاول اسٹینڈ پر لٹکا کر وہ شرٹ کے بٹن بند کرنے کے بعد اب آئنے کے سامنے کھڑا برش سے بال سنوار رہا تھا۔

''مجھے لے کر جاو گے تو تمہارے لئے کھانا پکا دیا کروں گی''

''ضرورت نہیں! وہاں شائستہ بوا موجود ہے''

''بیوی کے ہاتھ کے بنے کھانے میں زیادہ ٹیسٹ ہوتا ہے''

''سوری''

اس کے صاف انکار پر بریزے نے خفا نظروں سے اسے دیکھا۔

''میرے سر میں درد ہو رہا ہے چائے کے ساتھ مجھے میڈیسن دے دو''

کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"خود ہی جا کر بنا لو"

جب اس کا مطلب ہی پورا نہیں ہو رہا تھا تو وہ کیوں کر عاشر مرزا کی خدمتیں کرتی۔

منہ پھلا کر کشن گود میں رکھے بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔

" میں اسی وجہ سے نہیں لے کر جا رہا۔ تم نے وہاں جا کر بھی یہی سب کرنا ہے۔صرف اپنی۔۔"

"پکا پرامس!۔۔جو کہو گے صرف وہی کروں گی"

وہ ایک دم ہی کشن سائڈ پر پھینک کر پھر سے پرجوش ہو کر اٹھی تھی۔

"ابھی تو تم میری سنتی نہیں ہو۔۔پھر میں کیسے یقین کروں تمہاری بات پر؟"

"میں تمہارے لئے اسٹرونگ سی چائے اور ٹیبلٹ لے کر آتی ہوں۔ تم چائے کے ساتھ اور کچھ لو گے ؟"اس نے پلکیں جھپکا کر پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں"

صرف پانچ سات منٹ میں ہی اس کے لئے گرما گرم چائے کا مگ لئے حاضر تھی۔

"تھینک یو بریزے"

ٹیبلیٹ لینے کے بعد وہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ چکا تھا۔ ایک ہاتھ میں کپ تھا تو دوسرے میں فون پکڑے اس پر مصروف تھا۔

"اب تو میں چل سکتی ہوں نا تمہارے ساتھ؟"

"میں نے تو نہیں کہا تھا کے چائے کے بدلے میں تمہیں ساتھ لے کر جاوں گا۔۔"

"لیکن تم نے تو۔۔"اس نے کچھ حیرانگی اور نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم نے خود سے ہی فرض کر لیا تھا"

"تم نا۔۔ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو میرے ساتھ"اس کا بس چلتا تو کچھ چبا جاتی اسے۔

"ٹھیک ہے ایک شرط پر لے کر جاوں گا!"

"مجھے بلکل تنگ نہیں کروگی تم۔"

"پرامس"وہ جھٹ سے بولی۔

"مجھے سکون سے پڑھنے دو گی"

"پکا پرامس"

"میرے لئے کھانا بھی بناو گی؟"

"بنا دوں گی۔۔"

"دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔ ریڈی ہو جاو میں باہر ویٹ کر رہا ہوں"

اس کے آسانی سے مان جانے پر بریزے کی خوشی دیدنی تھی۔ پہلے سے پریس شدہ ڈریس نکال کر وہ تیار ہونے چل دی تھی۔

ایک بے نام سی اداسی اور خاموشی نے سعدین حویلی کی در و دیواروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

دن پر لگاتے اڑتے جا رہے تھے۔

"کتنی بار کہا ہے آپ کو دوا ٹائم پر لیا کریں لیکن آپ سنتے ہی نہیں"

ناراضگی سے کہتی ہوئی وہ دوائیوں کا ڈبہ واپس اس کی جگہ پر رکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں سوپ بنانے جا رہی ہوں آپ کے لئے اور وہ آپ کو پینا ہی ہوگا میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گی"

کچھ دھونس سے کہتے ہوئے سر سے سرکتا ریشمی آنچل بار بار ٹھیک کرتے ہوئے وہ اپنے ہی دھیان میں روم سے نکل رہی تھی جب ہی مقابل سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

اسے دیکھ کر تو جیسے وہ پتھر کی مورت بن گئی تھی۔ یقین ہی نہیں آرہا تھا کے وہ شخص اس کے سامنے کھڑا ہے۔

لیکن وہ بیگانگی سے اسے نظر انداز کرتا اس کے سائیڈ سے ہو کر اندر چلا گیا تھا۔

ریشام کو سخت ناگوار لگا تھا اس کا انداز۔ بے شک وہ اس سے ناراض تھا لیکن کم از کم رک کر حال احوال تو پوچھ ہی سکتا تھا۔ ایک تو آیا بھی اتنے دنوں بعد تھا۔

اور پھر ریشام کو کہاں عادت تھی انس کے اس انداز کی۔

سعادت غازی تو اسے دیکھ کر جیسے کھل اٹھے تھے۔

فوراً ہی ریشام کو کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے دادا جان میں بس کچھ دیر تک نکل جاوں گا"

"سکون سے بیٹھو۔ اتنے دنوں کے بعد تو آئے ہو۔۔"

جو بھی تھا لیکن ریشام غازی کے دل کی بنجر زمین پر اچانک ہی پھوار پڑنا شروع ہو چکی تھی۔ اس کی ہونٹ آپ ہی آپ مسکرا اٹھے تھے۔

وہ تو جیسے ایک نئی زندگی جی اٹھی تھی۔

کھانا بہت اچھا بنا تھا ریشام"

فاز نے رغبت سے کھاتے ہوئے تعریف کی۔

لیکن وہ بنا کچھ کہے چمچ پلیٹ میں پٹختی ہوئی کچن سے نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا اسے؟" آستین موڑ کر اندر آتے سالار نے اس کا انداز دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"بے چاری نے اتنی محنت سے کھانا بنوایا اور انس بھائی نے ڈنر میں صرف ایک کپ چائے ہی لیا۔"

جواب فاز کی جانب سے آیا۔

"اچھا۔۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے کھانے کے لیے بیٹھنے کے بجائے دوبارہ باہر نکل گیا تھا۔

وہ دونوں دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے لیکن سالار لاونج سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

ریشام نے لاونج میں ہی ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

اور جب کچھ ہی منٹوں بعد اس نے شدید حیرت سے وہ منظر دیکھا تھا۔

سالار نے انس کی گردن میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔

"اس نے اتنی محنت کی تمہارے لئے اور تمہارے نخرے نہیں ختم ہو رہے"

وہ شاید درشتی سے کچھ کہہ بھی رہا تھا لیکن ریشام تک ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

جب وہ سو جائے گی تو پھر کھاؤں گا۔۔ورنہ اسے لگے گا کے میں ناراض نہیں ہوں"

"وہ گھبرا کر اٹھی۔

وہ سمجھی ان دونوں کے بیچ شاید لڑائی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کی گرفت میں موجود انس نے خود کو چھڑوانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکے وہ مسکرا رہا تھا۔

اس نے دوبارہ سے کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ ابھی بھی کالج سے تھکی ہاری آئی تھی۔ "ملکہ عالیہ کی سواری تشریف لے آئی"

مہد نے اسے گاڑی سے اترتے دیکھ کر ہانک لگائی۔ ماشا بری طرح چڑ گئی تھی۔ آج تو وہ انس سے دو ٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھی۔ جس نے اس کی حفاظت پر کئی گارڈز کو متعین کر رکھا تھا۔ کالج کے علاوہ بھی اسے کہیں جانا ہوتا تو وہ گارڈز اسکے ہمراہ ہی ہوتے تھے۔

جن سے اسے اب اچھی خاصی بیزاری ہوتی تھی۔

"میرا سر مت کھاؤ مہد!"

"تمہارے پاس ہے ہی نہیں تو میں کھاوں گا کیسے۔۔"

"مہد مجھے تنگ مت کرو میرا موڈ پہلے ہی بہت خراب ہے!"

"کس نے رانی صاحبہ کا موڈ خراب کیا ے نام بتاؤ بس ۔۔ابھی جا کر اس کی لاش ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔"

اس نے آستین چڑھا کر کچھ اس انداز سے کہا تھا کے نا چاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑی۔۔

"تمہیں میرے لئے قاتل بننے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔ہٹو سامنے سے۔۔"

"یہ کیا بات کردی یار؟؟تمہارے لئے میں قاتل کیامقتول بننے کو بھی تیا ہوں۔۔"

"اگر تمہاری یہی حرکتیں رہیں تو وہ وقت دور نہیں جب تمہارا نام مقتولوں میں ہی شمار ہوگا۔۔"

"کس میں اتنا دم ہے جو مہد درانی کو ٹھکانے لگائے؟"

اس نے ابرو اٹھا کر چیلینجنگ انداز میں پوچھا لیکن وہ نظر انداز کرتی اپنے گھر جانے کے بجائے وہ درانی پیلس میں ہی چلی آئی تھی۔ بیگ اور فائلز صوفے پر پھینکتے ہوئے خود بھی گرنے کے سے انداز میں سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

اپنا گھر تو اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے خالی خالی سے در دیوار اسے کسی آسیب کی طرح چمٹ جائیں گے۔ انس بھی رات گئے تک واپس آتا تھا۔ ایسے میں وہ تنہا گھر میں ڈرتے رہنے کے بجائے عیشا کے پاس آجاتی تھی۔ ساتھ ہی مہراہ کو بھی بلا لیا کرتی تھی۔

"فریش ہو جاو میں تمہارے لئے کھانا گرم کر دیتی ہوں"

"ماشا تم سے کوئی ملنے آیا ہے"

دائم کے اطلاع دینے پر اس نے نا سمجھی سے چونک کر پوچھا۔

"کون؟"

"معلوم نہیں سعدین حویلی سے تمہارا کوئی کزن آیا ہے"

"سعدین حویلی سے؟۔۔کہہ دو میں گھر پر نہیں ہوں"

حویلی کا نام سنتے ہی اس نے سرد لہجے میں کہا۔

'لیکن میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔۔مل لو اس سے ایک بار۔"

"یہ لوگ پتا نہیں کیوں جان نہیں چھوڑتے"

وہ تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کپڑے تو چینج کر لو"

عیشا نے اسے یونیفارم میں ہی جاتے دیکھا تو وہ ان سنی کرتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کیے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھے وہ جیسے اسی کا منتظر کھڑا تھا۔

"کیوں آئے ہو یہاں؟ اس نے بنا کسی لحاظ کے پوچھا۔

" میں آپ کو لینے آیا تھا۔ دادا جان نے آپ کو بلایا ہے"

اس کے تلخ لہجے کو نظر انداز کئے فاز نے نرم سے کہا۔

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار باور کروا رہی ہوں! سعدین حویلی اور اس کے کسی بھی فرد سے میں کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔۔۔انس بھائی چاہیں جو مرضی رشتے ناطے نبھائیں۔۔لیکن مجھ سے یہ توقع مت رکھنا۔ اور آئندہ یہاں آنے کی زحمت بھی مت کرنا!"

وہ چبا چبا کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی جب ہی فاز نے اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی کہنے کے بجائے جیب سے فون نکال کر اس پر ایک نمبر ڈائل کر کے فون اس کی جانب بڑھا دیا جسے اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ نمبر انس کا تھا۔ وہ کال بھی ریسیو کر چکا تھا جس کی وجہ سے اس نے نا چاہتے ہوئے بھی اس نے فون تھامتے ہوئے کان سے لگا لیا تھا۔

"ہیلو۔۔"

"ماشا فاز کے ساتھ حویلی چلی جاو!"

"لیکن بھائی۔۔"

"میں شام کو تم سے وہیں ملوں گا۔۔ اور دادا جان سے آرام سے بات کرنا۔۔وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں"

وہ مصروفیت بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس کی سنے بنا ہی رابطہ منقطع کر چکا تھا۔ اس کی نیچر اور سعدین حویلی پہنچنے کے بعد والے رد عمل سے بھی واقف تھا اس لئے پہلے ہی تنبہہ کر دی تھی۔

لب بھینچ کر اس نے ڈھیروں ضبط کیا تھا خود پر۔

"انتظار کرو کچھ دیکھ۔ چینج کر کے آرہی ہوں"

فون واپس کرتے ہوئے کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی تھی۔

"یہ کہاں لے جا رہے ہو؟" مہد کو ٹرے اٹھا کر روم کی جان بڑھتے دیکھ اس نے راستے میں ہی روک لیا۔ جہاں عیشا نے کافی کچھ تیار رکھا تھا اس کے لیے۔

"تمہارے کزن کے لیے لے جا رہا ہوں۔ "

"کوئی ضرورت نہیں ہے ہم بس جا ہی رہے ہیں"

"ہم؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔

"لینے آیا ہے مجھے"

"ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو؟۔۔ چلو شکر ہے جان چھوٹے گی تم سے۔۔ بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا"

مہد کے ہاتھ میں ٹرے تھی ورنہ ضرور دعا کے انداز میں اٹھا کر چہرے پر پھیرتا۔

"شام تک آجاؤں گی واپس!"

آبادی سے ہٹ کر پہاڑوں کے دامن میں بنا وہ چھوٹا سا گھر بہت ہی خوبصورت تھا۔ اس کے آس پاس کافی ہریالی تھی۔ اونچے نیچے راستوں سے ہوتے ہوئے الگ تھلگ سا بنا وہ گھر رات کے وقت تو کافی پر اسرار سا لگتا تھا۔ لیکن دن میں اس کی خوبصورتی دیکھنے والی ہوتی تھی۔

وقفے وقفے سے ہونے والی بارش نے موسم کو کافی سرد کر دیا تھا۔

بریزے نے گرم کپڑے اور شال وغیرہ رکھے تھے لیکن یہاں کی ٹھنڈ تو اس کی سوچ بھی کئی زیادہ تھی۔ جبھی اپنی شال کے علاوہ اس نے عاشر کی گرم چادر بھی خود پر لپیٹی ہوئی تھی۔

آتش دان میں لکڑیاں ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر ٹھٹھرتی بریزے کو دیکھا جو فلور کشن پر بیٹھی لمحوں کے توقف سے چھینک رہی تھی۔

یہ گھر سعادت غازی کی ملکیت تھا۔ بہت پہلے وہ ایک دو بار یہاں آیا تھا تو یہاں کی خاموشی اور خوبصورتی سے اتنا متاثر ہوا تھا کے اپنے ایگزامز کی تیاری کرنے کے لئے وہ ہمیشہ یہیں کا رخ کرتا تھا۔

اس کا گلابی چہرہ ٹھند کے باعث کچھ اور سرخی مائل ہو رہا تھا۔

"یہ لو بیٹا یہ پی لو ورنہ بیمار ہو جاو گی"

اس کی گھر کی حفاظت پر معمور شائستہ بوا نے ان کی آمد سے پہلے ہی پورے گھر کو صاف کرنے کے بعد کھانا بھی بنا دیا تھا۔ اور ابھی سبز الائچی والا گرما گرم قہوہ بنا لائی تھیں۔

"کھانا لگا دوں بیٹا؟ تھک گئے ہوں گے۔۔پھر آرام کر لینا"

"لگا دیجئے شائستہ بوا۔۔لیکن کل سے آپ کی چھٹی ہے۔۔"

"کیوں بیٹا؟" انھوں نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"کل سے میری بیگم میرے لئے کھانا بنائیں گی"

کچھ یاد دلانے والے انداز میں بریزے کو اس نے آئی برو اچکا کر دیکھا تھا جو گرم قہوے کے گھونٹ بھرتے ہوئے تیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

پہنچے ہوئے دیر ہی کتنی ہوئی تھی جو وہ اپنی شرطیں یاد دلا رہا تھا۔

"تمہاری بیوی اتنی نازک سی ہے گڑیا جیسی۔۔ اسے کیوں پریشان کر رہے ہو؟ میں ہوں نہ کام کرنے کے لئے"

"مجھے آپ کی بات سے شدید اختلاف ہے۔۔آپ اس کی معصومیت پر نہ جائیں! یہ صرف دیکھنے میں گڑیا جیسی اور معصوم سی ہے۔۔اس کی حرکتیں میں آپ کو بتاوں تو آپ تو کانوں کو ہاتھ لگا لیں"

شائستہ بوا عاشر کی باتیں سن کر بریزے کو دیکھ رہی تھیں۔ لیکن ان کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کے انھیں عاشر کی باتوں پر ذرا بھر بھی یقین نہیں تھا۔

بھلا بریزے جیسی پیاری سی لڑکی کیا کسی کو تنگ کرتی ہوگی۔

"دو تین دن بعد انھیں یقین آ ہی جائے گا"

"فضول مت بولو"

بریزے نے گرم قہوے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے گھورا جو سرد ہوتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر حرارت پہنچاتے ہوئے اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"جا کے فریش ہو جاو وہ کھانا لگا رہی ہیں"

نا محسوس انداز میں تھوڑا دور ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

"وہ کہہ کر گئی ہیں تم گڑیا جیسی معصوم سی ہو۔۔ حیرت ہے میری بیوی میں یہ خاصیتیں ہیں اور مجھے معلوم ہی نہیں"

صوفے کی بیک پر کہنی جما کر اس کی جانب مکمل رخ کئے وہ اسے پزل کر رہا تھا۔

"ہاں تو تمہیں میرے ساتھ لڑائی جھگڑے کرنے سے فرصت ملے گی تو تمہیں پتا چلے گا نا کے میرے اندر کیا کیا خاصیت موجود ہے"

"اب میں اپنے سارے لڑائی جھگڑے کو ایک طرف کر کے فرصت سے تمہیں سمجھنا چاہتا ہوں تو تم دور بھاگ رہی ہو"

عاشر نے اس کے گال پر جھولتی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے کہا۔

اس کے گھمبیر لہجے اور آنکھوں کے شوخ رنگ اسے حواس باختہ کر رہے تھے۔

"تم۔۔ تم ہو ہی فضول انسان" سائیڈ پر پڑا کشن اٹھا کر اس کے منہ پر مارتے ہوئے وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کے یہاں آکر اس نے غلطی ہی کی تھی۔

"اتنے سارے گارڈز؟"

ماشا نے کچھ حیرانگی اور اچھنبے سے فاز کی مرسڈیز کے پیچھے کھڑی چار گاڑیوں کو دیکھا جن میں کافی سارے گارڈز مستعدی سے چوکنا بیٹھے تھے۔

"میری سیکیورٹی کے لئے ہیں"

فاز نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے کے بعد نارمل سے انداز میں کہا۔

"انسان کو ایسے کام ہی نہیں کرنا چاہیئے کے اسے سیکیورٹی کی ضرورت پڑے"

اس کا انداز متنفر تھا۔

"اچھا۔۔تو آپ نے ایسا کون سا کام کیا ہے جو آپ کو بھی ان کی ضرورت پڑ گئی؟"

پشت پر دونوں ہاتھ باندھے وہ دلچسپی سے پوچھ بیٹھا۔

ماشا کا غصہ پھر عود کر آیا تھا۔

"میرے بھائی نے میری سیفٹی کے لیے بھیجا ہے ان کو۔۔"

وہ چبا کر لفظوں پر زور دے کر بولی۔

"بلکل ٹھیک کیا ہے آپ کے بھائی نے۔۔زمانہ ویسے بھی بہت خراب ہے۔۔کیا معلوم کب کس کے ارادے بدل جائیں"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟"

"کچھ نہیں ہم چلیں؟ دیر ہو رہی ہے"

"جاو تم۔۔میں اپنی گاڑی میں آوں گی"

" ایک ہی جگہ جانا ہے تو ہم ساتھ چل سکتے ہیں"

"مجھے تمہارے ساتھ سفر نہیں کرنا۔۔"

"میں اتنا برا انسان بھی نہیں ہوں۔آپ کو اپنی کمپنی میں بور نہیں ہونے دوں گا"

"مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ۔۔"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ سرد لہجے میں باور کروا کر بولی۔

"بی بی جی--"
جبھی اس کا ڈرائیور ان کے قریب آیا۔
"کیا ہوا ہے؟" ماشا نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔
"گاڑی کے دونوں ٹائر پنکچر ہیں--"
"اس کی ڈری سہمی سی آواز میں اطلاع دینے پر فاز نے رخ موڑ کر اپنی مسکراہٹ کو چھپایا تھا۔
"تو چینج کرو جا کر"
"وہ بی بی جی صرف ایک ہی ٹائر ہے--دوسرے کو پنکچر لگوانے ورک شاپ جانا پڑے گا"
"تو پھر جا کر--"
"تم جاو--ٹائر چینج کر کے اور پنکچر لگوا کر گاڑی کو گھر میں پارک کر دینا--"
"ماشا نے اپنے بات کے کاٹے جانے پر گھور کر اسے دیکھا تھا جو اس کے ڈرائیور کو ہدایتیں دے رہا تھا۔
"چلیں ماشا بی بی--ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں"
کلائی پر بندھی گھڑی کی سوئیوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے اس کا انداز کچھ عجلت بھرا تھا۔
"میرے گارڈز بھی میرے ساتھ جائیں گے"
"ان کی ضرورت نہیں ہے--آپ کی حفاظت کے لیے میں موجود ہوں"
"اور اگر میں کہوں کے مجھے تم سے ہی خطرہ ہے تو؟"
"خطرہ وہ بھی مجھ سے؟---چلیں جیسے آپ کی مرضی"
اس نے ہتھیار ڈالنا ہی بہتر جانا۔
"جینز کے اوپر اس نے اسٹائلش سی ڈھیلی ڈھالی گھٹنوں سے نیچے جاری بلیک کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔ شاور لینے کے باعث گیلے بالوں کو پشت پر ہی کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ حویلی کے ماحول سے آگاہ ہونے کی وجہ سے اس نے اسٹالر لینے کے بجائے عیشا کی شال کو کندھوں پر پھیلایا ہوا تھا۔

دھوپ کے باعث آنکھوں پر ہاتھ کا چھجہ سا بنائے وہ گارڈز کو جانے کیا ہدایت دے رہی تھی۔ فاز تو ڈرائیونگ سیٹ کے پاس کھڑا اس کے کندن سے چمکتے چہرے کو ہی تک رہا تھا۔

"ابھی تک آپ دونوں یہی ہیں؟"

مہد نے اپنی بائیک نکالتے ہوئے ان دونوں کو وہیں کھڑے دیکھا کر حیرت سے کہا تو فاز نے ماشا کو دیکھنے کے بعد شانے اچکا دئے۔

"چلو۔۔" اس کی مرسڈیز کے پاس آ کر اس نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا۔

عموماً اس کی گاڑی کے علاوہ دو گاڑیاں اس کے ساتھ ہوتی تھیں۔ جن میں سے ایک آگے ہوتی تھی اور ایک پیچھے۔ اور بیچ میں اس کی گاڑی۔ جسے ڈرائیور چلایا کرتا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کیا کہہ رہی تھیں اپنے گارڈز سے؟"

اگنیشن میں چابی لگاتے ہوئے بھی اس کا دھیان ماشا کی جانب تھا۔

"انھیں ہدایت دے رہی تھی کے مزید چوکس اور محتاط رہنا۔۔کیوں کے جہاں میں جا رہی ہوں۔ میری جان کو زیادہ خطرہ وہاں کے مکینوں سے ہی ہے"

ڈارک گاگلز کو آنکھوں پر لگاتے ہوئے وہ سرد لہجے میں بولی تو وہ لحظہ بھر کو خاموش ہو گیا۔

وہ ہر قیمت پر اس کی بد گمانی کو دور کرنا چاہتا تھا۔ لیکن فلحال اس کے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں تھا۔

ابھی انھوں نے کچھ ہی راستہ عبور کیا تھا کے فاز نے آگے والی گاڑی کو سائیڈ پر رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے اس کے ڈرائیور کر پیچھے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اس نے گاڑی بڑھا دی تھی۔ کہنی کو کھڑکی پر ٹکا کر وہ اب ایک ہاتھ سے فل اسپیڈ سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

جب تک ان کی گاڑی سعدین حویلی کے احاطے میں داخل ہوئی دوپہر ڈھل چکی تھی۔ شام کے سائے چاروں اور پھیلنے لگے تھے۔

کاپی تپاک سے اس کا استقبال کیا گیا تھا۔فاز تو حویلی پہنچتے ہی اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ جبکے وہ سعادت غازی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

ماشا کو وہ پہلی ملاقات کے مقابلے میں خاصے کمزور اور مزید ضعیف لگے تھے۔

"تم تو دوبارہ آئی ہی نہیں ملنے"

وہ بیڈ پر نیم دراز اس سے شکوہ کر رہے تھے۔ جب کے وہ ان کے بیڈ کے پاس رکھی چیئر پر بیٹھی تھی۔

"میری پڑھائی کافی ٹف ہے۔ مجھے ٹائم ہی نہیں ملتا کسی اور چیز کے لئے"

انس نے اسے سختی سے کہا تھا کے کم از کم دادا جان کے سامنے خود کو کنٹرول میں رکھنا اور ان سے بد تمیزی مت کرنا۔ اس لئے بھی وہ اپنی تمام تر ناگواری کو پس پشت ڈالے خو کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے تم نے میری خواہش کو بنا کہے ہی پورا کر دیا ہے ماشا۔میں چاہتا تھا کے میری کوئی پوتی تو ڈاکٹر بنے۔ لیکن بریزے اور ریشام دونوں کا ہی رجحان اس طرف نہیں تھا۔"

ان کے انداز میں محبت سی تھی۔

"اب انھوں نے ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کر لیا ہے تو مستقل کے مریضوں کا اللہ ہی حافظ ہے"

وہ جانے کب سے دروازے سے کندھا ٹکائے کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اب کے بولنے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔ لیکن ماشا نے ضبط سے لب بھینچ لئے تھے۔

"میری بچی بہت اچھی ڈاکٹر بنے گی"

ان کے لہجے میں ماشا کے لئے محبت ہی محبت تھی۔

"انشاء اللہ۔۔"

اس نے بلند آواز سے کہا۔

"ٹیبل لگ چکی ہے۔۔میں آپ کو بلانے آیا تھا"

''دادا جان آپ آرام کریں۔ مجھے کچھ دیر بعد آوں گی آپ کے پاس''

''ٹھیک ہے بیٹا۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرنا سفر سے آئی ہو''

اثبات میں سر ہلا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''خیر سے آپ ڈاکٹر بن رہی ہیں۔ کیا میں امید رکھوں کے آپ کا پہلا مریض ہونے کا شرف مجھے ہی حاصل ہوگا؟''

دونوں ہاتھ پشت پر باندھے وہ اس سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔

کوریڈور کی دیواریں کان لگائے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔

''ڈاکٹرز کا فرض ہوتا ہے اپنی پوری جان لگا کر مریض کو صحتیاب کیا جائے۔ اگر تم میرے پیشنٹ بنو گے تو کوئی بعید نہیں کے تمہارا علاج کرنے کے بعد مجھے جیل ہو جائے''

''جان بوجھ کر غلط علاج کریں گی آپ میرا؟'' ''غلط علاج نہیں''

وہ ایڑیوں کے بل اس کی طرف گھومی تو فاز کے قدم بھی تھمے تھے۔

''سیدھا قتل کروں گی!''

وہ چبا کر بولی تھی۔ لیکن مقابل اس کے اس قدر معصومانہ انداز سے دھمکانے پر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

''مجھے بلکل حیرت نہیں ہے! انس بھائی کی بہن کو آپ کے جیسا ہی ہونا چاہئے تھا''

اس کی ہنسی ماشا کو زہر سے بھی لگی تھی۔

تنفر سے اسے دیکھتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔

کھانا کھاتے ہی وہ تو گرم کمبل میں دبک کر کب کی نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔ ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے باہر سے مقابلے میں کمرہ گرم تھا۔ تھکن اس کے اعصاب پر بھی غالب آرہی تھی۔ بیگ میں سے اپنی کتابیں وغیرہ نکال کر رائٹنگ ٹیبل پر سیٹ کرنے کے بعد باقی کا کام صبح پر چھوڑتے

ہوئے

بھاری ہوتی پلکوں کو با مشکل کھولتے ہوئے اس نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا جو جانے کب سے اس کے سر پر کھڑی اسے جگانے کے لئے آوازیں دے رہی تھی۔

"اٹھ بھی جاو عاشر دوپہر کا ایک بجنے والا ہے۔ اب میں تمہیں اٹھانے نہیں آوں گی"

بولتے ہوئے وہ ساتھ ہی ساتھ اپنا اور اس کا بیگ کھولے سامان نکال کر الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔

"تم میرے انتظار میں کیوں بیٹھی ہو۔۔ تم کر لیتی ناشتہ"

"تمہیں اتنی خوش فہمی کب سے لاحق ہو گئی کے بریزے غازی تمہارے انتظار میں بھوکی بیٹھی رہے گی؟ ۔۔میں کر چکی ہوں ناشتہ"

اس کا مصروف سا انداز تنفر لئے ہوئے تھا۔

"چلو پھر میرے لئے بنا دو"

"شائستہ بوا بنا رہی ہے"

"کیا تم بھول گئی کے تم میرے ساتھ یہاں کن شرائط کو قبول کر کے آئی تھیں۔؟"

"اس وقت تو سمجھ لو۔۔میں نے مجبوری میں تمہاری بات مانی تھی۔۔۔ مجھ سے امید ہر گز مت رکھنا میں تمہاری خدمتیں کروں گی"

" اپنی بات سے پیچھے ہٹ رہی ہو؟"

"تمہیں جو سمجھنا ہے تم سمجھ سکتے ہو"

اپنے کام میں ہنوز مصروف وہ اپنے ازلی انداز میں تنفر سے بولی۔

عاشر اسے کچھ کہنے کی بجائے سر جھٹکتے ہوئے الماری سے اپنے کپڑے لے کر فریش ہونے چل دیا تھا۔

"بریزے اگر یہاں ہوتی تو وہ بھی تم سے مل کر بہت خوش ہوتی"

پلیٹ میں تھوڑے سے چاول نکالے، کھانے سے زیادہ اس کا دھیان ریشام اور رائمہ غازی سے باتیں کرنے میں تھا۔

ان کے علاوہ فاز بھی وہی موجود تھا جو سربراہی کرسی پر براجمان ساری توجہ اپنے کھانے کے اوپر رکھے ہوئے تھا۔

ان تین خواتین کی باتوں میں اسے ذرا بھر بھی دلچسپی نہیں تھی۔

"تمہاری آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟ نیند پوری نہیں کر رہے تم ٹھیک سے؟" رائمہ نے اچانک ہی اسے مخاطب کر کے فکرمندی سے کہا تو فاز نے لمحے بھر کو چونک کر انھیں دیکھا۔ پھر پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے شانے اچکائے۔

"کافی دنوں سے ٹھیک سے سو نہیں پایا ہوں پھوپھو!"

"پہلے مجھے صرف عاشر کی فکر رہتی تھی کے وہ اپنی لاپرواہی کی وجہ سے خود پر بلکل دھیان نہیں دیتا۔ اور اب تم بھی اس کی طرح ہوتے جا رہے ہو"

"صحبت کا اثر ہے پھوپھو"

ریشام نے مسکرا کر چھیڑا۔

"فکر نہ کریں آپ کے بیٹے کو تو میری بہن سیدھا کر کے ہی واپس لائے گی"

فاز کا انداز بھی محفوظ سا تھا۔

"مجھے تو یہ نہیں سمجھ آتا کے دونوں میں سے ہمدردی کس کے ساتھ کرنی چاہیئے۔۔دونوں ہی ماشاءاللہ ایک سے بڑھ کر ایک"

ماشا اپنی پلیٹ پر جھکی بچے ہوئے کھانے کو ختم کر رہی تھی۔ جب رائمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہارے والدین سے میں ملی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ یقیناً بہت اچھے انسان رہے ہوں گے"

"اچھے انسان کو ہمیشہ اپنی اچھائی کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے"

اس کے تراشیدہ سے لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ تھی۔

فاز کی نظریں بے ساختہ ہی اس کی جانب اٹھی تھیں۔

لیکن وہ کمال مہارت سے اپنی جانب اٹھی اس کی ہر نظر کو نظر انداز کر رہی تھی۔

"ہمارا گاوں بہت خوبصورت ہے۔ میرے ساتھ چلو گی دیکھنے؟"

ریشام نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کے اپنائیت سے پوچھا۔

"یہ ٹھیک رہے گا! تم دونوں فاز کے ساتھ جا کر گھوم آو کچھ دیر۔ تب تک انس بھی آجائے گا"

ریشام کا دل اس کے نام پر بڑی طرح دھڑکا تھا۔

کتنے ہی دن ہو گئے تھے کے انس نے سعدین حویلی میں قدم نہیں رکھے تھے۔

آج اس کے آنے کا سن کر اس کی دھڑکنوں میں طلاتم سا برپا ہوا تھا۔

اونچی نیچی پتھریلی روش پر وہ دونوں چھک قدمی کے سے انداز میں چل رہی تھیں۔ آسمان پر بادلوں نے بسیرا ڈالے سورج کو بلکل ہی چھپا رکھا تھا۔

خوشگوار ہوائیں ان کے موڈ پر بھی اچھا اثر ڈال رہی تھیں۔

ریشام سے باتیں کرنے اور موسم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ماشا کا موڈ بھی کافی بہتر ہو گیا تھا۔

فاز ان سے کچھ قدم پیچھے چلتے ہوئے ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے فون کان سے لگائے عاشر سے محو گفتگو تھا۔

ان کی حفاظت کے لیے ساتھ آئے گارڈز کو اس نے پیچھے رہنے کو ہی کہا تھا۔

تاکے ریشام اور ماشا آرام سے انجوائے کر سکیں۔

"کیا حال ہیں الیکٹریشن صاحب کے ؟"

عاشر کی آواز اسپیکر سے ابھری تو اس نے بے بسی بھری شرارت سے کہا۔

"الیکٹریشن صاحب کے خود کے فیوز اڑ چکے ہیں"

دوسری جانب عاشر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"انس بھائی نے تجھے زندہ نہیں چھوڑنا اگر تو نے ان کی ہمشیرہ پر بری نظر ڈالی تو"

اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔

"بری نظر کہاں میں تو کافی محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کے انس بھائی کی ہمشیرہ کی نظروں میں صرف غصہ اور ناراضگی ہی ہوتی ہے "

"اسی لئے کہہ رہا ہوں بیٹا تھوڑا سنبھل کر۔۔اگر اس نے شکایت لگا دی تو وہ تجھے ہی غلط سمجھیں گے"

"کیوں غلط سمجھیں گے ؟ میں کیا پارٹ ٹائم میں لڑکیوں کو چھیڑنے کا کام کرتا ہوں جو انھیں فوراً یقین آجائے گا؟"

وہ برا مان کر بولا۔

—

دن ڈھل کر رات کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ پرندے بھی اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ سعدین حویلی کی ساری لائٹس جلا دی گئی تھیں۔ جو دور سے دیکھنے پر ایک سنہرے سے قدیم محل کی طرح معلوم ہوتا تھا۔۔اطراف کے اندھیروں کو اپنی روشنی سے منور کیے وہ حویلی سر اٹھائے شان سے کھڑی تھی۔

انس نے نئے سرے سے اپنی کمپنی شروع کی تھی جس میں وہ دن رات ہی مصروف ہوتا تھا۔ اس کے اصرار پر ہی وہ وقت نکال کر آ پایا تھا۔

وسیع لان میں سرد اور خشک ہواوں کا راج تھا۔گرم قہوے سے لطف اندوز ہوتے وہ تینوں وہیں کین کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

"عبیر بھائی کے لئے کام کرنے والے جن لوگوں کو پکڑا گیا تھا۔ان سے زیادہ کچھ جانکاری حاصل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن کچھ مقامات کے ایڈریس ملے ہیں اگر وہاں جا کر معلوم کیا جائے تو ہو سکتا ہے کے عبیر بھائی کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے"

بیچ میں پڑی میز پر کچھ کاغذات رکھے فاز ان دونوں کے گوش گزار کر رہا تھا۔

"تم نے اور عاشر نے جس قدر میری مدد کی ہے میں تم دونوں کا ممنون ہوں"

انس کے لہجے میں تشکر تھا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں انس بھائی؟ آپ ہمیں ہمیشہ اپنے ہم قدم ہی پائیں گے--عاشر واپس آجائے تو پھر سے کم کوشش کریں گے"

"اس کی ضرورت نہیں ہے تم دونوں اپنی ڈگری پر فوکس کرو۔ پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔ میری کمپنی بھی تقریباً سیٹ ہو گئی ہے۔ باقی کام میں خود ہی سنبھال لوں گا"

اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو لازمی بتائیے گا"

"یہ--شاہ میر کون ہے؟"

گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے اس نے اچانک ہی پوچھا۔

سالار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کس شاہ میر کی بات کر رہے ہو؟"

"تمہارے کسی کزن کا نام ہے کیا؟"

اس کے چہرے پر ایک ناگوار سی سنجیدگی تھی ۔

"ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اسے جان سے مارنا ہے"

کافی پیتے سالار کو اچھو لگا تھا۔ "کیا ہو گیا ہے سب خیریت تو ہے نا؟"

لیکن وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"اب بتا بھی دو اس بے چارے نے کون سا جرم کر دیا ہے ؟"

"ریشام نے بتایا ہے کے اس نے ان کے لئے پرپوزل دیا ہے اپنا؟"

اس کا انداز سوالیہ تھا۔

سالار بے ساختہ ہی ہنس پڑا۔

فاز بھی مسکراہٹ دبائے کاغذات کو سمیٹ کر فائل میں ترتیب سے لگا رہا تھا۔

انس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اسنے مزاق کیا ہوگا تمہارے ساتھ"

"ایسی بات کیا مزاق میں کہی جا سکتی ہے ؟"

"تم سہی کہہ رہے ہو لیکن شاہ میر اپنا پرپوزل نہیں بھیج سکتا۔۔وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں یار"

سالار اس کی شکل دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہے جا رہا تھا جب کے انس کے چہرے کے تاثرات فوراً ہی بدلے تھے۔

"تم ۔۔ سارے کزنز ہی پاگل ہو ۔۔" وہ سر جھٹک کر تنفر سے بولا۔۔ لیکن پہلے کے مقابلے وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہاتھا۔ جیسے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

"اتنے سے مزاق پر تم نے ہمیں پاگل ڈکلئیر کر دیا؟۔۔اب یہ تو بہت غلط بات ہے"

وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔۔

"بھائی؟؟"

ماشا کے وہاں آنے پر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جبکے فاز نے جیسے اس کی آمد کا کوئی

نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔

''گھر کب جائیں گے ؟''

اس نے آتے ہی تحمل سے پوچھا۔

''دل نہیں لگ رہا تمہارا یہاں ؟'' سالار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''مجھے گھر جانا ہے بس''

''کل چلیں گے ماشا!''

''آپ نے صرف ایک دن کا کہا تھا''

وہ جیسے ضبط سے اسے یاد دلا رہی تھی۔

''ہم لوگ اتنے برے بھی نہیں ہیں جتنا تم ہمیں سمجھتی ہو''

''جو آپ کے بھائی نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کے بعد میں آپ سے اور کے گھر والوں سے کیا ہی امید کر سکتی ہو؟''

سالار نے صرف مصنوئی خفگی سے اسے چھیڑا تھا لیکن وہ زہر خند سی بولی

''میرا نہیں خیال کے ایک انسان کے جرم کی سزا اس کے خونی رشتوں کو دینا جائز ہے''

''جائز اور ناجائز کا سبق آپ اسے مت پڑھائے جس کے ماں باپ کو بے دردی سے قتل کر کے اسے یتیم کر دیا گیا ہو۔۔۔''

''بس کرو ماشا !۔۔''

انس نے ناپسندیدگی سے اسے ٹوکا۔۔

''اسے بولنے دو انس۔۔اپنے دل کا غبار نکالنے دو۔۔ورنہ ساری زندگی اپنے دل پر بوجھ ہی لئے رکھے گی۔۔''

''میرا بولنا نا آپ سہہ نہیں سکیں گے۔۔بہتر ہوگا مجھے خاموش ہی رہنے دیا جائے''

انس کی تنبیہ کرتی نظروں کو بھی خاطر میں نہ لا کر وہ چبا چبا کر اسے کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

ریلینگ پر کہنیاں ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے وہ اداس نظروں سے بادلوں سے جھانکتے چاند کو دیکھے جا رہی تھی۔ جس کے گرد کتنے ہی چھوٹے چھوٹے ٹمٹماتے تاروں نے جھمگٹا سا لگایا ہوا تھا۔

مست ہوائیں اس کے سر سے ریشمی آنچل گرائے اس کی زلفوں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے مسرور سی تھیں۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی جب پہلو میں سے ایک جانی پہچانی سی خوشبو اٹھتی محسوس ہوئی تو اس نے چونک کر اپنے برابر میں دیکھا۔ جہاں وہ اسی کے انداز میں کہنیاں ریلینگ پر ٹکا کر ہتھیلی میں چہرہ گرائے اس کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔

ریشام کی نگاہوں میں حیرانگی کے بعد بے گانگی سی نظر آئی۔

اس نے چہرہ اس کی طرف سے موڑ لیا۔ یہ اس کی ناراضگی کا اندا تھا۔

اسے ڈھیروں غصہ تھا اس شخص پر۔۔ لیکن اسے نظر انداز کرنا بھی انتہا کا مشکل لگتا تھا۔

"حیرت ہے مجھے۔۔بے وفائی کرنے والے خود بھی خفا ہوا کرتے ہیں کیا؟"

وہی لہجہ وہی انداز وہی آواز جسے اس نے ناجانے کتنا یاد کیا تھا۔

"تم مجھے بے وفائی کا طعنہ دے رہے ہو؟"

ریشام نے چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں غصہ ہلکورے لینے لگا۔

"میں طعنہ نہیں دے رہا! آپ نے جو میرے ساتھ کیا میں وہ بتا رہا ہوں"

"اچھا۔۔تو مسٹر انس رضا غازی اگر آپ مجھے میرے خاندان سے بغاوت نہ کرنے پر بے وفا ہونے کا طعنہ دے رہیں تو میں بے وفا ہی ٹھیک ہوں!"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کے جب مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تب آپ میرے ساتھ نہیں تھیں ریشام بی بی!"

"میرے ماں باپ کا قتل ہوا تھا۔ لیکن آپ کے لئے مجھ سے زیادہ ضروری اپنے گھر والے تھے۔"

"آپ نے مجھ پر انھیں ترجیح دی"

"تو میں اور کیا کرتی؟ کیا تمہارے کہنے پر اپنے گھر سے بھاگ جاتی؟"

"میں آپ کو بھگا کر نہیں لے جا رہا تھا۔ آپ میری بیوی ہیں آپ پر شرعی حق ہے میرا۔۔میں چاہتا تو آپ کو زبردستی بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔ لیکن۔۔"

"لیکن اس وقت میرے ماں باپ گھر پر موجود نہیں تھے۔ میں ان کی غیر موجودگی میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔"

"لیکن تم ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتے! لڑکے ہوں نہ آخر۔۔لڑکوں کے لئے آسان ہوتا ہے اپنے ماں باپ کے سامنے گھر والوں کے سامنے، زمانے کے سامنے ڈٹ جانا۔۔وہ جو مرضی چاہے ڈنکے کی چوٹ پر کر سکتے ہیں۔۔معاشرہ انھیں کچھ نہیں کہتا۔۔سارے گناہ صرف لڑکی کے خاطے میں لکھے جاتے ہیں۔۔۔ہمارے لئے آسان نہیں ہوتا کے اپنی حدود کو پھلانگ کر اپنی مرضی و منشا سے کچھ بھی کر گزرے۔۔ہمارے قدموں میں جو ہمارے گھر والوں کے مان اور بھروسے کی بیڑیاں ہوتی ہیں نا انس۔۔وہ ہمیں بغاوت کرنے کی اجازت نہیں دیتی"

وہ تو یک ٹک اسے بولتے ہوئے دیکھے جا رہا تھا۔

"جواب کیوں نہیں دے رہے میری بات کا؟"

"میں ۔۔کیا جواب دوں؟"

اس نے چونک کر نا سمجھی سے پوچھا تو ریشام نے لب بھینچ کر ڈھیروں غصہ اپنے اندر ہی اتار لیا۔

سینے پر بازو باندھے وہ مزید خفا ہو چکی تھی۔

"آپ پھر ناراض ہو گئی ہیں"

"پھر کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم نے کون سا مجھے منا لیا تھا"

"ایک شرط پر مناوں گا اگر آپ گارنٹی دیں کے میرے منانے پر مان جائیں گی"

"مجھے تو نہ اب تم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا۔۔بہتر ہوگا ہمارا فیصلہ بھی اب ہو ہی جائے"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟"

""''مطلب ڈائیورس---"

"آپ مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہیں؟--"

"ہاں کر رہی ہوں تو؟؟"

"تو یہ کے آپ نے یہ بات کہنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا کے جس شخص کو آپ نے اپنا اسیر بنا کر دنیا جہاں سے بیگانہ کر دیا--اب اس سے اس کے جینے کی وجہ چھیننا چاہتی ہیں؟"

"رہنے دو میرے سامنے یہ ڈرامے مت کرو--تمہیں مجھ میں نہ پہلے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی اب ہے--میں ہی پاگل ہوں جو تمہاری محبت میں دیوانی ہوئی جاتی ہوں"

"آپ مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہیں!"

"میں کیوں تمہاری بات کا یقین کروں؟ تم نے کون سا پہلے کبھی کہا ہے کے مجھ سے محبت کرتے ہو"

"میرے اظہار کرنے کا انداز آپ سے مختلف ہے---شاید آپ کو کچھ خاص پسند بھی نا آئے" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ماشا کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

اس نے اچانک ہر موضوع بدلا تو انس نے کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ماشا کے بارے میں مجھے کیا سوچنا تھا؟"

"اس کی شادی کے بارے میں؟"

"اس کی شادی کہاں سے بیچ میں آگئی؟ ابھی تو اس کی پڑھائی مکمل ہونے میں وقت ہے--"

"وہ شادی کے بعد بھی تو پڑھ سکتی ہے"

"آپ مجھے کھل کر بتائیں گی؟"

"میں نے صرف سنا ہے--کنفرم نہیں کہہ رہی--ہو سکتا ہے تائی امی تم سے فاز اور ماشا کے رشتے

کے حوالے سے بات کریں"

"ماشا اور فاز؟"

"ہاں ماشا اور فاز --اور سنو میری بات انکار کرنے کی تو بلکل ہی کوئی ضرورت نہیں ہے--تمہاری بہن کا مزاج جس طرح کا ہے نا اسے فاز ہی ہینڈل کر سکتا ہے--اور سب سے بڑھ کر وہ اسے پسند بھی کرتا ہے تو-- خوش رہیں گے دونوں"

"آپ نے خود ہی سارے فیصلے کر لئے ہیں--لیکن مجھے نہیں لگتا ماشا اس حویلی میں رہنا چاہے گی"

"تم اس کی فکر مت کرو---یہ ٹینشن فاز کو ہی لینے دو کے اسے کس طرح ماشا کو سمجھانا ہے"

"مجھ سے کافی فرینک ہے فاز-- لیکن اس نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا مجھ سے" حیرت اس کے چہرے پر غالب تھی-

"وہ بے وقوف تھوڑی ہے جو تم سے ڈائریکٹ جا کر کہے گا وہ تمہاری بہن سے محبت کرتا ہے--تم نے تو بے چارے کا گریبان پکڑ لینا تھا"

"آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں کے میں اس کا گریبان پکڑ لیتا؟"

انس نے افسوس سے اسے دیکھا-

"نہیں ریشام بی بی! میں صرف گریبان نہیں پکڑتا--بلکے دو تین تھپڑ بھی مار ہی دیتا--کسی بھائی میں اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے وہ اپنی بہن کے بارے میں اس طرح کے الفاظ سن سکے--"

"میں تمہیں یہی سمجھانا چاہ رہی تھی انس-- لڑکیوں کا بھی اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کے کسی مرد کے لئے اپنے باپ یا بھائی کے خلاف جا کر ان کا بھروسہ توڑیں--میری جگہ ماشا کو رکھ کر سوچو گے تو میں تمہیں غلط نہیں لگوں گی"

"آپ مجھے جو سمجھانا چاہ رہی ہیں وہ میں اچھے سے سمجھ چکا ہوں--اور آپ سے بس اتنی التجا کرنا چاہتا ہوں کے آئندہ میرے سامنے ڈائیورس کا مطالبہ مت رکھئے گا"

"وہ تو تمہیں دینی ہی پڑے گی کیوں کے میرا پروپوزل آیا ہوا ہے میرے کزن کا--" کن انکھیوں سے

اسے دیکھتے ہوئے اس نے لا پرواہی سے کہا۔

"کون کزن ہے یہ جس نے میری بیوی کے لئے اپنا رشتہ پیش کیا ہے؟" انس اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دانت پیستے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔

اس کی گردن کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"تمہیں کیوں اتنا برا لگ رہا ہے؟"

"آپ میری بیوی ہیں کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے؟"

"آج تمہیں اپنی بیوی یاد آرہی ہے؟ اس دن نہیں آئی تھی جب مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے؟"

"آپ مجھے مسلسل ایک ہی بات کا طعنہ دیے جا رہی ہیں"

"میں تمہیں طعنہ نہیں دے رہی انس!۔۔۔۔ میں تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہی ہوں کے میں نے تم پر کتنا اعتبار کیا تھااور تم نے مجھے کس قدر مایوس کیا ہے"

"یہی گلہ میں آپ سے کروں تو؟"

"مجھے بھی آپ پر اتنا ہی مان تھا کے آپ میری محبت کا اتنا دم بھرتی ہیں تو تب آپ یقیناً میرے ساتھ کھڑی ہوں گی جب مجھے آپ کی ضرورت ہوگی ۔۔لیکن خیر!"

ایک طویل سانس ہوا کے سپرد کر ک اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

تھکن کی وجہ سے دکھتے کندھے کو ایک ہاتھ سے دباتے ہوئے وہ کوریڈور میں چلتا اپنے روم کی طرف جا رہا تھا لیکن کوریڈور کے اختتام پر ہی اسے ایک سایہ سے لہراتا دکھائی دیا تھا۔ وہ فوراً ہی چوکنا ہوا۔ دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اس سائے کی تلاش میں وہاں آیا تو اسے وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ لیکن کچن کی کھلی ہوئی لائٹس دیکھ کر تعجب اور تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسی طرف بڑھ گیا۔

"آپ؟؟" کچن کاونٹر کے پاس کھڑی ماشا کو دیکھ کر اسے حیرانگی ہوئی تھی۔

"اتنی رات کو آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

''اتنی رات کو یہاں آنا منع ہے ؟''اسنے تیز لہجے میں پوچھا۔
''نہیں تو لیکن۔۔۔''
اس نے لمحے کا وقفہ لے کر دوبارہ بات جای رکھی ''اصل میں ہماری حویلی میں ہمارے علاوہ کچھ جنات کے گھرانے بھی آباد ہیں۔ جب میرے دادا کے دادا نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا تو کچھ جناتوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا تھا کے دن کا وقت ہمارا ہوگا اور رات کا وقت جناتوں کا''
''رات کا وقت ان کا کیوں؟'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔
''وہ اپنے بچوں کو گھمانے کے لئے نکلتے ہیں نا۔۔ویسے تو وہ دن میں بھی اپنی مرضی سے کہیں بھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔لیکن بالخصوص رات میں کئی دفعہ ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔''
''آپ کو ڈرانا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں بس آپ کو آگاہ کرنا چاہ رہا تھا کے اگر رات گئے آپ کو کسی نے فٹ بال وغیرہ مار دی یہاں دھکا وکا دے دیا تو ڈریئے گا نہیں۔۔یہ انھی کے بچوں کی شرارتیں ہوتی ہیں''اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا۔
''تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔'' ماشا کے لہجے میں خوف کے ساتھ ساتھ تھوڑا غصہ بھی چھلک رہا تھا۔
''میں بھلا کیوں آپ کو ڈرانے لگا؟ کیا آپ کو جنات کے وجود پر یقین نہیں؟''اسنے لہجے میں حیرنگی سموتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔ جانے کیوں دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش سا اٹھ رہا تھا۔ اپنے دل کی بغاوت کے ہاتھوں وہ خود کو بے بس سا محسوس کر رہاتھا۔
''ویسے آپ جو بھی بنا رہی ہیں جلدی بنائیں۔۔یہ ٹائم جنات کی بیگمات کا ہے۔۔وہ کھانا پکانے کے لئے آتی ہی ہوں گی''
''میں کچھ بھی نہیں بنا رہی ''
اس کے عجلت میں کہنے پر ماشا نے بوکھلا کر اسٹو بند کر دیا۔
''ارے آپ کی چائے۔۔'' فاز اسے روکتا ہی رہ گیا تھالیکن وہ وہاں رکی بھی نہیں تھی۔ اس کے جانے

کے بعد وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر ہنستے ہوئے چولھے کے پاس آیا جہاں اس کی چائے میں ابال آنے ہی والا تھا کے وہ اسے چھوڑ گئی تھی۔

"آپ کی حویلی میں۔۔۔جنات بھی رہتے ہیں؟"

ماشا نے ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا تھا جس کا چہرہ فوراً ہی سفید پڑا۔ اس کا دھیان بے ساختہ فاطم کی طرف گیا تھا۔

"تم نے یہ کیوں پوچھا؟"

"وہ فاز نے۔۔فاز نے کہا کے۔۔"

اس نے ساری بات کہہ سنائی تو ریشام نے افسوس سے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

"سب سے پہلے تو شکر کرو کے عاشر یہاں نہیں ہے اور تمہارا سامنا صرف فاز سے ہی ہوا ہے۔۔۔ ان دونوں کی باتوں پر یقین کرنے کی بلکل ضرورت نہیں ہے۔۔یہ صرف فضول کی باتیں کرتے ہیں"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کے یہاں جنات کے بچے اور"

"ماشا وہ صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔تم اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو" ریشام نے تحمل سے اسے کہا۔تو اس کے چہرے پر ناراضگی دکھائی دینے لگی۔

"اس کی وجہ سے میں اپنی چائے نہیں بنا سکی۔"

"میں نے کہا بھی تھا کے میں بنا دوں گی تمہارے لئے لیکن تم نے سنی ہی نہیں تھی میری بات۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کے وہ مجھے ڈرانے کے لئے آجائے گا۔۔"

"اچھا اب تم بیٹھو یہاں ۔۔میں لے آتی ہوں ۔۔"

"میں یہاں اکیلے نہیں رکوں گی۔۔"

ریشام بیڈ سے اٹھی تو وہ بھی کہہ کر بدک کر اٹھی۔

"ماشا تم کیوں ڈر رہی ہو؟۔۔میں کہہ رہی ہوں نا کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن۔۔"
وہ بے بس سی اسے دیکھتی رہ گئی۔
جبھی کھلے دروازے پر کسی نے دو انگلیوں سے دستک دی تو ماشا نے بے ساختہ وہاں دیکھا۔ جہاں سے وہ دونوں ہاتھوں میں دو کپ پکڑے اندر آتا دکھائی دیا۔
"آپ کی ادھوری چائے کو بنا کر لایا ہوں"
اس نے کپ اس کی جانب بڑھایالیکن ماشا نے تنفر سے منہ پھیر لیا۔
"تم نے کیوں مزاق کیا اس کے ساتھ؟"
ریشام نے مصنوئی ناراضگی سے اسے دیکھا۔
"مزاق تھوڑی کیا تھا۔۔سچ ہی تو بتایا تھا کے یہاں جنات رہتے ہیں۔"
وہ اپنی بات پر قائم رہا تو ماشا نے شاکی نظروں سے ریشام کو دیکھا۔
"مت تنگ کرو اسے فاز۔۔"
اس نے آنکھوں میں ہی اسے باز رہنے کو کہا۔
"میں کہاں تنگ کر رہاہوں؟؟"
"وہ اپنے بھائی کو شکایت لگا دیگی تمہاری پھر ٹھیک رہے گا؟"
اس نے گھور کر پوچھا۔
"تم یاددلا دو انھیں۔۔"
جواباً فاز نے اسے نارا صگی سے دیکھا۔
"کپ دو۔"
ریشام نے اس کے ہاتھ سے کپ چھین کر ماشا کی جانب بڑھا دیا تھا۔
"فکر مت کرو اس کے علاوہ ہماری حویلی میں اور کوئی جن نہیں ہے۔۔"
"استغفراللہ۔"

وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

کچھ فائلز کو اپنے سامنے رکھے انھیں ری چیک کرتے ہوئے وہ ساتھ ہی کن انکھیوں سے اسے بھی دیکھ رہی تھی جو راکنگ چئیر پر پیچھے کو ٹیک لگائے بیٹھا فون کال پر مصروف تھا۔ مہماہ کو لگا جانے وہ کتنی راتوں سے ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا تھا۔ اس کا چہرہ تکان زدہ سا تھا۔ عبیر کے جانے بعد اسے شدت سے محسوس ہوا تھا کے اس نے کس خوش اسلوبی سے شارٹ معاملات کو مینج کر رکھا تھا۔
سالار کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری آن پڑی تھی۔
سعادت غازی عبیر کے غم میں ہارٹ پیشنٹ بن کر آفس آنا کب کا چھوڑ چکے تھے۔ وہاج غازی زیادہ تر دوسرے شہروں اور بیرون ممالک کی برانچز کے وزٹ پر ہوتے تھے۔ صرف ایک ضمیر غازی ہی تھے جو آفس میں اس کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ لیکن اتنا ساتھ بھی ناکافی تھا۔
عبیر تو بزنس کے علاوہ حویلی میں بھی سب کو ٹائم دیا کرتا تھا۔ سب کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ بریزے، ریشام، فاز اور عاشر کے کرنے ہی مسئلوں کو سلجھایا کرتا تھا۔ دادا جان کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھ کر ان سے گفتگو کیا کرتا تھا۔
وہ ہر چیز میں ماہر تھا۔ سب کچھ آرام سے ہینڈل کر لیا کرتا تھا۔
لیکن سالار غازی اس کی جگہ پر نہیں کر پارہا تھا۔
عبیر غازی کے جانے کے بعد جو ایک خلا سا ان سب کی زندگیوں میں آیا تھا۔ اسے بھرنے کی کوشش میں وہ نہ ٹھیک سے عبیر کی جگہ لے پا رہا تھا اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر پا رہا تھا۔
وہ ذہنی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ وہ شدت سے دعائیں مانگا کرتا تھا کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور سب پہلے کی طرح ہو جائے۔
"تمہارے بھائی کا کچھ پتا چلا؟"
اس نے فون بند کر کے ٹیبل پر رکھا تو مہماہ نے اسے مخاطب کیا۔ جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"انس کو لگتا ہے کے وہ کسی دوسرے ملک جا چکے ہوں گے اب تک تو"

"لیکن وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ ڈھونڈ ہی لے گا انھیں"

"معلوم ہے مجھے لیکن میں تو یہی دعا کرتا ہوں کے بھائی ہمیشہ روپوش ہی رہیں تو بہتر ہیں!"

"کیا مطلب؟ تم نہیں چاہتے کے وہ واپس آئیں؟"

مہماہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"انس کے اندر جو انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے وہ صرف عبیر بھائی کے خون سے ہی بجھے گی۔۔بے شک بھائی نے اس کے پیرنٹس کا قتل کیا ہے۔ جو ایک ناتلافی جرم ہے۔۔ اسی لئے میں نہیں چاہتا کے وہ کبھی منظر عام پر آئیں۔۔کم از کم دل کو یہ ڈھارس تو ہوگی نہ کے وہ جہاں بھی ہیں زندہ سلامت ہیں"

"تم بہت محبت کرتے ہو نا بھائی سے؟"

"وہ میرے بہترین دوست تھے! کبھی انھوں نے بڑے بھائیوں والا رعب نہیں جمایا مجھ پر۔ ہمیشہ میرے ساتھ دوستانہ انداز میں ہی پیش آتے تھے۔ میرا دل تو آج بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں کے وہ کسی مافیا گینگ سے بھی منسلک ہو سکتا ہے۔

چھوٹے سے باغیچے میں لکڑی کی میز اور دو کرسیاں پڑی تھیں۔ اطراف کی کیاریوں میں خوشنما پھول اور ہریالی الگ ہی آنکھوں کو فرحت بخش سا تاثر دے رہی تھیں۔

بظاہر تو وہ میز پر پڑی اپنی کتابوں اور لیپ ٹاپ کی طرف ہی متوجہ تھا لیکن نظریں تھیں کے بھٹک بھٹک کر اس گرے سوٹ والی لڑکی کی طرف کو چلی جاتی تھیں۔ سادے سے سوٹ میں اپنی کھلتی سی رنگت میں وہ اس خوشگوار ماحول کا حصہ ہی لگ رہی تھی۔

"آپ کو گارڈننگ کا شوق ہوگا جبھی آپ نے اتنی خوبصورتی سے لان کو سیٹ کر رکھا ہے۔

ہاتھ میں گرم کافی کا مگ پکڑے وہ اندرنی عمارت کو جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھی بوا سے محو گفتگو تھی

جو پائپ لگائے پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔

"مجھے تو اتنا شوق نہیں ہے جتنا عاشر بیٹا کو ہے۔۔وہ تو کہتے ہیں بے شک آپ گھر پر اتنی توجہ نہ دیں لیکن لان کو ہمیشہ ہرا بھرا ہی رہنا چاہیئے۔۔ان کو بہت پسند ہیں رنگ برنگ کے پھول "

بریزے نے کچھ تعجب سے نظریں گھما کر عاشر کو دیکھا جو اپنی پڑھائی میں منہمک تھا۔

"حیرت سے کبھی اس نے بتایا ہی نہیں کے اسے پھول پسند ہیں"

"وہ کہاں کسی سے اپنے دل کی باتیں کرتے ہیں بیٹا"

"کئی دفعہ تو صرف پڑھائی کا بہانہ کر کے یہاں آتے ہیں۔۔اور سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔۔نہ کچھ کھانے کا ہوش ہوتا ہے نہ پینے کا۔۔"

"تو آپ نے کبھی پوچھا نہیں اس سے کے کیوں پریشان ہے ؟"

"ہم ملازم لوگ ہیں بیٹا۔۔ہماری اتنی حیثیت کہاں جو مالکوں کی ذاتی زندگی میں مداخلت کریں"

وہ لب دانتوں تلے دبائے پر سوچ نظروں سے گاہے بگاہے اسے دیکھ رہی تھی۔

آج تو اسے ایک الگ ہی عاشر کو جاننے کا موقع ملا تھا۔

"آپ بیٹھو بیٹا۔۔میں کھانے کا انتظام دیکھتی ہوں"

وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئیں تو بریزے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی کے پاس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کتنا کام رہ گیا ہے تمہارا؟"

"اس نے بوریت سے پوچھا۔

"ابھی تو شروع کیا ہے"

جواب مصروفیت بھرا تھا۔

"میں کچھ دیر کے لیے باہر چلی جاوں؟"

"نہیں"

"زیادہ دور نہیں جاوں گی --قریب سے ہی واپس آجاوں گی"

"نہیں"

"پھر میں کیا کروں اس قید خانے میں؟"

"تم اپنی مرضی سے اس قید خانے کی قیدی بننے آئی ہو--"

"ہاں معلوم ہے مجھے جتانے کی ضرورت نہیں ہے--لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کے میں سارا دن گھر میں بند ہی رہوں--"

"کچھ دیر انتظا کرو۔میرا کام ہو جائے گا تو میں لے جاوں گا تمہیں۔"

"صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس !"

وہ حتمی انداز میں بولی۔

"میرا ابھی کافی کام رہتا ہے "

"مجھے نہیں معلوم--ورنہ میں اکیلی چلی جاوں گی۔"

"تم اکیلی اس گھر سے باہر نکلیں تو پہلی فرصت میں تمہیں حویلی چھوڑ کر آوں گا"

وہ کافی پر سکون انداز میں اسے وارن کررہا تھا۔

"پتا نہیں کیوں کر لی میں تم سے شادی"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھی ۔

انس تو صبح فجر کے وقت ہی شہر کے لیے نکل گیا تھا۔ اور جاتے ہوئے اسے ڈھیروں تاکید کر کے گیا تھا کے اپنے جذبات پر قابو رکھے--صرف چند گھنٹے ہی یہاں گزارنے ہیں--کسی کے ساتھ کوئی بحث نہیں کرنی--

ماتھے پر تیوریاں لئے اس نے نا چاہتے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔

سعادت غازی نے فاز کو کہا تھا اسے گھر واپس لے جانے کے لئے۔۔

انس بھی اسے یہی کہہ کر گیا تھا کے فاز اسے لے جائے گا۔۔ لیکن وہ بنا کسی کو بتائے داریان کو کل رات ہی فون کر کے حویلی آنے کے لیے کہہ چکی تھی۔

فاز غازی اس کے لئے ناقابل برداشت انسان تھا۔۔وہ اتنا سفر اس کی سنگت میں نہیں گزارنا چاہتی تھی۔

"کچھ دن ٹھہر جاتی بیٹا۔۔"

حمنہ چاچی اسے گلے لگائے کہہ رہی تھیں۔۔" میری اسٹڈیز کا لاس ہو رہا ہے ۔۔ورنہ میں ضرور رک جاتی۔۔" مروت نبھاتے ہوئے وہ بھی زبردستی مسکراتے ہوئے ہوئے بولی۔۔ورنہ تو بس دل چاہ رہا تھا کے جلد سے جلد اس حویلی سے نکل جائے۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔اپنی پڑھائی مکمل کر لو ۔۔پھر تو تم نے مستقل یہیں آجانا ہے"

حمنہ غازی نے لاپرواہی سے کہا تو اس نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن انس بھائی اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے یہاں شفٹ ہونے کا۔۔"

"ارے نہیں بیٹا میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔اصل میں تمہاری اور فاز کی شادی کے بعد تو تم نے یہیں رہنا ہوگا نا؟"

وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں جب کے ریشام اور رائمہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

ان دونوں کی آنکھوں میں ماشا کے رد عمل کا خوف تھا۔

"ابھی یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے بھابھی ؟ ابھی تک تو انس سے بھی اس بارے میں بات نہیں ہوئی"

رائمہ غازی نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اشاروں کنائیوں میں انھیں خاموش رہنے کو کہا۔

"تو انس کون سا اعتراض کرے گا؟؟"

"انھیں بھلے اعتراض نہ ہو لیکن مجھے ہے ۔۔۔"

وہ اچانک ہی چھبتے ہوئے لہجے میں بولی۔
''میں مر کے بھی اس حویلی میں شادی نہیں کروں گی جہاں میرے ماں باپ کے قاتل رہتے ہیں۔۔''
''ماشا۔۔پلیز ۔۔''
ریشام نے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے خاموش رہنے کو التجا کی۔۔
''میں کیسے خاموش ہو جاوں؟۔۔ابھی تک میں صرف اپنے بھائی کی وجہ سے برداشت کر رہی تھی لیکن ایک بات آپ سب میری دھیان سے سن لیں۔۔اگر کسی نے ایسا سوچا بھی تو اچھا نہیں ہوگا۔۔''
''تم اپنے ماں باپ کے قتل کا الزام ہم سب پر لگا رہی ہو؟''
''کیوں کے یہی سچ ہے۔۔''
''تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہے یہ کہنے کی؟ ایک تو ہم تمہیں یتیم سمجھ کر تمہارے سر پر ہاتھ رکھ رہے ہیں۔۔تمہیں سہارا دے رہے ہیں اور تم ہمیں ہی برا بنا رہی ہو؟؟''
حمنہ غازی کے الفاظ تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہوتے جارہے تھے ۔۔آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔
''آپ کو میری وجہ سے خود کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں یتیم ہوں لیکن لاوارث نہیں ہوں۔۔میرا بھائی موجود ہے میری فکر کرنے کے لئے ''
ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے چبا کر کہا۔۔
''کیا ہو رہا ہے یہاں؟''
وہ جو سعادت غازی کے کمرے میں بیٹھا ان کی ہدایتیں سن رہا تھا۔ شور کی آواز پر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ترنت نیچے پہنچا تھا۔ جہاں ماحول میں کافی تناو محسوس ہو رہا تھا۔
''میری بات تم کان کھول کر سن لو اور اپنے گھر والوں کو بھی بتا دو میں تم سے شادی کرنے کے بجائے زہر کھا کر مرنا پسند کروں گی۔۔''
ماشا کے آگ اگلتے الفاظ سن کر اسے سچویشن کا اندازہ اب بخوبی طور پر ہو چکا تھا۔ ملامت بھری نظروں

سے اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کے میں نے منع بھی کیا تھا ابھی اس بارے میں کوئی بات نہ کی جائے۔۔

"آئم سوری ماشا۔۔ان کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں"

"تم کیوں اس سے معافی مانگ رہے ہو؟؟ ایک تو ہم اس کا بھلا سوچ رہے تھے الٹا یہ تو ہمیں ہی باتیں سنارہی ہیے۔۔" وہ تلخ لہجے میں بولیں تو ماشا نے سر سے ڈھلکتی چادر کو ٹھیک کرتے ہوئے زخمی سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"مجھے آپ کے بھلے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!"

اندرنی عمارت سے نکل کر وہ باہر پورچ میں آئی۔۔ بیگ میں سے فون نکال کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔ جب کے آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ اپنی اتنی تذلیل اس نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔ "ماشا میری بات سنیں۔۔۔"

وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

"دور رہو تم مجھ سے !!"

"اوکے فائن پلیز میری بات سن لیں آپ ایک بار۔۔"

دونوں ہاتھ اٹھائے وہ تحمل سے بولا۔۔

"تمہاری ماں نے جو مجھے سنایا ہے وہ کافی نہیں ہے جو اب تمہیں بھی اپنا حصہ ڈالنا ہے؟"

"آپ اچھے سے جانتی ہیں میں آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا !"

وہ ملتجی لہجے میں بولا۔ کسی بھی صورت اس ناراض لڑکی کو منانا چاہتا تھا۔

جبھی کھلے مین گیٹ سے جی ویگن اندر داخل ہوئی۔۔ماشا وہیں ٹھہر گئی۔۔اس ہے گلابی چہرے پر آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔۔دل تو کرچیوں میں بٹتا جا رہا تھا۔

ڈرائنگ سیٹ سے اتر کر باہر نکلتے ہوئے داریان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

واپسی پر سعدین حویلی سے اسے ہمیشہ تحفے کے طور پر آنسو ہی ملتے تھے۔

"ماشا؟ سب ٹھیک ہے؟" اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ اس کے بازو پر سر ٹکائے سارے ضبط کھو چکی تھی۔

اس کے پیچھے آتے فاز کے قدم کچھ دور ہی تھمے تھے۔ شدید ناگواری کا احساس اس کے رگ و پے میں اترا۔

ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگائے وہ ایک جانب بیٹھا تھا۔ اس کی پوری زندگی اس کی آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چل رہی تھی۔

اسے اپنی یونیورسٹی کے دن یاد آرہے تھے جب رنگین مزاج دوستوں کی صحبت کی وجہ سے اس نے پہلی بار ڈرگز کا استعمال کیا تھا۔

اس کے لگلے دن اسی خود سے بھی شرم آئی تھی۔ ساتھ میں انتہا کا غصہ بھی۔

اس نے کبھی سوچا نہیں تھا زندگی کے ایک مقام پر وہ بھی یہ حرکت کر سکتا ہے۔

لیکن کچھ دن کی ملامت اور افسوس کے بعد وہ پھر اپنے انھی دوستوں کے ساتھ شریک تھا۔ وہ ڈرگز کا عادی نہیں بنا تھا۔ بہت کم مقدار میں استعمال کرتا تھا۔

اس کا دوست اسی کا کام کرتا تھا۔ اس نے عبیر کو اپنے ساتھ کام میں شریک ہونے کی آفر کی تو پہلے تو اس نے منع کر دیا۔ لیکن پھر صرف ایڈونچر کے طور پر کرنے کی ہامی بھرلی۔ وہ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوا تھا۔ اسے روپے پیسے کی کوئی تنگی نہیں تھی۔ لیکن اس غیر قانونی کام میں ملنے والے لاکھوں کروڑوں روپوں نے اسے اپنی پھر اسی راہ کا مسافر بنا دیا۔

اور جب اتنے سال گزرنے کے بعد وہ اس دنیا کا ایک جانا مانا مافیا بن چکا تھا۔

پہلے تو وہ صرف چھوٹے پیمانے پر ہی یہ کام کرتا تھا لیکن اب کئی ملکوں کے انڈر ورلڈ تک اس کی رسائی تھی۔

دنیا کے سامنے تو وہ سعدین حویلی کا سب سے بڑا اور فرمانبردار بیٹا تھا۔ جس کی شادی شدہ زندگی بھی قابل رشک تھی۔ ایک کامیاب بزنس مین۔۔

لیکن اس کا دوسرا چہرہ بلکل ہی انجانا تھا۔جس سے کوئی واقف نہیں تھا۔

وہ شوٹنگ میں ماہر تھا۔ لیکن اس نے کبھی کسی کی جان نہیں لی تھی۔

پہلی بار اس نے کسی پر گولی چلائی تھی۔ وہ بھی انس غازی کے ماں باپ پر۔۔

رضا غازی اس کے دوسرے چہرے کو پہچان چکے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا اگر انھیں قتل کر کے الزام کسی اور پر لگا دیا جائے تو کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

لیکن یہاں وہ غلط تھا!

وہ انس غازی سے واقف نہیں تھا۔

وہ سمجھ ہی نہیں سکا کے اس کے گھر میں بظاہر ملازم بنا ہوا وہ لڑکا در حقیقت اس کے بارے میں چھان بین کرتا پھر رہا ہے۔

"کیا ہوا ہے ماشا؟" داریان نے اپنے بازو پر سر رکھے روتی ماشا سے استفسار کیا۔ساتھ ہی ناقابل فہم نظروں سے فاز کو دیکھا۔"آپ مجھے گھر لے چلیں۔۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔" آنسوں کے درمیان وہ بمشکل بولی۔

"پہلے بتاو تو سہی کے ہوا کیا ہے؟" وہ اس کے رونے پر فکرمند تھا

"تمہیں ہمارے ذاتی معاملے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو۔ماشا کو میں خود ان کے گھر ڈراپ کر دوں گا!"

فاز نے پتھریلے لہجے میں دو ٹوک کہا۔"

"میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"ماشا آپ پلیز میری بات تو سن لیں ایک بار۔۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔۔نہ ہی اس حویلی اور اس کے لوگوں سے کوئی تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔۔بہتر ہوگا تم لوگ اپنی رشتے داری میرے بھائی تک ہی محدود رکھو۔۔"

وہ لب بھینچے کھڑا اس کے زہر میں ڈوبے الفاظ سنتا رہا۔۔

جبکے داریان خاموش کھڑا تھا۔ وہ ان دونوں کے درمیان کچھ نہیں بول رہا تھا۔

---------------------------------------۔

سارے جہاں سے اپنی روشنیاں سمیٹتا سورج دور پہاڑوں میں غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر چلتے ہوئے وہ ڈھلان کی طرف جا رہے تھے۔۔اس علاقے میں اکا دکا گھر ہی بنے تھے وہ بھی آبادی سے دور اونچائی پر واقع تھے۔

"اور کتنی دور ہے؟؟"

اس کے بازو کا سہارا لے کر چلتی بریزے کے لہجے میں اکتاہٹ اور تھکان تھی۔کافی منتیں کرنے کے بعد عاشر اسے باہر لے جانے پر رضا مند ہو گیا تھا۔۔ اس نے کہا تھا کے وہ اسے جھیل دکھانے لے جائے گا۔۔لیکن اتنی دیر تک چلنے کے بعد بھی جب اسے جھیل کے کوئی آثار نہ دکھائی دیے تو وہ پوچھ ہی بیٹھی۔۔۔

"بس تھوڑا سا اور چلنا ہے ۔۔زیادہ دور نہیں ہے۔۔"

"تم اتنی دیر سے یہی کہے جا رہے ہو۔۔مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔۔"

وہ منہ پھلا کر کہتی وہیں بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔۔

"دیکھو ہمارے پاس پہلے ہی بہت کم ٹائم رہ گیا ہے۔۔اگر سورج ڈوب گیا نہ تو وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور پھر واپسی میں بھی اندھیرے ہو جائے گا تو مشکل ہوگی گھر تک آنے میں۔۔"

"تم اتنی دیر سے کیوں نکلے گھر سے؟؟۔۔میں تمہیں کب سے کہہ رہی تھی نہ چلنے کے لئے۔۔لیکن تم سنتے ہی کہاں ہو میری بات؟"

بلیک شال کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ ٹھنڈ سے گلابی پڑ رہا تھا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے میری غلطی ہے۔۔لیکن ابھی تو اٹھو یہاں سے۔۔"

عاشر نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے دوبارہ اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

"میں نے اپنی پوری زندگی میں تمہیں پہلی بار اپنی غلطی تسلیم کرتے دیکھا ہے۔"

اس نے لہجے میں حیرانگی سمو کر کہا۔

"جب میری غلطی ہوتی ہے میں مان بھی لیتا ہوں۔۔تمہاری طرح نہیں ہوں جو غلط ہوتے ہوئے بھی اپنی بات پر ڈٹ جاوں۔۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟؟" وہ کینہ طوز نظروں سے اسے دیکھنے لگی---

"یہ دیکھو پہنچ گئے ہم--"

بریزے نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے ہی ایک جھیل تھی۔جس کے آس پاس بڑے بڑے پتھر تھے--

پہاڑوں کے بیچ سے نکلتا آبشار کا شور مچاتا پانی اس جھیل میں گر رہا تھا۔

دیو قامت پہاڑوں کے پیچھے چھپتے سورج کی ہلکی ہلکی سی کرنیں اس جھیل کے نیلے پانی میں پڑتے ہوئے ایک سنہرا سا تاثر دے رہی تھی--

آبشار سے گرتے پانی کا شور-- ٹھٹھراتی مسرور ہوائیں--وہ مسمرائز سی ہوتی ایک بڑے سے پتھر پر جا بیٹھی--

"صبح کے وقت تو یہ منظر اور بھی حسین ہوتا ہے--لیکن اس وقت تو آپ گہری نیند میں ہوتی ہیں اسی لئے آپ کو ابھی لے کر آیا ہوں--"

"اگر تم مجھے بتا دیتے کے یہ دکھانے کے لیے لا رہے ہو تو میں اٹھ جاتی--"

وہ بنا برا مانے بولی--

وہ چند قدم کے فاصلے پر سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا--

یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا بنا پلکیں جھپکائے--

بریزے کے لیے وہ ڈھلتی شام کا منظر سحر انگیز کرنے والا تھا جبکے عاشر کے لئے وہ منظر محظ تب تک خوبصورت تھا جب تک بریزے اس کا حصہ نہیں بنی تھی۔

اب تو اسے جیسے اس جگہ سے عشق ہو چلا تھا۔

آس پاس کئی طرح کے خوش رنگ پھولوں کی بہار تھی۔

وہ جگہ اس کی تنہائی کی ساتھی تھی۔ اس کی خاموشیوں کو سنتی اس کی دلجوئی کرتی تھی۔

وہاں کتنے ہی پل اس نے تنہا گزارے تھے۔ وہ جب بھی وہاں آتا تھا اس جھیل کے پاس بھی گھنٹوں بیٹھا کرتا تھا۔

آبشار سے گرتے پانی کی تیز بوندیں اس نے کتنی ہی اپنے چہرے کو بگھوتی محسوس کی تھی۔

کئی بار اس نے سورج کو پہاڑوں سے نکلتے اور ڈوبتے دیکھا تھا۔

وہ جگہ ایسی تھی جہاں وہ تنہا بھی کئی دن گزار سکتا تھا۔

لیکن آج اس کی تنہائی میں وہ لڑکی مخل ہوئی تھی۔

جسے وہ وہاں ہمیشہ بیٹھ کر سوچا کرتا تھا۔ اس کی تلخ باتوں کو یاد کر کے اپنے دل کو دکھاتا رہا تھا۔

بریزے آج پہلی بار وہاں آئی تھی۔ لیکن عاشر سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا کے وہ وہاں سے کبھی گئی ہی نہیں تھی۔

جس راز محبت کو وہ سب سے چھپاتا پھرتا تھا۔ اس جھیل کے پاس آ کر اپنے اوپر سے قابو کھو بیٹھتا تھا۔ وہاں وہ بنا کسی ڈر و خوف کے کتنے ہی پل اس کی یادوں میں گزارتا تھا۔

محبت کے دھیمے سروں میں بجتے گیت اس کی سماعتوں بخوبی پہنچ رہے تھے۔۔

لیکن شاید بریزے انھیں نہیں سن پا رہی تھی جبھی تو چہرہ موڑ کر اس نے عاشر کی جانب دیکھا تک نہیں تھا جس کی نگاہوں میں اس وقت کتنے ہی جگنو چمک رہے تھے۔۔

"اتنی خوبصورت جگہ ہے۔۔کیا یہاں بھی پریاں اترتی ہیں؟"

پیروں میں سے جوتے اتار کر جھیل کے ٹھنڈے پانی میں ڈالتے ہوئے اس نے عاشر سے استفسار کیا۔

"پریوں کا تو نہیں معلوم۔۔لیکن آج اس جھیل نے ایک چڑیل کو ضرور دیکھا ہے۔۔"

بریزے نے خفگی سے اسے دیکھا جس کی آنکھیں اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

"ٹھنڈ سے بیمار پڑنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے جھیل میں سے اس کے پیر نکال کر جوتے پہناتے ہوئے اس کی براون آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

ٹھنڈے پیروں پر اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرکے وہ نروس ہو گئی تھی

"پہن لوں گی میں۔۔"

اس کے ہاتھ اپنے پیروں پر سے ہٹانا چاہا تو اس نے بریزے کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔۔

وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا۔۔خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

بس دیکھے جا رہا تھا۔

جیسے پہلی بار اسے دیکھ رہا ہو

یا پھر اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھنے کی قسم کھا لی ہو۔

اسکی دل کی دھڑکنیں بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔

اتنی دور انجان جگہ پر وہ اس کے ساتھ اکیلی تھی۔۔

"تمہارا مجھے اس جھیل میں پھینکنا کا ارادہ تو نہیں ہے نا عاشر؟"

اس کے لہجے میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

"دیکھو۔۔ہمیشہ میری غلطی میری نہیں ہوتی تھی۔۔

وہ اسے اس کے ارادے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ عاشر کا اس قدر سنجیدہ انداز اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم مجھ سے لڑنے میں ہمیشہ اتنی مصروف رہیں بریزے غازی۔۔ کبھی میری آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔۔ایک بار بھی نہیں۔۔"

وہ اس کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ بریزے کو اسے گردن جھکا کر دیکھنا پڑ رہا تھا۔۔

جبکے وہ سر اٹھا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

آسمان پر ڈیرہ ڈالے سیاہ بادلوں نے برسنے کا قصد کر ہی لیا تھا۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر ٹپ ٹپ برس رہی تھیں۔

اس سے بے نیاز وہ اس کی جان کے درپے تھا۔ جس کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آچکا تھا۔

عاشر کی گرفت میں موجود اس کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔

"تم صحیح کہتی ہو۔۔تمہاری غلطی نہیں تھی۔۔ساری غلطی میری تھی۔۔ جو تمہاری سرد مہری اور نفرت کے باوجود بھی تمہاری محبت میں اتنا آگے بڑھتا گیا کے اپنے آپ سے سے غافل ہو گیا۔۔"

"یہ ۔۔تم کیا کہہ رہے ہو"

خشک لبوں پر زبان پھیرتی وہ اپنی نروسنز کو جھنجھلاہٹ کا روپ دیتی اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ کھینچ کر جھٹکے سے اٹھی۔

جانے کس احساس کے تحت اس کے گال دہک رہے تھے۔

اس کی طرف سے رخ موڑے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ آبشار کو دیکھنے لگی۔

کچھ ہی لمحے سرکے تھے کے اپنے شانوں پر ہلکا سا بوجھ محسوس کر کے وہ فوراً مڑی۔

جب تک وہ اسے اپنی گرم شال اسے اوڑھا چکا تھا۔

اس کی جیکیٹ تو وہ پہلے ہی ضد کر کے لے چکی تھی۔ زرا سی ٹھنڈ بھی اسے بخار میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"تم۔۔بیمار پڑ جاو گے۔۔" جھجھکتے ہوئے اس کی شال ہٹانی چاہی تو وہ روک گیا۔

"میری خیر ہے۔۔آپ کا بیمار پڑنا افورڈ نہیں کر سکتا میں !"

اس کے نزدیک آ کر اس کی شال ٹھیک کرتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔

اتنا کچھ اوڑھنے کے باوجود وہ کانپ رہی تھی جب کے وہ صرف بلیک ہائی نیک پہنے ہوئے بھی پر سکون کھڑا تھا۔

"تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔۔"

اس کی براون آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ لفظ کانپ رہے تھے۔ چہرہ گلابی پڑتا جا رہا تھا۔

اس کی ڈری ہوئی آواز سن کر وہ بے ساختہ ہی مسکرایا تھا۔

"یہاں سے واپس جائیں گے تو ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جانا۔۔لیکن جب تک یہاں ہیں مجھے بولنے سے مت روکو۔۔میں اب تھک چکا ہوں اپنی باتوں کو دل میں رکھتے رکھتے۔۔"

اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھے وہ تھکن زدہ سا بولا۔

وہ سانسیں روکے اسے دیکھ رہی تھی۔جہاں اس کی نگاہوں میں بریزے نے پہلی بار اپنے عکس کو جھلملاتے دیکھا تھا۔۔

"مس مہرماہ آپ کو فائل میں نے دی تھی وہ کام ہو گیا ہے؟؟۔۔سالار سر کو چیک بھی کروانی ہے"

زید نے عجلت میں اسے کہا تو لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرتے ہوئے اس نے جلدی سے جواب دیا۔

"کام ہو گیا ہے زید سر۔۔میں بس دس منٹ تک آپ کو بھجوا دوں گی ۔۔"

"جلدی بجھوا دیجئے۔۔"

وہ تاکید کرکے چلا گیا تو مہر ماہ نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر پڑی فائل اٹھائی اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ سالار کے روم میں موجود تھی۔

ایک نظر فائل کو دیکھنے کے بعد اس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا فائدہ میرا ایمپلائیز کو ہائیر کرنے کا اگر یہ کام مجھے ہی کرنے ہیں تو؟"

"میں زید سر کو یہ بتا کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتی کے مجھے کوئی کام نہیں آتا۔۔پلیز کر دو۔۔"

آخر میں اس کال لہجہ ریکوئسٹ کرنے والا ہو گیا تھا۔

"میرے علاوہ تمہیں سب کا ہی خیال ہے۔۔"

بڑبڑاتے ہوئے فائل اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"ویسے اچھا ہوا تم خود آ گئیں۔۔ورنہ میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا؟"

"کافی بنوانی ہوگی ضرور۔۔" اس نے تنک کر کہا۔

"یہ تمہارے لئے--"

اس نے ڈرا سے ایک فائل نکال کر اس کی جانب بڑھائی تو اس نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"دیکھو کھول کر--"

اس نے فائل اٹھا کر پڑھنا شروع کردی--

جو جو وہ پڑھتی گئی اس کے چہرے کے رنگ بدلتے گئے۔

بے یقین نظروں سے سالار کو دیکھا۔

کہیں وہ مزاق تو نہیں کر رہا تھا--

"تم سے اس قسم کا مزاق کر کے مجھے قتل ہونے کا شوق نہیں ہے--اس لئے یقین کر لو--"

وہ مطمئن سا بولا تو مہر ماہ نے ہاتھ کی پشت سے اپنے گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو صاف کیا۔جو بے ساختہ ہی نکل پڑے تھے

وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں لگ رہی تھی--

کچھ سال قبل جب اس کے والد سلطان زہیر کا سارا بزنس اور گھر ان کے دوست نے دھوکے سے اپنے نام کر لیا تھا آج اسی گھر اور بزنس کی فائل اس کے سامنے تھی۔

"تمہاری امانت واپس تمہیں مل گئی ہے--"

"کیا سچ میں بابا کا بزنس انھیں واپس مل جائے گا سالار؟"

وہ ابھی بھی یقین کرنے میں متامل لگ رہی تھی۔

"مل چکا ہے --"

"بابا یہ گڈ نیوز سن کر تو بہت خوش ہو جائیں گے --اور واپس صحتیاب ہو جائیں گے--" وہ آنسو بھری آنکھوں سے بھی پرجوشی سے مسکرا رہی تھی۔

"وہ میں نے انھیں پہلے ہی بتا دیا تھا--"

"کب؟ تمہاری ان سے کب بات ہوئی؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"آفس آنے سے پہلے میں ان سے ملنے ہی گیا تھا--"

"مجھے یقین نہیں آرہا --"

جو بات وہ ناممکن سمجھ کر کب کی ہی اس کی امید چھوڑ بیٹھی تھی آج وہ اچانک سے حقیقت بن کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

"بابا اور مجھ میں اتنی ہمت اور حوصلہ نہیں تھا کے اپنی محنت کو واپس حاصل کر پاتے--میں شکر گزار ہوں تمہاری"

اس کے لہجے میں تشکر تھا۔

وہ اس کی خوشی پر ایک طمانیت سی دل میں محسوس کر رکھا تھا۔

صرف اس کے چہرے پر یہ خوشی دیکھنے کے لیے اس نے فاروق زیدی جیسے انسان سے ٹکر لی تھی۔
جس نے سلطان زہیر سے دھوکے سے ان کی ساری پراپرٹی اور بزنس ہتھایا تھا۔

"انکل کا بزنس تو اب تمہیں ہی سنبھالنا ہے--اسی لئے میں کہتا تھا کے پڑھ لو تاکے تمہارے کام آئے"

"مجھے کیا معلوم تھا کے تم اس وجہ سے کہہ رہے ہو--لیکن تم کس لئے ہو؟ تم کرو گے نا میری ساری ہیلپ"

"تم مجھے ہائیر کر لینا۔۔میں فری میں تمہارا کام نہیں کروں گا"

مہراہ نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر گویا ہوا۔

"تم ابھی بھی یہی سمجھتی ہو کے میں ایک لالچی انسان ہوں؟ اور امیر لڑکیوں سے شادی کر کے ان کے پیسے لوٹ لیتا ہوں؟" اس نے ازحد افسوس سے پوچھا

"تم اتنے جدی پشتی امیر ہو۔ پھر بھی مجھ سے اپنی فیس چارج کرو گے؟"

"پوچھ تو لو پہلے کے مجھے فیس میں کیا چاہیئے؟"

"کیا چاہیئے؟"

"تم۔۔"

"میں؟"

اس نے شدید حیرانگی سے پوچھا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے ہی آیا تھا۔

"تم نے پہلے یہ بات کیوں نہیں کی جب میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا؟ اب میرے پاس پھر سے پراپرٹی اور بزنس ہے تو تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو"

مہراہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"فکر مت کرو میں تم سے جہیز کے نام پر تمہاری پراپرٹی اور بزنس نہیں مانگوں گا" اس نے اطمینان سے کہا

''ایسا تو ہو نہیں سکتا کے تمہیں صرف مجھ سے مطلب ہو۔۔سچ بتاو چاہتے کیا ہو تم آخر؟'' وہ جانے کیوں مشکوک تھی

''اتنے ٹائم سے میرے پاس جاب کر رہی ہو۔۔ابھی تک تم مجھے جان نہیں پائیں کے سالار غازی اصل میں چاہتا کیا ہے؟''

''اصل میں۔۔اگر میں نے تم سے شادی کرلی تو سارے ایمپلائیز کی باتیں سچ ہو جائیں گی'' اس نے ہچکچاہٹ سے کہا

''کون سی باتیں؟''

''یہیں کے مہراہ سلطان نے سالار غازی کو اپنے جال میں پھنسا کر اس سے شادی کر لی''

''اس میں جھوٹ کیا ہے؟ '' سالار نے مصنوئی حیرانگی سے پوچھا

''تمہیں بھی یہی لگتا ہے کے میں نے تمہیں۔۔''

''اچھا ٹھیک ہے جو بھی یہ بات کہے گا میں اسے آفس سے نکال دوں گا ٹھیک ہے؟''

''تمہارا نقصان ہوگا۔۔سارا اسٹاف فارغ کر دوگے تو تمہارا کام کون کرے گا پھر؟''

''میں مینج کر لوں گا۔۔مجھے بس جواب دو''

''آفس کوئی اتنی اچھی جگہ تو نہیں جہاں پرپوز کیا جائے۔۔لیکن خیر ہے دو بزنس کرنے والوں کو یہی جگہ سوٹ کرتی ہے ''

''دو بزنس کرنے والے؟ ۔۔''اس نے ابرو اٹھا کر دیکھا۔

''میں ریزائن کر رہی ہو۔۔آج سے میں تمہاری سیکریٹری نہیں ہوں''

"میرا سارا اسٹاف بھی جاب چھوڑ دے تو مجھے اتنا مسئلہ نہیں ہوگا جتنا تمہارے چلے جانے سے ہوگا"

"ایموشنل مت کرو۔۔ جاتے ہوئے آخری بار تمہارے لئے کافی بنا دوں گی"

"میں سوچ رہا ہوں تمہاری کمپنی اپنی کمپنی میں مرج کر لیتا ہوں۔۔پھر تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی"

"سوچنا بھی مت ایسا۔۔میں خود اپنے بزنس کو ہینڈل کرنا چاہتی ہوں۔۔اور دیکھنا ایک دن غازی انڈسٹریز سے بھی زیادہ میری کمپنی کے نام کی شہرت ہوگی۔ "

"بلکل تمہاری کمپنی مارکیٹ میں آگئی تو ہمارا کام تو ٹھپ ہو جائے گا۔۔" وہ افسوس سے سر میں نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

"فکر مت کرو تمہیں تو میں اپنے اسسٹنٹ کی جاب پر رکھ ہی لوں گی"

"ابھی سے اپنی سی وی جمع کروادوں تمہارے پاس؟"

"تم سے تھوڑی سی وی لوں گی۔۔۔فکر مت کرو ایسے ہی رکھ لوں گی تمہیں جاب پر۔۔"

وہ اتنے وثوق سے کہہ رہی تھی کے یعنی اس نے ابھی سے یہ گمان کر لیا تھا کے مستقبل میں وہ واقعی بینک کرپٹ ہو کر روڈ پر آنے والا تھا۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی اس سے وہ باتیں کہنے کی؟؟"

وہ شدید بھپرا ہوا تھا۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے اسے؟ اور تم مجھ سے یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو فاز؟" حمنہ غازی کو اس کا انداز سخت ناگوار لگا تھا۔

"آپ کو نہیں پتا آپ نے کیا کچھ کہا ہے اسے۔"

"بس بات کو یہیں ختم کر دو۔۔"

"کیسے بات کو ختم کر دوں؟"

"تمہیں اتنا غصہ آخر کس بات پر آ رہا ہے؟" وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"آپ اچھے سے جانتی ہیں مجھے کس بات پر غصہ آرہا ہے"

اس کی آنکھیں ضبط سے گلابی ہو رہی تھیں۔

چبا چبا کر کہتا وہ وہاں رکا بھی نہیں تھا۔

"بلکل ہی پاگل ہو گیا ہے"

حمنہ غازی بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"تم نے بھی بہت زیادتی کی ہے حمنہ۔۔کہنے سے پہلے ایک بار تو سوچ لیا ہوتا"

رائمہ غازی کے انداز میں بھی افسوس تھا۔

ہیٹر کے باعث کمرے میں کافی گرمائش تھی۔ کمفرٹر کو اچھی طرح خود پر اوڑھے وہ نیند کی گہری وادیوں میں اتری ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ گال تلے رکھے دنیا مافہا سے بے خبر تھی۔ بخار کے باعث اس کا گلابی چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا۔

رات کافی بیت چکی تھی۔ وقفے وقفے سے ہوتی بارش نے ٹھنڈ میں بے انتہا اضافہ کر رکھا تھا۔

لیکن ہر چیز سے بے نیاز وہ اس کے قریب بیٹھا اسے تکنے میں مصروف تھا۔

اس کی نظروں کی تپش پر اس نے ہلکی سی پلکیں وا کر کے اسے دیکھا۔

"سوئے نہیں تم ابھی تک؟" اس نے نیند میں ڈوبی آواز میں کچھ حیرانگی سے دریافت کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی"

"سو جاو عاشر۔۔ تم مجھے ڈسٹرب کر رہے ہو۔۔"

"میں بس تمہیں دیکھ رہا ہوں"

"پہلی بار دیکھ رہے ہو؟"

اس نے الجھن سے پوچھا

"مجھے تو یہی لگ رہا ہے۔۔"

اس کے گرم ہاتھ کو اپنے سرد ہاتھوں میں تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے وہ پرشوق انداز میں بولا۔

"پانی پینا ہے مجھے۔۔"

بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے فلو کی وجہ سے نقاہت سے کہا تو عاشر نے سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی بھر کے اس کے جانب بڑھا دیا۔

"مجھے کل ہی واپس جانا ہے۔۔مزید یہاں نہیں رہنا مجھے"

"دو گھونٹ ہی لے کر اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"لیکن میں نے تو ابھی تک اپنی کتابیں کھول کر بھی نہیں دیکھی"

"تم شوق سے رہو یہاں۔۔بس فاز کو فون کر کے کہہ دو کے مجھے یہاں سے آ کر لے جائے۔۔"

"تم میرے ساتھ آئیں تھی تو میرے ساتھ ہی واپس جاو گی۔۔۔"

بریزے نے ابرو اٹھا کر اس کے پرسکون سے تاثرات کو دیکھا۔

"تم کچھ زیادہ فری ہونے کی کوشش نہیں کر رہے مجھ سے؟"

نا محسوس انداز میں کمفرٹر کو خود پر کھینچتے ہوئے اس نے چھبتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں بھولی نہیں ہوں تم کس طرح میری انسلٹ کیا کرتے تھے۔۔"

"صرف میں کرتا تھا؟"

"تم نے مجھے نکاح کے بعد بہت ٹارچر کیا تھا۔۔جب مجھ سے محبت تھی تو پھر تب اتنا غصہ کیوں دکھایا تھا سب کو؟"

"تم نے بچپن سے لے کر آج تک صرف مجھے ذہنی اذیت ہی دی ہے۔۔"
"بریزے ایسی ہے بریزے ویسی ہے۔۔ہر وقت تم مجھے ڈانٹے رہتے تھے۔۔یا پھر دوسروں سے ڈانٹ سنواتے تھے۔۔ایسی ہوتی ہے محبت؟"
وہ سخت سیخ پا تھی۔۔شکایتوں کا ایک نا ختم ہونے والا انبار تھا اس کے پاس۔
وہ بنا کچھ کہے زیر لب مسکراہٹ دبائے چپ کر کے اس کی ساری شکایتیں سنتا جا رہا تھا۔ پھر تھوڑا سا اس کی جانب بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔
اس کی ساری شکایتیں وہیں دم توڑ گئی تھیں۔
"ہزار دفعہ کہو گی تو ہزار دفعہ تم سے معافی مانگ لوں گا۔۔"
نرمی سے اس کے بال سہلاتے ہوئے وہ اسے حیران پر حیران کیئے جا رہا تھا۔
اس نے آج تک کبھی بھی عاشر کے منہ سے لفظ "سوری" نہیں سنا تھا۔
"تمہاری طبعیت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔"
وہ تشویش زدہ تھی۔ اب وہ بھی کیا کرتی عاشر کا بدلا ہوا انداز اسے پریشان کر رہا تھا۔
وہ اس عاشر سے شناسا نہیں تھی۔

تمہارے دل میں اس کے لئے جو جذبات ہیں ان سے انس واقف ہے؟"
"مجھے نہیں معلوم"
"فاز۔۔ سچ بتاوں تو میں نے تمہیں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔۔تم تو اتنے کالم انسان ہو"
"پتا نہیں سالار بھائی۔۔لیکن اس کے معاملے میں خود کو بہت بے بس محسوس کرتا ہوں۔۔
"اسے روتے ہوئے دیکھتا ہوں میرا دل جیسے آگ کی تپش سے جلنے لگتا ہے۔۔۔"
"یہ جاننے کے باوجود کے وہ مجھے نا پسند کرتی ہے۔۔بلکے ایک طرح سے نفرت ہی کرتی ہے۔۔پھر بھی میرا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔۔میں اسے اپنے ذہن سے، اپنی سوچوں سے۔۔اپنے خوابوں سے

نکال ہی نہیں پا رہا"
"ٹھیک ہے--"
وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا تو فاز نے خفگی سے اسے دیکھا۔
"کیا ٹھیک ہے؟ --میں آپ سے اپنی پریشانی شئیر کر رہا ہوں۔کم از کم مجھے کوئی تسلی دلاسہ ہی دے دیں--"
"میرے پاس تمہیں تسلی دینے کے لیے الفاظ نہیں ہیں کیوں کے میں خود بھی اس قسم کی پریشانی سے دوچار ہوں"
"سیرئیسلی؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔
"نہیں مزاق کر رہا ہوں"
وہ فوراً ٹال گیا۔
"سہی سے بتائیں نا--اچھا وہی آپ کی سیکریٹری؟"
"شٹ اپ"
"چھپے رستم ہیں آپ --"
وہ شوخی سے بولا۔
"کسی کے سامنے ذکر بھی مت کرنا ورنہ بہت مار کھاو گے مجھ سے "
"میری شادی کا تو دور دور تک کوئی سین نہیں--میں تو کہتا ہوں کے ریشام اور انس بھائی کے ساتھ آپ بھی مہماہ بھابھی سے نکاح کروا ہی لیجیے"
"وہ ابھی خود کا بزنس اسٹیلنش کرنا چاہتی ہے--ابھی شادی کرنے کا کہوں گا تو سر پھاڑ دے گی میرا"
وہ بڑبڑا کر بولا۔
"ویسے بتا تو دیں کہاں ملے تھے ان سے پہلی بار؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔
"تمہیں سناو گا میں اپنی لو اسٹوری ؟ اٹھو یہاں سے۔۔دیکھو ان لائٹس میں اسپارک ہو رہا ہے۔۔جا کر ٹھیک کرو۔۔"
وہ جان چھڑانے والے انداز میں گویا ہوا
"غلط کر دیا میں نے اس فیلڈ میں آ کر۔۔مفت کا الیکٹریشن ہی سمجھ لیا ہے مجھے۔۔"
وہ کلس کر رہ گیا۔

"اب تو میں مر کے بھی کبھی وہاں قدم نہیں رکھوں گی۔۔ سمجھتے کیا ہیں وہ لوگ خود کو۔۔"
"ماشا بس کر دو۔۔"
عیشہ کے گلے لگی وہ کب سے رونے کے ساتھ ساتھ یہی دہرائے جا رہی تھی۔۔۔
"آپ کو معلوم بھی ہے ان لوگوں نے کیا سلوک کیا ہے میرے ساتھ؟۔"
آنکھوں میں آنسو بھرے اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے انس کو دیکھا جس کے چہرے پر کوئی تاثرات ہی نہ تھے۔
"آپ نے مجھے دوبارہ وہاں جانے کا کہاں تو اچھا نہیں ہوگا بھائی۔۔"
"وہ ہمارا گھر ہے ماشا۔۔"
"وہ لوگ ہمارے کچھ نہیں لگتے۔۔میں نے پہلے ہی کہا تھا ان لوگوں سے کوئی رشتے داری نہ رکھیں لیکن
لیکن آپ ناجانے کیوں ان سے اتنی ہمدردی کرتے ہیں۔"
"میں تو کہتا ہوں فاز غازی سے اس کی شادی کروادیں انس بھائی۔۔پھر اسے اپنے خاندان شاید اتنے برے نہ لگیں۔۔"
فروٹ چاٹ کا باول ہاتھ میں پکڑے۔ فوک میں سیب کا ٹکڑا پھنسا کر منہ میں ڈالتے ہوئے مہد نے

مشورہ دیا تو ماشا نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

فاز غازی کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہو جایا کرتا تھا۔

"آپ نے انھیں اسی وقت منع کیوں نہیں کیا انس بھائی؟"

وہ شدید جھنجھلاہٹ کا شکار اس سے مخاطب ہوئی۔

"میں کیسے منع کرتا؟ مجھ سے تو کسی نے اس معاملے میں کوئی بات ہی نہیں کی۔۔"

"تو کیا وہ لوگ اپنی طرف سے ہی سارے فیصلے کر کے بیٹھ گئے ہیں؟"

"اگر دادا جان نے مجھ سے اس بارے میں بات کی تو میں سوچوں گا ضرور ۔۔"

وہ چند پل شاکی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"آپ دیکھ رہے ہیں فرمان بھائی انھیں؟"

اب کے اس کا رخ فرمان کی طرف ہوا۔ وہ وقت ان کا نیوز دیکھنے کا ہوتا تھا۔لیکن ماشا کے لئے وہ اپنی ساری مصروفیات کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔۔" انھوں اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تو مہد اور دائم بے ساختہ ہنس پڑے۔۔

"دیکھو ماشا رانی میرے بھائی کو اموشنل بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔یہ تمہارے اور میرے رشتے کے لئے کبھی نہیں مانیں گے۔۔میں تو کہتا ہوں بھاگ چلتے ہیں ہم یہاں سے۔۔۔"

وہ صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ مہد اس کے پیچھے کھڑا اس کی جانب جھکے رازداری سے بول رہا تھا۔

"تم سے اچھا تو پھر وہ فاز ہی ہے۔۔"

"چلو بھئی ہو گیا فیصلہ۔۔فاز غازی کے لئے ہاں کر ہی دی آخر۔۔"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔ تم تو چپ ہی کرو"

وہ کھا جانے والے انداز میں اسے بولی۔

"تمہاری تائی ماں کہاں ہے؟"

وہ سعادت غازی کو دوائی سے رہی تھی جب انھوں نے استفسار کیا۔
"عبیر بھائی کے روم میں" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔
سفینہ غازی اور وجاہت غازی کا زیادہ تر وقت عبیر کے کمرے میں اسے یاد کرتے ہوئے ہی گزرتا تھا۔ ان کا سارا غرور اور انا جیسے کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی عبیر غازی کو یاد کرنے کے علاوہ انھیں کوئی دوسرا کام تھا ہی نہیں۔
اب تو عبیر غازی کا نام بھی اس حویلی میں شاذونادر ہی کسی کی زبان سے ادا ہوتا تھا۔ وہ نہیں تھا۔ لیکن ہر جگہ اس کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ سالار نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ چاہتا بھی نہیں تھا کے وہ کبھی منظر عام پر آئے۔
اسے اپنے بڑے بھائی سے آج بھی اتنی ہی محبت تھی جتنی پہلے تھی۔انس کے ارادوں سے وہ باخبر تھا۔ جبھی یہ نہیں چاہتا تھا کے وہ کبھی واپس ان کی زندگیوں میں آئے۔
وقت کے ساتھ ساتھ سب اس کے بغیر اسے یاد کئے بغیر اپنی زندگیوں میں لوٹتے جا رہے تھے۔ اس کی بیوی سارہ اس حویلی سے کبھی جانا نہیں چاہتی تھی۔ اسے کامل یقین تھا ایک دن وہ واپس ضرور لوٹے گا۔۔اسے دن کی آس اور امید پر وہ اس کی منتظر تھی۔ لیکن اس کے گھر والوں کو جب علم ہوا تو انھوں نے اسے وہاں ایک دن نہیں رہنے دیا تھا۔ اسے زبردستی وہاں سے لے گئے تھے۔
وجاہت غازی دل کے عارضے میں مبتلا ہو کر صرف اپنے کمرے تک کے رہ گئے تھے۔ بزنس سارا سالار کے کنٹرول میں تھا۔ جس میں وہاج غازی اور ضمیر غازی بھی شریک تھے۔

"کیوں فون کیا ہے تم نے مجھے؟"
"میں بس آپ سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔۔مما کے رویے کی وجہ سے۔۔"
"تم ان کی طرف سے معافی کیوں مانگ رہے ہو؟۔۔"
"میں نہیں چاہتا کے آپ کے دل میں میری فیملی کی طرف سے کوئی بھی خلش رہے"

"نہ تو میرا تم سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی تمہاری فیملی سے۔۔جتنے تعلقات رکھنے ہیں میرے بھائی سے رکھو۔۔ مجھ تک پہنچنے کی کوشش بھی مت کرنا"

"کیا انگارے چباتی ہیں سارا دن؟"

"تم سے مطلب؟"

"مطلب تو میرے ہی ہیں اگر آپ غور کریں تو۔۔"

اس کے گھمبیر لہجے میں کہی بات کو اس نے با مشکل ضبط کیا تھا۔

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔۔"

"کیا ہوا ہے؟"

فاز نے نا سمجھی سے پوچھا لیکن وہ سن کہاں رہی تھی۔

اپنے کمرے سے نکل کر دھڑ دھڑ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے پہنچی جہاں لاونج میں ہی اسے انس بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ شاید اپنے آفس کے کام میں مصروف تھا جبھی سینٹرل میز پر کافی سارے کاغذات اور فائلز پڑی تھیں۔

فون بھی کندھے اور کان کے بیچ دبائے کسی سے محو گفتگو تھا۔

ماشا کے وہاں آنے پر اس نے ابرو کے اشارے سے پوچھا تو اس نے بنا کچھ کہے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔

انس نے نا سمجھی سے اس کے بڑھائے ہوئے فون کو دیکھا جہاں کال ابھی بھی جاری تھی۔ اس نے اپنا فون کان سے ہٹا کر ماشا کا فون لگا لیا۔

"سب ٹھیک تو ہے نا ماشا؟"

دوسری جانب سے فاز کی کچھ پریشان سی آواز ابھری تو انس کو سارا معاملہ سمجھ آیا۔

"ماشا کا بھائی بات کر رہا ہوں"

اس نے سنجیدگی سے کہا تو دوسری جانب فاز کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔

اس کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔

"اس انسان کو آپ اپنی زبان میں سمجھا دیں بھائی۔۔میرے کہنے کا تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا"

ساتھ ہی ماشا کی جلی بھنی آواز بھی اس نے سنی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے فاز غازی؟ کیوں میری بہن کو تنگ کر رہے ہو تم؟"

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی انس بھائی۔۔وہ آپ کا نمبر نہیں لگ رہا تھا تو اس لئے آپ کی بہن کے نمبر پر کال کر لی تھی۔۔"

فلاوقت اسے یہی ایک بہانہ سوجھا.

"اچھا تو کیا بات کرنی تھی مجھ سے؟؟"

"وہ اتنی سنجیدگی سے بات کر رہا تھا کے نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی جگہ شرمندہ ہوئے جا رہا تھا۔

"یہ ریشام بات کرے گی آپ سے۔۔"

اس نے عجلت میں سامنے سے اپنی ہی دھن میں آتی ریشام کے ہاتھ میں فون تھما دیا۔

"کیا ہوا؟"

فاز کی اڑی رنگت دیکھ کر اس نے حیرانگی سے کہا۔

"بعد میں بتاوں گا۔۔فلحال ان کو تو سنبھالو۔۔"

اس نے کچھ نا سمجھتے ہوئے فون کان سے لگا لیا۔

"بتاو بھی ایسی کون سی ضروری بات کرنی ہے تمہیں مجھ سے؟۔۔جو ماشا کے نمبر پر فون کیا ہے"

انس کی بات سن کر اس نے ایک گھوری سے فاز کو نوازا۔۔

ساری سچویشن اسے خود ہی سمجھ آگئی تھی۔

"میں نے کہا تھا اسے فون کرنے کو۔۔۔مجھے بات کرنی تھی تم سے۔۔۔"

ریشام کی تحکم زدہ سی آواز سن کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"خیریت؟؟آپ کو بات مجھ سے کرنی تھی لیکن آپ نے فاز سے فون کروایا۔۔وہ بھی ماشا کے نمبر

پر؟"

"ایسے پوز مت کرو جیسے تم جانتے ہی نہیں ہو۔۔فون واپس دو ماشا کو"

"میں دے رہا ہوں اسے فون واپس۔۔لیکن آپ اپنے بھائی کو سمجھالیجئے ورنہ میں اپنے طریقے سے سمجھاوں گا"

"دھمکیاں انھیں دیا کرو جو تم سے ڈرتے ہیں۔۔۔مجھے مت دو"

"میں آپ کو نہیں آپ کے بھائی کو کہہ رہا ہوں"

"اسے بھی مت کہو۔۔بھائی ہے میرا"

فاز اپنی ہنسی دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

انس کے آگے تو وہ اور عاشر تک نہیں بول پاتے تھے۔ اور یہاں ریشام غازی اسے کسی خاطر میں ہی نہیں لاتی تھی۔

"جب تمہیں اس کی نیچر کا پتا ہے تو کیوں فون کیا تھا تم نے اسے؟"

اس نے فون واپس کرتے ہوئے گھور کے پوچھا۔

"بس معذرت کرنا چاہ رہا تھا مجھے کیا معلوم تھا کے وہ فون اپنے بھائی کو لے جا کر دے دے گی"

وہ کھسیانا ہو کر بولا

سینے پر دونوں بازو لپیٹے ریلینگ سے ٹیک لگائے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو لکڑی کے آہنی جھولے پر بیٹھی تھی۔دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھے گردن جھکائے۔

آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے جا رہے تھے

"وہ میرا ایک درد ناک ماضی ہے۔۔اس سے میری کئی خوشگوار اور تکلیف دہ یادیں وابستہ ہیں۔۔اور وہی میری زندگی کو ایک مختلف موڑ دینے کی بھی وجہ ہے۔۔۔میں اسے بھلا نہیں سکتا کبھی۔۔نہ ہی اس کی جگہ کسی اور کو دینے کا کبھی سوچ سکتا ہوں۔۔"

"لیکن وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔" اس نے بھیگا چہرہ اٹھا کر کمزور سا احتجاج کیا۔

اسے یہ بات بھی تکلیف دہ رہی تھی کے وہ اس لڑکی کے پیچھے کیوں اپنی زندگی کو ناسور بنا رہا ہے جو زندہ ہی نہیں ہے۔

"مجھے لگتا ہے وہ میرے آس پاس ہی ہے۔۔میں ابھی تک اس کی موجودگی محسوس کرتا ہوں۔۔وہ مجھ سے بہت دور جا کر بھی میرے دل کے نزدیک ہے"

"آپ اس سے بہت محبت کرتے تھے؟"

"ابھی بھی کرتا ہوں"

کتنا ٹھوس لہجہ تھا اس کا۔

ماشا کا دل پھر ٹکڑوں میں کٹنے لگا۔

"تم چھوٹی ہو ابھی۔۔جذباتی بھی حد سے زیادہ ہو۔۔کچھ ٹائم بعد تو تم اپنی یہ بے وقوفی یاد کر کے خود پر ہی ہنسا کرو گی"

"آپ کو میری فیلنگز مزاق لگتی ہیں؟"

اس کا بھیگا لہجہ پر شکوہ تھا

"جن کو پسند کیا جاتا ہے ان کی بات بھی تو ماننی چاہئے نا؟"

وہ اسے ایک چھوٹی بچی کی طرح ہی ٹریٹ کر رہا تھا۔ آج سے پہلے ہمیشہ اسے اگنور ہی کرتا آیا تھا۔ لیکن آج اس نے سوچا کے ایک دفعہ میں کھل کے بات کر ہی لینی چاہئے۔۔یہ نہ ہو کے وقت ہاتھ سے نکل جائے

"تو آپ چاہتے ہیں میں فاز غازی کے پرپوزل پر رضا مندی دے دوں؟"

"اس میں کیا برائی ہے۔۔وہ تمہارا کزن ہے"

"آپ سب کچھ جانتے بوجھتے ہیں یہ چاہتے ہیں کے میں اسے ہاں کہہ دوں"

"انس اور فرمان بھائی بھی یہی چاہتے ہیں"

"آپ اپنی بات کریں"

"تمہارے پرسنل میٹرز میں مجھے بولنے یا رائے دینے کا کوئی حق نہیں ہے"

"آپ جانتے ہیں میرے دل میں آپ کے لئے فیلنگز ہیں پھر بھی آپ چاہتے ہیں کے میں کسی اور سے شادی کر لوں؟"

"میں تمہیں اتنی دیر سے کیا سمجھا رہا ہوں ماشا؟"

"مجھے کسی اور سے شادی نہیں کرنی"

"اگر تم پہلے پڑھائی مکمل کرنا چاہتی ہو تو اس معاملے میں میں انس سے بات کر سکتا ہوں۔"

"مجھے آپ کا کوئی احسان نہیں چاہیئے"

"جلد یا بدیر تمہیں سمجھ آجائے گی کے فاز غازی ہی تمہارے لیے بہتر ہے"

"وہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو۔۔آپ کے جیسا نہیں ہو سکتا!"

"میں تم سے شرمندہ ہوں ۔۔لیکن میرے دل پر میرا کوئی اختیار نہیں۔۔"

"میرے دل پر بھی میرا کوئی اختیار نہیں ہے!"

"اگر تم اپنی ضد پر قائم رہو گی تو میں پھر یہاں سے کہیں چل جاوں گا۔۔"

"کہاں چلے جائیں گے؟"

"کسی بھی دوسرے ملک "

"آپ ایسے کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟"

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں ماشا۔۔اس سراب کے پیچھے مت بھاگو جس کے آخر میں تمہیں سوائے مایوسی کے کچھ نہیں ملے گا"

"آپ ہمیشہ سے یہی کرتے ہیں۔۔ہمیشہ میرا دل توڑتے ہیں"

بھل بھل بہتے ہوئے آنسوؤں کو وہ جتنا ہاتھ کی پشت سے رگڑ رہی تھی وہ اتنے ہی بہے جا رہے تھے۔

"آپ لوگوں کو جانا ہے تو جائیے میں وہاں نہیں جاوں گی۔۔"

سینے پر بازو باندھے وہ شدید ناراضگی سے گویا ہوئی۔

فرمان درانی کے علاوہ عیشہ، مہد اور دائم بھی سعدین حویلی جانے کی تیاری میں تھے۔

"ابھی صرف انس بھائی اور ریشام بھابھی کی ڈیٹ فکس کرنے جا رہے ہیں--تمہارا رشتہ پکا کرنے نہیں جا رہے--اس لئے تم ساتھ چل سکتی ہو"

"لیکن مجھے وہاں نہیں جانا فرمان بھائی--آپ جانتے تو ہیں سب"

اب کے وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ماشا--کوئی تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا--"

"پانچ منٹ میں تیار ہو جاو بس نکلنے لگے ہیں ہم"

عیشہ نے ایک ہینگر میں لٹکے دیدہ زیب سوٹ کو اسے تھمایا۔

"میری بات پر تو یقین ہے نہیں--اب خود ہی جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے گا کے کتنی عزت کرتے ہیں وہ لوگ ہماری"

"السلام و علیکم پھوپھو--"

براون شال کندھوں پر پھیلائے وہ لاونج میں آتے ہی رائمہ غازی کی جانب بڑھی جو ملازموں کو ہدایتیں دے رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام--اتنی جلدی واپسی ہو گئی تم دونوں کی؟"

بریزے کو ساتھ لگاتے ہوئے انھوں نے حیرانگی سے پوچھا۔

عاشر تو کافی دن وہاں گزارنے کا کہہ کر گیا تھا۔

"دل ہی نہیں لگا آپ کی بہو کا وہاں پر--"

بیگز اٹھائے وہ بھی اس کے پیچھے ہی آیا تھا۔

"کیوں بھئی؟--اتنی پیاری جگہ ہے وہ تمہارا دل کیوں نہیں لگا؟"

انھوں نے حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ جس کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

"میں ساتھ گیا تھا نا اس لیے دل نہیں لگا"

وہ معنی خیزی سے بولا لیکن وہ جواباً چپ رہی۔

"اچھا تم دونوں کچھ دیر آرام کر کے فریش ہو جاو۔۔شام کو انس اور فرمان کی فیملی نے آنا ہے"

"کس لئے؟ سب خیریت ہے؟"

"بابا جان نے بلوایا ہے۔۔ریشام اور انس کی شادی کے حوالے سے بات کرنی ہے۔۔"

گرے کلر کی شلوار قمیض زیب تن کئے، کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی جانب ہی آرہا تھا جب ان دونوں پر نظر پڑی۔۔

"حیرت ہے تم دونوں سہی سلامت واپس آئے ہو۔۔ورنہ مجھے لگا تھا دونوں میں سے ایک ہی زندہ بچے گا"

چھیڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے وہ عاشر سے گلے ملے تھا۔

"اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی ہم واپس آگئے"

"تمہارا منہ کیوں بنوا ہوا ہے؟" اس نے بریزے کو ساتھ لگاتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"سر میں درد ہو رہا ہے میرے"

"یہ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔۔عاشر مرزا کی موجودگی میں یہ نارمل سی بات ہے "

وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔

"تم کیوں اتنا تیار ہوئے ہو؟ تمہارا رشتہ بھی فکس ہو رہا ہے کیا آج؟" بریزے نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا

"بد قسمتی سے ایسا کچھ نہیں ہو رہا"

وہ افسوس سے بولا۔

"ہاں ماشا کو تم اتنے برے لگتے ہو وہ تم سے شادی کے لیے ہاں کرے گی بھی نہیں "

اس نے تنفر سے کہا
"تم کیسی بہن ہو؟ اسے منا نہیں سکتی؟"
"میں کیسے مناوں اسے؟"
اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔
"میری تعریفیں کرو اس کے سامنے۔۔اسے بتاو کے میں کتنا ہینڈ سم ہوں کتنا قابل ہوں"
"ہاں اتنے قابل ہو کے ہمیں حویلی کے پنکھے اور اے سی ٹھیک کروانے کے لئے کسی الیکٹریشن کو نہیں بلوانا پڑتا۔۔بلکے فاز غازی خوش اسلوبی سے سارے کام انجام دے لیتا ہے"
عاشر نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ان دونوں بہن بھائیوں نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔
"دیکھو تمہارے بھائی کو کیا بول رہا ہے یہ "
"جیسا بھی ہے تمہارے جیسا تو نہیں ہے نا کم از کم"
بریزے نے تیز نظروں سے عاشر کو دیکھا۔
ویسے ان دونوں بہن بھائی کے بیچ کتنے ہی اختلاف کیوں نا ہو لیکن جہاں بات عاشر کی آتی تھی۔ اس سے دو دو ہاتھ کرنے کو وہ دونوں ایک سائیڈ پر ہو جایا کرتے تھے۔
ابھی بھی یہی ہوا تھا۔
"میرا جیسا بن بھی نہیں سکتا۔۔اور لکھ کر رکھ لو انس بھائی کبھی اپنی بہن کی شادی نہیں کریں گے تم سے"
"تم بھی لکھ کر رکھ لو۔۔میرے بھائی کی شادی ماشا سے ہی ہوگی!"
وہ دوٹوک انداز میں تنفر سے بولی۔
"تم مناو گی ماشا کو؟"
عاشر نے چیلینجنگ انداز میں استفسار کیا۔
"ہاں منا لوں گی یہ کون سا مشکل کام ہے جو ہو نہیں سکتا"

وہ گردن تان کر بولی جبکے عاشر اور فاز نے ایک دوسرے کو نگاہوں میں ہی تھمد اپ کا اشارہ کیا تھا۔ ایسا بھی کئی بار ہوتا تھا بریزے کو معلوم بھی نہیں ہو پاتا تھا اور وہ دونوں اسے آسانی سے بے وقوف بنا جایا کرتے تھے۔

سعدین حویلی کی پرشکوہ عمارت کے احاطے میں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سارے مکین مہمانوں کے استقبال کے لئے پورچ میں ہی اکھٹے تھے۔لیکن وہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی تھی۔نظریں جس کو تلاش رہی تھیں وہ چہرہ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہاں سب ہی تھے۔ اگر کوئی نہیں تھا تو بس انس غازی ہی نہیں تھا۔

اس کا سارا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

وہ کب سے اس کی آمد کی منتظر تھی۔اور آیا ہی نہیں تھا۔

وہ بے دل ہو کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

''خوش آمدید بیٹا۔۔''

حمنہ غازی نے ماشا کو خود سے لگاتے ہوئے محبت سے کہا تو اس کے چہرے پر حیرانگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

بے ارادہ سی نگاہ اس شخص کی طرف اٹھی جو اسے نظر انداز کیے مھد اور دائم سے مل رہا تھا۔

''داریان اور انس کو کچھ کام تھا تو وہ بعد میں جوائن کریں گے''

فرمان درانی ان دونوں کے نا آنے کی وجہ بتا رہے تھے۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ لاتعلق سی بیٹھی تھی۔ اپنی بے زاری کو چھپانے کی اس نے قطعی کوشش نہیں کی تھی۔

لاونج میں سب بڑے بیٹھے تھے جبکے ینگ جنریشن نے کچن سے ملحقہ سیٹنگ ایریا میں محفل جمائی ہوئی

تھی۔
"موڈ کیوں آف ہے تمہارا؟" اس کے ساتھ بیٹھی بریزے نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔
"اس کا موڈ آف نہیں ہے۔۔اس کی شکل ہی ایسی ہے"
جواب مہد کی جانب سے آیا تو ماشا نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔
"حویلی کے پاس بہت سے پھلوں کے باغات ہیں۔۔اگر تم چاہو تو ہم وہاں چلتے ہیں۔۔"
ریشام نے اسے پیشکش کی تو فوراً جانے پر راضی ہو گئی۔ ورنہ وہاں بیٹھ کر وہ بس بور ہی ہو رہی تھی۔
" تم تینوں اکیلے کیسے جاو گی فاز کو ساتھ لے جاو"
رائمہ پھوپھو نے کہا۔
"ہم بھی ساتھ چلیں گے"
مہد اور دائم بھی ساتھ جانے کو اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"ہم سب میں سب سے کول مائنڈڈ فاز ہی ہے۔۔ہم نے کبھی اسے بڑی سے بڑی بات پر بھی کبھی طیش میں نہیں دیکھا۔ لیکن اس دن ہم سب شاک میں ہی رہ گئے تھے۔۔وہ جس طرح سے غصہ کر رہا تھا اس نے ڈرا ہی دیا تھا۔۔وہ بہت پوزیسیو ہے تمہارے لئے"
خوش رنگ سیبوں کے باغ میں چلتے ہوئے ریشام دھیمے انداز میں اس کے گوش گزار کر رہی تھی جس پر وہ سپاٹ چہرہ لئے کچھ بولی نہیں تھی۔
یہ تو اس نے بھی نوٹ کیا تھا کے حمنہ غازی اس سے کافی محبت سے پیش آرہی تھیں۔ کئی بار تو انھوں نے اپنے رویے کی وجہ سے معافی بھی مانگی تھی۔
"میڈیکل کا تمہارا دوسرا سال ہے نا؟"
بریزے کے استفسار کرنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"یعنی پورے تین سال صبر کرنا ہوگا میرے بھائی کو"

وہ افسوس سے بولی۔

''میرا نہیں خیال یہ اتنا صبر کرنے والا ہے۔۔دیکھ لینا منگنی یا نکاح کروا کے ہی دم لے گا''

ریشام نے شوخی سے کہا تو بریزے نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ جبکے ماشا کا چہرہ جانے کس احساس کے سرخ پڑنے لگا تھا۔

باغ اور جھیل کی سیر کرنے کے بعد جب تک وہ واپس حویلی لوٹے تب تک انس اور داریان بھی آ چکے تھے۔

اور یہ دیکھ کر تو ماشا کے غصے کا گراف بڑھ رہا تھا کے وہ لوگ اسے حویلی یہ کہہ کر لائے تھے انس اور ریشام کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جا رہے ہیں۔

لیکن یہاں تو اس کے اور فاز کے رشتے کی باتیں چل رہی تھیں۔

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کے وہیں انس اور فرمان بھائی سے لڑنا شروع ہو جائے۔ لیکن پھر بھی خود پر ضبط کئے بیٹھی رہی

میں یہاں انس اور ماشا کے بڑے بھائی کی حیثیت سے موجود ہوں دادا جان۔۔آپ کا کیا گیا فیصلہ سر آنکھوں پر۔۔لیکن میں خود بھی ابھی ماشا کی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔۔اس کی پڑھائی ڈسٹرب ہوگی۔۔اور فاز کی پڑھائی بھی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے''

''شادی نہ سہی لیکن کوئی رسم تو کی ہی جا سکتی ہے۔۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے دادا جان۔۔ماشا آپ کی امانت ہے ''

اب کے انس نے بھی لب کشائی کی۔

''بے شک یہ ہمارے فاز کی امانت ہے اب تمہارے گھر میں۔۔''

حمنہ غامی نے اپنے ہاتھ میں پہنی ہوئی سونے کی بھاری سی انگوٹھی اتار کر اپنے ساتھ بیٹھی ماشا کے ہاتھ میں پہنانی چاہی تو اس نے چونک کر ہاتھ پیچھے کر لیا۔

سب نے ہی اس کے گریز کو محسوس کیا تھا۔
اس سے پہلے کے ضبط کے بندھن توڑ کر وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی انس کی تنبیہ کرتی نظروں کو دیکھ کر بامشکل لب بھینچ کر بیٹھی رہی۔
"یہ نیک شگن ہوتا ہے بیٹا"
رائمہ غازی نے اس کے سر ہاتھ رکھ کے شفقت سے کہا تو اس اس موقع پر اپنے ماں باپ شدت سے یاد آئے تھے۔
اپنی قسمت سے اسے جتنے بھی گلے شکوے تھے اس نے سب دل میں ہی دبا لئے تھے۔

حویلی کی اندرنی عمارت میں ابھی بھی محفل سجی تھی۔ جبکے لان کی سیڑھیوں پر وہ تنہا بیٹھی تھی۔
گھٹنوں کے گرد بازو باندھے۔ خالی دل لئے۔۔
بریزے اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ کچھ دیر پہلے وہ اس کے لیے چائے لینے کے لئے گئی تھی۔
اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ سمجھی شاید بریزے ہے۔ لیکن جب فاز غازی اپنے برابر میں کچھ فاصلے پر بیٹھتے دیکھا تو آنکھوں میں ناگواری در آئی۔
ان دونوں نے ایک دوسرے کو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔
خلاف توقع فاز بھی خاموش بیٹھا تھا۔
وہ شاید اس کی بھڑاس سننے کو ہی آیا تھا۔
"لوگ اتنے پتھر دل کیوں ہوتے ہیں؟ انھیں صرف اپنی غرض، اپنی خوشی، اپنی مرضی کی پروا کیوں ہوتی ہے۔۔ دوسروں کی فیلنگز کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے ایک بار"
سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی کو دوسرے ہاتھ سے گھماتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اس کے اندر کا کرب اس کی آواز سے بخوبی ظاہر ہو رہا تھا۔
"خوشیوں پر سب کا حق ہوتا ہے ماشا۔۔آپ کو لگ رہا ہوگا کی اس زبردستی کے رشتے کو آپ کو تھوپا

جارہا ہے--لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کے سب آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہوں---"

"ایک ناپسندیدہ رشتہ جوڑنے سے کیسے خوشی مل سکتی ہے ؟"

"آپ ہمیشہ منفی ہی کیوں سوچتی ہیں؟---کچھ دیر کے لیے آپ یہ خیال نہیں کر سکتی کے میں آپ کے لئے بہترین آپشن بھی ثابت ہو سکتا ہوں؟"

اس کی نرم سی آواز پر ماشا نے بھیگی نظروں اٹھا کر اسے دیکھا۔

جس کے چہرے پر فقط سچائی رقم تھی۔

"میں ایسا کیوں سوچوں؟؟ جبکے میں تم سے محبت ہی نہیں کرتی تو--"

"میں جانتا ہوں کے آپ مجھ سے محبت نہیں کرتیں--یہ بھی جانتا ہوں کے آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں"

اس کے اطمینان سے کہنے پر اس نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔

"اٹس اوکے!--دل پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا--آپ کی فیلنگز کو میں سمجھ سکتا ہوں--کیوں کے میں ان سے آشنا ہوں--"

"تم جانتے بوجھتے مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو پھر؟"

"میں آپ کو پسند کرتا ہوں--آپ سے محبت کرتا ہوں--کیا یہ وجہ کافی نہیں؟"

"آپ بھی تو داریان سے شادی کرنا چاہتی تھیں--یہ جانتے ہوئے بھی کے وہ کسی اور سے محبت کرتے ہیں؟"

"وہ میرا اور ان کا معاملہ ہے--تمہیں بیچ میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے !"

اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"مجھے بولنے کا حق آپ نے خود دیا ہے"

اس نے نظروں سے ہی اس کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کی جانب اشارہ کیا۔

جسے ماشا نے فوراً ہی کھینچ کر اتارتے ہوئے اس کی جانب اچھال دی تھی۔

"تمہاری اہمیت میرے نزدیک بس یہی ہے "

وہ چبا کر بولی۔

"اگر کوئی سوالی بن کر آپ کے پاس آئے تو اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیئے۔۔"

فاز نے جھک کر جوتوں کے پاس پڑی انگوٹھی کو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جس اذیت کو آپ محسوس کر چکی ہیں آپ مجھے بھی اس سے دوچار کرنا چاہتی ہیں؟"

"میرا دل ٹوٹا ہے فاز غازی! میں کسی اور کی دنیا کیوں آباد کروں ؟"

اس نے زخمی لہجے میں پوچھا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں۔۔اپنے دل کو مجھے دے دیجئے۔۔۔میں اسے دوبارہ ٹوٹنے نہیں دوں گا۔۔"

کتنا وثوق، کتنا اطمینان اور کتنا بھروسہ تھا اسے خود پر۔

"ایک موقع تو آپ دے ہی سکتی ہیں مجھے!"

ملتجی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ماشا کا کانپتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انگوٹھی اسے پہنا دی تھی۔

اس بار ماشا نے اسے جھڑکا نہیں تھا۔

"جب تک میرا ایم بی بی ایس نہیں ہو جاتا تب تک تم مجھے اپنی شکل نہیں دکھاو گے!"

"آپ کی دیکھنے تو آ سکتا ہوں نا؟"

"مجھے فون بھی نہیں کرو گے"

وہ ایک کے بعد ایک شرط عائد کرتی جا رہی تھی۔

"فون سے یاد آیا۔۔انس بھائی کو فون لے جا کر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ مجھے ڈائریکٹ کہہ دیتیں کے کال کاٹ دو۔۔"

"تم اتنے ڈھیٹ انسان ہو۔۔میری بات تم سنتے ہی کہاں ہو۔۔"

"بھائی نے تمہیں ڈانٹا تھا؟"

"انھیں ڈانٹنے کی نوبت نہیں آتی۔۔ان کا صرف گھورنا ہی کافی ہوتا ہے "

"اب اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں ان کے ذریعے ہی تم تک اپنی بات پہنچاؤ گی"
"تین سال ویٹ کر رہا ہوں نا میں؟؟--کیا اتنا بھی حق نہیں کے کبھی کبھار آپ کو فون ہی کر لیا کروں"
"تمہیں میری خوشی زیادہ عزیز ہے نا؟--بس سمجھ لو میری خوشی اسی میں ہے"
"صرف تین سال کی بات ہے--اس کے بعد آپ مجھ پر ایسے پابندیاں نہیں لگا سکیں گی!"
اس بار ماشا خاموش ہی رہی تھی۔
شاید قسمت نے فاز غازی کو ہی اس کے لئے چنا تھا--
کہتے ہیں جو محبت حاصل نا ہو سکے اسے زندگی بھر کا روگ بنانے سے بہتر ہے اسے اپنے دل میں ہی دفن کر دو۔
اس نے بھی یہی کرنے کا سوچ لیا تھا۔
یہ جانتے ہوئے بھی کے داریان کی محبت کو خود سے جدا کرنا اس کے لئے کسی اذیت سے کم نہیں ہوگا۔ لیکن پھر بھی اس نے اب مصم ارادہ کر لیا تھا کے داریان درانی کو اس کا دل توڑنے کی اب اجازت ہر گز نہیں دے گی!

دیوار گیر گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر عاشر کو دیکھا تھا۔ جو بیڈ کے ایک سائیڈ پر اپنی کتابیں لیے بیٹھا پڑھائی کرنے میں مگن تھا۔
اپنی سائیڈ سے اٹھ کر وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی تھی۔
براون دراز بال چہرے کے اطراف بکھرے ہوئے تھے۔گلابی چہرے پر مغرور سے نقوش لئے وہ اسے دیکھ رہی تھی جس نے ابرو کے اشارے سے اسے دیکھا۔
"میرے لئے کافی بنا دوگے؟"
اس کا انداز نرم تھا۔ لیکن کہیں ایک تحکم سا بھی تھا۔

وہ بس دیکھنا چاہتی تھی کے اگر وہ اس کی محبت کا دعویدار تھا تو اسے کتنی اہمیت دیتا تھا۔

''اور میں تمہارے لئے کافی کیوں بناوں؟''

''کیوں کے تم نے کہا تھا کے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔کیا نہیں کہا تھا؟''

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ محو سوال تھی۔

''اعتراف محبت کے جواب میں اعتراف محبت ہی کیا جاتا ہے۔۔کافی کون بنواتا ہے؟''

''سب کا اپنا انداز ہے''

اس نے شانے اچکائے۔

''تو اگر میں کافی بنا کر دوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کے تمہارے دل میں بھی لئے جذبات ہیں؟''

اس نے شوخی سے پوچھا۔

''میرے دل میں تمہارے لئے صرف نفرت کے جذبات ہیں''

وہ تنک کر بولی۔

''تم کہتے ہو تم بچپن سے مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن اپنی نفرت میں اسے چھپاتے رہے ہو۔۔اور میں کہوں تو میں نے تم سے کبھی محبت کی ہی نہیں۔۔میں کر ہی نہیں سکتی۔۔مجھے تم۔۔''

''میں جانتا ہوں میں کتنا برا ہوں۔۔تمہارے منہ سے سننا نہیں چاہتا''

وہ اس کی بات کاٹ کر گویا ہوا۔

پھر بیڈ سے اٹھ کر سلیپرز پہنتے ہوئے اسے دیکھا جو وہیں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

''کافی بنانے جا رہا ہوں۔۔اب تو ناراضگی ختم کر دوگی نا؟''

''تمہیں کیا لگتا ہے ایک کافی کے مگ سے میں تمہاری ساری غلطیوں کو معاف کر دوں گی؟''

''روزانہ بنا کر دوں تب مانوں گی؟''

''سوچوں گی۔۔''

اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

رات دیر تک پڑھائی کرتے ہوئے جب نیند کے جھوکے آنے لگے تو نیند کو بھگانے کے لئے چائے بنانے کی نیت سے کچن میں آیا تھا لیکن وہاں موجود ان دونوں کو دیکھ کر اس کی نیند اڑن چھو ہوئی تھی۔

کچن کاونٹر سے ٹیک لگائے فون ہاتھ میں پکڑے وہ اس پر مصروف تھی۔ جب کے اس کے پاس ہی کھڑا وہ مگ میں کافی پھینٹ رہا تھا۔

"تم دونوں کو لڑنے کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ملی جو کچن میں ہی آگئے؟"

"نیند میں ہو کیا؟ ہم کون سا جھگڑا کر رہے ہیں یہاں پر؟" بریزے نے تنک کر کہا۔

"میں شاید نیند میں ہی ہوں۔۔عاشر مرزا بریزے کے لئے کافی بنا رہا ہے؟۔۔واٹ دا ہیل از دز؟؟"

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کے جو وہ دیکھ رہا ہے وہ کوئی خواب نہیں ہے۔

عاشر بنا کچھ کہے مسکراہٹ دبائے اپنے کام میں مصروف رہا تو اس نے بریزے کو دیکھا جس نے لا علمی سے شانے اچکا دیے۔۔

"میرے لئے بھی چائے بنا دے بھائی"

اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں نے آج سے پہلے تمہارے لیے کبھی چائے بنائی ہے جو اب بناوں گا؟"

"آج سے پہلے تو اس کے لئے کبھی کافی بھی نہیں بنائی۔۔لیکن اب بنا رہے ہو نا؟"

"یہ میری بیوی ہے"

"تو میں بیوی کا بھائی ہوں۔۔"

"جب تمہاری بیوی آجائے تو اس سے بنوا لینا"

کافی بنا کر اس نے بریزے کو تھمائی پھر سنک کے پاس جا کر ہاتھ دھونے لگا۔

"کون سا جادو کیا ہے اس پر؟" فاز نے شدید حیرانگی سے اس سے پوچھا جو مسکراہٹ چھپانے کو مگ ہونٹوں سے لگا گئی تھی۔

ناشتے کرتے ہوئے وہ ماتھے پر کئی بل لئے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا جو ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے فون پر بھی مصروف تھا۔

"کیوں گھور رہے ہو اسے ؟"

سالار نے فاز کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کے بعد اسے متوجہ کیا۔

"مجھے اس کی طرف سے شدید تشویش ہو رہی ہے"

"ایسا کیا ہو گیا؟"

"اگر میں آپ سے کہوں کے اس نے بریزے کے لیے خود کافی بنائی ہے تو آپ کیا کہیں گے ؟"

"تو میں کہوں گا کے کم سویا کرو۔۔اتنا سوو گے تو اس طرح کے خواب آئیں گے"

کیتلی میں سے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہا۔

"یہ لیں۔۔یقین ہی نہیں کر رہے میری بات کا۔۔میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔۔بلکے جاگتی آنکھوں سے اسے کافی بناتے دیکھا تھا۔۔ اور جب میں نے اسے چائے بنانے کو کہا تو بنا کسی لحاظ کے میرے منہ پر منع کر دیا۔۔"

فاز نے اس طرح سے کہا کے سالار بھی اسے دیکھنے پر مجبور ہوگیا۔

"خیریت ہے مرزا صاحب ؟؟ ۔۔لڑائی جھگڑے ختم کر دئے آپ نے سارے ؟"

اس نے لطیف سے انداز میں اسے چھیڑا جو بنا کوئی جواب دیے ناشتے میں مگن تھا۔

جبھی وہ بیگ اور فائل اٹھا کر گلابی رنگ کے لباس میں سر پر دوپٹہ لئے وہاں آئی تھی۔

دونوں چیزیں عاشر کے برابر والی کرسی پر رکھنے کے بعد خود فاز کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم بھی یونی جا رہی ہو آج؟" سالار نے اس سے استفسار کیا۔

"نہیں تو۔۔" بریڈ اٹھاتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

اس کے انکار کرنے پر اب وہ دونوں بغور اس بیگ اور فائل کو دیکھ رہے تھے۔

جو یقیناً عاشر کا ہی سامان تھا۔

"اب تو یقین کر لیں میری بات کا"

فاز نے سالار کو جتانے والے انداز میں کہا۔

"کیا ہوا ہے؟" بریزے نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"کچھ نہیں میں بس سالار بھائی کو بتا رہا تھا کے عاشر مرزا نے بذات خود تمہارے لیے کافی بنائی تھی۔۔اور میرے لئے چائے بنانے سے انکار کر دیا"

"تمہیں مسئلہ کس بات سے ہے؟ میرے لیے کافی بنانے سے یا تمہارے لیے چائے نا بنانے سے؟"

"آفکورس میرے لئے چائے نا بنانے سے ہے"

"شادی کر لو نا یار۔۔ میں نے تو کل بھی یہی کہا تھا کے اپنی بیوی سے بنوانا جتنی مرضی چاہو"

"اس نے عاشر کو گھور کے دیکھا۔ وہ جانتا بھی تھا کے انس نے صاف کہہ دیا تھا کے ماشا کے ڈاکٹر بننے تک وہ اس کی شادی نہیں کرے گا۔ پھر بھی وہ یہ ذکر چھیڑ کے اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہا تھا۔

اس نے احتجاجی انداز میں سالار کو دیکھا۔

"ہم دوبارہ بات کریں گے انس سے۔۔"اس نے دلاسہ دیا

"رہنے دیں۔۔آپ خود تو مہراہ بھابھی سے شادی کر رہے ہیں۔۔میں کہاں یاد رہوں گا آپ کو"

وہ روانی میں بنا سوچے سمجھے کہہ گیا۔

لیکن جب سالار کو گھورتے پایا تو بامشکل چائے کا گھونٹ حلق سے اتارا تھا۔

سالار نے سختی سے منع کیا تھا کے ابھی کسی کے سامنے کوئی ذکر نہیں کرنا۔۔وہ طریقے سے سب کو

خود ہی آگاہ کر دے گا۔
فاز تو اب بنا اس سے نظریں ملائے باقی کا ناشتہ جلدی جلدی حلق سے اتارتے ہوئے وہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھا۔
کیوں کے عاشر اور بریزے اب پیشانی پر کئی بل لئے سالار کو دیکھ رہے تھے کے آیا وہ خود ہی سب کچھ بتائے گا یا پھر اس سے پوچھنا پڑے گا کے مہماہ کون ہے ؟

وہ دن اس کی زندگی کا سب سے اہم دن تھا۔۔
جو اسے شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے والا تھا۔۔اس کے لیے کامیابی کے نئے دروازے کھولنے والا تھا۔
جس دن کے بعد اسے اپنی پہچان مل جانی تھی۔۔پوری دنیا میں اس کا نام روشن ہو جاتا۔۔اس دن کا وہ کب سے منتظر تھا۔۔جاگتی آنکھوں سے اس نے کتنے ہی خواب دیکھے تھے اس دن کے حوالے سے لیکن۔۔
اس دن اس کے دل کی اداسی پر عروج پر تھی۔۔
وہ دوراہے پر کھڑا تھا۔
ایک طرف اس کی کامیابی اس کی منتظر تھی تو دوسری طرف وہ لڑکی تھی جو اس سے خفا تھی۔۔
جو نہیں چاہتی تھی کے وہ اس راہ کا مسافر بنے۔۔
"تم ہمیشہ میرے لئے دعا کرتی تھیں کے میں ایک کامیاب انسان بنوں۔۔"
کافی دیر سے ان کے درمیان موجود خاموشی کو ہیری کی بھاری آواز نے توڑا۔
"آج جب مجھے موقع مل رہا ہے تو تم مجھ سے ناراض ہو۔۔"
اس کی آواز میں ہلکا سا شکوہ تھا۔
"ایسی کامیابی کی دعا کبھی نہیں کی میں نے۔۔اور ایسی کامیابی کا کیا فائدہ ہیری جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو۔۔"

"میں مسلم نہیں ہوں آئزل--میرے لئے وہ چیزیں میٹر نہیں کرتی جن کے بارے میں تم اتنی شدت پسند ہو--"

وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولا--

کہنے کو محظ چند الفاظ ہی تھے لیکن آئزل کو جانے کیوں لگا کے اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں مسل دیا ہو--

"تمہیں اپنی زندگی میں جو کرنا ہے تم کرو ہیری--اپنے فیصلے میں تم آزاد ہو--تمہیں میری خوشی یا ناراضگی کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے--"

اس مصروف شہر کے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ صبح سویرے سے ہی وہاں رونقیں آباد ہو جاتی تھیں۔

گھر کے باہر رکھے بینچ پر بیٹھے ہوئے اس نے ایک پیر دوسرے پیر کے اوپر ترچھا کر کے رکھا ہوا تھا۔ جسے مسلسل ہلاتے ہوئے وہ خاصا مضطرب لگ رہا تھا۔ یا شاید کسی کا محو انتظار تھا۔ اچانک ہی اس گھر کا مین ڈور کھلا جس پر وہ کب سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔ لانگ کوٹ پہنے ہاتھ میں چھتری لیے وہ اسے مکمل نظر انداز کرتی گھر اسٹیپس اتری تو وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"تم نے فیصلہ کر لیا ہے مجھ سے کبھی بات نہ کرنے کا؟"

"دیکھو ہیری تم اور میں ایک الگ مزاج اور الگ رہنے سہن کے لوگ ہیں۔ تم اپنے لائف اسٹائل میں کمفرٹیبل ہو اور میں اپنے ہی لائف اسٹائل میں رہنا چاہتی ہوں--"

آئزل ہم ایک دوسرے کو کتنے عرصے سے جانتے ہیں--آج تک کیا ہم نے ایک دوسرے کی لائف میں انٹر فئیر کیا ہے؟؟"

"اب پہلے جیسا وقت نہیں رہا ہیری!--اب سب بدل رہا ہے--"

"کیا بدل رہا ہے؟ جواب دو مجھے کیا بدل رہا ہے؟"

اس کا انداز یکلخت ہی سخت ہوا۔
"تم نہیں چاہتی میں ایک کامیاب سنگر بنوں؟ ٹھیک ہے میں سب چھوڑ دوں گا تمہارے لئے۔۔ جیسے تم کہو گی وہ کروں گا"
"اگر میرے لئے یہ سب کرو گے پلیز مت کرنا۔۔"
"اللہ اس کے حق دار ہیں۔۔ تمیں خود کو بدلنا ہے تو اللہ کے لئے بدلو۔۔ کیوں کے اس کا بدل صرف وہی تمہیں دے سکتا ہے۔۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔۔"
"تم تو کہتی ہوں کے اللہ سب گناہ معاف کر دیتے ہیں"
"صرف وہ گناہ جو انجانے میں کئے جائیں۔۔ جن پر گلٹ ہوں۔۔ اور دوبارہ وہی گناہ نہ کرنے کا وعدہ کیا جائے تو۔۔ جانتے بوجھتے پلین کر کے کئے گئے گناہ کی کوئی معافی نہیں ہوتی ہیری۔۔ لیکن اللہ جسے چاہیں معاف کردیں"
"میں ایک نون مسلم گھر میں پیدا ہوا۔۔ یہ میری غلطی نہیں ہے!"
"اگر تمہیں معلوم ہے کے کیا سہی ہے اور کیا غلط ہے۔۔۔ اس کے باوجود بھی تم اگر غلط جگہ پر موجود رہو تو۔۔۔ ہاں یہ تمہاری غلطی ہے "
"تم چاہتی ہو میں اپنا گھر چھوڑ دوں؟ ۔۔ سب کچھ چھوڑ دوں"
"اگر ہدایت ملنے کے بعد تم انھیں اللہ کے راستے پر نہیں لا سکتے تو ۔۔ انھیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔۔"
"آج سے پہلے اس نے اس موضوع پر دوٹوک بات کبھی نہیں کی تھی۔
آج سے پہلے آئزل اسے اتنی سخت کبھی نہیں لگی تھی
"تم نے قرآن کو پڑھا ہے ہیری۔۔ جتنا تم اسے پڑھ چکے ہو۔۔ سمجھ چکے ہو۔۔ میرا نہیں خیال کے مجھے تمہیں کچھ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے "
"تمہیں نہیں معلوم اس وقت مجھے کتنی خوشی ہوتی تھی جب تم آیات کی تفسیر کے بارے میں مجھ سے ڈسکشن کیا کرتے تھے۔۔ مجھے لگتا تھا وہ دن دور نہیں جب تم مجھ سے کہو گے کے تم اللہ پر ایمان

لے آئے ہو۔۔روز آخرت پر ایمان لے آئے ہو۔۔لیکن آج تم کنسرٹ کرنے جا رہے ہو۔۔"
اس کے لبوں پر بھیگی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو خاموشی سے گالوں پر پھسلتے جارہے تھے۔

گہری سانس بھر کے اس نے کتنے ہی آنسو اپنے اندر اتارے تھے۔

پھر دونوں ہاتھوں کو گردن کے پیچھے لے جا کر گلے میں پہنا لاکٹ اتار کو اس کی جانب بڑھا دیا۔۔

"تمہارے فیوچر کے لئے بیسٹ آف لک۔۔اللہ تمہیں بہت کامیاب کرے۔۔یہ لاکٹ ہماری دوستی کی نشانی سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔۔"

"ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو؟ واپس نہیں آوگی کبھی؟"

اس نے گلابی پڑتی آنکھوں سے وہ لاکٹ اس سے لے لیا تھا۔

" جانے والے اگر پیچھے پلٹ کر دیکھتے رہیں تو منزل پر پہنچ کر بھی افسردہ ہی رہتے ہیں۔۔"

وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

بلیک کلر ہی جیکٹ پہنے۔ کتنی ہی چین گلے میں لٹکائے ہاتھوں میں مختلف بینڈز پہنے اس کے چہرے پر پر جوشی کے بجائے کافی سخت سے تاثرات تھے۔

کانوں میں بلوتھوتھ ڈیوائس لگائے وہ بیک اسٹیج چیئر پر بیٹھا تھا۔

ایک بھاگ دوڑ سی مچی تھی۔ اس کے پہلے لائیو کنسرٹ میں صرف چند ہی منٹس رہ گئے تھے۔ باہر شائقین کا ایک جم گفیر تھا۔

پہلے تو وہ محظ شوقیہ اپنے گٹار بجانے اور گانے کی ویڈیوز اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر اپلوڈ کیا کرتا تھا۔جب وہ وائرل ہونے لگیں تو ساتھ ہی ہیری کا نام بھی جگمگانے لگا۔اسے کئی شوز میں مدعو کیا جاتا۔آفرز دی جاتی۔ لیکن وہ صرف اپنی پڑھائی پر فوکس کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک کے بعد ایک آنے والی آفرز سے وہ زیادہ دیر منہ نہیں موڑ سکا۔اس میں کچھ ہاتھ اس کے دوستوں کا بھی تھا۔ جو اسے موقع

سے فائدہ اٹھانے کے لئے قائل کرتے رہتے تھے۔

بالآخر اس نے بھی اپنی قسمت کو آزمانے کا سوچا۔۔

آج اس کی زندگی کا اتنا اہم دن تھا۔جس کے بعد کامیابی اس کے قدموں کی دھول بننے والی تھی۔

لیکن بجائے سرشار ہونے کے ایک نا معلوم سی اداسی نے اس کے اندر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ وہ خود کو بددل محسوس کر رہا تھا۔

اس کنسرٹ کے لئے اس نے دن رات محنت کی تھی۔

لیکن اب اس کا دل جانے کیوں اچاٹ ہو چکا تھا۔

رہ رہ کر اس کا دھیان آئزل کی جانب جا رہا تھا۔اس کے ذہن میں اس کا اسکارف کے ہالے میں دمکتا چہرہ یاد آرہا تھا۔

بچپن سے اس کی عادت تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی ہر چھوٹی بڑی خوشی۔اپنے مسئلے اسی سے شئیر کیا کرتا تھا۔ اور آج اتنے اہم موقع پر وہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔

اس سے خفا تھی۔

ناراض تھی۔ اور ماننا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اس کے ایک ہاتھ میں مائک تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہی لاکٹ تھا جسے وہ اس کے پاس چھوڑ کر گئی تھی۔

سنہری سی چین میں سنہرے ہی لفظوں سے اللہ لکھا تھا۔

وہ اس چمکتے لاکٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔ "اب تک تو پہنچ گئی ہوگی ائیر پورٹ۔۔"

وہ مدھم آواز میں بڑبڑایا۔ "ہیری آنلی ٹو منٹس لیفٹ۔۔"

مینیجر نے عجلت میں اسے مخاطب کیا کے بس اب تیار رہے۔۔اسٹیج پر جانے کا وقت آگیا تھا۔

وہ گہری سانس بھرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کا فون بج رہا تھا۔۔ اسے رنگ ٹون صاف سنائی دے رہی تھی۔ لیکن اس کا فون اس کے پاس

نہیں تھا۔۔

"میرا فون دو۔۔"

اس نے اسپاٹ بوائے کو آواز دی۔۔ جس کے ہاتھ میں اس کے لئے اپنی کی بوتل اور ٹشو کے ڈبے کے علاوہ اس کا فون بھی تھا۔

"سوری سر۔۔صرف ایک منٹ میں آپ کی اینٹری ہے۔"

اپنی جاب کی وجہ سے اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا لیکن ہیری کو ایک عجیب سی الجھن لاحق ہو چکی تھی۔ فون کی رنگ ٹون متواتر بج رہی تھی۔ اسٹیج کی جانب بڑھتے قدموں کو روک کر وہ پلٹا۔۔پھر تیز قدم اٹھاتے ہوئے اسپاٹ بوائے کے پاس پہنچ کر اس سے اپنا فون تقریباً چھیننے کے انداز میں لیا۔

نمبر علی کا تھا۔۔

فون یس کر کے کان سے لگاتے ہوئے وہ نا محسوس انداز میں اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ جیسے کوئی وزنی بوجھ سا اس پر لاد دیا گیا ہو۔۔

"سب ٹھیک ہے علی بھائی؟؟"

اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ لیکن دوسری طرف سے علی کی آواز سن کر ایک ثانیے کو خاموش ہو گیا تھا۔

اس کے آس پاس ہوتی گردش تھم چکی تھی۔ عجلت میں آتے جاتے لوگوں کی بھاگم دوڑ۔۔ان کی آوازیں اسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔ نہ وہ کچھ دیکھ پا رہا تھا۔۔اس کی نگاہیں ساکت تھیں۔۔پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ حلق میں جیسے اس کے کانٹے اگ آئے تھے۔۔وہ چاہنے کے باوجود کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔۔

تیز برستی بارش اور کڑکتی بجلیوں کے حصار میں نیو یارک سٹی کی مصروف شاہراہ پر ایک غیر معمولی سا رش تھا۔۔

ایمبولینس اور پولیس کہ گاڑیوں کے سائرن تیز آواز سے گونج رہے تھے۔

کچھ دیر پہلے وہاں ایک کار حادثہ ہوا تھا۔۔ علی نے جب اسے فون پر اطلاع دی کے ائیر پورٹ جاتے ہوئے عدیل اور آئزل کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے تو وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

تیز رفتاری کے باعث کتنے ہی سگنل توڑ کے وہ وہاں پہنچا تھا۔ لوگوں کے رش کو چیرتا وہ آگے بڑھتا گیا۔

جہاں دو اسٹریچز کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا۔

قریب ہی وہ گاڑی تھی جو پوری طرح سے تباہ ہو چکی تھی۔

"ٹھہرو۔۔۔" وہ سفید چہرے اور تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ قریب آیا۔

نرس کو دور ہٹنے کا اشارہ کیا پھر کانپتے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر ڈھکے سفید کپڑے کو ہٹا دیا۔۔

اگر کوئی اس کے جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں بھی تیز دھار آلے سے کاٹ ڈالتا تو بھی شاید اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔

ہمیشہ اس کی خواہش رہی تھی۔۔وہ چاہنے کے باوجود بھی کبھی آئزل کے بال نہیں دیکھ پایا تھا۔۔اسے معلوم تھا اس کے بال یقیناً بہت خوبصورت ہونگے۔۔ جبھی وہ انھیں چھپا کر رکھتی ہے۔۔

اور ابھی وہ سوچ رہا تھا کے کاش اپنے بالوں کی طرح اس نے اپنے چہرے کو بھی اسی طرح ہمیشہ چھپا کر رکھا ہوتا۔۔

وہ تو اس کے زندگی سے ہنستے مسکراتے اور نرم سے تاثرات والے چہرے کو دیکھنے کا عادی تھا۔۔ جن پر ابھی جا بجا خراشوں اور چوٹ کے نشان تھے۔

اس کے سفید چہرے پر خون دیکھ کر ہیری پاگل ہونے کے قریب تھا۔

آئزل اسے اپنا سب سے بہترین دوست کہتی تھی۔۔ لیکن اس نے کبھی اس سے ہاتھ تک نہیں ملایا تھا۔ اور آج وہ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔۔

"میں مر جاوں گا تمہارے بغیر آئزل۔۔ معاف کردو مجھے۔ اپنے اللہ کے لئے معاف کردو۔"

وہ بری طرح روتا یہی دہرائے جا رہا تھا۔

جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔
علی نے اسے گلے لگا لیا تھا جو بری طرح بکھرتا جا رہا تھا۔
ایک تیز رفتار ٹرالر سے تصادم ہونے کے باعث موقع پر ہی عدیل اور آئزل کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔

تائیوان کے شہر تائی پے میں رات کی تاریکی نے ہر شے کو اپنی سیاہ چادر میں ڈھانپ رکھا تھا۔ آج سارا دن ہی موسم ابر آلود رہا تھا۔ لیکن بادل برسے بغیر ہی واپس لوٹ گئے تھے۔ اب تو سارا آسمان کھلا کھلا سا تھا۔ جیسے ستاروں کے ایک جھرمٹ نے اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے پورے آسمان پر اپنا قبضہ جماتے ہوئے ہوئے اسے سجا دیا تھا۔
جو زمین زادوں کے لئے ٹمٹماتے دیو کی مانند لگ رہے تھے۔
صاف اور سیدھی سڑک پر اس کی کار پوری رفتار سے فراٹے بھرتی گزر رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ کی کہنی کھلی کھڑکی پر جما رکھی تھی۔ کانوں میں ائیر بڈز لگائے کسی سے محو گفتگو تھا۔
کچھ ہی دیر بعد ایک قدرے سنسان سے علاقے میں اس کی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔
سیٹ بیلٹ ہٹا کر وہ باہر نکل آیا۔ لانگ کوٹ پہنے، آدھے چہرے پر اس نے مفلر لپیٹ رکھا تھا۔ اس کی بے تاثر آنکھوں میں بلا کی سختی تھی۔
سامنے ہی کچھ اسلحہ بردار لوگوں کے بیچ میں ایک شخص گھٹنوں کے گرد بے حال سا بیٹھا تھا۔ جس کی حالت سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کے اسے کس بری طرح سے مارا پیٹا گیا تھا۔
"اس کا ساتھی فرار ہو چکا ہے باس۔۔"
سیاہ ماسک والے نے ایک گن اس کی جانب بڑھاتے ہوئے آگاہ کیا۔
"انس غازی مجھ سے ملنے کو اتنا ہی بے تاب ہے تو چلو مل آتے ہیں اس سے۔۔"
گن لوڈ کرتے ہوئے اس نے ساتھ ہی نیچے بیٹھے شخص کی جانب اس کا رخ کر دیا۔

خاموش فضا میں ذرا سا بھی ارتعاش نہیں ہوا تھا۔ اور ایک شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔
سائلنسر لگی پستول اس نے دوبارہ اپنے آدمی کی جانب اچھال دی تھی۔
"کل کی فلائٹ سے میں پاکستان جا رہا ہوں۔۔ میرے پیچھے یہاں کے معمالات یون زئی سنبھالے گا۔۔"
"ٹھیک ہے سر۔۔لیکن یون زئی تو ملیشیا میں ہے"
یون زئی کے نام پر وہ کچھ ہچکچایا تھا لیکن پھر اس نے جیسے یاد دلایا۔
"فون کرو اسے۔۔اور کہو کے میرے یہاں سے نکلنے سے پہلے پہنچ جائے ورنہ اپنی فاتحہ خود ہی پڑھنے کی تیاری کرلے"
بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے مفلر کو دوبارہ چہرے کے گرد لپیٹتے ہوئے اپنی کار کی جانب قدم بڑھائے دئے تھے۔
جس ہاتھ میں کچھ دیر پہلے گن پکڑ رکھی تھی۔ اسے اب وہ سختی سے بھینچ گیا تھا۔
پیچھے کھڑے اس کے تمام بندوں کے چہرے پر یون زئی کے نام پر نا پسندیدگی دکھائی دے رہی تھی۔
کوئی بعید نہیں تھی کے وہ سب اپنے باس کے دست راست کو کچھ خاص پسند نہیں کرتے تھے۔۔

ہوائی جہاز کے بزنس کلاس میں کھڑکی والی سیٹ پر کانوں میں ہیڈ فونز چڑھائے آنکھیں موندیں ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔سیدھے پیر کا جوتا مسلسل ہل رہا تھا۔ باہر کھڑکی سے کافی خوبصورت سا منظر دکھائی دے رہا تھا لیکن اس سے بے نیاز وہ آرام دہ حالت میں تقریباً نیم دراز تھا۔ فلائٹ لینڈ کرنے میں بس ایک سے ڈیڑھ گھنٹے ہی لگنے تھے۔ اس دوران وہ اپنی نیند پوری کر لینا چاہتا تھا۔ کیوں کے ائیر پورٹ پر اترتے ہی اس کی نیندیں حرام ہو جانی تھی۔ وہ صرف دو دن کے لیے آف لے کر ملیشیا گیا تھا۔لیکن اس کے باس نے اسے فوری واپس بلوا لیا تھا۔
ایسا صرف تب ہوتا تھا جب عبیر کو کہیں دوسرے ملک جانا ہوتا تھا۔

تائی پے اس کا مسکن تھا۔ وہاں اگر وہ نہیں ہوتا تھا تو یون زئی کو لازمی اپنی جگہ چھوڑ کر جاتا تھا۔ جو اس کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ پر ہی کام کرتا تھا۔
قیمتی اسمگل شدہ اسلحے اور ڈرگز وغیرہ کی سپلائی وغیرہ سے لے کر سامان کی ڈیلینگ بھی وہی ہینڈل کرتا تھا۔
اس کے ہاتھ کے نیچے ایک چھوٹی سی ڈائری دبی تھی۔ جس میں انس غازی کی تصویر موجود تھی۔ ساتھ ہی اس کے بارے میں کچھ معلومات بھی اس نے لکھ رکھی تھی۔
عبیر اسے اپنے کام کے علاوہ کبھی ذاتی معاملات میں نہیں گھسیٹا کرتا تھا۔ لیکن انس غازی کے بارے میں وہ حد سے زیادہ متجسس تھا۔
وہ اس انسان سے ایک بار ملنا چاہتا تھا۔ جس کی وجہ سے عبیر کو پاکستان چھوڑ کر مستقل تائیوان میں شفٹ ہونا پڑا تھا۔
ورنہ اس سے پہلے تک وہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی کافی خوش اسلوبی سے سارے معاملات سنبھال لیا کرتا تھا۔

''میرے لیپ ٹاپ میں تمہارا کیا کام ہے؟''
عاشر نے اس کے قبضے میں اپنے لیپ ٹاپ کو دیکھ کر نا سمجھی سے پوچھا۔
''میں مووی دیکھ رہی ہوں''
اس نے اسکرین سامنے کر کے دکھایا۔
''تم اپنے لیپ ٹاپ میں بھی تو دیکھ سکتی ہو نا؟''
''ہاں لیکن تمہارا زیادہ اچھا ہے''
''واپس دو کل میرا پیپر ہے۔ اس میں نوٹس پڑے ہیں میرے''
''تمہیں مجھ سے زیادہ فکر اپنے پیپرز کی ہے؟''

اس نے مصنوئی دلگرفتی سے کہا۔
اب وہ اکثر و بیشتر اپنے اعتراف محبت پر پچھتاتا ہی رہتا تھا۔
بریزے کے ہاتھ اس کی جو کمزوری لگی تھی اس نے اسے مشغلہ ہی بنا لیا تھا۔ اور وہ چاہنے کے باوجود بھی اس سے پہلے جیسا رویہ نہیں رکھ پاتا تھا۔ وہ اسے ڈانٹ نہیں پاتا تھا۔ اس سے سخت لہجے میں بات بھی نہیں کر پاتا تھا۔
اتنی بے بسی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔
"دس منٹ کے لیے دے دو میں نوٹس فون میں کاپی کر لوں گا"
"نہیں میں مووی دیکھ رہی ہوں۔۔تنگ مت کرو"
"تنگ نہیں کروں؟؟۔۔ابھی بتاتا ہوں تمہیں تو"
اسے جارہانہ انداز میں اپنی جانب بڑھتے دیکھ وہ فوراً ہی لیپ ٹاپ کو صوفے پر پھینک کر کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی عاشر نے اسے جا لیا تھا۔
اس کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہی ہاتھ میں پیچھے پشت پر لے جا کر اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔
"میری برداشت کا کچھ زیادہ فائدہ نہیں اٹھا رہی ہو تم۔۔؟؟"
"افف جنگلی انسان میرے ہاتھ چھوڑو۔درد ہورہا ہے مجھے"
اس کی سخت گرفت پر وہ مچل رہی تھی۔ لیکن وہ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔
"جس سے محبت کی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے؟"
وہ تپ کر بولی۔
"مجھے بتانا ہی نہیں چاہئے تھا تمہیں۔۔" عاشر نے اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے تھے۔
"اسی لئے کہتے ہیں کے کبھی اپنی کمزوری اپنے دشمن کو نہیں دینی چاہئے" وہ بردباری سے دونوں ہاتھوں کو دبا کر بولی۔
"رکھو لیپ ٹاپ اپنے پاس۔۔لیکن آج رات تم اپنے کمرے میں ہی جا کر سو جاو۔۔"

رائٹنگ ٹیبل سے اپنی کتابیں اٹھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرے ہوتے ہوئے تم پڑھائی کیسے کر سکتے ہو؟"

بریزے نے اس کے ہاتھ سے کتابیں اچک لی تھیں۔

" چھوڑو نا پڑھائی کو۔۔ہم باتیں کرتے ہیں"

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے بس اسے دیکھ کر ہی رہ گیا تھا۔ سب جانتا تھا اس کی چالاکیوں کو۔

"باتیں کرنی ہیں تمہیں؟"

شرٹ کی آستین اوپر چڑھاتے ہوئے اس نے ابرو کے اشارے سے کہا۔

"تم پھر سیرئیس ہو گئے"

اس کی مسکراہٹ فوراً ہی سمٹی تھی۔

"پیپرز کا کیا ہے۔۔نیکسٹ ائیر بھی دئے جا سکتے ہیں۔۔لیکن یہ رات دوبارہ نہیں آئے گی" اس کے بھاری لب و لہجے پر بریزے کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

"نہیں پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔ تم پڑھو آرام سے۔۔میں اپنے روم میں جا کر سو جاوں گی"

خفیف سے لہجے میں کہتی وہ بس بھاگنے کے لئے پر تول رہی تھی۔

"وہیں رک جاو۔۔"

اسے اپنی جانب قدم بڑھاتے دیکھا تو تحکم سے بولی۔ لیکن آواز کانپ رہی تھی۔

"ادھر آو نا۔۔اتنی دور کھڑی ہو کر باتیں کرو گی کیا؟"

اس کے زو معنی سے انداز پر اس کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔

عاشر مرزا کو چھیڑ کے وہ ہمیشہ ہی پچھتاتی تھی۔

بچاو کا کوئی راستہ نہ دکھا تو صوفے پر پڑے سارے کشن اٹھا کر ایک ایک کر کے وہ اسے مارتی جا رہی تھی۔ اس سے بچنے کو وہ سارے کمرے میں بھاگ رہی تھی۔ "اس طرح بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔اچھا خاصا موڈ تھا میرا پڑھائی کا۔۔لیکن تم نے خراب کر دیا۔۔ اب تمہیں کون بچائے گا مجھ

سے--"

اس کے پھینکے گئے کشنز اب وہ اسے ہی مار رہا تھا۔

جو بچاو کے لئے دونوں ہاتھوں کو چہرے کے سامنے کئے اسے باز رہنے کو کہہ رہی تھی۔لیکن وہ سن کہاں رہا تھا اس کی۔

جبھی کچھ چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ ایک شور سا بلند ہوا تھا۔ وہ بے ساختہ ہی ڈر کے اس کے قریب آئی تھی۔

"یہ کیا تھا؟"

اس نے خوف سے پوچھا۔

"پتا نہیں بالکنی میں کچھ ٹوٹا ہے"

پردے ایک جانب کھسکا کر گلاس ڈور دھکیل کر وہ وہاں آیا تو اس کے سارے پودے فرش پر ٹوٹے بکھرے پڑے تھے۔

اس کی بالکنی کافی وسیع تھی۔ کافی تعداد میں وہاں بڑے بڑے گملوں میں ہر رنگ اور قسم کے پھول لگے تھے۔ لیکن اب ان میں سے ایک بھی سلامت نہیں تھا۔

لگتا تھا جیسے کسی نے اشتعال میں انھیں وہاں پھینکا ہو۔

سرد ہوا کا دباو کافی زیادہ تھا۔ تیز آندھی والی ہوائیں چل رہی تھیں۔

"وہیں رہو--"

بریزے وہاں آنے لگی تو اس نے روک دیا۔ کہیں کوئی ٹوٹا ہوا گملے کا ٹکڑا اس کے پیروں میں نا چبھ جائے۔

"یہ کیسے ٹوٹ گئے؟"

اس نے حیرانگی و نا سمجھی سے کہا۔

"معلوم نہیں--ہوا کافی تیز چل رہی ہے شاید گر گئے ہوں گے خود ہی--" شا نے اچکا کر لا پرواہی

سے کہتے ہوئے وہ دوبارہ روم میں آ گیا تھا۔ گلاس ڈور بند کر کے اس نے پردے بھی برابر کر دئے تھے۔

"خود سے کیسے گر سکتے ہیں؟ یوں لگ رہا ہے جیسے کسی نے اٹھا کر پھینکیں ہیں"

وہ تشویش زدہ سی بولی۔

"تمہیں وہاں کوئی نظر آرہا ہے جس نے یہ آفت مچائی ہو؟"

"لیکن۔۔"

"فاطم۔۔"

وہ دھیمی آواز سے بڑبڑائی تھی لیکن عاشر کی سماعتوں تک بخوبی اس کی آواز پہنچ گئی تھی۔

"کس کا نام لے رہی ہو یہ؟ معلوم ہے نا شادی ہو گئی ہے تمہاری؟ پھر بھی اس جن کو یاد کر رہی ہو؟ شرم نہیں آتی تمہیں؟" پیشانی پر تیوریاں لیے وہ سختی سے جھڑک کر بولا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی؟ ایک جن زاد سے جیلیس ہو رہے ہو"

"اس کا ذکر ہمارے بیچ میں کیوں ہو رہا ہے بریزے؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔

"تصیح کر لو اپنی۔۔اس کا ذکر ہمارے بیچ نہیں ہو رہا بلکے تم ہم دونوں کے بیچ میں آئے ہو۔۔ہم دونوں یعنی میرے اور فاطم کے"

ایک ایک لفظ پر وہ زور دے کر بولی۔

"مجھ سے فری ہونے کی کوشش کر رہے تھے نا تم؟ دیکھو وہ کتنا غصہ کر کے گیا ہے"

اس نے بالکنی میں ہوئی توڑ پھوڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہ بھنچے تاثرات کے ساتھ سخت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کی جانب سے رخ موڑ کر بالکنی کی جانب منہ کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔ عاشر یہی سمجھ کر ناگواری محسوس کر رہا تھا کے وہ شاید اسے یاد کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت میں تو وہ اپنی ہنسی دبانے کو رخ موڑ کے کھڑی تھی۔ کہیں عاشر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سمجھ نا جائے کے وہ صرف اسے جلانے اور تپانے کو ایسا کہہ رہی ہے۔

ورنہ حقیقت تو وہ بھی جانتی تھی کے فاطم کبھی دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتا۔ وہ کبھی واپس نہ آنے کے لئے ہی گیا تھا۔

بریزے کے دل کے کونے میں کہیں ابھی بھی اس کی یاد کی شمعیں روشن تھیں۔ جن کی روشنیوں سے وہ اب ہمیشہ ہی نگاہیں چرا جایا کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی اس نے جس سے دل لگایا تھا اسے پانے کی تمنا کرنا سراسر بے وقوفی ہے۔

"میں اس کا نام بھی تمہارے منہ سے سننا نہیں چاہتا"

"اتنا جلتے ہو اس سے؟"

اس نے آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت سے پوچھا۔

جبکے اس کا دل چاہ رہا تھا ایک تھپڑ تو لگا ہی دے اسے۔ لیکن پھر بھی اپنے اموشنز کو کنٹرول کیئے اس نے کشن اٹھا کر مارنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"فاطم دیکھو یہ مجھے مار رہا ہے"

وہ اپنا بچاو کرتے ہوئے تیز آواز سے چیخ کر بولی۔

پھر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

عاشر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

پھر اس کی چالاکی پر اسے گھور کر رہ گیا۔

"فوراً یہاں سے بھاگ جاو۔۔اگر میں نے تمہیں پکڑ لیا نا تو بہت برا پیش آوں گا تمہارے ساتھ۔۔"

دروازہ لاک کرتے ہوئے وہ سنگین انداز میں دھمکا کر بولا۔

"یہ یہ۔ فاول ہے۔۔دروازہ کیوں لاک کیا ہے۔۔"

وہ گھبرا کر بولی۔

"میرا کمرہ میری مرضی۔۔۔"

اب کے تپانے والی مسکراہٹ عاشر کے چہرے پر چھلک رہی تھی۔

اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد وہ سارے کمرے میں اس سے بچنے کو بھاگتی پھر رہی تھی۔۔

سارے کمرے میں ان دونوں کی ہنسی اور قہقہے گونج رہے تھے۔

برسوں سے درمیان میں حائل نفرت کی دیوار گر چکی تھی۔

عاشر کے دل میں کبھی اس کے لیے ناگواری و نفرت تھی بھی نہیں۔ لیکن آج بریزے کے دل سے بھی شاید اس نفرت کا پودا جڑ سے اکھڑ چکا تھا جس کو وہ عرصے سے اس کی نفرت کے سہارے ہی پروان چڑھا رہی تھی۔

اپنی اپنی اناؤں کو پس پشت ڈال کر بالآخر دونوں نے دوستی کا ہاتھ ملا ہی لیا تھا۔

اب معلوم نہیں کل کا آنے والا نیا دن ان کی نئی زندگی کا روشن سویرا بن کر طلوع ہوگا یا پھر کوئی بد نظر ان کی تعاقب میں بیٹھی ہوگی۔

بالکنی کے گلاس ڈور کے پردے برابر تھے لیکن وہاں ایک سایہ سا لہرایا تھا۔ جسے وہ دونوں ہی نہیں دیکھ پا رہے تھے۔

وہ سیاہ لباس اور سیاہ ہی آنکھوں والا شخص سرد نظروں سے بنا پلکیں جھپکے یک ٹک اس گلاس ڈور کو دیکھے جا رہا تھا۔

وہ بنا کسی رکاوٹ اور مشکل کے اندر کا منظر دیکھ پا رہا تھا۔

کتابوں کو کھولے وہ پورے دھیان سے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ وہ اس کے بازو پر سر رکھے بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی۔

عاشر نے ایک ہاتھ اس کے گرد حائل کر رکھا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں بک پکڑ رکھی تھی۔

اس پوزیشن میں وہ با مشکل ہی پڑھ پا رہا تھا۔

بالکنی میں موجود اس شخص کے چہرے کے سرد پن اور سختی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔۔

گاڑی سے ٹیک لگائے دونوں بازو سینے پر لپیٹے وہ آبشار سے گرتے پانی کو دیکھ رہی تھی۔

روڈ کے ایک طرف ڈھلان تھی جہاں اونچے نیچے راستے سے ہوئے ایک جھیل تھی۔
جو ریشام غازی کی رازدار تھی۔ آج وہ جھیل کے پاس نہیں گئی تھی۔
"عبیر بھائی کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"
اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر اپنے برابر میں کھڑے انس سے پوچھا۔ جس نے نفی میں میں سر ہلایا تھا۔
"اسے بھول جائیں ریشام!"
"وہ میرے لیے ایک بڑے بھائی کے جیسے تھے۔۔ان کے جانے سے ہاری زندگیوں میں میں جو خلا رہ گیا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا"
"لیکن وہ تو سب کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ چکا ہے!"
"انھوں نے ایسا کیوں کیا انس؟ ۔۔۔وہ تو اتنے اچھے تھے"
حویلی والوں نے نا محسوس انداز میں عبیر غازی کا نام لینا اس کا ذکر کرنا چھوڑ ہی دیا تھا۔
ایک دوسرے کے سامنے وہ لوگ یوں ظاہر کرتے تھے جیسے عبیر کبھی ان کی زندگی میں کہیں تھا ہی نہیں۔
اپنی جگہ کوئی دل میں کتنا ہی اسے یاد کیوں نہ کرتا ہو۔۔لیکن زبان سے اس کا ذکر بھول کے بھی نہیں کرتے تھے۔
سوائے سفینہ غازی اور وجاہت غازی کے۔۔
اپنے بیٹے کی گمشدگی نے انھیں اندر سے توڑ ڈالا تھا۔ ان کی ساری انا طراری جیسے کہیں دور جا سوئی تھی۔
آج عرصے بعد ریشام غازی نے اس کا ذکر کیا تھا۔
"وہ شروع سے یہی عبیر تھا۔۔سفاک۔۔قاتل۔۔ڈرگز ڈیلر۔۔بس آپ لوگوں کے سامنے ایک اچھے بیٹے اور بھائی کا ماسک چہرے پر لگا لیا کرتا تھا!"

"تمہیں معلوم ہے نا وہ کہاں ہیں؟"

"تم انھیں مار دو گے؟"

اس نے دکھ بھری آواز میں استفسار کیا۔

"میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔۔وہ بہتر انصاف کرنے والا ہے" اس کا انداز سپاٹ تھا۔

"بابا کو اگر اس کی اصلیت نا معلوم ہوتی تو شاید وہ انھیں نا مارتا۔۔"

"اسے لگتا تھا صرف بابا اس کی اصلیت جانتے ہیں۔۔لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کے اس کا راز میں بھی کتنے ہی سالوں سے دل میں دبائے بیٹھا ہوں"

"معاف کرنے والے کا رتبہ بڑا ہوتا ہے "

کہیں نا کہیں وہ بھی یہی چاہتی تھی کے وہ عبیر کو قتل نا کرے۔

انس نے ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر پیشانی پر کتنے ہی بل نمودار ہوئے۔

"آپ کے جس کزن نے پرپوزل بھیجا تھا اس کے بارے میں پتا چل گیا ہے مجھے"

اس نے بات کو پلٹ کر وہ رخ دیا تھا کے ریشام نے سٹپٹا کر اسے دیکھا۔ لیکن جلد ہی خود کو کمپوز کر لیا۔

"بے وقوف بنانے کا حق کیا صرف تمہیں ہے؟" اس نے تنک کر پوچھا۔

"آپ بے وقوف بنائیے میں نے منع نہیں کیا۔۔لیکن یہ جان نکالنے والی باتیں مت کیا کریں"

وہ ملتجی سا بولا۔

ایک ہاتھ رخسار تلے رکھے وہ اسے دیکھے گئی۔

وہ چہرہ یوسف سے کچھ الگ تھا۔

اس کا ہیئر کٹ اور داڑھی کا اسٹائل مختلف تھا۔ لیکن اس کا چہرہ اور آنکھیں تو وہی تھیں۔

انس نے اس کی محویت کو محسوس کرتے ہوئے رخ موڑ کے اسے دیکھا پھر چہرہ جھکا کر مسکرا دیا۔

وہ لڑکی سچ میں دیوانی تھی۔

''جب سے دادا جان نے ہمارا پھر سے نکاح کرنے کو کہا ہے مجھے بس وہ یوسف اور ریشام یاد آرہے ہیں جو ایک دوسرے سے ہمیشہ ناراض ہی رہتے تھے۔۔ ریشام کو یہ گلہ تھا کے یوسف اس کی طرف دیکھتا نہیں۔۔اور یوسف کو یہ بات پریشان کرتی تھی کے ریشام غازی سب کو چھوڑ کے بس اسے ہی دیکھتی رہتی ہے ''

''میں نے کافی کوشش کی تھی کے کسی طرح آپ کی توجہ خود پر سے ہٹانے میں کامیاب ہو جاوں۔۔لیکن مجھے ہمیشہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔''

''تم اس لیے کامیابی نہیں ہوئے کیوں کے ریشام غازی اگر ایک بار کسی چیز پر نظر ڈال دے تو اپنا بنا کر ہی رہتی ہے '' وہ ایک ادا سے گردن تان کے بولی

''لیکن آپ نے تو مجھے کہیں کا بھی نہیں رہنے دیا''

وہ افسوس سے سر ہلا کر بولا تو اس نے مصونئ ناراضگی سے اپنے نازک سے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے بازو پر مارا تھا۔

لیکن پھر اسی بازو پر اپنا سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

ریشام ضمیر غازی!

جس نے ہمیشہ ایک شاہانہ زندگی گزاری تھی۔

شہزادیاں بھی جس کی قسمت پر رشک کیا کرتی تھیں۔

آج وہ جان گئی تھی کے اللہ کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں رہنے دیتے۔

وہ اللہ سے یوسف کو مانگا کرتی تھی۔وہ سمجھتی تھی کے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

لیکن اللہ کو اسے بہتر نہیں بہترین دینا تھا۔ اسی لئے اسے یوسف نہیں انس سے نوازا تھا۔

اور اس نوازش پر وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی اسے کم ہی لگتا تھا۔

''کسی نے مجھ سے کہا تھا کے میں آپ کے لیے پورا بازار بھی خرید سکتا ہوں''

انس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ جانتی تو ہیں آپ کے بڑے بھائی نے میری ساری محنت جلا کر راکھ کر دی تھی؟ --میں نے زیرو سے سب کچھ شروع کیا ہے "

"یعنی اب تم بہانے بنا رہے ہو؟"

"میں بہانے نہیں بنا رہا"

"بس رہنے دو تم--میں ہی ایک پاگل ہوں --جو تمہاری محبت میں کچھ نہیں سوچتی اور ایک تم ہو"

"میں ایسا کیا کروں کے آپ کو میری محبت پر اعتبار آجائے ؟"

"یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیۓ"

"بیٹھیں گاڑی میں"

اس نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے اسے کہا۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

"آپ کے لئے پورا بازار خریدنے---آپ کو پسند تھا نا یوسف کے پیسوں سے شاپنگ کرنا؟"

"جس چیز پر ہاتھ رکھوں گی وہ لے کر دو گے ؟"

اس نے تصدیق چاہی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ریشام نے دو قدم آگے بڑھ کے اس کے شانے پر سر ٹکا دیا تھا۔

"تم مل گئے ہو مجھے اب کچھ بھی نہیں چاہیۓ"

اسے سارے جہاں سے بڑھ کر وہ صرف ایک شخص عزیز تھا۔

انس نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

سرما کی سنہری دھوپ کی مانند وہ لڑکی اس کی دلی سکون کا باعث بن چکی تھی۔

محبت کے کھاردار پتھریلے راستوں کو عبور کر کے ان دونوں نے بالآخر اپنی منزل کو پا لیا تھا۔

سنکی بینچ پر بیٹھی وہ اپنے سامنے فٹ بال کھیلتے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔

اس وقت فیملی پارک میں زیادہ رش نہیں تھا۔ ورنہ عام طور پر کافی چہل پہل ہوا کرتی تھی۔

آج نیو یارک کا موسم ابر آلود تھا۔ نیوز پر بھی بارش برسنے کی پیشن گوئی کی گئی تھی۔ جس کی تصدیق ان سیاہ بادلوں سے ہو رہی تھی جنھوں نے پل بھر میں پورے آسمان کو ڈھانپ لیا تھا۔

فٹ بال سے کھیلتے ہوئے بچے بھی وہاں سے جا چکے تھے۔ بس اکا دکا لوگ ہی واک کر رہے تھے۔

سیاہ حجاب میں مقید اس کے گلابی چہرے پر کچھ پرانے زخموں کے واضح نشانات تھے۔

ہڈی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پارک سے باہر جانے والے راستے پر قدم بڑھا چکی تھی۔

اس برستی بارش میں وہ تنہا بیٹھ کر اپنی سوچوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بارش کی تیز بوچھاڑ اور کڑکتی بجلیاں اسے کئی سال پیچھے اسی دن میں لے جاتی تھیں جو اس کے لئے ایک خوفناک خواب کی مانند تھا۔

جب ہاسپٹل میں اس نے آنکھ کھولی تو اپنے اوپر کئی ڈاکٹرز کو جھکے پایا تھا۔ جو اسے ہوش میں آتے دیکھ کر بری طرح شاک میں تھے۔

اسے بتایا گیا تھا کے ایکسیڈنٹ کے بعد ڈاکٹرز نے اسے چیک کیا تھا تو اس کی دھڑکن رک چکی تھی۔ وہ زندہ نہیں تھی۔

لیکن جب آئزل اور جنید کی ڈیڈ باڈیز کو ہاسپٹل لایا گیا تھا تو اسٹریچر دکھیلتے ہوئے ایک نرس نے محسوس کیا تھا کے جیسے وہ لڑکی زندہ ہے۔ اسٹریچر سے لٹکتا اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

وہ اسی وقت بھاگ کر ڈاکٹرز کو بلا لایا تھا۔

جسے چیک کرنے کے بعد فوراً آپریشن تھیٹر شفٹ کیا گیا تھا۔

اس کے سر پر گہری چوٹیں آئی تھیں۔

کئی گھنٹوں کی انتھک محنت کے بعد اس کی کامیابی سرجری ہوئی تھی۔

جنید کے دوست و قارب ان کی اور آئزل کی آخری رسومات کے انتظامات میں مصروف تھے۔ وہ ان کے رشتے داروں کے پاس پاکستان بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن علی کے کہنے پر وہیں دفن کیا جانا تھا تب تک ڈیڈ باڈی کو ہاسپٹل میں ہی رکھا گیا تھا۔

جنید کے ایک دوست کے ساتھ علی خود ہاسپٹل آئے تھے ڈیڈ باڈیز لینے۔ لیکن جب ایک ڈاکٹر انھیں آئی سی یو میں لے کر آیا تو انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا وہ بری طرح شاک میں تھے۔

دل پوری رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔

آئزل زندہ تھی؟

ان سے اس لمحے کچھ بھی نہیں کہا جا رہا تھا۔

جب وہ اس کے پاس گئے تو آئزل نے آکسیجن ماسک ہٹا کر نم مسکراہٹ سے انھیں دیکھا۔

"آئزل---" علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ جانے کتنے ہی آنسو ان کی آنکھوں سے بہے تھے۔

"علی بھائی--- مجھ سے وعدہ کریں---"

"آپ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے"

اٹکتی ہوئی سانسوں کے درمیان وہ با مشکل بول رہی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو آئزل؟ ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ تم جانتی نہیں ہو ہیری کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ --تمہارے زندہ ہونے کی خبر سنے گا تو وہ سچ میں ہی پاگل ہو جائے گا"

"آپ وعدہ کریں مجھ سے"

اس کی بھیگی آنکھوں میں التجا تھی۔

علی کا دل کٹ رہا تھا اس کی خواہش پر۔

وہ کیسے ہیری کا سامنا کرے گا؟

حقیقت کو اس سے چھپا پائے گا بھی یا نہیں۔

"وہ میری وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھا چکا ہے--اسے اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانے دیں--میں اسے

روکنا نہیں چاہتی۔۔میں چاہتی ہوں وہ وہی کرے جو وہ چاہتا ہے۔۔میری وجہ سے وہ اپنی زندگی خراب کر رہا ہے"

"تمہارے بغیر بھی اس کی کوئی زندگی نہیں ہوگی آئزل خدارا ایسا مت کرو"

اس دن علی نے اپنی پوری کوشش کی تھی اسے منانے کی۔ لیکن اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے تھے۔

اس دن فرمان ولی درانی نے آئزل کے راز کو اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔

وہ جب بھی ہیری کے سامنے جاتے اس سے نظریں نہیں ملا پاتے تھے۔ جب جب اس کی دگرگو حالت دیکھتے انھیں اپنا آپ مجرم لگنے لگتا تھا۔ لیکن آئزل کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور تھے۔

اس دن کے بعد ہیری اپنے گھر واپس بھی نہیں جا سکا تھا۔

اس کے پیرنٹس نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ کیوں کے اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کے وہ سنگر نہیں بننا چاہتا۔۔ وہ اپنی لائف میں کچھ اور کرنا چاہتا ہے۔

اس کے دوستوں نے بھی اسے بہتر سمجھانے کی کوشش ہی تھی کے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی خراب مت کرے۔۔پلیٹ میں رکھ کر پیش کی جانے والی شہرت اور کامیابی کو مت ٹھکرائے۔

لیکن وہ بس کان لپیٹے سب کی سنتا رہتا۔

پڑھائی بھی اس نے چھوڑ رکھی تھی۔

نا اسے کچھ کھانے کا ہوش ہوتا تھا نا ہی پینے کا۔

ایک جگہ بیٹھ جاتا تو گھنٹوں وہیں بیٹھا رہتا تھا۔

سب اسے پاگل سمجھنے لگے تھے۔ جس نے ایک لڑکی کے مرنے کا روگ لگا لیا تھا خود کو۔

ایسے میں فرمان درانی نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ اپنی پڑھائی کو بھی بیچ میں ڈراپ کر کے انھوں نے واپس پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس بار وہ اکیلے نہیں تھے۔ ہیری کو وہ اپنے ساتھ ہی لے جانا چاہتے تھے۔ اگر وہ وہیں رہتا تو کوئی بعید نہیں تھی کے سچ میں ذہنی توازن کھو بیٹھتا۔

جب فرمان نے ہیری کے پیرنٹس سے اسے ساتھ لے جانے کی بات کی تو انھوں نے بخوشی اجازت دے دی تھی۔

ہیری کی ذات سے انھیں محظ بے زاری ہوتی تھی۔ کیوں کے اس وجہ سے ان کے سرکل میں ان کی کافی سبکی ہوتی تھی۔

صبح صادق کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ پرندوں اپنے آشیانوں سے اڑان بھر چکے تھے۔ فجر کے بعد کچھ دیر واک کرنا ان دونوں کی ہی پسندیدہ عادت تھی۔

"ماشا سے بات کی تھی تم نے؟"

پشت پر ہاتھ باندھے چلتے فرمان نے استفسار کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اپنی طرف سے تو پوری کوشش کی ہے اس بے وقوف لڑکی کو سمجھانے کی۔۔"

"ایسے مت کہو اسے۔۔وہ بے وقوف نہیں ہے بس حد سے زیادہ جذباتی ہے "

"مجھ سے اتنا لڑ کے گئی تھی۔آپ سب کے پریشر میں آکر اس نے فاز کے لئے ہاں کردی ہے لیکن مجھے پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کے اس کے دل و دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا ہے "

"میرے یہاں ہوتے ہوئے وہ نا وہ سکون سے پڑھ سکے گی اور نا اپنی زندگی میں آگے بڑھ سکے گی"

"بہت ہو گیا داریان۔۔کب تک دوسروں کے لئے اپنی ذات کو نظر انداز کرتے رہو گے ؟" انھوں نے ناراضگی سے کہا

"میری ذات۔۔میرا دل ۔۔میری خواہش۔۔عرصہ ہوا فرمان بھائی۔۔میں نے اپنی ذات کو اہمیت دینا چھوڑ دیا ہے"

وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔ فرمان کی نظر اس کی چوڑی کلائی پر گئی تھی۔جس میں ایک چین لپٹی ہوئی تھی۔ اس چین کا لاکٹ اس نے مٹھی میں دبا رکھا تھا۔

فرمان کو معلوم تھا وہ کون سا چین لاکٹ تھا۔

"ہر اندھیری رات کے بعد صبح کا روشن سویرا پھیلتا ہے--ہر مایوسی کے بعد خوشی اور شکر گزاری کے بادل برستے ہیں--ہر انتظار اور صبر کا انعام ملتا ہے--"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" وہ قدم روکے اسے کی طرف رخ کیۓ کھڑا تھا۔

تیز ہوائیں اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں۔

"کچھ نہیں بس آج تم نماز کے بعد سورہ واضحی کی تلاوت کر رہے تھے تو بس وہی یاد آرہی تھی--کیا تم دوبارہ پڑھو گے؟"

وہ اکثر و بیشتر اس سے تلاوتیں سنتے رہا کرتے تھے۔ داریان کی آواز انھیں بہت پسند تھی۔ اور جب وہ تلاوت کیا کرتا تھا تو بس آنکھیں بند کیے اسے سنتے رہتے تھے۔لیکن آج سے پہلے انھوں نے کبھی سر راہ پڑھنے کی فرمائش نہیں کی تھی۔

لیکن پھر بھی وہ پڑھ رہا تھا۔ فرمان کی کسی بھی بات کو انکار کرنا اس نے جیسے سیکھا ہی نہیں تھا۔

وَالضُّحٰی

(قسم ہے چاشت کے وقت کی)

وَاللَّیۡلِ اِذَا سَجٰی

(اور رات کی جب وہ چھا جائے۔)

مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی

(آپ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہوا ہے۔)

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی

(یقیناً انجام آپ کے لیے آغاز سے بہتر ہوگا)

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى

(عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔)

اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى

کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر جگہ دی۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

(اور آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا پھر (شریعت کا) راستہ بتایا۔)

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى

(اور اس نے آپ کو تنگدست پایا پھر غنی کر دیا۔)

فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ

(پھر یتیم کو دبایا نہ کرو۔)

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ

(اور سائل کو جھڑکا نہ کرو۔)

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ

(اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کیا کرو۔)

الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کے جسم و جاں میں ڈھیروں سکون سرائیت کرتا جا رہا تھا۔ اس سورت نے ہمیشہ اس کی ہمت بندھائی تھی۔ ہمیشہ اسے حوصلہ دیا تھا۔ لیکن آج اسے پڑھتے ہوئے وہ کچھ الگ محسوس کر رہا تھا۔ اپنی کیفیت کو وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہوتا ہے۔ اگر اللہ بہتر سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو انعام کے طور پر بہترین سے نوازتا ہے۔

اس کا صبر اس کی آزمائش اب ختم ہونے کو تھی۔

اسے اس کا انعام ملنے والا تھا۔

اس نے نظریں اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تھا۔ صاف و شفاف نیلا آسمان --

وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ اپنے رب کے ہر فیصلے پر راضی تھا۔

اس کی تقسیم پر راضی تھا۔

اور جو اللہ کی رضا میں راضی ہوجاتے ہیں

پھر اللہ بھی اس نے راضی ہوجاتا ہے--

ختم شد